تفسیر نور الثقلین

مفسّر

محدثِ جلیل العلامۃ الخبیر الشیخ عبد علی الحویزی

مترجم

حجۃ الاسلام علامہ محمد حسن جعفری

نظرِ ثانی

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضلِ قم

ادارہ منہاج الصالحین لاہور

تفسیر نور الثقلین

جلد دوئم

مفسر

محدث جلیل العلامة الخبیر الشیخ عبد علی
بن جمعة العروسی الحویزی قدس سرہ

مترجم

حجۃ الاسلام علامہ محمد حسن جعفری حفظہ اللہ

تدوین و نظر ثانی

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری مدظلہ العالی

ناشر

ادارہ منہاج الصالحین

جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ لاہور۔ فون: 5425372

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ

نام کتاب : تفسیر نور الثقلین (جلد دوم)

مفسر : محدث عبد علی بن جمعۃ العروسی الحویزی

مترجم : حجۃ الاسلام علامہ محمد حسن جعفری

نظر ثانی : حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری

پروف ریڈنگ : خادم حسین، غلام حیدر چودھری

اشاعت : فروری ۲۰۰۶ء

صفحات : ۶۳۹

ہدیہ : 600 روپے

ملنے کا پتہ:

ادارہ منہاج الصالحین

دکان نمبر 20 فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار

لاہور۔ فون: 7225252

فہرست

○ ...... عرض ناشر ---- ۱۳
○ ...... تقریظ ---- ۱۴
○ ...... الٓـمّٓ ---- ۱۹
○ ...... فرقان ---- ۲۰
○ ...... مصوّر حقیقی ---- ۲۲
○ ...... محکم ومتشابہ ---- ۲۳
○ ...... امتحانِ مومن ---- ۲۶
○ ...... اہلِ ایمان کی دُعا ---- ۳۲
○ ...... کفار کے مغلوب ہونے کی پیشین گوئی ---- ۴۰
○ ...... دو نبرد آزما گروہ ---- ۴۱
○ ...... انسان کی فطری خواہشات ---- ۴۱
○ ...... قنطار کیا ہے؟ ---- ۴۲
○ ...... شیطان کی تلوار، شیطان کا جال اور شیطان کا تیر ---- ۴۲
○ ...... پاکیزہ بیویاں ---- ۴۳
○ ...... استغفار سحر گاہی ---- ۴۳
○ ...... خدا کی الوہیت کی گواہی ---- ۴۴
○ ...... انبیاء کا ناحق قتل ---- ۴۷

○ اللہ مالک الملک ہے ۴۸
○ تقیہ ۴۹
○ اتباعِ رسولؐ محبت خدا کا عملی ثبوت ہے ۵۱
○ خدا کا حسنِ انتخاب ۵۵
○ حضرت مریم علیہا السلام ۶۶
○ فخر مریمؑ کے لیے آسمانی خوان ۶۸
○ اعمال طلب اولاد ۷۰
○ جناب سیدہؑ محدثہ تھیں ۷۵
○ حضرت سیدہؑ کی شفاعت کی حق دار عورتیں ۷۶
○ حضرت مریمؑ کی پرورش کے لیے قرعہ اندازی ۷۷
○ حضرت عیسیٰؑ پیدائشی نبی تھے ۷۸
○ نبی اکرمؐ کے معجزات حضرت عیسیٰؑ کے معجزات سے کامل تھے ۷۹
○ فخر مسیحا ۸۴
○ مکرِ الٰہی کا مفہوم ۸۹
○ حضرت مسیحؑ کا آسمان پر اٹھایا جانا ۹۷
○ واقعہ مباہلہ ۹۹
○ حسنینؑ فرزند نبیؐ ہیں ۱۰۲
○ ہارون الرشید کے سامنے امام موسیٰ کاظمؑ کا استدلال ۱۰۲
○ مباہلہ کا طریقہ ۱۰۶
○ کیا اہلِ کتاب اپنے علماء کو رب مانتے تھے؟ ۱۰۹
○ حضرت ابراہیمؑ یہودی اور نصرانی نہ تھے ۱۱۰
○ ابراہیمؑ کے وارث کون ہیں؟ ۱۱۰
○ اطاعت سے بیگانے بھی اپنے کہلاتے ہیں ۱۱۱

○ ...... اہلِ کتاب کی عیاری ------ ۱۱۳
○ ...... یہود کی بددیانتی ------ ۱۱۴
○ ...... تین بدبخت افراد ------ ۱۱۷
○ ...... یہودی اور تحریفِ کتاب ------ ۱۱۹
○ ...... غُلاۃ و مفوضہ ملعون ہیں ------ ۱۲۰
○ ...... انبیاء سے میثاق ------ ۱۲۱
○ ...... کائنات کی تمام اشیاء خدا کے سامنے سرنگوں ہیں ------ ۱۲۷
○ ...... سرکش جانور کو رام کرنے کی دعا ------ ۱۲۸
○ ...... اہلِ جنت و اہلِ نار کا امتحان ------ ۱۲۹
○ ...... ہدایت کے لیے ناموزوں افراد ------ ۱۳۲
○ ...... نیکی کا مقام حاصل کرنے کی شرط ------ ۱۳۳
○ ...... ملّتِ ابراہیمؑ ------ ۱۳۶
○ ...... اوّل بیت (پہلا گھر) ------ ۱۳۶
○ ...... مقامِ امن ------ ۱۴۲
○ ...... حج بیت اللہ ------ ۱۴۶
○ ...... اسلام کی پانچ بنیادیں ------ ۱۴۷
○ ...... معصوم کون؟ ------ ۱۶۰
○ ...... حق تقویٰ ------ ۱۶۱
○ ...... مرنا تو مسلمان ہو کر ہی مرنا ------ ۱۶۲
○ ...... اللہ کی رسی کو مضبوطی سے مل کر تھامو ------ ۱۶۳
○ ...... چہروں کی سفیدی اور سیاہی ------ ۱۶۸
○ ...... خیرِ اُمت ------ ۱۷۱
○ ...... قتل کا موجب بننے والا بھی قاتل ہے ------ ۱۷۲

○ اوقاتِ شب میں تلاوتِ کتاب کرنے والے ۱۷۲
○ خدا نیک اعمال کا قدردان ہے ۱۷۲
○ جنگِ اُحد ۱۷۳
○ جنگِ بدر ۱۷۷
○ آپ کو اس معاملہ میں کوئی اختیار نہیں ہے ۱۷۸
○ سود سے ممانعت ۱۸۰
○ وسعتِ بہشت ۱۹۱
○ غصہ پینے والے افراد ۱۹۲
○ استغفار ۱۹۴
○ استغفار اور ابلیس کی مجلسِ شوریٰ ۱۹۵
○ بہلول کی توبہ ۱۹۶
○ گناہ پر اصرار نہیں کرنا چاہیے ۲۰۱
○ قائم آلِ محمدؐ کی غیبت اہلِ ایمان کو چھانٹنے اور کافرین کی سرکوبی کا ذریعہ ہے ۲۰۳
○ جہاد و صبر کے بغیر جنت میں داخلہ ناممکن ہے ۲۰۳
○ موت کی تمنا آسان اور موت کو دیکھ کر ثابت قدم رہنا مشکل ہے ۲۰۴
○ محمدؐ بس رسول ہیں ۲۰۵
○ اولی الامر کا ہونا ضروری ہے ۲۰۵
○ وفاتِ پیغمبرؐ سے لوگوں کے بھٹکنے کا امکان ۲۰۷
○ انبیائے سابقین کے ساتھیوں کی ثبات قدمی ۲۱۴
○ کافروں کی پیروی مت کرو ۲۱۵
○ رعبِ رسولؐ ۲۱۶
○ دنیا طلب اور آخرت طلب ۲۱۷
○ دوہرا غم ۲۱۷
○ پسپائی اختیار کرنے والوں کو شیطان نے پھسلایا تھا ۲۱۸

○ …… موت اور قتل دو علیحدہ چیزیں ہیں ---------- ۲۱۹
○ …… مشاورت کا حکم ---------- ۲۲۰
○ …… ''توفیق'' اور ''خذلان'' کا مفہوم ---------- ۲۲۴
○ …… نبی خائن نہیں ہوتا ---------- ۲۲۵
○ …… خدا کی رضا اور ناراضی لینے والے برابر نہیں ہیں ---------- ۲۲۶
○ …… بعثتِ رسول خدا کا احسانِ عظیم ہے ---------- ۲۲۷
○ …… احد کی مصیبت مسلمانوں کے غلط انتخاب کا نتیجہ تھی ---------- ۲۲۷
○ …… حیات شہداء ---------- ۲۳۰
○ …… جب زخمیوں نے لشکر کفار کا تعاقب کیا ---------- ۲۳۷
○ …… خوفِ خدا کا فائدہ ---------- ۲۴۳
○ …… کافروں کے لیے ڈھیل مزید بربادی کا سبب ہے ---------- ۲۴۳
○ …… پاک و ناپاک نے آخر کار علیحدہ ہونا ہی ہے ---------- ۲۴۴
○ …… مانعین زکوۃ کی سزا ---------- ۲۴۵
○ …… خدا کو غریب اور اپنے آپ کو دولت مند کہنے والے لوگ ---------- ۲۴۷
○ …… کسی کے فعل پر راضی ہونے والا بھی اس کا شریک ہوتا ہے ---------- ۲۴۸
○ …… کل نفس ذائقۃ الموت ---------- ۲۵۰
○ …… ایمان کے لیے امتحان ضروری ہے ---------- ۲۵۸
○ …… کتاب خدا کا بیان کرنا ضروری اور چھپانا حرام ہے ---------- ۲۶۰
○ …… ہم نے منادی کی ندائے ایمان کو سنا ---------- ۲۶۴
○ …… جنھوں نے ہجرت کی اور گھروں سے نکالے گئے ---------- ۲۶۵
○ …… صبر کرو اور پامردی کا مظاہرہ کرو ---------- ۲۶۵
○ …… نسلِ آدم کیسے چلی؟ ---------- ۲۷۲
○ …… صلہ رحمی ---------- ۲۸۰
○ …… اموالِ یتامیٰ کے تحفظ کا حکم ---------- ۲۸۲

○ حق مہر خوش دلی سے ادا کرو ---------- ۲۸۸

○ مال بے وقوفوں کے حوالے نہ کرو ---------- ۲۹۰

○ جب یتیم میں رشدِ فکری پیدا ہو جائے تو اس کا مال اسے واپس کر دینا چاہیے ---------- ۲۹۴

○ میراثِ زوجین ---------- ۳۰۹

○ کلالہ کے احکام ---------- ۳۱۱

○ بدکار جوڑے کا حکم ---------- ۳۱۵

○ توبہ کب تک ہو سکتی ہے؟ ---------- ۳۱۶

○ عورتوں پر جبر کر کے حق مہر واپس نہ لو ---------- ۳۱۹

○ آل اور اُمت کا واضح فرق ---------- ۳۲۶

○ حرام عورتیں ---------- ۳۲۷

○ نکاحِ متعہ ---------- ۳۳۲

○ کنیزوں سے نکاح کی اجازت ---------- ۳۳۵

○ کنیزوں پر حد شرعی نصف ہے ---------- ۳۳۶

○ ناجائز طریقوں سے مال کھانے کی ممانعت ---------- ۳۴۳

○ گناہانِ کبیرہ ---------- ۳۴۵

○ گناہانِ کبیرہ از روئے قرآن ---------- ۳۴۷

○ ایک دوسرے کے مقام کی تمنا نہ کرو ---------- ۳۵۱

○ اللہ نے ہر ایک کے وارث مقرر کیے ہیں ---------- ۳۵۳

○ مرد عورتوں کے نگران اور قیم ہیں ---------- ۳۵۵

○ نیک بیویوں کی صفت ---------- ۳۵۷

○ نافرمان عورتوں سے کیسے نمٹا جائے؟ ---------- ۳۵۸

○ حکمین کا تقرر ---------- ۳۵۹

○ خدا کی عبادت کرو اور والدین، رشتہ داروں وغیرہ سے حسنِ سلوک سے پیش آؤ ---------- ۳۶۲

○ ...... بخیلوں کی سزا ---------- ۳۶۵

○ ...... ہر اُمت پر گواہ ہوگا اور رسول کریمؐ سب پر گواہ ہوں گے ---------- ۳۶۶

○ ...... قیامت کے دن کافر کیا خواہش کریں گے؟ ---------- ۳۶۸

○ ...... نشہ کی حالت میں نماز کی ممانعت ---------- ۳۷۴

○ ...... تیمّم ---------- ۳۷۷

○ ...... اہلِ کتاب کی زیادتیاں ---------- ۳۷۷

○ ...... چہرے بگڑنے سے قبل ایمان لے آؤ ---------- ۳۷۸

○ ...... شرک ناقابلِ معافی جرم ہے ---------- ۳۷۹

○ ...... اپنے آپ کو پاکیزہ قرار دینے والے ---------- ۳۸۲

○ ...... یہود کی باطل نوازی ---------- ۳۸۴

○ ...... دوزخیوں کی کھال بدل دی جائے گی ---------- ۳۹۰

○ ...... ادائے امانت کا حکم ---------- ۳۹۱

○ ...... لفظ ''زعم'' کا اطلاق جھوٹے خیال پر ہوتا ہے ---------- ۴۱۱

○ ...... خدا و رسول کا اطاعت گزار انبیاء، صدیقین، شہداء و صالحین کا رفیق ہے ---------- ۴۱۷

○ ...... چالیس باتوں پر عمل کرنے والا انبیاء و صدیقین، شہداء و صالحین کا رفیق ہوگا ---------- ۴۲۲

○ ...... اہلِ ایمان کو ہمیشہ مقابلہ کے لیے تیار رہنا چاہیے ---------- ۴۲۹

○ ...... اپنی ہی صفوں میں موجود منافقوں سے ہوشیار رہنا چاہیے؟ ---------- ۴۳۰

○ ...... شہادت اور غلبہ دونوں حالتوں میں مومن لائق اجر ہوتا ہے ---------- ۴۳۰

○ ...... جب تک قوت نہ ہو جنگ سے پرہیز ضروری ہے اور قوت آنے کے بعد جہاد ضروری ہے ---------- ۴۳۲

○ ...... حسنات وسیئات کی دو قسمیں ہیں ---------- ۴۳۴

○ ...... صداقت قرآن کی واضح دلیل ---------- ۴۳۸

○ ...... معاملات کو رسول اور اولی الامر کی طرف پلٹاؤ ---------- ۴۳۹

○ ...... جہاد کے لیے رسولؐ خدا کو خصوصی حکم ---------- ۴۴۱

○ ...... شفاعت کرنے والا جزا اور سزا میں شریک ہے ---------- ۴۴۳

○ سلام کا جواب ضروری ہے ---------- ۴۴۴
○ منافقین کے لیے دو رائے ہونے کی ضرورت نہیں ---------- ۴۵۳
○ معاہدۂ امن کے بعد فتنہ میں پڑنے والے لوگ ---------- ۴۵۷
○ قتل خطاء کے احکام ---------- ۴۵۸
○ رَقَبۃ اور نَسمۃ کا فرق ---------- ۴۶۰
○ جب غلام آزاد کرنا ناممکن ہو ---------- ۴۶۰
○ مومن کو عمداً قتل کرنے والے کی سزا ---------- ۴۶۴
○ زبان سے اقرار اسلام کرنے والے کو قتل کرنا حرام ہے ---------- ۴۶۶
○ جہاد کرنے والے اور گھر میں بیٹھنے والے برابر نہیں ہیں ---------- ۴۶۷
○ غیر حقیقی مستضعفین کے عذر بہانے ---------- ۴۶۸
○ ذہنی اور فکری طور پر مستضعف افراد ---------- ۴۶۹
○ فکری مستضعف ---------- ۴۷۰
○ ہجرت کا اجر وثواب ---------- ۴۷۴
○ سفر میں نماز قصر واجب ہے ---------- ۴۸۱
○ نماز خوف ---------- ۴۸۴
○ اوقاتِ نماز کے لیے امیر المومنینؑ کا مکتوب ---------- ۴۸۸
○ کفار کے تعاقب میں سستی نہ کرو ---------- ۴۸۸
○ جو کچھ خدا نے آپ کو دکھایا ہے اس کے مطابق فیصلہ کریں ---------- ۴۸۹
○ خیانت کاروں کے لیے مت جھگڑیں ---------- ۴۹۰
○ زیادہ تر سرگوشیاں بے فیض ہوتی ہیں ---------- ۴۹۳
○ شیطان کے پیروکاروں کی کثرت ---------- ۵۰۱
○ ابلیسی واردات کا طریقہ ---------- ۵۰۱
○ تکالیف گناہوں کے ازالہ کا سبب ہیں ---------- ۵۰۳
○ احسان اور محسن ---------- ۵۰۴

○ ملتِ ابراہیم ۵۰۵
○ یتیم لڑکیوں سے نکاح کی ترغیب ۵۰۹
○ حقوق کی کمی بیشی پر مصالحت ۵۱۰
○ ایک دہریے کا سوال اور اس کا جواب ۵۱۳
○ خدا کے ہاں دنیا و آخرت کی بھلائی موجود ہے ۵۱۵
○ ہر حال میں سچّی گواہی دو ۵۳۰
○ بار بار ایمان لانے والے اور کفر کرنے والے ۵۳۱
○ جس محفل میں دین کا مذاق اڑایا جائے اس محفل میں مت بیٹھو ۵۳۴
○ منافقین کی علامات ۵۳۷
○ خدا کے ''استہزاء، تمسخر اور مکر'' کا مفہوم ۵۳۷
○ منافق دوزخ کے نچلے طبقہ میں ہوں گے ۵۴۰
○ مظلوم کو ظالم کے خلاف بلند آواز سے واویلا کرنے کا حق ہے ۵۴۱
○ دین کے کچھ احکام کو ماننے اور کچھ کو نہ ماننے والے افراد ۵۴۱
○ حضرت عیسیٰؑ نہ قتل ہوئے نہ ہی سولی چڑھے ۵۴۲
○ عیسیٰؑ کی موت سے قبل تمام اہلِ کتاب ان پر ایمان لائیں گے ۵۴۶
○ ظلم و زیادتی کی وجہ سے پاکیزہ چیزیں حرام کی گئیں ۵۴۷
○ آنحضرتؐ پر بھی باقی انبیاء کی طرح سے وحی نازل ہوئی ۵۴۸
○ خالق و مخلوق کے کلام کا فرق ۵۵۱
○ انبیاء کو کیوں بھیجا گیا؟ ۵۵۲
○ ذکرِ مسیحؑ ۵۵۳
○ مقرب فرشتے ۵۵۴
○ نورِ مبین ۵۵۵
○ کلالہ کے احکام ۵۵۶
○ حرام جانور ۵۶۸

○ پانسے کے تیر ---------- ۵۶۹

○ کفار کی مایوسی اور تکمیلِ دین کی سند ---------- ۵۷۱

○ شکاری کتے ---------- ۵۷۹

○ اہلِ کتاب کا کھانا اور اہلِ کتاب عورتوں سے نکاح ---------- ۵۸۲

○ ایمان کا انکار کرنے والا خاسر ہے ---------- ۵۸۵

○ وضو ---------- ۵۸۷

○ غسلِ جنابت ---------- ۵۹۱

○ حضرت علیؑ کے میثاقِ ولایت کو یاد رکھو ---------- ۶۰۰

○ رسولؐ ان حقائق کو بیان کرتے ہیں جنھیں اہلِ کتاب پوشیدہ رکھتے تھے ---------- ۶۰۱

○ انبیاء بشیر و نذیر بن کر آئے تھے ---------- ۶۰۶

○ توکل ---------- ۶۰۸

○ بنی اسرائیل کی بزدلی ---------- ۶۰۸

○ محو و اثبات کے اختیارات ---------- ۶۱۰

○ روئے زمین کا پہلا قتل ---------- ۶۱۶

○ دنیا میں پہلا شعر کس نے کہا؟ ---------- ۶۱۹

○ قتلِ ہابیل کے اثرات ---------- ۶۲۳

○ ایک سخی لٹیرا ---------- ۶۲۳

○ قابیل کا انجام ---------- ۶۲۷

○ انسانی جان بچانے کا مقام ---------- ۶۳۰

○ قتل کی اُخروی سزا ---------- ۶۳۰

○ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کا فیصلہ ---------- ۶۳۱

○ حدودِ حق سے تجاوز کرنے والے ---------- ۶۳۳

○ محاربین کے احکام ---------- ۶۳۳

☆☆☆

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد و آلہ الطاہرین

میں بارگاہِ احدیت میں سجدۂ شکر بجالاتے ہوئے اس امر کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ نہایت قلیل عرصہ میں تفسیر نورالثقلین کی دوسری جلد کے اشاعتی مرحلہ کی توفیق حاصل ہوئی۔ ہماری بھرپور کوشش اور پختہ ارادہ ہے کہ تفسیر قرآن کے حوالہ سے ٹھوس خدمات انجام دیں اور اس مقدس کتابِ الٰہی کے معارف و معالم کو اہلِ ایمان اور اربابِ ذوق تک پہنچائیں کیونکہ تفسیر کے بغیر قرآن فہمی امکان پذیر نہیں اور قرآن فہمی کے بغیر معارفِ الٰہیہ سے استفادہ کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ تفسیر نورالثقلین کی اشاعت بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اگرچہ یہ عظیم منصوبہ ادارہ منہاج الصالحین کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے اور ہم اس کی توفیق کے حصول پر خالق الکلام کا شکر ادا کرتے ہیں لیکن اپنے علم دوست قارئین کرام کی طرف سے فکری و عملی حوصلہ افزائی کی تہیم تو بے قدردانی کرتے ہوئے اپنا فریضہ سمجھتے ہیں کہ اپنے تمام تر وسائل بروئے کار لا کر اس مقدس علمی کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں۔

ہمارے لیے یہ بات بھی حوصلہ افزا ہے کہ تفسیر نورالثقلین کی جلد اوّل کو علمی حلقوں میں قابلِ قدر پذیرائی حاصل ہوئی اور ہمیں اس اقدام پر دادِ تحسین دی گئی جس سے ہمارے ارادہ میں مزید پختگی اور جذبۂ عمل میں وسعت پیدا ہوئی۔ تفسیر کے فاضل مترجم علامہ محمد حسن جعفری دام توفیقہ اس مقدس منصوبہ کی تکمیل کے عزم پر شکریہ و تحسین کے مستحق ہیں۔ خداوند بحق محمد و آل محمد علیہم السلام ہمیں اور ہم سب کو قرآن فہمی کے باب میں توفیقِ خاص سے نوازے اور ہماری خدمات کو اپنی) بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔

والسلام مع الاکرام

دعاگو!

ریاض حسین جعفری فاضل قم

سربراہ ادارہ منہاج الصالحین، لاہور

تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبینا محمد و آلہ الطاہرین، امابعد!

مجھے یہ جان کر مسرت ہوئی کہ ادارہ منہاج الصالحین کی طرف سے تفسیر قرآن کی بابت باقاعدہ وسیع و مضبوط سلسلہ شروع کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں دیگر اقدامات کے علاوہ تفسیر نور الثقلین کے اُردو ترجمہ کی اشاعت کو ابتدائی طور پر مقدم کرتے ہوئے عملی مرحلہ کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ اس کاوش پر ادارہ کے ارکان بالخصوص جناب مستطاب مولانا ریاض حسین جعفری ایدہ اللہ تعالیٰ شکریہ اور داد تحسین کے مستحق ہیں۔ خداوند عالم ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور اس مقدس سلسلہ کی تکمیل کے اسباب فراہم کرے۔

تفسیر نور الثقلین ایک معروف روایاتی تفسیر ہے اور اس میں معارفِ قرآنیہ وحقائق ربانیہ کا توضیحی عمل آئمہ معصومینؑ کی مقدس روایات و پاکیزہ بیانات سے مقرون ہے، ان میں ایمانی درجات اور اعتقادی مراتب کے کمالی حوالے پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ بعض روایات سند و متن دونوں نسبتوں سے تحقیق طلب ہیں لیکن مجموعی طور پر اس تفسیر کی افادیت مسلّم الثبوت ہے۔

تفسیر قرآن جہاں ایک نہایت مشکل کام ہے وہاں نہایت آسان بھی ہے۔ مشکل اس حوالہ سے ہے کہ کلام خالق ہے اور اس ہستی کا کلام ہے جو خالق الکلام ہے۔ مخلوق اس کے کلام کی باریکیوں کا ادراک نہیں رکھتی اور جس قدر اس عظیم کتاب کی باریکیوں کے ادراک کی کوشش کی جائے مزید گوشے نمایاں ہوتے چلے جاتے ہیں جیسا کہ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اس کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن، اور ہر باطن کے ستر باطن ہے تو ان بطون کا ادراک عام انسان کے بس میں کیونکر ہوسکتا ہے۔ اس لحاظ سے تفسیر کا کام دشوار ہے اور آسان اس حوالہ سے ہے کہ جن ہستیوں کو اس مقدس کلام کے معارف کا امین بنایا گیا ہے اور جن کے گھر میں اس پاکیزہ کلام کا نزول ہوا ہے اگر ان

کے ارشادات کی روشنی میں تفسیر کی جائے تو پھر کوئی سلسلہ مشکل نہیں رہتا۔ آئمہ اہلِ بیت علیہم السلام نے قرآن مجید کے ہر پہلو کو واضح کیا ہے اور اس کی ہر آیت کے بارے میں گوناگوں حوالوں سے مطالب بیان فرمائے ہیں کہ جن میں اعتقادات، احکام، خلاقیات، معاشرتی امور، دنیوی مسائل اور اُخروی احوال سمیت انسان اور کائنات سے تعلق رکھنے والے تمام موضوعات شامل ہیں۔ ایمانی حوالہ سے ائمہ اہلِ بیتؑ نے جو عظیم مطالب ذکر کیے ہیں ان سے درست صورت میں معانی و مفاہیم کا استفادہ کرنا بھی مضبوط علمی اساس چاہتا ہے تاکہ غلطی یا غلط فہمی کا ارتکاب نہ ہونے پائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح خدا کا کلام اپنے دامن میں علوم و حقائق کا ایک بحرِ بیکراں سمیٹے ہوئے ہے اسی طرح خدا کی برگزیدہ ہستیوں ائمہ اطہار علیہم السلام کے ارشادات بھی علوم الٰہیہ سے کامل وابستگی کی بنا پر عظیم علمی خزانوں کے حامل ہیں کہ جن سے روشنی حاصل کرنا علم کی بلندی اور عمل صالح کی رفعت چاہتا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ حضرات جو ان خزانوں سے استفادہ کی توفیق پاتے ہیں۔ انھی خوش نصیبوں میں ایک نام محدث کبیر عبد علی بن جمعہ الحویزی کا ہے کہ جنھوں نے اپنے ایمانی ذوق و بصیرت کی بنیاد پر ان روایات کو اکٹھا کیا جو معصومین علیہم السلام سے تفسیر قرآن کی بابت منقول ہیں۔

''نور الثقلین''، نام ہی سے واضح ہے کہ اس تفسیری مجموعہ کی سمت کیا ہے! مؤلف نے روایات کی چھان بین کی ہوگی اور اپنے علمی مقام و منزلت کی بنیاد پر تفسیری احادیث و روایات کی تحقیق بھی کی ہوگی جیسا کہ انتخابِ روایات سے اس کا واضح ثبوت بھی ملتا ہے اور باب التفسیر میں مذہب اہلِ بیتؑ کا محور یہ ہے کہ جو روایت اصل قرآن سے مطابقت رکھتی ہو وہ موردِ قبول ورنہ ردّ کر دی جاتی ہے (ما وافق کتاب اللّٰہ فخذوہ وما خالف کتاب اللہ فاترکوہ واضربوہ علی الجدار) اس بنیاد پر ہر وہ روایت قابلِ قبول ہے جو کلامِ الٰہی سے مطابقت رکھتی ہو۔ تفسیر نور الثقلین میں اس طرح کی روایات کا ایک جال پھیلا ہوا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس مقدس مجموعہ سے تمام اہلِ علم و دانش اور اربابِ فکر و نظر استفادہ کریں گے اور اُردو دان حضرات اس خوانِ معارف سے سیر و سیراب ہوں گے، خداوند عالم ہم سب کو اس مجموعۂ علم و معرفت سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

علامہ حسن رضا غدیری

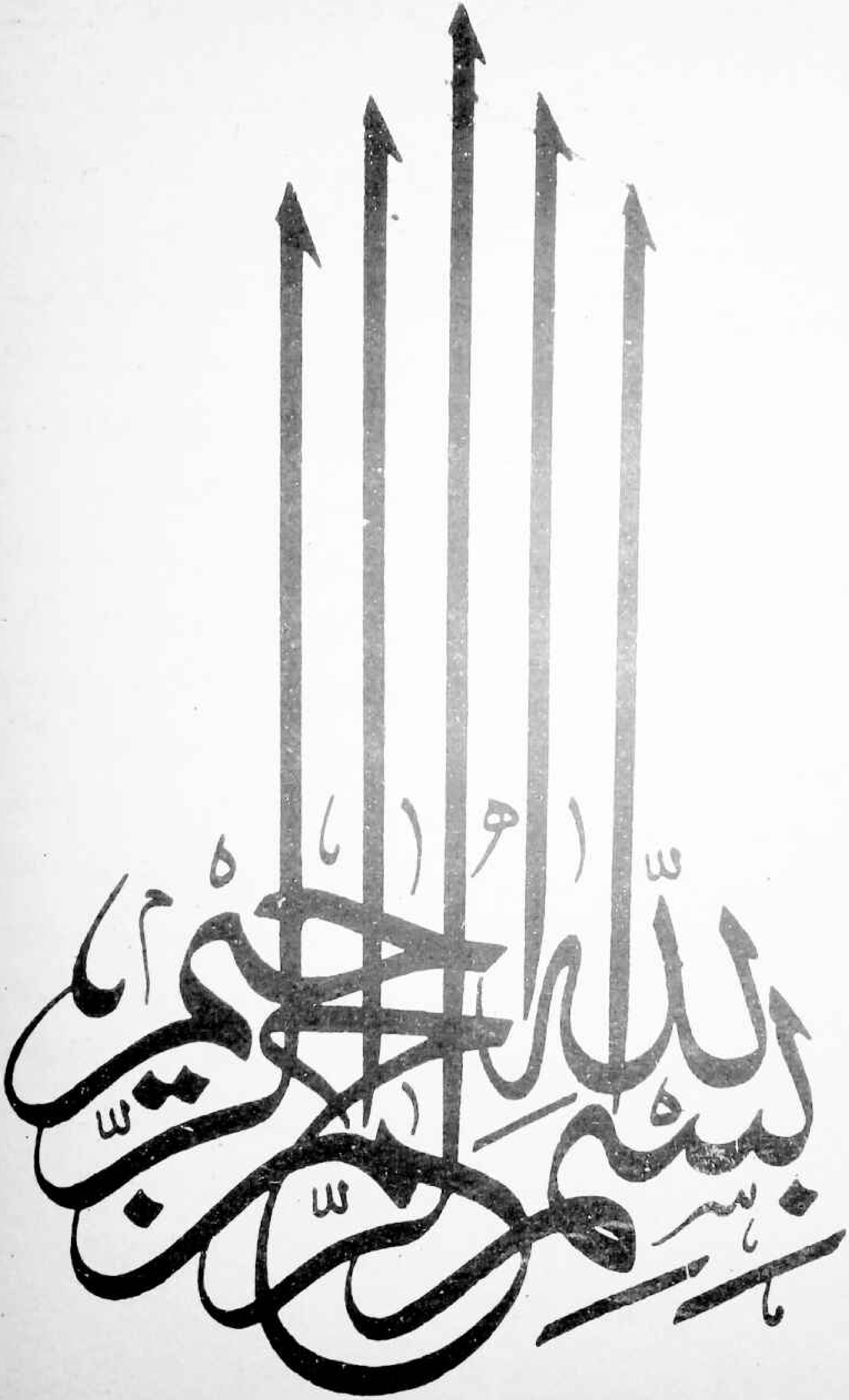

بسم الله الرحمن الرحيم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓمّٓ ۚ ① اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ؕ ② نَزَّلَ عَلَیْكَ
الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ
وَالْاِنْجِیْلَ ۙ ③ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ
اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَاللّٰهُ
عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ④ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰى عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی
الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ؕ ⑤ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی
الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ⑥
هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ
اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ
فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ۚ
وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ
اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا

الۡاَلۡبَابِ (۷) رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡ هَدَيۡتَنَا وَهَبۡ لَنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ (۸) رَبَّنَاۤ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوۡمٍ لَّا رَيۡبَ فِيۡهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخۡلِفُ الۡمِيۡعَادَ ع (۹)

سہارا اللہ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

”الٓمٓ، اللہ وہ جس کے علاوہ کوئی عبادت کے قابل نہیں وہ زندۂ جاوید اور نظامِ کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔ اس نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے جو حق لے کر آئی ہے اور ان کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئی تھیں اور اس نے توراۃ اور انجیل اتاری ہے۔ اس سے پہلے لوگوں کے لیے ہدایت بنا کر اور اس نے وہ کتاب اتاری ہے جو حق و باطل میں فرق کرنے والی ہے۔ بے شک جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا ہے ان کے لیے سخت عذاب ہے۔ اللہ بے پناہ طاقت کا مالک اور برائی کا بدلہ دینے والا ہے۔ زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ وہی تو ہے جو رحم مادر میں تمہاری تصویریں جس طرح سے چاہتا ہے بناتا ہے‘ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ غالب اور صاحبِ حکمت ہے۔ وہ وہی ہے جس نے آپ پر کتاب نازل کی۔ کتاب کی کچھ آیات محکم ہیں اور وہی اصل کتاب ہیں اور دوسری متشابہ ہیں۔ وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنے کی تلاش میں، ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کو معنی پہنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں‘ حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم اللہ کو معلوم ہے اور انھیں معلوم ہے جو علم میں پختہ ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان رکھتے

ہیں۔ یہ سب کی سب محکم و متشابہ ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور دانش مند افراد کے علاوہ اور کوئی نصیحت حاصل نہیں کرتا۔ وہ کہتے ہیں کہ پروردگار جب تو نے ہمیں ہدایت دے دی ہے تو اب ہمارے دلوں میں کجی پیدا نہ ہونے دینا اور اپنی طرف سے ہمیں رحمت عطا فرما تو بہترین عطا کرنے والا ہے۔ پرودگار تو یقیناً سب لوگوں کو ایک روز جمع کرنے والا ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ بے شک اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا''۔

۱- کتاب ثواب الاعمال میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا:

''جو شخص سورۃ البقرہ اور سورہ آل عمران کو پڑھے گا تو قیامت کے دن یہ دو سورتیں اس پر بادل کی طرح سے سایہ فگن ہوں گی''۔

الٓمّٓ

۲- کتاب معانی الاخبار میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے یہ جملے بھی فرمائے:

''سورہ آلِ عمران کے آغاز میں جو ہے الٓمّٓ ہے اس کا معنی ہے: انا اللہ المجید ''میں صاحب عزت خدا ہوں''۔

۳- تفسیر عیاشی میں ابولبید مخزومی سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

''ابولبید! اولاد عباس میں سے بارہ شخص حکمران ہوں گے۔ آٹھویں کے بعد چار حکمران قتل کیے جائیں گے۔ ایک کو خناق کی بیماری لاحق ہوگی اور وہ اس سے مرجائے گا۔ ان کی عمریں تھوڑی ہوں گی اور ان کی مدتِ اقتدار کم ہوگی۔ وہ انتہائی بدسیرت لوگ ہوں گے۔ ان میں ان فاسق کا لقب ''ہادی'' ہوگا۔

ابولبید! قرآن کے حروفِ مقطعات میں بہت زیادہ علم مضمر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ کی آیت نازل کی۔ اس کے تحت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانِ نبوت کیا یہاں تک کہ ان کا نور ظاہر ہوا اور ان کے فرمان کو ثبات ملا اور جس دن وہ پیدا ہوئے تو ''ساتویں الف'' میں سے ایک سو تین سال گزر گئے تھے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اس کی وضاحت کتاب اللہ کے حروف مقطعات میں موجود ہے۔ جب تم تکرار کے بغیر ان کو شمار

کرد گے تو حروفِ مقطعات میں سے جس حرف کی مدت ختم ہوگی تو اس کے اختتام پر بنی ہاشم میں سے کوئی نہ کوئی قیام کرے گا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: الف کا عدد ایک ہے۔ لام کے عدد ۳۰ ہیں اور میم کے عدد چالیس ہیں اور صاد کے عدد ۹۰ ہیں اور یوں "المص" کے کل عدد ایک سو اکسٹھ بنتے ہیں۔

پھر امام حسین علیہ السلام کے خروج کی ابتداء کا اشارہ "الٓمٓ اللّٰهُ" میں موجود ہے۔ جب اس کی مدت گزری تو اولاد عباس میں سے قیام کرنے والے نے "المص" کے اشارہ کے تحت قیام کیا۔ اور ہمارا قائم "الٓر" کے اختتام پر قیام کرے گا۔ اس بات کو سمجھو اور یاد رکھو اور اسے پوشیدہ رکھو۔

(وضاحت: یہ حدیث اور بائیسویں حدیث کا تعلّق مشکل ترین احادیث سے ہے۔ لہٰذا ہم اس کا علم معصومینؑ کی طرف لوٹاتے ہیں)

۴- تفسیر علی بن ابراہیم میں عبداللہ بن سنان سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ۭ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ کے متعلّق سوال کیا۔

آپؑ نے فرمایا: یہ محکم ہے اور کتاب سے پورا قرآن مراد ہے جو تمام انبیائے سابقین کی تصدیق کرتا ہے۔

فرقان

۵- علل الشرائع میں مرقوم ہے کہ کسی نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ قرآن کو "فرقان" کیوں کہا گیا؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: کیونکہ اس کی آیات اور سورتیں علیحدہ علیحدہ اوقات میں نازل ہوئی ہیں اور ان کے نزول کے وقت میں فرق پایا جاتا ہے۔ اسی "فرق" کی وجہ سے اسے "فرقان" کہا گیا۔ جب کہ تورات و انجیل اور زبور الواح اور اوراق کی صورت میں ایک ہی مرتبہ نازل ہوئی تھیں۔

۶- صحیفہ سجادیہ میں امام سجاد علیہ السلام کی ایک دعا مرقوم ہے جسے آپ ختم قرآن کے وقت پڑھا کرتے تھے۔ اس دعا میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں:

وفرقانا فرقت به بین حلالك وحرامك وقرآنا اعربت به عن شرائع احكامك -

''اور تو نے ''فرقان'' کے ذریعہ سے اپنے حلال وحرام کے فرق کو واضح کیا ہے اور قرآن کے ذریعہ سے تو نے اپنی شریعت کے احکام واضح کیے ہیں''۔

(مذکورہ دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ ''فرقان'' کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قرآن حق و باطل، نور وظلمت، حلال وحرام، ہدایت وگمراہی کا فرق بیان کرتا ہے اسی لیے اس کا لقب فرقان ہے)

۷- اصول کافی میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ''قرآن وفرقان'' ایک ہی چیز کے دو نام ہیں یا دونوں الگ الگ چیزیں ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

''قرآن ساری کتاب کا نام ہے اور فرقان اس کے محکم اور واجب العمل حصے کا نام ہے''۔

۸- حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے تورات کے مقابلے پر طویل سورتیں عطا فرمائیں اور انجیل کے مقابلہ پر مجھے ''مئین'' سورتیں عطا فرمائیں۔ تورات موسیٰؑ پر نازل ہوئی اور انجیل عیسیٰؑ پر نازل ہوئی''۔

(وضاحت: علامہ طبرسی مجمع البیان میں رقم طراز ہیں کہ قرآن مجید کی سبع طوال سورتیں یہ ہیں: البقرہ، آل عمران، النساء، المائدہ، الانعام، الاعراف، انفال وتوبہ۔ کیونکہ اکثر علماء کے نزدیک یہ دونوں ایک ہی سورت ہیں اسی لیے انہیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی آیت سے ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا گیا۔ جب کہ بعض علماء کے نزدیک انفال وتوبہ کی بجائے ''سبع طوال'' میں سورہ یونس شامل ہے۔)

مذکورہ سورتوں کو طوال اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ قرآن حکیم کی سب سے لمبی سورتیں ہیں۔

''مئین'' ان سورتوں کو کہا جاتا ہے جن کی آیات کی تعداد ایک سو یا ایک سو کے لگ بھگ ہو۔ اور وہ بھی سات سورتیں ہیں جن کی ابتداء سورہ بنی اسرائیل سے ہوتی ہے اور ان کا اختتام سورہ المومنون پر ہوتا ہے۔

۹- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''پورا قرآن ماہِ رمضان میں بیت المعمور پر اتارا گیا۔ پھر بیس سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا زمین پر اتارا گیا''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''صحف ابراہیمؑ ماہِ رمضان کی چاندرات کو نازل ہوئے تھے۔ تورات ماہِ رمضان کی چھ تاریخ اور انجیل ماہِ رمضان کی تیرہ اور زبور ماہِ رمضان کی اٹھارہ تاریخ کو نازل ہوئی اور قرآن مجید شب قدر میں نازل ہوا''۔

مصوّرِ حقیقی

هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ (آل عمران:۶)

''وہی تو ہے جو تمہاری تصویریں رحمِ مادر میں جیسے چاہتا ہے بناتا ہے''۔

۱۱- علل الشرائع میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی جنین کی شکل و صورت بنانے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے باپ سے لے کر حضرت آدم تک سب کی تصاویر پر ایک نظر ڈالتا ہے اور پھر وہ جس تصویر کے مطابق چاہتا ہے جنین کو وہی شکل و صورت عطا کر دیتا ہے۔ اسی لیے کسی باپ کو اپنے بچے کے متعلق یہ نہیں کہنا چاہیے کہ یہ بچہ نہ تو میرے مشابہ ہے اور نہ ہی میرے آباء میں سے کسی کے مشابہ ہے۔

۱۲- حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا:

''رِحم میں عورت و مرد کے دو نطفے جمع ہوتے ہیں اور ان میں جس کا نطفہ غالب آ جاتا ہے تو پیدا ہونے والا بچہ اس کے خاندان کی شکل و صورت لے کر پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً اگر عورت کا نطفہ مرد کے نطفہ پر غالب آ جائے تو بچہ اپنے نانا یا ماموؤں میں سے کسی کے مشابہ ہوگا اور اگر مرد کا نطفہ غالب آ جائے تو بچہ اپنے چچاؤں کے مشابہ ہوگا۔ نطفہ چالیس دن تک رِحم میں رہتا ہے اسی لیے جس کسی نے خدا سے بیٹا یا بیٹی کا سوال کرنا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ابتدائی چالیس دن ہی میں سوال کرے۔ چالیس دن کے بعد ایک فرشتہ اس نطفہ کے متعلق خدا سے پوچھتا ہے خدایا! اسے لڑکا بنانا ہے یا لڑکی؟ اس وقت خدا جو چاہتا ہے اس کو وحی کرتا ہے۔

۱۳- الکافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا کہ ایک انصاری اپنی بیوی اور چھوٹے بچے کو لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا:

''یارسولؐ اللہ! یہ میری چچازاد ہے اور یہ میری بیوی ہے۔ جب کہ میں نے اس سے آج تک بھلائی اور شرافت کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں دیکھا۔ اب اس نے ایک بچہ جنا ہے جو کہ نہ تو میرے مشابہ ہے اور نہ ہی ہمارے آباؤ اجداد میں سے کسی کے مشابہ ہے''۔

وہ بچہ انتہائی کالا سیاہ تھا۔ اس کے بال حبشیوں کی طرح سے تھے، اس کے ہونٹ موٹے اور بھدے، ناک چوڑا تھا۔

رسولؐ خدا نے اس عورت سے فرمایا کہ تو کیا کہتی ہے؟

عورت نے کہا: یارسولؐ اللہ! مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی بنا کر مبعوث کیا ہے میں نے آج تک اپنے شوہر کے حق میں خیانت نہیں کی۔

رسولؐ خدا نے اپنا سر جھکایا پھر آپؐ نے آسمان کی طرف نظر کر کے مرد سے فرمایا:

بندۂ خدا! ہر شخص کے لیے ننانوے رگیں ایسی ہوتی ہیں جو کہ اس سے لے کر آدم تک کسی نہ کسی کے مشابہ ہوتی ہیں اور جب نطفہ رِحم میں جاتا ہے اور ان لوگوں میں سے کسی رگ پر جا گرتا ہے تو بچہ ان میں سے کسی نہ کسی کے مشابہ پیدا ہوتا ہے اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ رحم میں اضطراب پیدا ہوتا ہے اور نطفہ ان رگوں میں سے کسی پر بھی نہیں گرتا۔ لہٰذا اس نومولود کا بھی تعلق اسی قسم سے ہے۔

پھر آپؐ نے عورت سے فرمایا کہ اپنا بیٹا اٹھاؤ، یہ حلال زادہ ہے۔

عورت نے خوش ہو کر کہا: یارسولؐ اللہ! آپؐ نے میری پریشانی دُور کر دی، خدا آپ کو جزائے خیر دے۔

۱۴- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''رِحم کے چار راستے ہیں، جس بھی راستے پر پانی چلا جائے تو اس سے بچہ پیدا ہوتا ہے''۔

۱۵- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے رِحم میں چار خانے بنائے ہیں۔ نطفہ پہلے خانہ میں چلا جائے تو باپ کے مشابہ ہوتا ہے، دوسرے میں چلا جائے تو ماں کے مشابہ ہوتا ہے۔ تیسرے خانے میں چلا جائے تو بچہ چچاؤں کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر چوتھے خانے میں چلا جائے تو بچہ ماموؤں کے مشابہ ہوتا ہے۔

محکم ومتشابہہ

۱۶- اصول کافی میں عبدالرحمٰن بن کثیر سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے هُوَ الَّذِیٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ۚ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ کی آیت مجیدہ پڑھ کر فرمایا:

''آیات محکمات جو کہ اصل کتاب ہیں وہ امیر المومنینؑ اور ائمہؑ ہدیٰ ہیں اور متشابہات امیر المومنینؑ کے مخالف ہیں

اور ''راسخون فی العلم'' امیر المومنینؑ اور ائمہؑ ہیں''۔

۱۷- مجمع البیان میں ہے کہ ''فتنہ'' کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ اس سے کفر مراد ہے۔ یعنی وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے۔ وہ آیات متشابہات کا سہارا لے کر کفر برپا کرنا چاہتے ہیں۔

۱۸- احتجاج طبرسی میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے ایک روایت منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

''اللہ کی رحمت وسیع ہے اور وہ اپنی مخلوق پر مہربان ہے۔ اسے علم تھا کہ باطل پرست افراد اس کی کتاب کو غلط معانی پہنائیں گے اسی لیے اس نے تین قسم کی آیات نازل کی ہیں: پہلی قسم آیات کی وہ ہے جسے عالم و جاہل سمجھ سکتے ہیں اور دوسری آیات کی قسم وہ ہے جسے صرف وہ لوگ سمجھ سکتے ہیں جن کا ذہن صاف ہو اور خدا نے اسلام کے لیے ان کے سینہ کو کشادہ کیا ہو۔ اور آیات کی تیسری قسم ان آیات پر مبنی ہے جن کا حقیقی مطلب و مفہوم صرف خدا اور انبیاء اور راسخین فی العلم کے پاس ہے۔ اللہ نے آیات متشابہات کو نازل فرما کر باطل پرستوں کو آلِ محمدؑ کے دروازے پر آنے کے لیے مجبور کر دیا۔

۱۹- اصول کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا:

''لوگ علم کے بغیر قرآن میں گفتگو کرنے لگے ہیں حالانکہ قرآن کی آیات کی دو قسمیں ہیں: کچھ آیات محکمات ہیں جو کہ اصل کتاب ہیں اور کچھ متشابہات ہیں جن کی تاویل کا علم اللہ اور راسخون فی العلم کے پاس ہے۔ منسوخ آیات کا تعلق متشابہات سے ہے اور آیات محکمات ناسخ ہیں''۔

۲۰- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''جبریل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سترہ ہزار آیات لے کر نازل ہوئے تھے''۔ (ان میں سے بہت سی آیات اللہ نے خود فراموش کرا دی تھیں)

۲۱- مجمع البیان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک طویل حدیث منقول ہے' جس میں یہ جملے بھی ہیں: پورا قرآن ایک سو چودہ سورتوں پر مشتمل ہے اور اس کی کل آیات چھ ہزار ایک سو چھتیس (۶۱۳۶) ہیں۔

۲۲- کتاب معانی الاخبار میں محمد بن قیس سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا' آپؑ نے فرمایا:

''حی بن اخطب اور اس کا بھائی ابو یاسر نجران کے کچھ یہودیوں کو لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آنحضرتؐ سے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپؐ پر جو کلام نازل ہوا ہے اس میں ''الٓمٓ'' بھی ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: جی ہاں یہ سچ ہے۔

یہودیوں نے کہا: کیا "الٓمٓ" کا لفظ بھی اللہ نے آپؐ پر نازل کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: جی ہاں۔

یہودیوں نے کہا: آپؐ سے پہلے جتنے بھی انبیاء آئے ان میں سے کسی نے بھی اپنے دین کی مدت بیان نہیں کی تھی مگر آپؐ نے اپنے دین کی مدت بیان کر دی ہے کیونکہ "الٓمٓ" میں الف کا عدد ایک اور لام کے عدد تیس اور میم کے عدد چالیس ہیں اور یہ کل ملا کر اکہتر بنتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ کے دین کو اکہتر برس تک استحکام ملے گا اس کے بعد آپ کا دین ختم ہو جائے گا اور ہمیں ان لوگوں پر تعجب ہے جو اکہتر سال تک چلنے والے دین میں آنکھیں بند کر کے شامل ہو رہے ہیں۔ اب آپ یہ بتائیں کہ اس کے علاوہ بھی آپ پر اس طرح کا کوئی اور کلام بھی نازل ہوا ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: جی ہاں اس کے علاوہ مجھ پر المص، الٓرٰ، الٓمٓرٰ جیسے دوسرے حروفِ مقطعات بھی نازل ہوئے ہیں۔

جب انہوں نے یہ حروفِ مقطعات سنے تو پریشان ہو گئے اور کہنے لگے: اب ہم آپ کے دین کی بقا و استحکام کے لیے کوئی پیش گوئی نہیں کر سکتے۔

چنانچہ ایسے ہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

هُوَ الَّذِیٓ اَنۡزَلَ عَلَیۡكَ الۡکِتٰبَ مِنۡهُ اٰیٰتٌ مُّحۡکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ وَابۡتِغَآءَ تَاۡوِیۡلِهٖ ۚ وَمَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ ......

"وہ وہی ہے جس نے آپ پر کتاب نازل کی ہے۔ کتاب کی کچھ آیات محکم ہیں اور وہی اصل کتاب ہیں اور دوسری متشابہ ہیں۔ وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کو معنی پہنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ جب کہ اس کی تاویل کو بس خدا جانتا ہے اور علم میں پختہ افراد جانتے ہیں"۔

اور ان آیات متشابہات کا وہ معنی و مفہوم نہیں ہے جو اخطب کے بیٹوں نے اپنے ذہن سے اختراع کیا ہے۔

امتحانِ مومن

۲۳- کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں محمد بن مسلم سے منقول ہے اس نے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے کہا:

"قائم آلِ محمدؑ کے ظہور کی کچھ علامات ہیں"۔

میں نے عرض کیا: وہ کون سی علامات ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝

"ہم تمھیں کچھ خوف، بھوک اور اموال وانفس اور ثمرات کی کمی سے ضرور آزمائیں گے اور آپؐ صبر کرنے والوں کو بشارت دیں"۔

آپؑ نے فرمایا:

"ظہور قائمؑ سے قبل مومنین کی خوف سے آزمائش ہوگی اور فلاں خاندان کے بادشاہوں کے آخری دور میں اہلِ ایمان کو اچھی طرح سے آزمایا جائے گا اور اشیاء کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہوں گی جس کی وجہ سے بھوک کا دور دورہ ہوگا اور دولت میں کمی آجائے گی اور کاروبار میں مندا ہوگا۔ بچت انتہائی قلیل ہوگی اور جانوں میں کمی واقع ہوجائے گی اور تباہ کرنے والی موت سے اموات ہوں گی اور پھل انتہائی کم ہوجائیں گے۔ جب یہ حالات ہوجائیں اور ان شدائد و آلام پر جو لوگ صبر کریں تو آپ ان صبر کرنے والوں کو تعجیل ظہور کی خوش خبری دے دیں"۔

اس کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

"محمد! یہ قرآن مجید کی اس آیت کی تاویل ہے جسے اللہ اور راسخین فی العلم کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا"۔

۲۴- کتاب احتجاج طبرسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ غدیر مرقوم ہے۔ اس خطبہ کے دوران آنحضرتؐ نے یہ جملے ارشاد فرمائے:

"اے گروہ مردم! قرآن میں تدبر کرو اور اس کی آیات کو سمجھو، اس کی محکمات کو دیکھو اور اس کی متشابہات کی پیروی نہ کرو۔ خدا کی قسم! اس کے زواجر اور اس کی تفسیر کو بس وہی بیان کرسکتا ہے جس کا میں ابھی ہاتھ پکڑ کر تم کو دکھانے والا

ہوں۔

پھر آپؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا:

من كنت مولاه فهذا علي مولاه

''جس کا میں مولا ہوں میرے بعد اس کا علیؑ مولا ہے''۔

قرآن کی صحیح تفسیر بیان کرنے والا میرا بھائی اور میرا وصی علی بن ابی طالب ہے۔ اس کی ولایت کو اللہ نے مجھ پر نازل کیا ہے۔

۲۵- امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا:

''اللہ نے علم کے لیے بھی کچھ اہل مقرر کیے ہیں اور بندوں پر ان اہلِ علم کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے۔ اور اللہ نے ان کی نشان دہی کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۗ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ ''آیات متشابہات کی تاویل بس اللہ اور راسخین فی العلم ہی جانتے ہیں''۔

۲۶- نہج البلاغہ کے ایک خطبہ میں امیرالمومنین علیہ السلام نے یہ الفاظ فرمائے:

''کہاں ہیں وہ لوگ کہ جو جھوٹ بولتے ہوئے اور ہم پر ستم روا رکھتے ہوئے یہ ادعا کرتے ہیں کہ وہ ''راسخون فی العلم'' ہیں نہ ہم۔ انہیں ہم سے بس یہی ضد ہے کہ اللہ نے ہم کو بلند کیا ہے اور انہیں پست کیا ہے اور ہمیں منصب امامت عطا کیا ہے اور انہیں محروم رکھا ہے اور ہمیں (منزل علم) میں داخل کیا ہے اور انہیں دُور کر دیا ہے۔ ہم سے ہی ہدایت کی طلب اور گمراہی کی تاریکیوں کو چھانٹنے کی خواہش کی جا سکتی ہے۔ بلاشبہ امام قریش میں سے ہوں گے جو اسی قبیلہ کی ایک شاخ بنی ہاشم کی کشت زار سے اُبھریں گے۔ ان کے علاوہ کسی دوسرے کو امامت زیب نہیں دیتی اور نہ ان کے علاوہ کوئی اس کا اہل ہو سکتا ہے''۔

۲۷- روضہ کافی میں ابوعبیدہ سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے قرآن مجید کی آیت الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّومُ فِيٓ أَدْنَى الْأَرْضِ ...... کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:

''ابوعبیدہ! ان آیات کی ایک تاویل ہے جسے راسخون فی العلم ائمہؑ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا''۔

۲۸- ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:

"قرآن ڈانٹنے والا اور حکم دینے والا ہے۔ قرآن دوزخ میں جانے سے ڈانٹتا ہے اور جنت کا حکم دیتا ہے۔ قرآن میں محکم بھی ہیں اور متشابہ بھی ہیں۔ محکم پر ایمان بھی ضروری ہے اور اس پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ جب کہ متشابہ پر ایمان ضروری ہے لیکن عمل ضروری نہیں ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِى الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ

"وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کو معنی پہنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں حالانکہ ان آیات کی تاویل اللہ اور راسخون فی العلم کو ہی معلوم ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ سب کی سب آیات ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں"۔

۲۹۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"راسخون فی العلم" کے افضل ترین فرد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ کیونکہ یہ بات ناممکن ہے کہ خدا ان پر تنزیل قرآن کرے لیکن انہیں تاویل کی تعلیم نہ دے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو کچھ بھی نازل کیا ہے آنحضرتؐ اس کی تنزیل و تاویل جانتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کے اوصیاء بھی قرآن کی تاویل جانتے ہیں"۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپؑ سے کہا، ابوالخطاب تو آپ کے متعلق غلو آمیز باتیں کیا کرتا تھا۔

حضرتؑ نے فرمایا: وہ کیا کہتا تھا؟

میں نے کہا کہ وہ کہتا تھا کہ آپ حضراتؑ حلال و حرام اور قرآن کا علم رکھتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: حلال و حرام اور قرآن کا علم تو امام کو دن رات ملنے والے علم کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔

۳۰۔ اصول کافی میں ابن شبرمہ کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانی رسول مقبولؐ کی ایک ایسی حدیث سنی ہے جس سے میرا دل پھٹنے کو آ گیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے قیاسات پر عمل کیا وہ خود بھی ہلاک ہوا اور اس نے دوسروں کو بھی ہلاک کیا۔ اور جس نے ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ کو جانے بغیر لوگوں کو فتویٰ دیا تو وہ خود بھی ہلاک ہوا اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا"۔

۳۱- ہشام بن الحکم کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

''ہشام! اللہ نے اہل دانش کو اچھے انداز سے یاد کیا اور انہیں بہترین الفاظ کا زیور پہنایا اور فرمایا:

وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ اور ''راسخین فی العلم'' کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے' یہ سب کی سب آیات ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں اور دانش مند افراد کے علاوہ اور کوئی نصیحت حاصل نہیں کرتا۔

۳۲- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''راسخون فی العلم (علم میں پختہ) ہم ہی ہیں''۔

۳۳- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''راسخون فی العلم (علم میں پختہ) ہم ہیں اور ہم ہی آیات متشابہات کی تاویل جانتے ہیں''۔

۳۴- صادقین (امام محمد باقر و امام جعفر صادق) علیہما السلام میں سے ایک بزرگوار کا فرمان ہے:

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام ''راسخین فی العلم'' سے افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو بھی تنزیل و تاویل نازل کی ہے اس کے معانی و مطالب کی انہیں تعلیم دی ہے اور اگر بالفرض خدا انہیں تاویل سے آگاہ نہ کرتا تو اسے ان پر تنزیل کی ضرورت ہی کیا تھی۔ آپ کے بعد آپ کے اوصیاء تمام تاویل کو جانتے ہیں اور ان کے شیعہ جو کہ آیات متشابہات کی تاویل سے ناواقف ہیں جب وہ اپنے ائمہ سے آیات کی تاویل سنتے ہیں تو وہ سر تسلیم جھکا کر کہتے ہیں: اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ''ہم اس پر ایمان لائے یہ تمام آیات ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں''۔

قرآن میں خاص ہیں، عام ہیں، محکم ہیں، متشابہ ہیں، ناسخ ہیں اور منسوخ ہیں اور ''راسخون فی العلم'' ان سب کو جانتے ہیں۔

۳۶- امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس کا کچھ حصہ حسب ذیل ہے:

''آپ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا: اگر ہمارے مخالف یہ کہیں کہ ''راسخون فی العلم'' کون ہیں؟ تو تم ان سے کہو کہ راسخ فی العلم وہ ہوسکتا ہے جس کے علم میں اختلاف نہ ہو۔ اور اگر وہ کہیں کہ وہ کون ہے؟ تو تم ان کے جواب میں کہو کہ راسخین فی العلم کے پہلے فرد حضرت رسول مقبولؐ تھے۔ اب یہ بتاؤ کہ آنحضرتؐ نے وہ مخصوص علم کسی کو عطا کیا تھا یا نہیں؟ اگر وہ کہیں کہ نبی اکرمؐ نے وہ مخصوص علم عطا کیا تھا تو اس وقت ان سے پوچھو کیا رسول مقبولؐ کے خلیفہ کے پاس وہ علم ہے؟

جس میں اختلاف نہیں ہے؟ اگر وہ کہیں کہ اس کے پاس وہ علم نہیں ہے۔ تو تم کہو کہ خلیفہ رسولؐ کو تو قدرت کی طرف سے تائید یافتہ ہونا چاہیے اور رسول اکرمؐ بھی کسی ایسے فرد کو ہی خلیفہ مقرر کریں گے جو ان کے حکم کے مطابق ہی فیصلہ کرے اور جس میں نبوت کے علاوہ باقی صفات ہونی چاہئیں اور اگر رسولؐ خدا نے کسی کو اپنے علم کا جانشین ہی مقرر نہیں کیا تو پھر تو آنے والی نسلوں کو آپ نے علمِ نبوت سے محروم رکھا' جب کہ رسولؐ خدا پر یہ الزام لگانا کسی طور بھی مناسب نہیں ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ جسے رسولؐ خدا نے اپنا علم تعلیم کیا تھا وہی راسخ فی العلم ہے اور اس کا علم یقینی ہے اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔

۳۷- کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے' آپؐ نے فرمایا:

من فسر القران برأيه فقد افترى على الله الكذب -

''جس نے اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی تو اس نے خدا پر افترا پردازی کی''۔

۳۸- کتاب التوحید میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے' آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ما امن بي من فسر برأيه كلامي

''وہ مجھ پر ایمان ہی نہیں لایا جس نے اپنی رائے کے مطابق میرے کلام کی تفسیر کی''۔

۳۹- حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

''راسخ فی العلم کی یہ پہچان ہے کہ اس کے پاس جوامع التفسیر ہو''۔

۴۰- نہج البلاغہ کے مشہور خطبہ اشباح میں امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا:

''اور اس بات کو یاد رکھو کہ علم میں راسخ و پختہ لوگ وہی ہیں کہ جو غیب کے پردوں میں چھپی ہوئی ساری چیزوں کا اجمالی طور پر اقرار کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کی تفسیر و تفصیل نہیں جانتے اور یہی اقرار انہیں غیب پر پڑے ہوئے پردوں میں درانہ گھسنے سے بے نیاز بنائے ہوئے ہے اور اللہ نے اس بات پر ان کی مدح کی ہے کہ جو چیز ان کے احاطہِ علم سے باہر ہوتی ہے اس کی رسائی سے اپنے عجز کا اعتراف کر لیتے ہیں اور اللہ نے جس چیز کی حقیقت سے بحث کرنے کی تکلیف نہیں دی۔ اس میں تعمق و کاوش کے ترک ہی کا نام رسوخ رکھا ہے۔ لہٰذا بس اسی پر اکتفا کرو اور اپنی عقل کے پیمانہ کے مطابق اللہ کی عظمت کو محدود نہ بناؤ ورنہ تمہارا شمار ہلاک ہونے والوں میں قرار پائے گا''۔

۴۱- عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام کا وہ مباحثہ مذکور ہے جو آپؑ نے مختلف ادیان وملل کے

پیروکاروں سے مامون کے دربار میں کیا تھا اور اس مباحثہ میں آپؑ نے علی بن جہم سے کافی طویل گفتگو فرمائی تھی۔ اس گفتگو کے دوران آپؑ نے یہ جملے بھی ارشاد فرمائے:

''علی بن جہم! تجھ پر افسوس، خدا کا خوف کر اور غلط باتوں کی نسبت خدا کے اولیاء کی طرف نہ کر اور اپنی رائے سے اللہ کی کتاب کی تاویل نہ کر۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۗ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ ''ان کی تاویل خدا اور راسخین فی العلم کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں ہے''۔

۴۲۔ کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں سلیم بن قیس الہلالی العامری سے منقول ہے کہ میں نے حضرت علی علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا:

''رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ نے قرآن کریم کی جو بھی آیت نازل کی آپ نے وہ آیت پڑھ کر مجھے سنائی اور آپ نے املاء کرائی اور میں نے اپنے ہاتھ سے اسے لکھا۔ آپؐ نے مجھے اس کی تاویل، تفسیر، ناسخ، منسوخ، محکم اور متشابہ کی تعلیم دی اور آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا مانگی کہ وہ مجھے ان کا فہم نصیب کرے اور میرے ذہن نشین رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے کتابِ خدا کی کوئی آیت فراموش نہیں ہوئی۔ آپؐ نے تمام علم املاء کرائے اور میں نے لکھے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو حلال وحرام، امرونہی کی جو بھی تعلیم دی تھی آپؐ نے مجھے ان سب کی تعلیم دی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ماضی ومستقبل اور اپنی اطاعت ومعصیت کے متعلق جو کچھ تعلیم فرمایا تھا آپ نے مجھے بھی وہ تعلیم فرمایا اور میں نے اسے یاد رکھا اور آج تک مجھے ایک حرف بھی نہیں بھولا''۔

۴۳۔ عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام ''ابی حیون'' سے منقول ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

''جو قرآن کے متشابہ کو محکم کی طرف پلٹائے گا اسے صراطِ مستقیم کی ہدایت نصیب ہوگی''۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

''قرآن کی طرح ہماری احادیث میں بھی متشابہ احادیث موجود ہیں اور قرآن کے محکمات کی طرح سے ہماری احادیث میں بھی محکم احادیث موجود ہیں۔ لہٰذا ہماری متشابہ احادیث کو ہماری محکم احادیث کی طرف پلٹاؤ اور محکم احادیث کو چھوڑ کر متشابہ احادیث کے پیچھے نہ پڑو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے''۔

۴۴۔ کتاب الخصال میں سلیم بن قیس الہلالی العامری سے منقول ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم میں بھی قرآن کی طرح سے ناسخ و منسوخ، خاص و عام، محکم و متشابہ احکام موجود ہیں اور بعض اوقات آپ کا کلام ذو معنی ہوتا تھا اور قرآن کی طرح سے آپ کا کلام خاص و عام ہوا کرتا تھا۔

۴۵۔ کتاب علل الشرائع میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ امیر المومنینؑ بیت اللہ کے صحن میں چل رہے تھے۔ آپؑ نے ایک شخص کو صحن کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اس کی نماز آپ کو اچھی لگی۔ آپؑ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا:

"اے شخص! کیا تجھے اپنی نماز کی تاویل کا علم بھی ہے؟"

اس شخص نے عرض کیا: اے افضل الخلق کے ابن عم! کیا نماز کی تاویل بھی ہوا کرتی ہے۔ میرا تو خیال ہے کہ نماز بس عبادت کا نام ہے؟

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

"اے شخص! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو جتنی بھی اشیاء کا حکم دیا ہے ان سب کے لیے متشابہ، تاویل و تنزیل موجود ہے۔ جس شخص کو اپنی نماز کی تاویل کا علم نہ ہو تو اس کی نماز ناقص ہے"۔

اہلِ ایمان کی دُعا

۴۶۔ اصول کافی میں ہشام بن الحکم سے منقول ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مجھے فرمایا:

"ہشام! اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ کہتے ہیں:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ⑧

(پروردگار! جب تو نے ہمیں ہدایت دے دی ہے تو اب ہمارے دلوں میں کجی پیدا نہ ہونے دینا اور اپنی طرف سے ہمیں رحمت عطا فرما۔ تو بہترین عطا کرنے والا ہے)

انہیں اس دعا کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ انہیں معلوم تھا کہ دل ٹیڑھے بھی ہو جاتے ہیں اور اپنی تاریکی کی طرف بھی پلٹ جاتے ہیں۔ جسے خدا کی معرفت نہ ہو اسے خدا کا خوف نہیں ہوتا اور جسے خدا کی معرفت نہ ہو اس کا دل مستقل طور پر معرفت پر قائم نہیں رہتا اور معرفتِ خدا رکھنے والے شخص کا قول اس کے فعل کی تصدیق کرتا ہے اور اس کا باطن اس کے ظاہر کے مطابق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے باطن معلوم کرنے کے لیے ظاہر کو دیکھنے کا حکم دیا ہے کیونکہ کسی بھی

شخص کی ظاہری حالت اس کے باطن کی عکاس ہوتی ہے"۔

۴۷- تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا...... کی دعا کو زیادہ سے زیادہ پڑھا کرو اور کجی سے اپنے آپ کو محفوظ تصور نہ کرو۔

۴۸- تہذیب الاحکام میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

"روز غدیر مخصوص نماز پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھا کرو:

ربنا انك امرتنا بطاعة ولاة امرك وامرتنا ان نكون مع الصادقين فقلت اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولي الامر منكم وقلت اتقوا الله وكونوا مع الصدقين فسمعنا واطعنا ربنا فثبت اقدامنا وتوفنا مسلمين مصدقين لاوليائك وَلَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ⑧

"پروردگار! تو نے ہمیں اپنے مقرر کردہ صاحبانِ امر کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور تو نے ہمیں سچوں کے ساتھ ہو جانے کا حکم دیا ہے اور تو نے کہا ہے: "اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اور جو تم میں صاحبانِ امر ہوں ان کی اطاعت کرو" اور تو نے ہی کہا ہے: "اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ"۔ پروردگار! ہم نے تیرے حکم کو سن کر اس کی اطاعت کی ہے۔ پروردگار! ہمیں ثابت قدم رکھ اور ہمیں اپنے اولیاء کا فرمان بردار اور تصدیق کرنے والا بنا کر موت دینا اور جب تو نے ہمیں ہدایت دی ہے تو ہمارے دلوں میں کجی نہ پیدا ہونے دے اور اپنی طرف سے ہمیں رحمت عطا فرما۔ تو بہترین عطا کرنے والا ہے"۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ
مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۙ ⑩ كَدَاْبِ اٰلِ
فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ

اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۱﴾ قُلْ لِّلَّذِیْنَ
كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ
الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰیَةٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰی كَافِرَةٌ یَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَیْهِمْ رَاْیَ
الْعَیْنِ ؕ وَاللّٰهُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً
لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ
وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ
وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ
الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾ قُلْ
اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَیْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ
تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ
وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ ۚ اَلَّذِیْنَ
یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اِنَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ
النَّارِ ﴿۱۶﴾ ۚ اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ
وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ

وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ ؕ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ قف وَمَا اخْتَلَفَ
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا
بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾
فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ
وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ
اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ
وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾ ع اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ
بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۱﴾ اُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ
نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۲﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ
يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ
وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ
اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ص وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا

يَفْتَرُوْنَ ۝۲۴ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ قف
وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۲۵ قُلِ
اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ
مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ
الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲۶ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ
وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۫ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ
الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۫ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۲۷ لَا
يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ
وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا
مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ
الْمَصِيْرُ ۝۲۸ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ
يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲۹ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ
مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۛۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۛۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا
وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ

رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝٣٠ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٣١ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝٣٢ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝٣٣ ۙ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝٣٤ ۚ

”جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے انہیں ان کا مال اور اولاد اللہ کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں دے گا۔ وہ دوزخ کا ایندھن بن کر رہیں گے۔ ان کا انجام ویسا ہی ہوگا جیسا فرعون کے خاندان اور ان سے پہلے کے نافرمانوں کا ہو چکا ہے۔ انہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے انہیں گناہوں پر پکڑ لیا اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ پیغمبرؐ! آپ کافروں سے کہہ دیں کہ وہ وقت قریب ہے جب تم مغلوب ہو جاؤ گے اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔ تمہارے لیے ان دو گروہوں میں ایک نشانی تھی جو (بدر میں) ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے۔ ایک گروہ خدا کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا کافر تھا جو ان مومنین کو اپنے سے دوگنا زیادہ دیکھ رہا تھا۔ اللہ اپنی مدد کے ذریعہ سے جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔ دیدۂ بینا رکھنے والوں کے لیے اس میں بڑا سبق موجود ہے۔ لوگوں کے لیے مرغوبات نفس ـــــ عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، مویشی اور زرعی زمینیں ـــــ بڑی خوش آئند بنا دی گئی ہیں۔ مگر

یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں جب کہ اللہ کے پاس بہتر ٹھکانا موجود ہے۔ آپ کہہ دیں کیا میں تمہیں ان سب چیزوں سے بہتر چیز بتاؤں؟ جو لوگ تقویٰ کی روش اختیار کریں ان کے لیے ان کے رب کے پاس باغات ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہاں انہیں ہمیشہ کی زندگی حاصل ہوگی۔ پاکیزہ بیویاں ان کی رفیق ہوں گی اور وہ اللہ کی رضا سے سرفراز ہوں گے۔ اللہ اپنے بندوں کے حالات سے خوب باخبر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو یہ دعا مانگتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے۔ ہماری خطاؤں سے درگزر فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ یہ لوگ صبر کرنے والے ہیں، راست باز ہیں، فرماں بردار ہیں، راہِ خدا میں خرچ کرنے والے ہیں اور رات کی آخری گھڑیوں میں اللہ سے مغفرت کی دعائیں مانگتے ہیں۔ اللہ نے خود اس بات کی گواہی دی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبُود نہیں ہے۔ ملائکہ اور اہلِ علم بھی راستی اور انصاف کے ساتھ اس پر گواہ ہیں کہ اس زبردست حکیم کے سوا کوئی معبُود نہیں ہے۔ اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے اور اس دین سے ہٹ کر جو مختلف طریقے اہلِ کتاب نے اختیار کیے اس کی وجہ بس یہ تھی کہ انہوں نے علم آنے کے بعد ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کے لیے ایسا کیا اور جو کوئی اللہ کی آیات کا انکار کرے تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ خدا بہت جلد حساب شروع کرنے والا ہے۔ اے نبی! اگر یہ لوگ تم سے جھگڑا کریں تو کہہ دیں کہ میں نے اور میرے پیروکاروں نے تو اللہ کے آگے سرِتسلیم خم کر دیا ہے۔ اور آپ اہلِ کتاب اور غیر اہلِ کتاب سے کہہ دیں کیا تم نے بھی اس کی اطاعت قبول کی ہے؟ اگر انہوں نے اطاعت قبول کر لی تو وہ راہِ راست پا گئے اور اگر انہوں نے اس سے منہ موڑا تو تم پر صرف پیغام پہنچانے کی ذمہ داری تھی۔ آگے اللہ خود اپنے

بندوں کے معاملات پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ یقیناً جو لوگ اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور ناحق انبیاء کو قتل کرتے ہیں اور ان لوگوں کو قتل کرتے ہیں جو حق و انصاف کا حکم دیتے ہیں آپ انہیں دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہوگئے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ کیا تم نے ان لوگوں کے حال کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا کچھ حصّہ دیا گیا ہے، انہیں جب کتاب الٰہی کے مطابق فیصلہ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے تو ان میں سے ایک فریق اس سے پہلوتہی کرتا ہے اور اس فیصلہ کی طرف آنے سے منہ پھیر جاتا ہے۔ ان کے اس غیر شائستہ طرزعمل کی وجہ یہ ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ آتش دوزخ چند دنوں سے زیادہ ہمیں ہرگز مَس نہیں کرے گی۔ ان کی افتراء پردازیوں نے دین کے بارے میں انھیں دھوکے میں رکھا ہے۔ مگر اس وقت ان کی کیا حالت ہوگی جب ہم انہیں اس روز جمع کریں گے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس دن ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

کہو خدایا تو مالک الملک ہے تو جسے چاہے اقتدار دے اور جس سے چاہے اقتدار سلب کرلے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ ساری بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور بے جان سے جان دار کو نکالتا اور جان دار سے بے جان کو نکالتا ہے اور جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ اور اہلِ ایمان کو چاہیے کہ مومنین کو چھوڑ کر کفار کو اپنا سرپرست نہ بنائیں اور جو بھی ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلّق نہ ہوگا۔ ہاں اگر تم ان کے ظلم سے بچنے کے لیے ایسا طرزِعمل اختیار کرو تو اس میں کوئی

حرج نہیں ہے۔ خدا تمہیں اپنی ہستی سے ڈراتا ہے اور تمہیں اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ آپ کہہ دیں خواہ تم اپنے دل کی باتوں کو چھپاؤ یا ظاہر کرو خدا بہرحال انہیں جانتا ہے اور وہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ وہ دن آنے والا ہے جب ہر نفس اپنے نیک اعمال کو بھی حاضر پائے گا اور بُرے اعمال کو بھی موجود پائے گا۔ بُرے اعمال کو دیکھ کر وہ تمنا کرے گا کہ کاش اس کے اور اس کے بُرے اعمال کے درمیان طویل فاصلہ ہوتا۔ خدا تمہیں اپنی ہستی سے ڈراتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ آپ کہہ دیں اگر تم لوگ اللہ سے محبّت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبّت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ آپ کہہ دیں کہ تم اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور اگر وہ یہ دعوت قبول نہ کریں تو اللہ بھی انکار کرنے والوں سے محبّت نہیں کرتا۔ یقیناً اللہ نے آدم، نوح، آلِ ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں میں سے منتخب کیا ہے۔ یہ ایک سلسلے کے لوگ تھے جو ایک دوسرے کی نسل سے پیدا ہوئے تھے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے"۔

کفار کے مغلوب ہونے کی پیشین گوئی

قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

"پیغمبرؐ! آپ کافروں سے کہہ دیں کہ وہ وقت قریب ہے جب تم مغلوب ہو جاؤ گے اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے"۔

۴۹۔ مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنگِ بدر میں فتح عطا کی اور رسولؐ خدا وہاں سے مدینہ واپس تشریف لائے تو آپؐ نے تمام یہودِ مدینہ کو بازار بنی قینقاع میں جمع کیا اور ان سے فرمایا:

"اے گروہِ یہود! خدا کے عذاب سے ڈرو، کہیں تم پر وہی عذاب نہ آئے جو مشرکین پر بدر میں نازل ہوا ہے اور

اس عذاب کے آنے سے پہلے اسلام قبول کرلو۔ تم اچھی طرح سے جانتے ہو کہ تمہاری کتاب میں جس رسول کے آنے کی خوشخبری دی گئی ہے وہی رسول میں ہوں''۔

یہودیوں نے جواب دیا:

''محمد! آپؐ کو اپنی قوت کے متعلّق مغالطہ ہوا ہے۔ آپؐ نے اناڑی قسم کے لوگوں سے جنگ جیتی ہے انہیں تو جنگ کا کوئی تجربہ ہی نہیں تھا اور آپؐ نے ان پر کامیابی حاصل کی ہے۔ اگر آپؐ نے ہم سے جنگ کی تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ ہم جنگجو لوگ ہیں''۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

''آپ کافروں سے کہہ دیں کہ وہ وقت قریب ہے جب تم مغلوب ہو جاؤ گے اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے''۔

ہمارے اصحاب کے علاوہ عکرمہ اور سعید بن جبیر نے بھی ابن عباس سے یہ روایت نقل کی ہے۔

دو نبرد آزما گروہ

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰیَةٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَا ؕ

(تمہارے لیے ان دو گروہوں میں نشانی تھی جو ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے)

۵۰- اس آیت میں جنگِ بدر کے حالات کی عکاسی کی گئی ہے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی اور جن لوگوں نے طالوت کا کہا مان کر نہر سے پانی نہیں پیا تھا ان کی تعداد بھی تین سو تیرہ تھی۔ ان میں ۷۷ مہاجر اور ۲۳۶ انصار تھے۔ مشرکین کی تعداد میں اختلاف ہے۔ حضرت علیؑ اور ابن مسعود کی روایت کے مطابق مشرکین کی تعداد ایک ہزار افراد پر مشتمل تھی۔

انسان کی فطری خواہشات

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ

(لوگوں کے لیے عورتوں اور بیٹوں کی محبت خوش نما بنا دی گئی)

۵۱- الکافی میں جمیل بن دراج سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''دنیا و آخرت میں انسان سب سے زیادہ لذت عورتوں کے وصال سے حاصل کریں گے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ ''لوگوں کے لیے عورتوں کی محبت خوشنما بنا دی گئی''۔

اہلِ جنت کو جنت میں انواع و اقسام کی نعمتیں میسر ہوں گی لیکن ان کی لذت حاصل کرنے کا بڑا ذریعہ بھی حوروں سے نکاح ہوگا۔ جب کہ وہ طعام اور شراب طہور کو ثانوی حیثیت دیں گے۔

۵۲- اصولِ کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپ نے کہا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

''خدا کی نافرمانی کی بنیاد چھ قسم کی محبتوں پر قائم ہے: ۱- حبِ دنیا ۲- حبِ اقتدار ۳- حبِ طعام ۴- نیند کی محبت ۵- راحت کی محبت ۶- عورتوں کی محبت۔

قنطار کیا ہے؟

۵۳- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ''قنطار'' کی مقدار میں اختلاف ہے۔ اس کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ بیل کی کھال اگر سونے سے بھری ہوئی ہو تو اس مقدار کو قنطار کہا جاتا ہے۔ چنانچہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے یہی مقدار منقول ہے۔

شیطان کی تلوار، شیطان کا جال اور شیطان کا تیر

۵۴- کتاب الخصال میں اصبغ بن نباتہ سے منقول ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

''تین چیزیں آزمائش کا ذریعہ ہیں:
۱- عورتوں کی محبت اور یہ شیطان کی تلوار ہے۔
۲- شراب کی محبت اور یہ شیطان کا جال ہے۔
۳- درہم و دینار کی محبت اور یہ شیطان کا تیر ہے۔

جو عورتوں کی محبت میں گرفتار ہوا وہ اپنی زندگی سے فائدہ نہیں اٹھائے گا اور جس نے شراب سے محبّت کی اس پر جنت حرام ہے اور جس نے درہم و دینار سے محبّت کی وہ دنیا کا غلام بن کر رہ گیا"۔

۵۵- امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ "سونا اور چاندی یہ مسخ شدہ پتھر ہیں جو ان سے محبّت کرے گا وہ ان کے ساتھ محشور ہوگا"۔

پاکیزہ بیویاں

۵۶- تفسیر علی بن ابراہیم میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا کہ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بہشتی مردوں کو جنت میں ایسی بیویاں عطا کرے گا جو ماہواری اور بول و براز کی نجاست سے پاک ہوں گی۔

۵۷- تفسیر عیاشی میں بھی امام جعفر صادق علیہ السلام سے اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ کا یہی مفہوم منقول ہے۔

استغفار سحر گاہی

وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ⑰

(اور صبح کے وقت استغفار کرنے والے)

۵۸- مفضل بن عمر کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا:

"مولاؑ! میں آپؑ پر قربان جاؤں، مجھ سے نماز شب قضا ہو جاتی ہے اور میں اٹھ کر نماز فجر ادا کرتا ہوں تو کیا میں طلوعِ آفتاب سے پہلے نماز شب پڑھ سکتا ہوں؟"

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، لیکن اپنے اہلِ خانہ کو یہ بات نہ بتانا ورنہ وہ اسے عادت بنا لیں گے اور وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ کی برکات سے محروم ہو جائیں گے۔

۵۹- مجمع البیان میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے منقول ہے کہ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ (صبح کے وقت استغفار کرنے والے) سے سحر کے وقت نماز پڑھنے والے افراد مراد ہیں۔

۶۰- کتاب الخصال اور من لایحضرہ الفقیہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''جو شخص نماز وتر میں ستر مرتبہ ''استغفر اللہ واتوب الیہ'' حالتِ قیام میں کہے اور پورا سال اس کی پابندی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا نام وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ میں لکھ دیتا ہے اور خدا کی طرف سے اس کے لیے مغفرت واجب ہو جاتی ہے۔

خدا کی الوہیت کی گواہی

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۱۸

(خدا نے گواہی دی ہے کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اہلِ علم بھی **راستی اور انصاف** پر قائم رہتے ہوئے اس کے گواہ ہیں کہ اس غالب و حکیم کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے)

۶۱ - کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں حضرت محمد بن عثمان قدس سرہ سے منقول ہے کہ جب حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو ان کے سر سے نور کی ایک چمک اٹھی جو آسمان تک پہنچی۔ پھر انھوں نے خدا کے حضور سجدہ کیا اور سجدہ سے سر اٹھا کر انھوں نے آیت ''شهد الله انه لا اله الا هو ......'' تلاوت فرمائی۔

۶۲ - اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کی ولادت کی خصوصیات بیان فرمائی ہیں۔ اس حدیث کے کچھ جملے یہ ہیں:

امام جیسے ہی اپنی والدہ کے شکم سے برآمد ہوتا ہے تو اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھتا ہے اور اپنا سر آسمان کی طرف بلند کرتا ہے۔ جب وہ زمین پر ہاتھ رکھتا ہے تو وہ ان تمام علوم کو حاصل کر لیتا ہے جو اللہ نے زمین پر اتارے ہیں اور جب وہ آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھتا ہے تو عرش کے نیچے سے رب العزت کی طرف سے ایک منادی ندا دے کر اور اس کا اور اس کے والد کا نام پکار کر کہتا ہے:

اے فلاں بن فلاں! ثابت رہ، تجھے ثبات دیا جائے گا۔ میں نے ایک عظیم مقصد کے لیے تجھے پیدا کیا ہے۔ میری مخلوق میں سے تو میرا منتخب فرد ہے اور تو ہی میرے راز کا مقام اور میرے علم کی جگہ ہے اور تو ہی میری وحی کا امین ہے اور میری زمین پر میرا جانشین ہے۔ میں نے تیرے اور تیرے محبوں کے لیے اپنی رحمت کو واجب کیا ہے اور میں نے تمہیں جنت عطا کی ہے اور تمہارے لیے اپنی ہمسائیگی کو حلال کیا ہے۔

مجھے اپنی عزت کی قسم! اگرچہ میں تیرے دشمنوں کو دنیا میں وسیع رزق دوں گا لیکن آخرت میں انھیں سخت عذاب دوں گا۔

اور جب منادی کی ندا مکمل ہو جاتی ہے تو اس وقت امام یہ آیت تلاوت کرتا ہے:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱۸

اس وقت اللہ تعالیٰ امام کو ابتدا و انتہا کا علم عطا کرتا ہے اور شب قدر کو روح القدس کے ذریعے سے اس کے علم میں مزید اضافہ کرتا ہے۔

۶۳- مجمع البیان میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے آپؐ نے فرمایا:

''جب اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ، آیت الکرسی، آیت شَهِدَ اللّٰه اور آیت قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ...... بِغَيْرِ حِسَابٍ کو نازل کرنے کا ارادہ کیا تو وہ عرش سے چمٹ گئیں اور ان کے اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہیں تھا۔ انھوں نے کہا:

''پروردگار! تو ہمیں گناہوں کے گھر میں بھیج رہا ہے اور ان لوگوں کے پاس بھیج رہا ہے جو تیرے نافرمان ہیں جب کہ ہم تو طہارت و تقدیس سے وابستہ ہیں؟!!''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! جو بھی شخص اپنی نماز کے بعد تمھاری تلاوت کرے گا تو وہ جیسا بھی ہوگا میں اسے ''حظیرۃ القدس'' میں رہائش عطا کروں گا اور اپنی چشم مکنون سے روزانہ اس پر ستر بار نظر کروں گا اور میں روزانہ اس کی ستر حاجات پوری کروں گا جن میں سے مغفرت چھوٹی حاجت ہوگی اور میں اسے ہر دشمن سے محفوظ رکھوں گا اور دشمن کے خلاف اس کی مدد کروں گا اور موت کے علاوہ کوئی چیز اسے دخولِ جنت سے مانع نہیں ہوگی۔

۶۴- تفسیر عیاشی میں جابر سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱۸ کا مفہوم دریافت کیا۔

آپؑ نے فرمایا: شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کے الفاظ سے خدا نے اپنے معبود ہونے کی خود گواہی دی ہے اور وَالْمَلٰٓئِكَةُ کے لفظ سے اللہ نے ملائکہ کی عزت کی طرف اشارہ کیا کیونکہ وہ خدا کی فرمانبردار مخلوق ہے اور انھوں نے بھی خدا

کی الوہیت کی تصدیق کی ہے اور گواہی دی ہے۔

وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ اہلِ علم میں انبیاء اور اوصیاء سرفہرست ہیں اور وہ عدل و انصاف پر قائم رہنے والے افراد ہیں۔ ''قسط'' سے ظاہر میں ''عدل'' مراد ہے اور باطن میں امیر المومنین علیہ السلام مراد ہیں۔

۶۵- مروان قمی کا بیان ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے سامنے شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ کی آیت پڑھ کر دریافت کیا کہ وہ اہلِ علم کون ہیں جو عدل پر قائم ہیں اور وہ خدا کی الوہیت کے گواہ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے امام مراد ہے۔

۶۶- محمد بن مسلم کا بیان ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ کے متعلق فرمایا کہ دین میں ایمان شامل ہے۔

۶۷- بصائر الدرجات میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے آپؑ نے فرمایا: وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ سے امام مراد ہے۔

۶۸- اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے یہ جملے بھی ارشاد فرمائے:

''اسلام پہلا درجہ ہے اور وہ ایمان سے پہلے ہے۔ اسلام کی بنیاد پر میراث اور نکاح کا دارومدار ہے جب کہ جزا اور ثواب کا دارومدار ایمان پر ہے''۔

۶۹- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''ایمان کے مفہوم میں اسلام شامل ہے لیکن اسلام کے مفہوم میں ایمان شامل نہیں ہے جب کہ قول و فعل میں دونوں جمع ہو جاتے ہیں''۔

(مقصد یہ ہے کہ ہر مومن، مسلم ہوتا ہے لیکن ہر مسلم، مومن نہیں ہوتا، جب کہ اسلام و ایمان کے لیے اقرار و عمل ضروری ہے)

اور اس کی مثال یوں سمجھو کہ کعبہ، مسجد الحرام میں شامل ہے لیکن مسجد الحرام، کعبہ میں شامل نہیں ہے۔ اسی طرح سے ایمان، اسلام کے ساتھ شریک ہے لیکن اسلام، ایمان کے ساتھ شریک نہیں ہے۔ بعض اوقات انسان مسلم ہوتا ہے مومن نہیں

ہوتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ط قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ...... (الحجرات: ۱۴)

’’اعراب نے کہا کہ ہم ایمان لائے ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ تم ایمان نہیں لائے تم یہ کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں۔ ابھی تک ایمان تمھارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا......‘‘

خدا نے توفیق دی تو ہم مکمل حدیث سورہ الحجرات کی تفسیر میں نقل کریں گے۔

انبیاء کا ناحق قتل

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (۲۱)

یقیناً جو لوگ اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور ناحق انبیاء کو قتل کرتے ہیں اور ان لوگوں کو قتل کرتے ہیں جو حق و انصاف کا حکم دیتے ہیں۔ آپ انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیں‘‘۔

۷۰- کتاب الخصال میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے آپؐ نے فرمایا:

’’خدا کی نظر میں بدترین مجرم یہ لوگ ہیں:

۱۔ جس نے کسی نبی یا امام کو قتل کیا ۲۔ جس نے کعبہ کو ڈھایا جب کہ اللہ نے اسے اپنے بندوں کے لیے قبلہ مقرر کیا ہے۔ ۳۔ جس نے حرام طریقہ سے کسی عورت میں اپنا پانی انڈیلا (یعنی جس نے زنا کیا)

۷۱- امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

’’گھٹیا لوگوں سے پرہیز کرو۔ گھٹیا لوگوں کے اذہان میں اللہ کا خوف نہیں ہوتا۔ ان میں انبیاء کے قاتل اور ہمارے دشمن ہوتے ہیں‘‘۔

۷۲- اصول کافی میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’ان لوگوں کے لیے ہلاکت ہے جن کی وجہ سے مومن کو مجبور ہو کر تقیہ کرنا پڑتا ہے۔ کیا ایسا کرنے سے میرے متعلق دھوکے میں مبتلا ہیں یا یہ مجھ پر جسارت کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے اپنی ذات کی قسم میں ان کے لیے ایسا فتنہ برپا کروں گا

جس میں حلیم شخص بھی سرگردان ہو جائے گا۔

اللہ مالک الملک ہے

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ز وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ ز وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ ز وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝

”آپ کہیں کہ خدایا مالک الملک تو ہے تو جسے چاہے اقتدار دے اور جس سے چاہے اقتدار سلب کرلے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ ساری بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور بے جان سے جان دار کو نکالتا ہے اور جان دار سے بے جان کو نکالتا ہے اور تو جسے چاہے حساب کے بغیر رزق دیتا ہے“۔

۷۳- روضہ کافی میں عبدالاعلیٰ مولیٰ آل سام سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے اَللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ کی آیت پڑھی اور پھر میں نے پوچھا: کیا بنی اُمیہ کو اللہ نے حکومت نہیں دی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: آیت کا وہ مطلب نہیں جو تم سمجھ رہے ہو۔ اللہ نے تو حکومت و ملک ہمیں دیا جب کہ بنی اُمیہ نے ہم سے چھین لیا۔ اگر ایک آدمی کسی کو ایک کپڑا دے اور اس سے کوئی دوسرا چھین لے تو کیا یہ کہو گے کہ دینے والے نے غاصب کو کپڑا دیا تھا؟

۷۴- کتاب مہج الدعوات میں اسماء بنت زید سے منقول ہے۔ اس نے کہا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ …… بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ کی آیات میں خدا کا اسم اعظم موجود ہے اور جب اس اسم اعظم کو پڑھ کر خدا سے کوئی سوال کیا جائے تو خدا قبول کرتا ہے۔

۷۵- کتاب الاہلیلجہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے شب و روز کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

''اللہ ان کو ایک دوسرے میں داخل کرتا ہے اور ان کے لیے اوقات و موازین مقرر کیے ہیں اور ان کا طول و عرض مقرر کیا ہے۔ جس سے تخلف ممکن نہیں ہے''۔

۷۶- صحیفہ سجادیہ کی ایک دعا میں امام سجاد علیہ السلام نے بارگاہ احدیت میں مناجات کرتے ہوئے عرض کیا:

''ہر طرح کی حمد اس اللہ کے لیے مخصوص ہے۔ جس نے اپنی قوت سے رات دن کو پیدا کیا۔ اس دعا کے دوران آپ نے یہ کلمات کہے:

روز و شب کو وہ ایک دوسرے میں داخل کرتا ہے۔ یہ اس کا مقرر کیا حساب ہے اور اس طرح سے اپنے بندوں کو غذا فراہم کرتا ہے اور ان کی نشو و نما کرتا ہے''۔

۷۷- کتاب معانی الاخبار میں مرقوم ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ موت کی حقیقت کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جو چیز واقع میں نہیں ہے اس کی تصدیق کا نام موت ہے۔

(وضاحت: یہ حدیث ''معضلات اخبار'' میں سے ہے۔ مترجم اس کا علم معصوم کی طرف پلٹاتا ہے۔ من المترجم)

۷۸- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''جب مومن کا انتقال ہو جاتا ہے تو پھر بھی وہ ''مُردہ'' نہیں ہے کیونکہ مُردہ تو حقیقت میں کافر ہی ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے:

وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ

''تو زندہ کو مُردہ سے نکالتا ہے اور مُردہ کو زندہ سے نکالتا ہے''۔

اس آیت مجیدہ میں ''زندہ'' سے مراد مومن ہے اور ''مُردہ'' سے مراد کافر ہے۔

۷۹- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ (تو زندہ کو مُردہ سے اور مُردہ کو زندہ سے نکالتا ہے) کے متعلّق مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تو مومن کو کافر سے اور کافر کو مومن کی صلب سے برآمد کرتا ہے۔ چنانچہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے بھی یہ مفہوم منقول ہے۔

تقیہ

لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ

فِیْ شَیْءٍ اِلَّاۤ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَ یُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ (۲۸)

''اہل ایمان کو چاہیے کہ مومنین کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست و سرپرست نہ بنائیں اور جو بھی ایسا کرے گا تو اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ ہاں اگر تم ان سے بچنے کے لیے ایسا کرو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ خدا تمھیں اپنی ہستی سے ڈراتا ہے اور تمھیں اس کی طرف پلٹ کر جانا ہے''۔

۸۰- کتاب احتجاج طبرسی میں امیر المومنین علیہ السلام سے ایک طول حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے ایک یونانی سے ارشاد فرمایا:

لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّاۤ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً...... یعنی اپنے بچاؤ کے لیے اور کفار کے شر سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے تقیہ کرنا چاہیے۔ خبردار! اپنے آپ کو ہلاکت کے لیے پیش نہ کرو اور اگر تم نے میرا فرمان سن کر بھی تقیہ نہ کیا تو اپنی جان گنواؤ گے اور اپنے ساتھ دوسرے مسلمانوں کو قتل کراؤ گے۔ اور اپنی اور اپنے برادرانِ ایمانی کی نعمات زائل کرنے کا سبب بنو گے اور دشمنانِ دین کے ہاتھوں اپنے بھائیوں کو ذلیل کرنے کا موجب بن جاؤ گے جب کہ اللہ نے تمھیں ایمانی بھائیوں کے احترام کا حکم دیا ہے۔

۸۱- تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا ایمان لمن لا تقیة له ''جس میں تقیہ نہیں اس میں ایمان نہیں ہے''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ نے فرمایا ہے: اِلَّاۤ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً (سوائے اس کے کہ تمھیں ان سے تقیہ کرنا پڑ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے)

۸۲- اصول کافی میں محمد بن مسلم اور زرارہ سے منقول ہے کہ ہم نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا، آپؑ فرمایا کرتے تھے:

''جب فرزند آدم کسی مقام پر مجبور ہو جائے تو اس کے لیے تقیہ جائز ہو جاتا ہے''

۸۳- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''تقیہ خدا کی طرف سے مومن کے لیے ڈھال ہے جس کے ذریعے سے وہ مخلوق خدا سے تحفظ حاصل کرتا ہے''۔

مؤلف کتاب کہتا ہے کہ تقیہ کے متعلق بہت سی احادیث منقول ہیں۔ اس سلسلے کی روایات کو الکافی میں پڑھا جا سکتا ہے۔

اتباعِ رسولؐ محبّت خدا کا عملی ثبوت ہے

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

''آپ کہہ دیں اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ خدا تم سے محبّت کرے گا اور تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے''۔

۸۴- روضہ کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث مذکور ہے جس کا تتمہ یہ ہے:

''جسے یہ جاننے کی خواہش ہو کہ اللہ اس سے محبت کرے تو وہ اطاعت خداوندی کے تقاضوں پر عمل کرے اور ہماری اتباع کرے۔ کیا اس نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

''آپ کہہ دیں اگر تم لوگ اللہ سے محبّت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ کے محبوب بن جاؤ گے اور وہ تمھارے گناہ معاف کر دے گا۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

خدا کی قسم! جو بھی شخص خلوصِ دل سے اللہ کی اطاعت کرے گا اللہ اس کے دل میں ہماری اتباع کا خیال داخل کر دے گا۔ خدا کی قسم! جو شخص بھی ہماری اتباع کرے گا اللہ کا محبُوب بن جائے گا۔

خدا کی قسم! جس نے ہماری اتباع کو ترک کیا تو اس نے ہم سے بُغض رکھا اور جس نے بھی ہم سے بُغض رکھا اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جو خدا کا نافرمان بن کر مرا تو خدا اسے ذلیل کرے گا اور اسے اس کے منہ کے بل دوزخ میں ڈال دے گا۔ والحمدللہ رب العالمین!

۸۵- روضہ کافی میں امیر المومنین علیہ السلام سے ایک خطبہ منقول ہے جسے خطبہ وسیلہ کہا جاتا ہے۔ اس خطبہ میں آپ نے لوگوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی دعوت دی اور آنحضرتؐ کی تصدیق اور ان کی دعوت قبول کرنے کی ترغیب دی اور فرمایا:

لوگو! سنو! اتباع رسولؐ اتنی ضروری ہے کہ اللہ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

''آپ کہہ دیں اگر تم لوگ اللہ سے محبّت کرتے ہو تو میری اتباع کرو خدا کے محبوب بن جاؤ گے اور خدا تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے''۔

لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع خدا کی محبّت کا سبب ہے اور نبی اکرمؐ کی رضامندی گناہوں کی بخشش اور اعلیٰ ترین کامیابی اور وجوبِ جنت کا ذریعہ ہے۔

۸۶- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''اس اُمت میں سے جو بھی ہمارے حق کا عارف ہوگا مجھے اس کے لیے نجات کی اُمید ہے مگر تین قسم کے افراد کے لیے مجھے کوئی امید نہیں ہے:

۱- جو کسی ظالم بادشاہ کا مصاحب ہو۔ ۲- جو خواہشات کی پیروی کرنے والا ہو۔ ۳- جو علانیہ فسق و فجور کرنے والا ہو۔

پھر آپؑ نے اس آیت کی تلاوت کی: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ...... کہہ دیں کہ اگر تم خدا سے محبّت کرتے ہو تو میری اتباع کرو' خدا کے محبوب بن جاؤ گے......

پھر آپؑ نے راوی کو مخاطب کر کے فرمایا:

حفص! محبت خوف سے افضل ہے۔ سنو! جس نے دنیا سے محبّت کی اور ہمارے غیرے سے دوستی رکھی تو اس نے سرے سے ہم سے محبّت ہی نہیں کی۔ اور جس نے ہمارے حق کو پہچان کر ہم سے محبّت کی تو اس نے اللہ سے محبت کی۔

۸۷- کتاب الخصال میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا:

''دین' محبّت کے علاوہ اور تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ...... (کہہ دیں کہ اگر تمھیں خدا سے محبت ہے تو میری اتباع کرو خدا کے محبوب بن جاؤ گے......)

۸۸- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''خدا کی عبادت کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں:

۱- ایک گروہ اس کے ثواب کے لالچ میں اس کی عبادت کرتا ہے اور یہ اہلِ حرص وطمع کی عبادت ہے۔

۲- ایک گروہ دوزخ کے ڈر سے خدا کی عبادت کرتا ہے یہ غلامانہ عبادت ہے کیونکہ غلام آقا کی مار کے ڈر سے اس کی اطاعت کرتا ہے۔

۳- میں خدا کی عبادت اس کی محبت کی وجہ سے کرتا ہوں اور یہ شرفاء کی عبادت ہے اور اس میں امن و آخرت کا

راز مضمر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ (اور وہ اس دن کے خوف سے امن میں ہوں گے)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

(آپ کہہ دیں اگر تم لوگ اللہ سے محبّت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، خدا کے محبوب بن جاؤ گے اور خدا تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور وہ بخشنے والا مہربان ہے)

جو اللہ سے محبّت کرے گا تو خدا بھی اس سے محبّت کرے گا اور جس سے خدا محبّت کرے تو اسے عذاب سے امن نصیب ہو جاتا ہے۔

۸۹- تفسیر عیاشی میں زیاد بن ابی عبیدہ حذّاء سے منقول ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے عرض کیا:

فرزندِ رسولؐ! کبھی کبھی مجھ پر شیطان غالب ہو جاتا ہے اور مجھ سے گناہ سرزد ہو جاتے ہیں۔ گناہوں کی وجہ سے میں خدا کی رحمت سے نااُمید ہونے لگ جاتا ہوں۔ پھر جب ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ میں آپؑ کا محبّ ہوں اور میری پوری زندگی آپؑ کے نام پر فدا ہے تو نااُمیدی کے بادل چھٹ جاتے ہیں اور دل کو سکون محسوس ہوتا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

زیاد! تجھ پر افسوس، دین تو محبّت ہی کا دوسرا نام ہے۔ کیا تو نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ''آپ کہہ دیں اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، خدا کے محبوب بن جاؤ گے''۔

۹۰- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''ممکن ہے تمھیں ہمارے مخالفین میں کئی اچھی عادات و خصائص دکھائی دی ہوں لیکن یاد رکھو کبھی محبت صرف اللہ اور رسولؐ کی وجہ سے ہوتی ہے اور کبھی محبت صرف دنیاداری کے لیے کی جاتی ہے۔ جو محبّت خدا اور رسولؐ کی وجہ سے ہوگی تو اس کا ثواب بھی خدا کے ذمہ ہوگا اور جو محبّت صرف دنیاداری کی وجہ سے ہوگی تو اس سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ مرجۂ، قدریہ اور خوارج یہ سب کے سب اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں مگر وہ ہماری محبّت سے خالی ہیں۔ جب کہ اللہ نے تم لوگوں کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ تم نے رضائے الٰہی کا تقاضا سمجھ کر ہم سے محبّت کی ہے۔ کیونکہ تم یہ آیات سن چکے ہو۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۚ (النساء:۵۹)

(ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ اور جو تم میں صاحبانِ امر ہوں ان کی اطاعت کرو)

وَمَآ اٰتٰىکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ ۗ وَمَا نَھٰىکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا (الحشر:۷)

(اور جو کچھ رسولؐ تمھیں دے دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رُک جاؤ)

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ (النساء:۸۰)

"جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی"۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ

"آپ کہہ دیں اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، خدا کے محبوب بن جاؤ گے"۔

۹۱- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"خدا کی قسم! اگر کوئی پتھر بھی ہم سے محبت کرے تو خدا اُسے بھی ہمارے ساتھ محشور کرے گا۔ دین محبت کے علاوہ اور کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ "آپ کہہ دیں اگر تمھیں خدا سے محبت ہے تو میری اتباع کرو خدا کے محبوب بن جاؤ گے"۔

انصار مدینہ کی تعریف میں اللہ نے فرمایا:

وَیُحِبُّوْنَ مَنْ ھَاجَرَ اِلَیْھِمْ (الحشر:۹) "وہ ہجرت کر کے اپنے پاس آنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔ یاد رکھو، دین محبت ہی کا دوسرا نام ہے"۔

۹۲- ربعی بن عبداللہ کہتے ہیں کہ کسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا:

"مولا! میں آپؑ پر قربان، ہم اپنے بچوں کے نام آپؑ اور آپؑ کے آبائے طاہرین کے نام پر رکھتے ہیں تو کیا یہ چیز ہمیں فائدہ دے گی؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں خدا کی قسم! دین محبت کے علاوہ اور ہے ہی کیا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ۭ

"آپ کہہ دیں کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، خدا کے محبوب بن جاؤ گے اور خدا تمھارے گناہ معاف کر دے گا"۔

خدا کا حسنِ انتخاب

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾

''یقیناً اللہ نے آدمؑ نوحؑ آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو تمام جہانوں میں سے منتخب کیا ہے۔ یہ ایک سلسلے کے لوگ تھے جو ایک دوسرے کی نسل سے پیدا ہوئے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے''۔

۹۳- تفسیر عیاشی میں ہشام بن سالم کی زبانی امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانی ایک روایت مروی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح سے اللہ نے آدمؑ نوحؑ آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو تمام جہانوں سے منتخب کیا ہے اسی طرح سے آلِ محمد کو بھی خدا نے تمام جہانوں سے منتخب کیا ہے۔

۹۴- امام محمد باقر علیہ السلام نے اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ کی تلاوت کر کے فرمایا: ہمارا تعلق بھی خدا کی منتخب کردہ نسل سے ہے اور اس عترت کی باقیات ہم ہیں''۔

۹۵- عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام کا وہ مباحثہ مذکور ہے جو آپ نے مامون کے دربار میں مختلف ادیان وملل کے علماء سے کیا تھا۔ آپؑ نے علی بن جہم سے عصمتِ انبیاء کے موضوع پر بحث کی تھی۔ چنانچہ اس بحث کے دوران آپؑ نے فرمایا:

وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى (طٰهٰ :۱۲۱) کے متعلق بھی سن لو اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو زمین پر حجت بنایا تھا اور انھیں زمین پر ہی اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔ اللہ نے انھیں جنت میں رہنے کے لیے پیدا ہی نہیں کیا تھا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت آدمؑ سے جو معصیت سرزد ہوئی تھی وہ جنت میں ہوئی تھی، زمین پر نہیں ہوئی تھی اور حضرت آدمؑ کی عصمت کو خطرہ تب لاحق ہوتا جب وہ زمین پر اُترنے کے بعد معصیت میں گرفتار ہوتے اور جب آدم جنت سے اُتر کر زمین پر آئے تو اللہ نے انھیں حجت وخلیفہ مقرر کیا اور خدا نے ان کا انتخاب فرمایا جیسا کہ فرمانِ قدرت ہے: اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ...... ''بے شک اللہ نے آدمؑ کو چن لیا''۔

۹۶- امام علی رضا علیہ السلام نے دربار مامون میں عصمت انبیاءؑ کے موضوع پر ایک اور مناظرہ بھی کیا تھا اور اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے آپؑ نے یہ جملے ارشاد فرمائے تھے:

''آدم کی خطا کا تعلّق ان کی نبوت کے زمانے سے پہلے کا ہے اور ویسے بھی آپ سے جو لغزش سرزد ہوئی تھی وہ اتنی بڑی لغزش نہ تھی جس کی وجہ سے آپ دوزخ کے مستحق قرار پاتے۔ اس کی حیثیت ان صغائر سے زیادہ نہیں تھی جو قبل از نزول وحی انبیاء سے صادر ہوتے ہیں اور خدا کی طرف سے معاف ہوتے ہیں۔ جب اللہ نے ان کا انتخاب کیا تو انھیں نبی بنایا اور عہدہ نبوت کے ملتے ہی وہ معصوم بن گئے بعد میں ان سے کوئی صغیرہ یا کبیرہ گناہ سرزد نہیں ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی ۝ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَیْهِ وَهَدٰی (طٰهٰ: ۱۲۱-۱۲۲) ''اور آدم نے اپنے رب کی معصیت کی پس وہ بھٹک گیا۔ پھر اس کے رب نے اس کو چُن لیا اور اس کی توبہ قبول کی اور ہدایت دی''۔

صفوتِ آدم کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝ ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ ''بے شک اللہ نے آدم، نوح، آلِ ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں میں سے منتخب کیا''۔

۹۷- عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام کی ایک مجلس مرقوم ہے جس میں آپ نے اُمت اور عترت کے فرق واضح کیے تھے۔ چنانچہ جب مامون نے آپ سے پوچھا: کیا خدا نے عترت کو باقی لوگوں پر فضیلت دی ہے؟

اس کے جواب میں آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے باقی لوگوں پر عترت کی فضیلت کو قرآن مجید میں کھول کر بیان کیا ہے۔

مامون نے کہا: کتاب اللہ میں عترت کی فضیلت کہاں مذکور ہے؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝

''بے شک اللہ نے آدم، نوح، آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو تمام جہانوں سے منتخب کیا ہے''۔

۹۸- الخصال میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ نے ہر جنس میں سے چار چیزوں کا انتخاب کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے چار گھروں کا انتخاب کیا جیسا کہ اس نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝ ''بے شک اللہ نے آدم، نوح، آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو تمام جہانوں سے منتخب کیا''۔

۹۹- حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

علی ! اللہ تعالیٰ نے دنیا پر نظر کی تو اس نے تمام جہانوں میں سے میرا انتخاب کیا۔ اللہ نے دوبارہ نظر کی تو میرے بعد تمام جہانوں میں سے تمھیں منتخب کیا۔ اس نے تیسری بار نظر کی تو تیری اولاد سے تعلق رکھنے والے ائمہ کو تمام جہانوں سے منتخب کیا۔ پھر اس نے چوتھی بار نظر کی تو اس نے فاطمہ زہرا (سلام اللہ علیہا) کو تمام جہانوں کی عورتوں میں سے منتخب کیا۔

١٠٠- کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے یہ جملے بھی ارشاد فرمائے:

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احکامِ نبوت لوگوں کو پہنچا چکے اور آپ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں وحی فرمائی کہ آپ احکام نبوت بیان کر چکے ہیں اب آپ کی وفات کا وقت قریب آ چکا ہے۔ آپ اپنی رحلت سے قبل اپنا علم، ایمان، اسم اکبر، میراثِ علم اور علمِ نبوت کے آثار علی بن ابی طالب کے سپرد کر دیں۔ کیونکہ یہ تبرکات میں آپ کی نسل میں جاری رکھنا چاہتا ہوں۔ اس سے پہلے بھی انبیاء اپنی میراث علم اپنے اوصیاء کے سپرد کرتے رہے ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس مفہوم کا اشارہ اسی آیت میں موجود ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوۡحًا وَّ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ۝٣٣ ذُرِّیَّۃًۢ بَعۡضُہَا مِنۡۢ بَعۡضٍ ؕ وَ اللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ۚ۝٣٤

”بے شک اللہ نے آدم، نوح، آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو تمام جہانوں سے منتخب کیا۔ وہ ایک دوسرے کی ذریت تھے اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے“۔

١٠١- اصولِ کافی میں ہے کہ ایک نصرانی جس کا نام بریہ تھا اور وہ انجیل کا مستند عالم تھا۔ وہ اپنے ساتھ ایک عالمہ عورت کو لے کر مدینہ آیا اور حسنِ اتفاق سے اس کی ملاقات ہشام بن الحکم سے ہوئی اور اس نے ہشام سے کہا کہ ہم اہلِ مدینہ کے عالم سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔

ہشام انھیں لے کر امام جعفر صادق علیہ السلام کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام راستے میں مل گئے اور ہشام نے ان سے عرض کیا کہ یہ شخص انجیل کا عالم ہے اور یہ آپ سے کچھ گفتگو کرنے کا خواہش مند ہے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اس سے کہا: کیا تم اپنی کتاب کو جانتے ہو؟

بریّہ نے کہا: جی ہاں، میں اپنی مذہبی کتاب کا عالم ہوں۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم اس کی تاویل بھی جانتے ہو؟

اس نے کہا: میں تاویل پر انتہائی مطمئن ہوں۔

اس وقت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے انجیل کی تلاوت شروع کی تو بریہ نے حیرت سے آپ کو دیکھا اور اس نے کہا: میں تو پچاس برس سے آپ جیسے عالم کی تلاش میں تھا۔

اس کے بعد بریہ اور اس کے ساتھ آنے والی خاتون نے اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد ہشام ان دونوں کو امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں لے آئے اور انھوں نے امام موسیٰ کاظم کا واقعہ بیان کیا۔

یہ سن کر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (وہ ایک دوسرے کی ذریت تھے، اللہ سننے والا جاننے والا ہے)

اس وقت بریہ نے امام علیہ السلام سے عرض کیا:

آپؑ یہ بتائیں آپؑ کے پاس تورات، انجیل اور صحف انبیاءؑ کا علم کہاں سے آ گیا؟

آپؑ نے فرمایا: یہ باتیں ہمیں وراثت میں ملی ہیں۔ اللہ کا اصول ہے وہ کسی ایسے فرد کو زمین پر اپنی حجت نہیں بناتا جو کسی سوال کے جواب میں اپنی لاعلمی کا اظہار کرے اور کہے کہ میں نہیں جانتا''۔

۱۰۲- روضہ کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

تُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ (شجرہ مبارکہ کے تیل سے وہ چراغ روشن ہوتا ہے) اس شجرہ مبارکہ کی جڑ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اور ان کے خاندان پر اپنی رحمت و برکت نازل کی ہے جیسا کہ فرشتوں نے حضرت ابراہیم کی زوجہ سے کہا تھا:

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ **(هود)**

''اے اہلِ بیت ابراہیم! تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہیں بے شک وہ لائق حمد اور قابلِ تمجید ہے''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا کے منتخب بندے تھے جیسا کہ فرمانِ خداوندی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

''بے شک اللہ نے آدم، نوح، آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو تمام جہانوں سے منتخب کیا۔ وہ ایک دوسرے کی اولاد تھے اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے''۔

۱۰۴- امالی صدوق میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے، آپؑ نے فرمایا:

ایک مرتبہ محمد بن اشعث بن قیس کندی نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہا کہ آپ کو رسولِ خدا سے ایسا کون سا شرف حاصل ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں ہے؟

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى ...... وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٣٤﴾ کی آیات تلاوت فرمائیں اور پھر فرمایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلّق آلِ ابراہیم سے تھا اور عترت ہادیہ کا تعلّق آلِ محمد سے ہے۔

۱۰۵- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ قرائت اہلِ بیت میں ''وال محمد علی العالمین'' کے الفاظ بھی مروی ہیں۔ علاوہ ازیں ائمہ اہلِ بیت نے یہ استدلال کیا کہ آلِ ابراہیم سے مراد آلِ محمد ہیں اور اس آیت مجیدہ کے تحت وہ خدا کے منتخب بندے ہیں اور جسے خدا چُن لے تو وہ معصوم ہوتا ہے اور ہر برائی اور ناپاکی سے پاک ہوتا ہے کیونکہ خدا کسی گناہ گار اور بدکار شخص کو منتخب نہیں کرتا۔ خدا کے منتخب بندوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ظاہر و باطن میں طیب و طاہر ہوں''۔

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ؕ کا یہ مفہوم ہے کہ وہ ایک دوسرے کی نسل میں سے تھے کیونکہ سب سے پہلے وہ ذریت آدم بنے۔ پھر وہ ذریت نوح بنے۔ پھر وہ ذریت ابراہیم کہلائے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے منتخب بندوں کو ایک دوسرے کی نسل میں قرار دیا۔

۱۰۶- تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

جو یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تمام قسم کے امر سے فارغ ہو گیا ہے تو وہ جھوٹا ہے جب کہ خدا کی مشیت و ارادہ بندوں میں جاری وساری ہے۔ اسے اختیار ہے وہ جو چاہے کرے۔

اللہ نے فرمایا: ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٣٤﴾

اس ذریت کے آخری فرد کا تعلّق پہلے فرد سے ہے اور پہلے فرد کا تعلّق آخری فرد سے ہے۔ لہٰذا اگر تمھیں کوئی خبر دی جائے اور وہ بعینہٖ پوری ہو یا اگلی نسل میں جا کر پوری ہو تو بھی وہ خبر درست رہے گی۔

۱۰۷- امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ اہلِ بیت کے مصطفیٰ اور منتخب ہونے کی کیا دلیل ہے؟

آپ نے ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ کی آیت مجیدہ کی تلاوت کی اور فرمایا:

''ذریت'' صلبی نسل کو کہا جاتا ہے جس طرح سے آلِ داؤد سے داؤد کی اولاد مراد ہے۔ آلِ عمران سے عمران کی اولاد مراد ہے اسی طرح سے آلِ محمد سے بھی اولادِ محمدؐ مراد ہے اور اللہ نے یہ شرف ہمیں عطا کیا ہے۔

١٠٨- مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے امام حسن سے فرمایا کہ تم لوگوں کے اجتماع میں خطبہ دو۔ چنانچہ آپؑ نے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد بجالائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھی۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

''لوگو! اللہ نے ہمیں اپنی ذات کے لیے منتخب کیا اور ہمیں اپنے دین کے لیے پسند کیا اور اپنی مخلوق سے ہمیں منتخب کیا اور ہمیں اپنی کتاب اور وحی کا امین بنایا۔ خدا کی قسم! جو بھی ہمارے حق میں کچھ کمی کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کے حق میں کمی کر دے گا اور ہماری مخالفت میں جتنی بھی حکومتیں قائم ہوں گی انجام کار پھر بھی ہمیں کامیابی حاصل ہوگی اور کچھ عرصہ کے بعد تمھیں اس کا پتا چلے گا''۔

پھر آپؑ نے جمعہ نماز پڑھائی۔ جب امیر المومنینؑ نے آپؑ کا خطبہ سنا تو آپؑ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا:

''میرے ماں باپ تم پر قربان، تم ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ کے مصداق ہو۔

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ
بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ
الْعَلِیْمُ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ
اُنْثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَیْسَ الذَّكَرُ
كَالْاُنْثٰی ۚ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ
وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿٣٦﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ
حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِیَّا ؕ كُلَّمَا
دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ
قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ

إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٧﴾ هُنَالِكَ دَعَا
زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً
طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿٣٨﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ
قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى
مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ
الصّٰلِحِيْنَ ﴿٣٩﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ
بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ
يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿٤٠﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ
اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ
وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿٤١﴾ ع وَاِذْ
قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ
وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٢﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ
وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿٤٣﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ
الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ
اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۖ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ

يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٤٤﴾ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ
بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا
فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٤٥﴾ۙ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ
فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٤٦﴾ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى
يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ
يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ
كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٤٧﴾ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ
وَالْاِنْجِيْلَ ﴿٤٨﴾ۚ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّىْ قَدْ
جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ
كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ
وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ
وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِىْ بُيُوْتِكُمْ ؕ
اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٤٩﴾ۚ وَمُصَدِّقًا
لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِىْ
حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

وَاَطِيْعُوْنِ ﴿٥٠﴾ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا
صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٥١﴾ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ
قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ
اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿٥٢﴾
رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ
الشّٰهِدِيْنَ ﴿٥٣﴾ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿٥٤﴾ ع

''جب عمران کی زوجہ نے کہا: میرے پروردگار میں اس بچے کو جو میرے پیٹ میں ہے تیرے گھر کی خدمت کے لیے تیری نذر کرتی ہوں۔ میری طرف سے اسے قبول فرما بے شک تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔

پھر جو بچی اس کے ہاں پیدا ہوئی تو اس نے کہا: مالک! میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہوئی ہے حالانکہ جو کچھ اس نے جنا تھا اللہ کو اس کی خبر تھی اور لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا۔ میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اسے اس سے ہونے والی نسل کو شیطان مردود کے فتنہ سے بچانے کے لیے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

اس کے رب نے اس لڑکی کو بخوشی قبول کرلیا اور اس کی بہترین نشو ونما کا انتظام فرما دیا اور زکریا نے اس کی کفالت کی۔ زکریا جب بھی اس کے پاس محراب عبادت میں جاتے تو اس کے پاس کھانے پینے کی چیزیں پاتے۔ وہ پوچھتے: مریم! یہ کہاں سے آیا؟ وہ جواب دیتی یہ اللہ کی طرف سے آیا ہے' اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

اس وقت زکریا نے اپنے پروردگار سے دعا کی اور کہا: پروردگار! مجھے اپنی طرف سے پاکیزہ اولاد عطا فرما۔ تو ہی دعا کے سننے والا ہے۔

جب وہ محراب عبادت میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے تو فرشتوں نے انھیں ندا دے کر کہا: اللہ تجھے یحییٰ کی خوش خبری دیتا ہے جو اس کے کلمہ کی تصدیق کرنے والا' سردار اور کمال درجے کا ضبطِ نفس رکھنے والا ہوگا۔ نبوت سے سرفراز ہوگا اور صالحین میں شمار کیا جائے گا۔

انھوں نے کہا کہ میرے یہاں اولاد کیسے ہوگی جب کہ میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ جواب ملا ایسا ہی ہوگا' اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

انھوں نے کہا: مالک! پھر میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرما دے۔ خدا نے کہا کہ نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے اشارہ کے سوا کوئی بات چیت نہ کر سکو گے۔ اس دوران اپنے رب کو کثرت سے یاد کرنا اور صبح شام اس کی تسبیح کرتے رہنا۔

اور جب ملائکہ نے کہا: اے مریم! اللہ نے تجھے برگزیدہ بنایا ہے اور پاکیزگی عطا کی ہے اور تمام جہانوں کی عورتوں سے تجھے منتخب کیا ہے۔ اے مریم! اپنے رب کی تابع فرمان بن کر رہ اور اس کے آگے سربسجود ہو اور جو بندے اس کے سامنے جھکنے والے ہیں تو بھی ان کے ساتھ اس کے حضور جھک جا۔ یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تم کو وحی کے ذریعے بتا رہے ہیں۔ آپ ان کے پاس وہاں موجود نہ تھے۔ جب وہ قرعہ ڈال رہے تھے کہ مریم کی پرورش کون کرے اور آپ ان کے پاس موجود نہ تھے جب وہ جھگڑا کر رہے تھے۔

اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! اللہ تجھے اپنے کلمہ کی بشارت دے رہا ہے، جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ وہ دنیا و آخرت میں معزز ہوگا اور اللہ کے مقرب بندوں میں

شمار کیا جائے گا۔ اور وہ لوگوں سے گہوارے میں بھی کلام کرے گا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی باتیں کرے گا اور وہ ایک مرد صالح ہوگا۔

یہ سن کر مریم نے کہا: پروردگار! میرے یہاں بیٹا کیسے ہوگا جب کہ مجھے تو کسی مرد نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ ارشاد ہوا کہ اسی طرح خدا جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جب وہ کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کرتا ہے تو بس کہتا ہے کہ ہو جا اور ہو جاتا ہے۔

خدا اس کو کتاب وحکمت اور تورات وانجیل کی تعلیم دے گا اور بنی اسرائیل کا رسول ہوگا (اور جب وہ بنی اسرائیل کے پاس رسول بن کر آیا تو اس نے ان سے کہا) میں تمھارے رب کی طرف سے تمھارے لیے نشانی لے کر آیا ہوں۔ میں تمھارے لیے مٹی سے پرندے کی صورت کا ایک مجسمہ بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں اور وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔ مُردوں کو زندہ کرتا ہوں اور میں تمھیں خبر دیتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ کرتے ہو۔ اس میں تمھارے لیے نشانی ہے اگر تم ایمان والے ہو۔

اور میں اپنے سے پہلے آنے والی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور میں کچھ ایسی چیزیں حلال کرنے کے لیے آیا ہوں جو تم پر حرام کی گئی تھیں اور میں تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھارے لیے نشانی لے کر آیا ہوں۔ اللہ سے ڈرتے رہو اور میری اطاعت کرو۔ اللہ میرا رب بھی ہے اور تمھارا بھی۔ تم اسی کی بندگی اختیار کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔

جب عیسیٰؑ نے محسوس کیا کہ بنی اسرائیل کفر وانکار پر آمادہ ہیں تو اس نے کہا کون ہے جو خدا کی راہ میں میرا مددگار ہو؟ حواریوں نے کہا: ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ ہم اس پر ایمان

لائے اور آپ گواہ رہیں کہ ہم خدا کے فرماں بردار ہیں۔

پروردگار! ہم ان تعلیمات پر ایمان لائے جو تو نے نازل کی ہیں اور ہم نے رسول کی پیروی کی ہے۔ ہمارا نام اپنے رسول کے گواہوں میں لکھ لے۔

پھر بنی اسرائیل نے عیسیٰؑ کے خلاف خفیہ تدبیر کی اور اللہ نے بھی جوابی تدبیر کی اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام

۱۰۹- کتاب علل الشرائع میں اسماعیل جعفی سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ مغیرہ کا گمان ہے کہ حیض والی عورت پر روزوں کی طرح سے نماز کی قضا بھی واجب ہے۔

آپؑ نے فرمایا: خدا اسے توفیق سے محروم رکھے اس نے غلط کہا کیونکہ عمران کی زوجہ نے خدا کے حضور منت مانی تھی اور اس نے کہا تھا:

رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا ''پروردگار! جو کچھ میرے شکم میں ہے میں اسے ''محرر'' بنا کر تیری نذر کرتی ہوں اور ''محرر'' اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کی پوری زندگی مسجد کے لیے وقف ہو اور وہ کسی بھی حالت میں مسجد سے باہر نہ نکلے۔ اور جب عمران کی زوجہ کے یہاں حضرت مریم پیدا ہوئی تو ان کی والدہ نے یہ جملے کہے تھے:

رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی ۚ ''پروردگار! میں نے تو بچی جنی ہے جب کہ اللہ کو معلوم تھا کہ اس نے کیا جنا ہے کیونکہ لڑکا لڑکی کی مانند نہیں ہوتا''۔

ولادت کے بعد حضرت مریمؑ کی ماں نے انھیں مسجد میں داخل کر دیا تھا اور جب مریم علیہا السلام جوانی کو پہنچیں تو انھیں مسجد سے نکال دیا گیا۔ اگر کسی عورت نے مخصوص ایام کی نماز بھی ادا کرنی ہوتی تو وہ مسجد سے ہی کیوں نکالی جاتیں؟

۱۱۰- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت مریمؑ کی والدہ نے منّت مانتے ہوئے بارگاہِ احدیت میں عرض کی تھی: رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ ''پروردگار! جو کچھ میرے شکم میں ہے میں اسے ''محرر'' بنا کر تیری نذر کرتی ہوں۔

محرر اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کنیسہ کی خدمت گزاری کے لیے وقف ہو اور وہ کسی بھی حالت میں کنیسہ سے باہر نہ جائے اور اسے وہاں سے کوئی بھی نہ نکالے۔ لیکن بی بی کی دلی مراد پوری نہ ہوئی اور خدا نے انھیں حضرت مریمؑ عنایت فرمائی۔ بی بی نے جب اپنی بچی کو دیکھا تو انھوں نے کہا:

رَبِّ اِنِّیۡ وَضَعۡتُهَاۤ اُنۡثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا وَضَعَتۡ ؕ وَلَیۡسَ الذَّکَرُ کَالۡاُنۡثٰی ۚ ”پروردگار! مجھے تو بچی پیدا ہوئی ہے حالانکہ اللہ کو خوب معلوم تھا کہ اس نے کیا جنا ہے، جب کہ لڑکا لڑکی کی مانند نہیں ہوتا“۔

وَلَیۡسَ الذَّکَرُ کَالۡاُنۡثٰی کے الفاظ حضرت مریمؑ کی والدہ کے ہیں۔ یعنی بی بی نے یہ کہا کہ اگر تو نے بیٹا دیا ہوتا تو وہ تو ”محرر“ بن سکتا ہے جب کہ تو نے بیٹی دی ہے اور یہ محرر نہیں بن سکتی کیونکہ محرر کے لیے کنیسہ میں ہمیشہ رہنا ضروری ہوتا ہے اور لڑکی کو جب ماہواری شروع ہو جائے تو اسے مسجد سے باہر نکلنا پڑتا ہے۔

۱۱۲- صادقین علیہما السلام میں سے کسی ایک بزرگوار سے روایت ہے کہ حضرت مریمؑ کی والدہ نے منّت مانی تھی کہ اگر خدا نے انھیں بیٹا عطا کیا تو وہ اسے بیت المقدس کی مسجد کی خدمت کے لیے وقف کر دیں گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں بیٹی عطا کی۔ اس کے باوجود حضرت مریمؑ کی والدہ اپنی منّت پر قائم رہیں اور انھوں نے بیٹی کو مسجد کی خادمہ بنایا۔ حضرت مریمؑ مسجد کی خدمت کرتی رہیں لیکن جب جوانی کی سرحد پر انھوں نے قدم رکھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا کو حکم دیا کہ وہ ان کے لیے حجاب کا انتظام کریں۔ چنانچہ بی بی اپنے کمرہ عبادت تک محدود ہو کر رہ گئیں اور جب حضرت زکریا بی بی کے حجرہ عبادت میں جاتے تو آپ دیکھتے تھے کہ گرمیوں کے پھل سردیوں میں ان کے پاس موجود ہوتے تھے اور گرمیوں میں بی بی مریم کے پاس سردیوں کے پھل موجود ہوتے تھے۔

حضرت زکریا نے پوچھا کہ مریم! ان پھلوں کا تو موسم ہی نہیں ہے۔ تیرے پاس یہ پھل کہاں سے آ جاتے ہیں؟

بی بی نے کہا تھا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اللہ جسے چاہے حساب کے بغیر رزق دیتا ہے۔

اس وقت حضرت زکریاؑ نے دعا کی تھی کہ خدایا! تو ہر چیز پر قادر ہے۔ مریمؑ کو موسم کے بغیر پھل دے سکتا ہے تو اس وقت اگرچہ میرے لیے بھی اولاد کا موسم نہیں ہے۔ پھر میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے پاکیزہ اولاد عطا کر۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور انھیں یحییٰ عطا فرمایا۔

۱۱۳- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ابلیس لعین حضرت عیسیٰؑ کے سامنے نمودار ہوا۔ حضرت عیسیٰؑ نے اس سے پوچھا کہ کیا تمھارا جال میرے لیے بھی مؤثر ہے؟

ابلیس نے کہا: ہرگز نہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ کی والدہ پیدا ہوئی تھیں تو اس وقت آپ کی نانی نے یہ دعا کی تھی: وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ ”میں شیطان مردود کے فتنہ سے بچانے کے لیے اپنی بیٹی اور اس سے ہونے والی نسل کو تیری پناہ میں دیتی ہوں“۔

چنانچہ آپ کی والدہ اور آپ دونوں اللہ کی پناہ میں ہیں لہٰذا آپ پر میرا کوئی بھی وار کارگر ثابت نہیں ہوسکتا۔

۱۱۴- امالی طوسی میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

”جب حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے ساتھ میری شادی ہوئی اور حضرت زہراءؑ کی رخصتی ہوئی اور عورتوں نے انھیں لا کر میرے گھر میں بٹھایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اللہ کا نام لے کر اٹھو اور یہ کلمات پڑھو:

عَلٰی بَرَکَةِ اللّٰهِ وَمَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ۔

پھر آنحضرتؐ مجھے میرے گھر میں لے آئے اور مجھے میری زوجہ کے پاس بٹھایا۔ اس کے بعد آپؐ نے دعا کے لیے رب العالمین کی بارگاہ میں ہاتھ کھڑے کیے اور کہا:

”پروردگار! یہ دونوں تیری تمام مخلوق میں سے مجھے زیادہ محبوب ہیں۔ خدایا! ان کی ذریت میں برکت عطا فرما اور ان کی حفاظت فرما اور میں شیطان مردود کے فتنہ سے حفاظت کے لیے ان کو ان کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں“۔

فخر مریمؑ کے لیے آسمانی خوان

۱۱۵- تفسیر عیاشی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

حضرت علی اور حضرت زہراء سلام اللہ علیہا نے اپنے اپنے کام تقسیم کیے ہوئے تھے۔ حضرت زہراءؑ گھر کا کام کرتیں اور آٹا گوندھتیں اور روٹی پکاتی اور گھر کی صفائی کیا کرتی تھیں، جب کہ گھر سے باہر کے کام حضرت علیؑ کے ذمہ تھے۔ آپ لکڑیاں لایا کرتے تھے اور غلہ لایا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت علیؑ بھوک کی حالت میں گھر میں تشریف لائے اور حضرت سیدہؑ سے فرمایا: گھر میں جو کچھ پکا ہو وہ لاؤ مجھے بھوک لگی ہوئی ہے۔

حضرت سیدہ نے عرض کیا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کے حق کو عظیم بنایا ہے۔ ہمارے پاس تو کھانے کے لیے تین دن سے کچھ بھی نہیں ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: تو تم مجھے کھانا کہاں سے کھلاتی رہی ہو؟

بی بی نے عرض کیا: آٹا ختم ہونے کو تھا۔ چنانچہ میں اور میرے بچے بھوک میں بسر کرتے رہے اور میں اس کی روٹیاں پکا کر آپ کی خدمت میں پیش کرتی رہی لیکن اس وقت گھر میں کھانے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اگر ایسی بات تھی تو تم نے مجھے پہلے ہی کیوں نہ بتایا؟

حضرت سیدہؑ نے عرض کیا: مجھے میرے والد علیہ الصلاۃ والسلام نے نصیحت کی تھی کہ اگر علیؑ کچھ لائیں تو بہتر ورنہ ان سے کوئی چیز طلب نہ کرنا۔ چنانچہ میں نے اپنے والد علیہ الصلاۃ والسلام کے فرمان پر عمل کیا ہے۔

یہ سن کر حضرت علیؑ گھر سے باہر تشریف لائے اور آپؑ نے اشیائے خورد ونوش کی خریداری کے لیے ایک شخص سے ایک دینار قرض لیا اور آپؑ بازار کی طرف گئے۔ سخت گرمی کا موسم تھا۔ لُو چل رہی تھی، بازار سنسان تھے۔ اس گرمی کے عالم میں آپؑ نے صحابی پیغمبر مقداد کو دیکھا جو بڑے حیران و پریشان ہو کر چل رہے تھے۔

آپؑ نے مقداد کو صدا دی جب وہ آئے تو آپؑ نے فرمایا:

مقداد! خیریت تو ہے اس چلچلاتی دھوپ میں حیران و پریشان ہو کر پھر رہے ہو؟

مقداد نے کہا: مولاؑ! بہتر ہے آپ مجھ سے میری حالت نہ پوچھیں۔ اور اگر آپؑ مجبور کرتے ہیں تو پھر سنیں۔ میرے افراد خانہ بھوک سے بے تاب ہیں۔ میں اسی پریشانی میں گھر سے باہر آیا ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: میں بھی اسی ہی مقصد سے نکلا ہوں جس مقصد کے تحت تم گھر سے نکلے ہو۔ لیکن آج میں تمھیں اپنی ذات پر ترجیح دوں گا۔

یہ کہہ کر آپؑ نے وہ دینار مقداد کے حوالے کیا اور فرمایا: اس سے بیوی بچوں کے لیے خورد ونوش کا سامان خرید کرو۔

آپؑ پھر سیدھے گھر تشریف لائے اور گھر آ کر آپؑ نے دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں اور حضرت سیدہؑ نماز پڑھ رہی ہیں اور ان کے مصلّی کے سامنے ایک ڈھکا ہوا برتن رکھا ہوا ہے جس سے تازہ طعام کی خوشبو آ رہی ہے۔

حضرت سیدہؑ نے نماز ختم کی اور وہ برتن رسولؐ خدا اور علی مرتضیٰؑ کی خدمت میں پیش کیا۔

نبی اکرمؐ نے حضرت سیدہؑ سے فرمایا: یَا فَاطِمَةُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا؟ ”فاطمہ! یہ طعام کہاں سے آیا ہے؟“

حضرت فاطمہؑ نے حضرت مریمؑ کے الفاظ دہراتے ہوئے عرض کیا:

هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝

''ابا جان! یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ خدا جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے''۔

پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمھاری مثال زکریاؑ و مریمؑ جیسی ہے۔ زکریا جب مریمؑ کے حجرۂ عبادت میں جاتے تو وہاں رزق موجود پاتے اور پوچھتے کہ مریمؑ یہ رزق کہاں سے آیا؟

جواب میں حضرت مریمؑ کہا کرتی تھیں۔ یہ اللہ کی طرف سے ہے، خدا جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ آلِ محمد پورے ایک ماہ تک وہ غذا کھاتے رہے اور وہ برتن آج بھی ہمارے گھر میں موجود ہے اور اس میں کچھ خوراک بھی ہے جسے قائم آلِ محمدؐ آ کر کھائیں گے۔

۱۱۶- اصول کافی میں مرقوم ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ایک نصرانی سے فرمایا:

مریمؑ کی والدہ کا نام ''مرتا'' تھا جس کا عربی ترجمہ ''وھیبہ'' بنتا ہے۔

۱۱۷- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے عمران کو وحی کی تھی کہ میں تجھے بے عیب اور بابرکت فرزند عطا کرنے والا ہوں جو پیدائشی اندھوں اور مبروص افراد کو تندرست کرے گا اور میرے حکم سے مُردے زندہ کرے گا اور میں اسے بنی اسرائیل کا رسول بناؤں گا۔

عمران نے اپنی بیوی کو اس وحی الٰہی کی اطلاع دی۔ ان کی بیوی کا نام ''حنہ'' تھا اور وہ حضرت مریمؑ کی والدہ تھیں۔ اور جب وہ حاملہ ہوئیں تو انھیں یقین تھا کہ انھیں بیٹا پیدا ہوگا لیکن خدا نے انھیں بیٹی سے نوازا۔ جب انھوں نے اپنی بیٹی کو دیکھا تو پریشان ہوگئیں اور انھوں نے کہا کہ پروردگار! میرے یہاں تو بچی پیدا ہوئی ہے جب کہ لڑکا لڑکی جیسا تو نہیں ہوتا۔ یہ تو بیٹی ہے اور بیٹی رسول نہیں ہوتی۔ اللہ نے فرمایا کہ جو کچھ اس نے جنا تھا مجھے اس کی خبر تھی اور پھر جب اللہ نے حضرت مریمؑ کو حضرت عیسیٰؑ عطا کیا تو عمران سے کیا ہوا وعدہ پورا ہوگیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ ضروری نہیں کہ جس سے وعدہ کیا جائے اس سے ہی پورا ہو بلکہ آگے چل کر بھی وعدہ پورا ہوسکتا ہے۔ لہٰذا اگر ہم تم سے کوئی بات کریں اور وہ پیشن گوئی تمھاری نسل میں جا کر پوری ہو تو بھی اسے پورا ہی سمجھو۔

اعمالِ طلبِ اولاد

۱۱۸- عیون الاخبار میں ریان بن شبیب سے منقول ہے کہ میں ماہِ محرم کی پہلی تاریخ کو حضرت امام علی رضا علیہ

السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا:

ابن شبیب ! کیا تمھیں آج روزہ ہے؟

میں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ ! مجھے روزہ نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: آج کا دن وہ دن ہے جس میں حضرت زکریا علیہ السلام نے بارگاہ احدیت میں فرزند کی دعا کرتے ہوئے عرض کیا: رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ ''پروردگار! اپنی طرف سے مجھے پاکیزہ اولاد عطا کر بے شک تو دعاؤں کا سننے والا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور قبولیت دعا کے اعلان کے لیے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ زکریاؑ کو فرزند کی بشارت دے دیں۔ چنانچہ ملائکہ نے انھیں اس وقت ندا دی جب وہ محراب عبادت میں مصروفِ نماز تھے کہ خدا تمھیں یحییٰؑ کی بشارت دے رہا ہے۔

جو شخص اس دن روزہ رکھے اور اللہ تعالیٰ سے اولاد کے لیے دعا طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو بھی اسی طرح سے قبول کرے گا جس طرح سے اس نے حضرت زکریاؑ کی دعا قبول کی تھی۔

۱۱۹- الکافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''جو شخص اولاد کا خواہش مند ہو تو نمازِ جمعہ کے بعد دو رکعت نماز پڑھے جن میں رکوع و سجود کو طول دے۔ جب نماز مکمل ہو جائے تو اس وقت یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِمَا سَأَلَكَ بِهٖ زَكَرِيَّا يَارَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ ، اَللّٰهُمَّ هَبْ لِیْ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ، اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اِسْتَحلَلْتُهَا وَفِیْ اَمَانَتِكَ اَخَذْتُهَا فَاِنْ قَضَيْتَ فِیْ رِحْمِهَا وَلَدًا فَاجْعَلْهُ غُلَامًا مُبَارَكًا وَلَا تَجْعَلْ لِلشَّيْطَانِ فِيْهِ شَرِيْكًا نَصِيْبًا ـ

خدا نے چاہا تو بیٹا پیدا ہوگا۔

۱۲۰- من لا یحضرہ الفقیہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی عبادت اور خدمت نماز ہے۔ اسی لیے ملائکہ نے زکریاؑ کو نماز کی حالت میں ندا دے کر فرزند کی بشارت دی تھی''۔

۱۲۱- مجمع البیان میں حرث بن مغیرہ سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا:

''مولاؑ! ہمارا تو خاندان ہی دنیا سے مٹ رہا ہے۔ میں بے اولاد ہوں۔ مجھے طلبِ اولاد کے لیے کوئی وظیفہ تعلیم فرمائیں''۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''حالت سجدہ میں یہ دعا پڑھو:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ، رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ

میں نے حضرتؑ کے فرمان پر عمل کیا تو اللہ نے مجھے دو بیٹے عطا کیے۔ میں نے پہلے بیٹے کا نام علی اور دوسرے بیٹے کا نام حسین رکھا۔

۱۲۲- کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے۔ آپؐ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا۔ پھر فرمایا: جب اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ کیا تو انھیں وحی فرمائی کہ وہ اللہ کا نور، حکمت اور اس کی کتاب کا علم اپنے وصی شمعون بن حمون الصفا کے سپرد کریں۔ وہ تمھارا جانشین ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمانِ خداوندی پر عمل کیا۔ اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کو اٹھا لیا اور ان کے بعد شمعون نے قوم بنی اسرائیل کو دین کی تبلیغ کی اور حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات کو فروغ دیا اور انھوں نے کفار سے جہاد کیا جو اس پر ایمان لایا وہ مومن بنا اور جس نے ان کا انکار کیا وہ کافر کہلایا۔ ان کے بعد اللہ نے حضرت یحییٰؑ کو نبوت دے کر مبعوث کیا۔ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام نے تبلیغ شروع کی تو اس وقت اردشہر بن زارکا کی حکومت تھی۔ اس کی حکومت کے آٹھویں برس بنی اسرائیل نے یحییٰ علیہ السلام کو شہید کیا۔

یحییٰ علیہ السلام کی شہادت سے قبل اللہ نے انھیں وصیّت کی کہ وہ اپنے علم وحکمت کا سرمایہ اولاد شمعون کو منتقل کر دیں اور حواریوں اور حضرت عیسیٰؑ کے دوسرے ساتھیوں کو حکم دیں کہ وہ اولادِ شمعون کی قیادت ورہبری کو قبول کریں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بعد تبلیغِ دین کی ذمہ داری یعقوب بن شمعون پر عائد ہوئی۔ پھر کچھ دنوں کے بعد بخت نصر برسرِ اقتدار ہوا اور اس نے ایک سو ستاسی برس حکومت کی۔ اس نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے خونِ ناحق کے عوض ۷۰ ہزار اسرائیلیوں کو قتل کیا اور بیت المقدس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور یہودی مختلف شہروں میں پھیل گئے۔

۱۲۳- تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ سے فرزند کی دعا کی۔ اللہ نے ان کی دعا کو قبول کیا اور ملائکہ نے انھیں ندا دے کر یحییٰ کی خوش خبری سنائی۔ اس کے بعد یہ جاننے کے لیے کہ آیا وہ ندا خدا کی طرف سے تھی۔ انھوں نے اللہ سے عرض کیا: رَبِّ اجۡعَلۡ لِّیۡۤ اٰیَۃً ''پروردگار! میرے لیے کوئی نشانی مقرر کر تاکہ معلوم ہوجائے کہ میری دعا قبول ہوچکی ہے''۔

اللہ نے فرمایا: اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمۡزًا ''تیرے لیے نشانی یہ ہے کہ تو تین دن تک لوگوں سے اشاروں کے علاوہ بات نہ کرسکے گا''۔

جب ان کی زبان بند ہوگئی تو انھیں یقین ہوگیا کہ ان کی دعا قبول ہوچکی ہے اور یہ کہ جو ندا انھوں نے سنی تھی وہ واقعی فرشتوں کی ندا تھی۔

۱۲۴- صادقین علیہما السلام میں سے کسی ایک بزرگوار کا بیان ہے کہ زکریا علیہ السلام نے خدا سے پاکیزہ اولاد کی درخواست کی۔ ملائکہ نے انھیں یحییٰ کی پیدائش کی خوش خبری سنائی۔ پھر اطمینان قلب کے لیے انھوں نے خدا سے کوئی نشانی طلب کی تو خدا نے فرمایا کہ ''تم تین دن تک اشاروں کے علاوہ زبان سے گفتگو نہ کرسکو گے''۔

چنانچہ حضرت زکریاؑ کی زبان پورے تین دنوں کے لیے بند ہوگئی اور اس دوران وہ سر کے اشاروں سے کام لیتے رہے۔

۱۲۵- حکم بن عتیبہ کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا۔

وَاِذۡ قَالَتِ الۡمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرۡیَمُ اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰکِ وَطَہَّرَکِ وَاصۡطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۴۲﴾

(جب فرشتوں نے کہا: مریمؑ! بے شک اللہ نے تجھے چن لیا ہے اور تجھے طاہرہ بنایا ہے اور تمام جہانوں کی عورتوں سے تمھیں منتخب کیا ہے)

اس آیت میں حضرت مریمؑ کے دو مرتبہ اصطفاء و انتخاب کا ذکر پایا جاتا ہے جب کہ اصطفاء تو ایک ہی مرتبہ ہوتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کی بھی ایک تاویل و تفسیر ہے۔

میں (راوی) نے عرض کیا: بیان کریں خدا آپ کا سایہ ہمارے سروں پر باقی رکھے۔

آپؑ نے فرمایا: ان کے پہلے ''اصطفاء'' کا مقصد یہ ہے کہ اللہ نے انھیں انبیاء و مرسلین کی ذریت میں سے چُنا ہے اور دوسرے اصطفاء کا مقصد یہ ہے کہ اللہ نے انھیں تمام جہانوں کی عورتوں سے منتخب کیا ہے۔ خدا نے ان کے طاہرہ ہونے کا اعلان کیا تو اس کا یہ مقصد ہے کہ ان کے پورے سلسلہ نسب میں کہیں بھی بدکاری موجود نہیں ہے۔

اور اس طرح کی نعمات کا تقاضا اللہ نے یہ بیان فرمایا ہے:

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

''مریم! اپنے رب کی تابع فرمان بن کر رہ اور اس کے آگے سربسجود ہو اور جو بندے اس کے سامنے جھکنے والے ہیں تو بھی ان کے ساتھ مل کر خدا کے حضور جھک جا''۔

۱۲۶- تفسیر علی بن ابراہیم میں اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ کی آیت مجیدہ میں حضرت مریمؑ کے لیے دو مرتبہ اصطفاء و انتخاب کا ذکر کیا گیا ہے۔

پہلے اصطفاء سے ان کے عمومی انتخاب کا ذکر کیا گیا اور دوسرے اصطفاء سے اس طرف اشارہ ہے کہ وہ دنیا میں پہلی خاتون ہیں جنھوں نے شوہر کے بغیر بچے کو جنم دیا ہے۔

۱۲۷- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ کا مقصد یہ ہے کہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا اپنے دور اور زمانے کی تمام عورتوں سے افضل تھیں۔ مجموعی طور پر کائنات کی تمام عورتوں سے افضل نہیں ہیں کیونکہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کائنات کی تمام خواتین کی سردار ہیں اور امام محمد باقر علیہ السلام سے یہ قول مروی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام المومنین حضرت خدیجہؑ کا مقام بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فضلت خديجة على نساء أُمتي كما فضلت مريم على نساء العلمين

''خدیجہ کو میری اُمت کی عورتوں پر اسی طرح سے فضیلت دی گئی ہے جیسا کہ مریم کو تمام جہانوں کی عورتوں پر فضیلت دی گئی ہے''۔

۱۲۸- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ ''اے مریم! خدا نے تجھے منتخب کیا ہے''۔ یعنی اللہ نے ذریتِ انبیاءؑ سے تیرا انتخاب کیا ہے۔ وَطَهَّرَكِ ''اور تجھے پاکیزہ بنایا ہے''۔ یعنی تو ہر طرح کی بدکاری سے پاک ہے۔ وَاصْطَفٰكِ ''اور خدا نے تجھے چن لیا ہے''۔ یعنی خدا نے تجھے عیسیٰؑ کی ماں بننے کے لیے چن لیا ہے اور تو کسی شوہر کے بغیر ایک نبی بچے کی ماں بنے گی۔

جناب سیدہؑ مُحدَثہ تھیں

۱۲۹- کتاب علل الشرائع میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کا ایک نام مُحدثہ ہے اور مُحدثہ اس خاتون کو کہا جاتا ہے جس سے ملائکہ گفتگو کرتے ہوں۔ ملائکہ آسمان سے اُتر کر حضرت زہراء سلام اللہ علیہا سے وہی الفاظ کہا کرتے تھے جو انھوں نے حضرت مریمؑ سے کہے تھے۔ چنانچہ وہ جنابِ سیدہؑ کو ندا دے کر کہتے تھے:

يَافَاطِمَةُ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ

"فاطمہ! اللہ نے تجھے منتخب کیا ہے اور تجھے طاہرہ بنایا ہے اور تمام جہانوں کی عورتوں سے تجھے منتخب کیا ہے"۔

اس کے بعد فرشتے کہا کرتے تھے:

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿٤٣﴾

"مریم! اپنے رب کی تابع فرمان بن کر رہ اور سجدہ کر اور جو بندے اس کے سامنے جھکنے والے ہیں ان کے ساتھ مل کر خدا کے حضور جھک جا"۔

حضرت زہراء سلام اللہ علیہا ملائکہ سے باتیں کرتی تھیں اور ملائکہ آپؑ سے باتیں کرتے تھے۔ ایک رات حضرت سیدہؑ نے ملائکہ سے فرمایا:

کیا نساء العالمین پر مریم بنت عمران کو فضیلت حاصل نہیں ہے؟

فرشتوں نے عرض کیا: انھیں اپنے زمانے کی تمام عورتوں پر فضیلت حاصل تھی۔ جب کہ اللہ نے آپ کو آپ کے زمانہ اور مریم کے زمانہ اور اولین و آخرین کی تمام خواتین پر فضیلت عطا کی ہے۔

۱۳۰- اصول کافی میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

جب حضرت سیدہؑ کی وفات ہوئی تو امیر المومنین علیہ السلام نے انھیں رات کے وقت خاموشی سے دفن کر دیا اور ان کی قبر کا نشان مٹا دیا۔ پھر کھڑے ہو کر انھوں نے قبر رسولؐ کی طرف رخ کر کے کہا:

یارسولؐ اللہ! آپ پر میری طرف سے سلام ہو اور آپ کی اس بیٹی کی طرف سے بھی سلام ہو جو ابھی آ کر آپ کی زائر بنی ہے اور جو آپ کی سرزمین میں دفن ہوئی ہے۔ جس نے آپ سے جلدی ملنے کو ترجیح دی ہے۔ یارسولؐ اللہ آپ کی صفیہ

بیٹی کے غم میں میرا صبر قلیل ہو چکا ہے اور میری تمام تر بہادری سیدۃ نساء العالمین کے غم میں آ کر جواب دے چکی ہے۔

۱۳۱- نہج البلاغہ کے ایک مکتوب میں معاویہ کے نام حضرت علی علیہ السلام نے یہ الفاظ لکھے:

ومنا خير نساء العالمين ومنكم حمالة الحطب

''تمام جہانوں کی سردار خاتون کا نام ہم سے ہے اور ابولہب کی ''حمالۃ الحطب'' (لگائی بجھائی کرنے والی) بیوی کا تعلّق تم سے ہے۔

۱۳۲- من لا یحضرہ الفقیہ میں ابن عباس سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان عليا وصيي وخليفتي وزوّجته فاطمة سيدة نساء العالمين

''یقیناً علیؑ میرا وصی اور میرا جانشین ہے۔ میں نے اس کا نکاح فاطمہ سیدۃ نساء العالمین سے کیا ہے''۔

حضرت سیدہؑ کی شفاعت کی حق دار عورتیں

۱۳۳- امالی صدوق میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا:

''جو عورت روز و شب میں پانچ نمازیں پڑھے اور ماہِ رمضان کے روزے رکھے اور حج بیت اللہ کرے، اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے اور علیؑ سے محبّت کرے تو وہ میری دختر حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شفاعت سے جنت میں داخل ہوگی۔ میری دختر تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہے۔

کسی نے کہا: یارسولؐ اللہ! آپ کی دختر اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہے؟

آپؐ نے فرمایا: وہ تو مریم بنت عمران تھیں جو اپنے دور کی عورتوں کی سردار تھیں، جب کہ میری دختر فاطمہ اوّلین و آخرین کی تمام اہلِ جہان عورتوں کی سردار ہے اور میری بیٹی جب محراب عبادت میں کھڑی ہوتی ہے تو اس وقت ۷۰ ہزار مقرب فرشتے اسے آ کر سلام کرتے ہیں اور اسے ان الفاظ سے ندا دیتے ہیں جن سے انھوں نے مریم بنت عمران کو ندا کی تھی۔ وہ آ کر کہتے ہیں:

يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ

''مریم! اللہ نے تجھے چن لیا ہے اور تجھے طاہرہ بنایا ہے اور تمام اہلِ جہان عورتوں سے تجھے منتخب کیا ہے''۔

۱۳۴- اصبغ نباتہ سے منقول ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا:

"لوگو! میری بات سنو اور اسے اچھی طرح سے سمجھو کیونکہ جدائی کے لمحات قریب آ چکے ہیں۔ میں دنیا کا امام ہوں اور افضل الخلق (رسولِ خدا) کا جانشین ہوں اور اس اُمت کی تمام خواتین کی سردار بی بی کا شوہر ہوں۔

۱۳۵- کتاب الخصال میں ہے کہ قرعہ اندازی کی ابتداء حضرت مریم بنت عمران سے ہوئی۔ ان کی کفالت کا شرف حاصل کرنے کے لیے علمائے بنی اسرائیل نے قرعہ اندازی کی تھی۔ قرعہ اندازی سنت ہے۔

من لایحضرہ الفقیہ میں بھی یہ روایت مرقوم ہے۔

حضرت مریمؑ کی پرورش کے لیے قرعہ اندازی

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

"اور آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے جب وہ قرعہ اندازی کر رہے تھے کہ مریم کی پرورش کون کرے اور آپ ان کے پاس نہیں تھے جب وہ جھگڑا کر رہے تھے"۔

۱۳۶- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ جب حضرت مریمؑ کی پیدائش ہوئی اور ان کی والدہ انھیں مسجد میں لے کر آئیں تو گھرانہ عمران سے تعلق رکھنے والے تمام علماء نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ مریم کی پرورش کریں گے۔ ان کا آپس میں جھگڑا ہوا تو انھوں نے جھگڑا نمٹانے کے لیے قرعہ اندازی کی اور قرعہ حضرت زکریاؑ کے نام پر نکلا اور یوں حضرت مریمؑ کی پرورش کا انھیں اعزاز حاصل ہوا۔

۱۳۷- تفسیر عیاشی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیب کی خبریں بتاتے ہوئے حضرت مریم و عیسیٰؑ کی داستانِ حیات سنائی اور ان کے خصائص و فضائل آپ کو بتائے۔ اس کے بعد اللہ نے ارشاد فرمایا:

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠

"یہ غیب کی خبریں ہیں جن کی ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ آپ ان کے ہاں اس وقت

موجود نہ تھے جب وہ مریم کی کفالت کے لیے قرعہ اندازی کر رہے تھے"۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: یہ قرعہ اندازی حضرت مریمؑ کے والد کی وفات کے بعد ہوئی تھی۔

۱۳۸- ایک اور روایت میں ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ کا تعلق حضرت مریمؑ کی کفالت سے ہے اور اس کی ضرورت اس وقت محسوس ہوئی تھی جب ان کے والد کی وفات ہوئی تھی اور اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ کے الفاظ کا تعلق حضرت عیسیٰؑ کی ولادت سے ہے کہ علمائے بنی اسرائیل م جھگڑا ہوا تھا کہ عیسیٰؑ کی پرورش کون کرے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے کہا کہ پھر مریمؑ کی پرورش کس نے کی تھی؟

آپؑ نے فرمایا: کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا؟ ان کی پرورش حضرت زکریاؑ نے کی تھی۔

حضرت عیسیٰؑ پیدائشی نبی تھے

وَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

"وہ لوگوں سے گہوارے میں بھی کلام کرے گا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی لوگوں سے باتیں کرے گا وہ ایک مرد صالح ہوگا"۔

۱۴۱- اصول کافی میں برید الکناسی سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا:

جب حضرت عیسیٰؑ نے گہوارے میں کلام کی تھی تو کیا وہ اس وقت اہلِ زمانہ پر حجت تھے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ اس وقت نبی تھے اور حجتِ خدا تھے لیکن وہ تبلیغ پر مکلّف نہ تھے۔ کیا تم نے قرآن مجید کی یہ آیت نہیں سنی کہ حضرت عیسیٰؑ نے کہا تھا:

اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ ط اٰتٰنِىَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِىْ نَبِيًّا لا وَّجَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِىْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا (مریم)

"میں اللہ کا بندہ ہوں۔ خدا نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے اور میں جہاں بھی رہوں مجھے خدا نے بابرکت بنایا ہے اور جب تک زندہ رہوں خدا نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی وصیّت کی ہے"۔

نبی اکرمؐ کے معجزات حضرت عیسیٰؑ کے معجزات سے کامل تھے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے معجزات عطا کیے تھے جن میں سے مشہور معجزات حسب ذیل ہیں:

۱- انھوں نے گہوارے میں کلام کیا تھا۔ ۲- وہ مٹی سے پرندے کا ڈھانچہ بنا کر پھونک مارتے تو وہ اذنِ خدا سے اُڑنے لگ جاتا تھا۔ ۳- مادر زاد اندھوں کو شفایاب کرتے تھے۔ ۴- مبروص (کوڑھی) افراد کو شفایاب کرتے تھے۔ ۵- وہ اذنِ خداوندی سے مُردے زندہ کرتے تھے۔ ۶- لوگ جو کچھ کھاتے اور جو کچھ گھروں میں ذخیرہ کرتے، آپ انھیں اس کی خبر دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے بھی زیادہ کامل معجزات عطا کیے تھے جیسا کہ حسب ذیل روایت میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے:

۱۴۰- کتاب احتجاج طبرسی میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے امام حسین علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:

''شام کے یہودیوں کے علماء کا ایک وفد میرے والد امیرالمومنین علیہ السلام کے پاس آیا اور انھوں نے انبیائے سابقین کے معجزات پیش کیے۔ ان کے جواب میں امیرالمومنین علیہ السلام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات بیان کیے۔ آخر میں انھوں نے کہا: (اس گفتگو کو قارئین کی سہولت کے لیے ہم مکالمہ کے انداز میں لکھ رہے ہیں)

یہودی علماء: آپؑ حضرات عیسیٰؑ بن مریم کو نبی مانتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ انھوں نے گہوارے میں گفتگو کی تھی تو کیا آپؑ کے نبی کو بھی خدا نے کوئی ایسا معجزہ دیا تھا؟

حضرت علیؑ: یہ بات حق ہے لیکن اللہ نے ہمارے نبی کو اس سے بڑھ کر فضیلت دی تھی۔ جب ہمارے نبی شکمِ مادر سے زمین پر آئے تو انھوں نے اپنا بایاں ہاتھ زمین پر رکھا اور دایاں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر زبان سے خدا کی توحید بیان کی۔ آپؐ کے منہ کے نور سے ایسی روشنی چمکی کہ مکہ والوں نے مکہ میں رہ کر شام کے محلات اور سرزمین یمن کے سرخ محلات اور سرزمین اصطغر کے سفید محلات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ جس رات آپؐ کی ولادت ہوئی تو پوری دنیا روشن ہوگئی۔ اس غیر معمولی روشنی کو دیکھ کر انسان، جنات اور شیاطین حیران رہ گئے تھے اور سب نے یہ کہا تھا کہ زمین پر کوئی غیر معمولی واقعہ ہوا ہے۔

یہودی علماء: آپؑ حضرات یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰؑ بن مریم مٹی سے پرندے کا مجسمہ بنا کر پھونک مارتے تھے تو وہ پرندہ

بن کر اُڑنے لگ جاتا تھا۔ کیا تمھارے نبی کو بھی خدا نے ایسا کوئی معجزہ دیا تھا؟

حضرت علیؑ: جی ہاں یہ سچ ہے لیکن اللہ نے ہمارے نبی کو اس سے بھی بہتر معجزات عطا کیے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزِ حنین ایک پتھر اٹھایا تو پتھر سے ہمیں تسبیح و تقدیس کی آوازیں سنائی دیں۔

آپؐ نے پتھر سے فرمایا کہ پھٹ جا۔ چنانچہ پتھر کے تین حصّے ہو گئے۔ ہر حصّہ سے جداگانہ تسبیح و تقدیس کی آوازیں بلند ہوئیں۔

آپؐ نے روزِ بطحا ایک درخت کو اشارہ کیا تو درخت چلتا ہوا آپؐ کے پاس آیا اور اس کی ہر ٹہنی سے تسبیح و تقدیس کی آوازیں بلند ہوئیں۔

پھر آپؐ نے درخت سے فرمایا کہ پھٹ جا۔ حکمِ پیغمبرؐ سنتے ہی درخت دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اب مل جا۔ چنانچہ درخت کے دونوں حصّے ایک دوسرے سے مل گئے۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: میری نبوت کی گواہی دے۔ درخت نے فصیح عربی زبان میں آپؐ کی نبوت کی گواہی دی۔

یہودی علماء: آپ حضرات کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰؑ بن مریم مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو شفایاب کرتے تھے۔ کیا آپ کے نبی کو بھی اللہ نے ایسا کوئی معجزہ دیا تھا؟

حضرت علیؑ: جی ہاں یہ سچ ہے۔ لیکن اللہ نے ہمارے نبی کو اس سے بھی کامل معجزات عطا فرمائے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپؐ نے اپنے اصحاب سے اپنے ایک صحابی کا پوچھا اور فرمایا۔ کافی دن ہوئے وہ یہاں نہیں آیا وہ خیریت سے تو ہے؟

صحابہ نے کہا: یارسولؐ اللہ! اس کی بہت بری حالت ہے۔ اس وقت اس کی حالت اس پرندے کی سی ہو چکی ہے جس کے بال و پر جھڑ چکے ہوں۔

یہ سن کر آپؐ اس کی عیادت کے لیے اس کے گھر تشریف لے گئے۔ جب آپؐ نے اس کو دیکھا تو وہ بہت ہی بری حالت میں تھا۔ آپؐ نے اس سے فرمایا:

بندۂ خدا! اپنی صحت کے لیے تو کیا دعا کیا کرتا تھا؟

اس نے کہا: یارسولؐ اللہ! میں نے یہ دعا مانگی تھی کہ پروردگار! میرے گناہوں کا عذاب مجھے دنیا ہی میں دے دے اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھ۔ جس کے بعد میری یہ حالت ہو گئی ہے جو آپؐ دیکھ رہے ہیں۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: اس کی بجائے تجھے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ کی دعا مانگنی چاہیے تھی۔ اگر پہلے نہیں مانگی تو یہ دعا اب بھی مانگ لے۔

صحابی نے یہ دعا پڑھی تو اسی وقت تندرست ہوگیا اور یوں لگا جیسے اس کے زنجیر ٹوٹ گئے ہوں اور وہ تندرست ہوکر ہمارے ساتھ مسجد میں آیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مبروص آیا تو آپ نے اس کے بدن پر اپنا لعاب دہن پھینکا اور فرمایا: اسے اپنے جسم پر مَل لے۔

اعرابی نے جیسے ہی آنحضرتؐ کا لعابِ دہن اپنے بدن پر ملا تو وہ اسی وقت تندرست ہوگیا اور اس کے جسم پر برص کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔

آنحضرتؐ کے پاس ایک جذامی کو لایا گیا جس کے اعضاء جذام کی وجہ سے گر کر علیحدہ ہو رہے تھے۔ آپؐ نے ایک پیالے میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور اس سے فرمایا کہ اسے اپنے جسم پر مَل لے۔ جیسے ہی اس نے آنحضرتؐ کا لعابِ دہن اپنے جسم پر مَلا تو وہ تندرست ہوگیا اور اس کے بدن پر جذام کا کوئی نشان تک باقی نہ رہا۔

یہودی علماء: آپؑ حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰؑ بن مریم بدروحوں کو انسانوں کے جسم سے نکالتے تھے۔ کیا آپؑ کے نبیؐ نے بھی کبھی کسی انسان کو بدروح سے نجات دلائی تھی؟

حضرت علیؑ: کیوں نہیں، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک عورت آئی اور اس نے کہا یا رسولؐ اللہ! میرا بیٹا مرنے والا ہے۔ میں جب بھی اس کے پاس کھانا لے کر جاتی ہوں تو وہ جمائیاں لینے لگ جاتا ہے۔

یہ سن کر آپؐ اس عورت کے ساتھ چل پڑے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ چل پڑے اور جب آپؐ وہاں پہنچے تو آپؐ نے فرمایا:

اے دشمنِ خدا، خدا کے اس دوست کو چھوڑ دے میں اللہ کا رسول ہوں۔

بدروح میں مبتلا شخص فوراً اٹھ بیٹھا اور اس کو بدروح سے نجات مل گئی اور بدروح سے نجات حاصل کرنے والا جوان اس وقت میرے لشکر میں موجود ہے۔

یہودی عالم: آپ حضرات یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ عیسیٰؑ بن مریم اندھوں کو شفایاب کرتے تھے کیا آپ کے نبی نے

بھی کسی نابینا کو تندرست کیا تھا؟

حضرت علیؑ: جی ہاں یہ سچ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کو اس سے بھی بہتر معجزہ عطا کیا تھا۔ قتادہ بن ربعی نبی اکرمؐ کا صحابی تھا اور وہ جنگ احد میں شریک ہوا تھا۔ اس کی آنکھ میں نیزہ لگا جس کی وجہ سے اس کی آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا۔ اس نے اپنے ڈھیلے کو ہاتھوں پر اٹھایا اور نبی اکرمؐ کے پاس آیا اور کہا: یارسولؐ اللہ! اگر میں اس حالت میں گھر واپس چلا گیا تو میری بیوی مجھ سے نفرت کرے گی۔

نبی اکرمؐ نے اس کا ڈھیلا اٹھا کر اس کی آنکھ میں رکھا اور آپ نے اس پر دستِ شفا پھیرا تو اس کی آنکھ بالکل ٹھیک ہوگئی اور وہ دوسری آنکھ سے بھی زیادہ حسین ہوگئی اور اس کی بینائی بھی دوسری آنکھ سے تیز ہوگئی۔

جنگِ حنین میں عبداللہ بن عتیک کا ہاتھ کٹ گیا وہ کٹا ہوا ہاتھ اٹھا کر آپؐ کے پاس آیا۔ آپؐ نے اس کا ہاتھ کٹے ہوئے مقام پر لگا کر دستِ شفا پھیرا تو اس کا ہاتھ دوبارہ جڑ گیا اور کہیں سے کٹا ہوا محسوس نہ ہوتا تھا۔

اور کعب بن اشرف کی لڑائی کے دن محمد بن مسلمہ کی آنکھ اور ہاتھ ضائع ہوا۔ نبی اکرمؐ نے اس کی آنکھ اور ہاتھ پر دستِ شفا پھیرا تو وہ بالکل تندرست ہوگیا۔ اسی طرح سے عبداللہ بن انیس کی ایک آنکھ ضائع ہوئی تھی تو رسولؐ خدا کے دستِ شفا کی برکت سے ٹھیک ہوگئی تھی۔

یہودی عالم: آپ لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ عیسیٰؑ بن مریم نے مُردے بھی زندہ کیے تھے تو کیا تمھارے نبی کو بھی خدا نے ایسا کوئی معجزہ عطا کیا تھا؟

حضرت علیؑ: اللہ نے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے بھی زیادہ بہتر معجزات عطا کیے تھے۔ نبی اکرمؐ کے ہاتھوں میں کئی بار سنگریزوں نے تسبیح کی تھی۔ سنگریزے بے جان اور بے روح تھے مگر رسولؐ خدا کی نبوت کے اعجاز سے انھوں نے تسبیح کی تھی۔ ایک بار آپ نے صحابہ کو نماز پڑھائی اور نماز کے بعد فرمایا:

یہاں بنی نجار کا کوئی شخص موجود ہے۔ اگر کوئی موجود ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے قبیلہ کا فلاں شہید فرد ایک یہودی کے تین درہموں کی وجہ سے جنت کے دروازے پر رُکا ہوا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مُردوں سے کلام کیا تھا لیکن اللہ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے بھی بہتر معجزہ عطا کیا تھا۔ جب نبی اکرمؐ نے طائف کا محاصرہ کیا تو اہلِ طائف نے ایک بکری بھون کر رسولؐ خدا کے پاس روانہ کی۔ نبی اکرمؐ نے ابھی ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ بکری کے گوشت سے آواز آئی: یارسولؐ اللہ! آپ مجھے نہ کھائیں مجھ میں زہر

بھری ہوئی ہے۔ آنحضرت نے کئی بار درختوں کو بلایا تو وہ زمین کو چیرتے ہوئے آپؐ کے پاس آئے اور کئی بار جنگلی جانوروں نے آپؐ سے گفتگو کی اور آپؐ کی نبوت کی گواہی دی۔

یہودی عالم: آپ حضرات کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو خدا نے اتنا علم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو بتا دیتے تھے کہ انھوں نے کیا کھایا ہے اور کیا کچھ گھر میں ذخیرہ کیا ہے۔ کیا آپ کے نبی کو بھی کوئی ایسا معجزہ عطا ہوا تھا؟

حضرت علیؑ: جی ہاں یہ سچ ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے لوگوں کو پس دیوار اشیاء کی خبر دی تھی لیکن محمد مصطفیٰ کی نبوت کے معجزات کی شان ہی نرالی تھی۔ لشکرِ اسلام موتہ کے مقام پر مصروفِ جنگ تھا اور نبی اکرم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے یہاں بیٹھ کر ان کی جنگ کے حالات بتائے اور فرمایا کہ اب زید شہید ہوا ہے اور اب جعفر بن ابی طالب شہید ہوا ہے اور اب عبداللہ بن رواحہ شہید ہوا ہے، جب کہ مدینہ اور موتہ کے درمیان کئی ماہ کی مسافت تھی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی شخص کوئی حاجت لے کر آتا تو آپ اس سے کہتے تھے کہ تم اپنا مقصد خود بیان کرو گے یا میں تمھارا مقصد بیان کروں۔ بعض اوقات آنے والا کہتا تھا کہ آپؐ بیان کریں۔ آپؐ لوگوں کے آنے کا مقصد بیان کرتے تھے۔

علاوہ ازیں آپؐ نے اہلِ مکہ کے کچھ افراد کو ان کے مقصد سے بھی آگاہ کیا تھا۔ جنگِ بدر کے نتیجے میں کچھ کافر قید ہوئے تھے۔ ان میں عمیر بن وہب کا بیٹا بھی شامل تھا اور باپ اپنے بیٹے کو چھڑانے کے لیے مدینہ آیا اور اس نے نبی اکرمؐ سے ملاقات کی اور کہا کہ میں اپنے بیٹے کی رہائی کے لیے آیا ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم جھوٹ کہتے ہو۔ تم بیٹے کو چھڑانے کے لیے نہیں آئے بلکہ مجھے قتل کرنے کی غرض سے یہاں آئے ہو؟

اس نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

نبی اکرمؐ نے فرمایا: اتنے انجان مت بنو۔ جب صفوان بن اُمیہ اور تو مقامِ حطیم میں جمع ہوئے اور تم نے بدر کی شکست کو یاد کیا اور تم نے کہا کہ اب تو انسان کو مر ہی جانا چاہیے۔ اب مقتولین بدر کے بعد ہماری زندگی میں کیا رہ گیا ہے؟

اس وقت تو نے کہا تھا کہ مجھ پر بیٹیوں کا بوجھ ہے۔ علاوہ ازیں میں مقروض بھی ہوں۔ اگر مجھ پر بیٹیوں کا بوجھ نہ ہوتا اور میں مقروض بھی نہ ہوتا تو میں محمد سے تمھاری جان آزاد کرا دیتا۔

صفوان بن اُمیہ نے تجھ سے کہا کہ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تیرا قرض میں ادا کروں گا اور تیری بیٹیوں کو اپنی

بیٹیاں بنا کر گھر میں رکھوں گا اور ان کا ہر طرح سے خیال رکھوں گا۔

تو نے یہ سن کر کہا تھا کہ اچھی بات ہے۔ اب تم مجھے سفر خرچ فراہم کرو تا کہ میں مدینہ جا کر محمدؐ کو قتل کروں۔ چنانچہ تو مکہ سے میرے قتل کا ارادہ لے کر روانہ ہوا۔

جب عمیر بن وہب نے آنحضرتؐ کی یہ گفتگو سنی تو اس نے کہا:

یارسولؐ اللہ! آپؐ نے بالکل سچ فرمایا۔ اب میں کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کرتا ہوں۔ پھر اس نے اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدًا رسول اللہ پڑھ کر اسلام قبول کیا۔

الغرض رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح کے کئی معجزات دکھائے تھے۔

فخرِ مسیحا

۱۴۱- اصول کافی میں ابوبصیر سے منقول ہے۔ اس نے کہا کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا:

"فرزند رسولؐ! آپ حضرات انبیاء کے کمالات کے وارث ہیں اور آپ ان کے علوم کے وارث ہیں"۔

آپؑ نے فرمایا: ہاں یہ سچ ہے لیکن بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟

میں نے عرض کیا کہ آپ حضرات حکمِ خداوندی سے مُردے بھی زندہ کر سکتے ہیں اور کیا آپؑ حضرات اندھوں کو بینائی اور مبروص کو شفا دلا سکتے ہیں؟

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں، اللہ کے اذن سے ہم ایسا کر سکتے ہیں۔

پھر آپؑ نے مجھ سے فرمایا: ابومحمد! میرے قریب آؤ۔

میں حضرت کے قریب ہوا۔ آپؑ نے اپنا ہاتھ میری آنکھوں پر پھیرا تو مدت سے میری اندھی آنکھیں روشن ہو گئیں اور مجھے دنیا کی ہر چیز دکھائی دینے لگی۔

اس کے بعد آپؑ نے مجھ سے فرمایا: اگر تم اس طرح سے رہنا چاہو تو رہ سکتے ہو لیکن قیامت کے دن تمھیں حساب کتاب کی منزل سے باقی لوگوں کی طرح سے گزرنا پڑے گا اور اگر دوبارہ نابینا رہنا چاہو تو تم نابینا بن سکتے ہو۔ اس شکل میں مَیں تمھاری جنت کا ضامن ہوں گا۔

جب میں نے یہ سنا تو میں نے کہا: مولا! مجھے نابینا رہنا زیادہ پسند ہے۔

امام علیہ السلام نے میری آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو میں دوبارہ نابینا ہوگیا۔ میں نے یہی واقعہ جب ابن ابی عمیر کو سنایا تو اس نے کہا اس میں تعجب کی کیا بات ہے جس طرح سے دن کا ہونا حق ہے اسی طرح سے یہ بات بھی حق ہے۔

۱۴۲- الکافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت عیسیٰؑ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کی قبر پر آئے۔ آپؑ نے خدا سے درخواست کی کہ وہ انھیں زندہ کرے۔ اللہ نے ان کی دعا قبول کی اور قبر پھٹ گئی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام قبر سے باہر آئے اور انھوں نے حضرت عیسیٰؑ سے کہا: آپ نے مجھے کیوں تکلیف دی ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ رہو تاکہ میں تم سے مانوس رہوں جیسا کہ پہلے تم سے مانوس تھا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کہا: ابھی تک تو مجھے موت کی حرارت سے نجات نہیں ملی مگر تم مجھے دوبارہ دنیا میں لے جانا چاہتے ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انھیں الوداع کہا اور وہ اپنی قبر میں چلے گئے۔

۱۴۳- عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ ابن سکیت نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ اللہ نے حضرت موسیٰؑ بن عمران کو عصا اور ید بیضاء کا معجزہ دیا تھا اور حضرت عیسیٰؑ کو طب کا معجزہ دیا تھا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطابت کا معجزہ دیا؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادو کا بڑا چرچا تھا اسی لیے اللہ نے حضرت موسیٰؑ کو عصا کا معجزہ دیا جس سے انھوں نے جادوگروں کے جادو کا ابطال کیا اور حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں بیماریوں کا زور تھا اور اچھے طبیب بھی تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں طب اور شفا کا معجزہ عطا کیا تھا۔ جہاں طبیب عاجز آجاتے تھے حضرت عیسیٰؑ اپنے معجزہ کے ذریعے سے لوگوں کو شفا عطا کرتے تھے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس دور میں مبعوث ہوئے اس دور میں شعروشاعری کا بڑا رواج تھا۔ اہلِ عرب کو اپنی زبان دانی پر بڑا ناز تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں خطابت وقرآن کا معجزہ عطا کیا۔ قرآن کی فصاحت کے سامنے تمام ادیب گونگے ہوگئے اور کسی سے قرآن کا جواب نہ بن آیا۔ اس ذریعہ سے اللہ نے حق کو ثابت کیا اور باطل کو

ناکام کیا۔

۱۴۴- کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صرف بنی اسرائیل کا نبی بنا کر بھیجا گیا تھا اور ان کی نبوت بیت المقدس تک محدود تھی۔

۱۴۵- کتاب الخصال میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کوفہ کی جامع مسجد میں خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شامی نے کھڑے ہو کر آپؑ سے کچھ مسائل پوچھے۔ آپؑ نے ان مسائل کے جواب دیئے۔ ان مسائل کے دوران اس نے ایک مسئلہ یہ بھی پوچھا کہ وہ کون سی چھ اشیاء ہیں جو ماں کے رحم میں نہیں رہیں؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: وہ یہ ہیں:

۱- حضرت آدم ۲- حضرت حوا ۳- حضرت اسماعیل کی جگہ ذبح ہونے والا دُنبہ۔ ۴- عصائے موسیٰ۔ ۵- ناقہ صالح۔
۶- وہ چمگادڑ جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مٹی سے بنا کر اس میں پھونک ماری تھی تو وہ حکمِ خدا سے اُڑنے لگ گئی تھی۔

۱۴۶- کتاب التوحید میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا ایک مباحثہ مرقوم ہے جو آپؑ نے مختلف مذاہب وملل کے علماء سے کیا تھا۔ اس مباحثہ کے دوران آپؑ نے فرمایا:

قریش باہمی مشورہ کر کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور انھوں نے آپؐ سے کہا کہ ہم آپ کو تب نبی مانیں گے جب آپؐ ہمارے سامنے مُردے زندہ کریں گے۔

آپؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم ان کے ساتھ قبرستان جاؤ اور جن افراد کے لیے یہ تم سے کہیں تم ان کا نام لے کر انھیں صدا دو اور کہو کہ محمد رسول اللہ کہہ رہے ہیں کہ تم اللہ کے اذن سے زندہ ہو جاؤ۔

حضرت علیؑ ان کے ساتھ قبرستان گئے اور جن جن افراد کے لیے قریش نے کہا آپؑ نے انھیں زندہ کیا اور قریش نے اپنے مرنے والے رشتہ داروں سے ان کے متعلق کئی سوالات کیے اور انھیں بتایا کہ محمد مبعوث ہو چکے ہیں۔

اس کے جواب میں مُردوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ خدا ہمیں دنیا میں واپس لوٹا دے تو ہم ان پر ایمان لے آئیں۔

اس کے علاوہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو صحت یاب کیا اور بہائم وطیور نے آپؐ سے گفتگو کی اور ان کے علاوہ جنات اور شیاطین نے بھی ان سے کلام کیا۔ ہم نے رسولؐ خدا کے اتنے معجزات دیکھ کر

بھی انھیں رب نہیں کہا۔

۱۴۷۔ روضہ کافی میں ابان بن تغلب کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ کیا حضرت عیسیٰؑ نے کسی ایسے مُردہ کو بھی زندہ کیا جو بعد میں بھی زندہ رہا اور اس نے زمین کا رزق کھایا ہو اور اولاد جنی ہو؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں، حضرت عیسیٰؑ کا ایک دوست تھا جس کے ساتھ آپ خدا کی رضا کے لیے ملا کرتے تھے اور جب حضرت عیسیٰؑ اس کے علاقہ سے گزرتے تھے تو آپ اس کے پاس قیام کیا کرتے تھے۔ پھر کچھ عرصہ تک آپ کا گزر اس علاقہ سے نہ ہوا اور آپ کا دوست بھی اسی اثنا میں اللہ کو پیارا ہو گیا۔ ایک طویل عرصہ کے بعد آپؑ وہاں سے گزرے تو سوچا کہ اپنے دوست سے بھی ملاقات کرتے جائیں۔ چنانچہ آپؑ اس کے گھر گئے اور دستک دی تو اس کی ماں گھر سے باہر آئی۔ آپؑ نے اس سے اپنے دوست کا پوچھا تو عورت نے کہا:

اللہ کے رسول! وہ تو ایک عرصہ قبل دنیا سے رخصت ہو گیا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ نے بڑھیا سے فرمایا: کیا تو اسے دیکھنا چاہتی ہے؟

عورت نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: میں کل آؤں گا اور حکمِ خداوندی سے اسے زندہ کروں گا۔

دوسرے دن آپؑ وہاں گئے اور عورت سے فرمایا: آؤ اس کی قبر پر چلیں۔ بڑھیا آپ کو اپنے بیٹے کی قبر پر لے آئی۔ آپؑ اس کی قبر پر کھڑے ہوئے اور خدا سے اس کی زندگی کی درخواست کی۔ قبر پھٹ گئی اور وہ جوان قبر سے برآمد ہوا۔ جب بوڑھی عورت نے اپنے جوان بیٹے کو دیکھا تو اسے گلے لپٹا کر رونے لگی اور نوجوان بھی ماں کو سامنے پا کر رونے لگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان پر رحم آیا اور فرمایا: کیا تو دنیا میں اپنی ماں کے ساتھ رہنا پسند کرتا ہے؟

نوجوان نے کہا: اللہ کے رسول! یہ بتائیں کہ کیا میں دنیا میں رہ کر رزق بھی کھاؤں گا یا نہیں؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم رزق کھاؤ گے خدا نے تمھیں اس دنیا میں بیس سال کی مزید عمر عطا کر دی ہے۔ تم شادی کرو گے اور تمھارے یہاں اولاد بھی ہو گی۔

یہ سن کر نوجوان نے کہا: اچھا اگر یہ بات ہے تو میں اپنی والدہ کے پاس رہنا پسند کرتا ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس جوان کا بازو پکڑ کر اس کی والدہ کے سپرد کیا اور بعد ازاں وہ جوان مزید بیس سال

تک اس دنیا میں زندہ رہا اور اس کے یہاں اولاد بھی پیدا ہوئی۔

۱۴۸- تفسیر علی بن ابراہیم میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے، آپؑ نے فرمایا:

حضرت عیسٰی علیہ السلام مٹی سے پرندے کا مجسمہ بنا کر اس میں پھونک مارتے تو وہ پرندہ بن کر اُڑنے لگتا تھا اور آپؑ پیدائشی اندھوں اور مبروصی افراد کو شفایاب کرتے تھے۔ لیکن بنی اسرائیل ایسے ظالم تھے کہ انھوں نے اتنے واضح معجزات دیکھ کر بھی حضرت عیسٰیؑ کی تصدیق نہ کی اور کہا کہ آپؑ جو کچھ دکھا رہے ہیں یہ سب کی سب شعبدہ بازی اور جادو ہے۔ آپ ہمیں کوئی ایسی نشانی بتائیں جس کا تعلق ہماری اپنی ذات سے ہو۔

اس کے بعد حضرت عیسٰی علیہ السلام لوگوں کو بتاتے تھے کہ انھوں نے آج گھر میں کیا کھایا اور کیا ذخیرہ کیا جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی زبانی یہ الفاظ بیان کیے گئے ہیں:

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ

(اور تم جو کچھ کھاتے ہو اور جو کچھ اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو میں تمھیں اس کی خبر دیتا ہوں)

مگر اس کے باوجود بھی کچھ لوگ ان کی تصدیق کرتے تھے اور منکر افراد تردید کرتے تھے۔

۱۴۹- تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

حضرت داؤد اور حضرت عیسٰی علیہما السلام کے درمیان چار سو سال کا فاصلہ تھا۔ حضرت عیسٰیؑ کو جو شریعت دی گئی تھی اس میں توحید اور اخلاصِ قلب کو زیادہ اہمیّت حاصل تھی اور آپؑ اسی شریعت کے پابند تھے جو حضرت نوحؑ، ابراہیم اور موسیٰ علیہم السلام پر نازل کی گئی تھی اور آپ سے بھی وہی میثاق لیا گیا تھا جو دوسرے انبیاء سے لیا گیا تھا اور آپؑ پر خدا کی طرف سے انجیل اتاری گئی۔ اس میں نماز قائم کرنے اور امر بالمعروف، نہی عن المنکر، حرام سے اجتناب اور رزقِ حلال کے حصول کے علاوہ مواعظ و امثال اور حدودِ الٰہی کو بیان کیا گیا تھا۔ البتہ انجیل میں قصاص اور حدود و تعزیرات اور میراث کی بحث نہیں تھی اور اس میں تورات کی بہ نسبت بہت سی سہولتیں دی گئی تھیں۔ اسی لیے حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا:

وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ "تاکہ میں تم پر کچھ ایسی چیزیں حلال کروں جو تم پر حرام کی گئی تھیں"۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنے پیروکاروں کو حکم دیا تھا کہ وہ تورات و انجیل کی شریعت پر ایمان لائیں۔

۱۵۰- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ (جب عیسٰیؑ نے ان سے انکار کی روش محسوس کی) کے متعلق فرمایا کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ جب حضرت عیسٰیؑ نے دیکھا اور سنا کہ یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

مکر الٰہی کا مفہوم

۱۵۱- عیون الاخبار میں ایک طویل حدیث مرقوم ہے جس کے ضمن میں راوی نے کہا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ مولاؑ! ان آیات کا مفہوم کیا ہے؟

سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ (اللہ نے ان کا تمسخر اڑایا) اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ (اللہ ان کا مذاق اڑائے گا) يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ (وہ اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں جب کہ اللہ انھیں دھوکہ دے رہا ہے) وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ (انھوں نے مکر کیا اور اللہ نے مکر کیا اور اللہ بہترین مکر کرنے والا ہے)

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نہ تو مذاق اڑاتا ہے اور نہ مکر کرتا ہے اور نہ دھوکا دیتا ہے اور نہ مذاق کرتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ ان کے مذاق، فریب، مکر اور دھوکے کا بدلہ دیتا ہے اور جو کچھ ظالم اللہ کے متعلق کہہ رہے ہیں اللہ اس سے کہیں بلند و بالا ہے۔

إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسٰٓى إِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ
وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ
اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ
إِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ
تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٥٥﴾ فَأَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا
شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ
نّٰصِرِيْنَ ﴿٥٦﴾ وَأَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
فَيُوَفِّيْهِمْ أُجُوْرَهُمْ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٧﴾ ذٰلِكَ

نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿٥٨﴾ اِنَّ
مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ
ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٥٩﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ
مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿٦٠﴾ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا
جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ
وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ
فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦١﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ
الْقَصَصُ الْحَقُّ ج وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ
لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦٢﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ
بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٣﴾ ع قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ
سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ
بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ
اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿٦٣﴾
يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتِ
التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٥﴾

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ
فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾
مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا
مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ
بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ
وَاللّٰهُ وَلِىُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ
يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾
يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾
يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ
وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾ ع وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا
بِالَّذِىْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا
اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ ۚ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ؕ
قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ
اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ
اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ ۙ يَّخْتَصُّ

بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (۷۴) وَمِنْ
اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ
مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ
قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ
وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (۷۵) بَلٰى مَنْ اَوْفٰى
بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (۷۶) اِنَّ الَّذِيْنَ
يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ
لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۷۷) وَاِنَّ مِنْهُمْ
لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ
وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ
مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ
يَعْلَمُوْنَ (۷۸) مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ
وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّىْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ

تَدْرُسُونَ (۷۹) وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ
أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ (۸۰) وَإِذْ
أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتٰبٍ وَحِكْمَةٍ
ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ
وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۗ قَالَ ءَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ إِصْرِي ۗ
قَالُوٓا أَقْرَرْنَا ۗ قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشّٰهِدِينَ (۸۱)
فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ (۸۲)

”جب خدا نے کہا اے عیسیٰؑ! میں دنیا میں تیری مدت قیام پوری کرنے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف بلند کرنے والا ہوں اور تمھیں کافروں کے نجس ماحول سے پاک کرنے والا ہوں اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک تیرے منکروں پر برتری دوں گا۔ پھر تمھاری بازگشت میری طرف ہے اس کے بعد میں تمھارے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کروں گا جن کے متعلّق تم اختلاف کرتے ہو۔

جن لوگوں نے کفر کیا ہے میں انھیں دنیا و آخرت میں سخت عذاب دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل انجام دیئے تو خدا انھیں ان کے پورے پورے اجر دے گا۔ اللہ کو ظالم پسند نہیں ہیں۔

اے نبی! یہ آیات اور حکمت سے لبریز تذکرے ہیں جو ہم آپ کو سنا رہے ہیں۔ یقیناً اللہ کے نزدیک عیسیٰؑ کی مثال آدم کی سی ہے۔ اللہ نے اسے مٹی سے پیدا کیا۔ پھر کہا کہ

ہو جا وہ ہو گیا۔ حق تمھارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ آپ شک کرنے والوں میں سے نہ بنیں۔

علم آ جانے کے بعد بھی کوئی اس معاملہ میں آپ سے جھگڑا کرے تو آپ کہہ دیں کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو بلاؤ اور ہم اپنے نفسوں کو بلائیں اور تم اپنے نفسوں کو بلاؤ۔ پھر مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت قرار دیں۔

یقیناً یہ سچّے واقعات ہیں اور اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور بے شک اللہ غالب اور صاحبِ حکمت ہے۔ اگر یہ لوگ منحرف ہو جائیں تو خدا فساد کرنے والوں کو اچھی طرح سے جانتا ہے۔ آپ کہہ دیں کہ اے اہلِ کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمھارے درمیان مشترک ہے۔ یہ کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھیرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے علاوہ کسی کو رب نہ بنائے۔ اگر وہ اس دعوت سے پھر جائیں تو آپ کہہ دیں کہ ہم تو خدا کے فرماں بردار ہیں۔

اے اہلِ کتاب! آخر تم ابراہیمؑ کے متعلّق کیوں جھگڑتے ہو جب کہ تورات وانجیل ان کے بعد نازل ہوئی ہیں کیا تمھیں اتنی سی بھی عقل نہیں ہے۔ اب تک تو تم نے ان باتوں کے متعلّق بحث کی ہے جن کا تمھیں علم تھا۔ اب اس بات میں بحث کیوں کر رہے ہو جس کا تمھیں علم نہیں ہے۔ جب کہ خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

ابراہیمؑ نہ تو یہودی تھے اور نہ ہی وہ نصرانی تھے۔ وہ باطل سے کنارہ کشی کرنے والے خدا کے فرمانبردار تھے اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھے۔

یقیناً تمام لوگوں میں سے ابراہیمؑ سے قریب تر وہ ہیں جنھوں نے ان کی پیروی کی ہے اور یہ پیغمبر اور صاحبانِ ایمان ہیں اور اللہ اہلِ ایمان کا سرپرست ہے۔

اہلِ کتاب کے ایک گروہ کی خواہش ہے کہ وہ کسی طرح سے تم کو راہِ راست سے ہٹا دیں حالانکہ یہ تو اپنے آپ کو ہی گمراہ کر رہے ہیں اور یہ سمجھتے نہیں ہیں۔ اے اہلِ کتاب تم اللہ کی آیات کا انکار کیوں کر رہے ہو جب کہ تم ان کا مشاہدہ کر رہے ہو۔ اے اہلِ کتاب تم حق و باطل کو آپس میں کیوں مخلوط کر رہے ہو اور جان بوجھ کر حق کو کیوں چھپا رہے ہو؟

اور اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ اس نبی کے ماننے والوں پر جو نازل ہوا ہے، صبح کے وقت اس پر ایمان لاؤ اور شام کے وقت اس کا انکار کر دو تاکہ اس طرح سے یہ لوگ اپنے دین سے پھر جائیں۔ اور خیال رکھو اپنے مذہب والے کے سوا کسی کی بات نہ مانو۔ آپ کہہ دیں کہ سچّی ہدایت تو بس اللہ کی ہدایت ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ یہ بات کبھی نہ ماننا کہ خدا ویسی ہی فضیلت اور نبوت کسی اور کو بھی دے سکتا جیسا کہ تم کو دی ہے یا کوئی تمھارے پروردگار کے سامنے تمھارے خلاف حجت پیش کرسکتا ہے۔ آپ کہہ دیں کہ تمام تر فضل خدا کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اپنی رحمت سے جسے چاہتا ہے مخصوص کر لیتا ہے اور اللہ فضل عظیم کا مالک ہے۔

اور اہلِ کتاب میں ایسے امانت دار بھی موجود ہیں۔ اگر آپ ان کے پاس ڈھیر ساری دولت بھی امانت رکھ دیں تو وہ آپ کو لوٹا دیں گے اور ان میں کچھ بددیانت ایسے بھی ہیں کہ اگر آپ ان کے پاس ایک دینار بھی بطور امانت رکھیں گے تو وہ آپ کو واپس نہیں کریں گے۔ ہاں ان کے سر پر کھڑے رہو تو اور بات ہے۔ ان کی بددیانتی کی وجہ یہ ہے

کہ وہ کہتے ہیں کہ ''امیوں'' (غیر یہودی افراد) کے معاملہ میں ہم پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہے اور وہ جان بوجھ کر خدا پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

جی ہاں، جو کوئی اپنے عہد کو پورا کرے اور برائی سے بچ کر رہے تو اللہ بھی پرہیزگاروں سے محبّت کرتا ہے۔ بے شک وہ لوگ جو اپنے عہد اور قسموں کو معمولی سی قیمت پر فروخت کرتے ہیں ان کے لیے آخرت میں کوئی حصّہ نہ ہوگا اور نہ ہی خدا ان سے کلام کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف نگاہ رحمت سے دیکھے گا اور نہ ہی انھیں گناہوں کی آلودگی سے پاک کرے گا۔ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اور اہلِ کتاب میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو کتاب پڑھنے میں زبان کو توڑ موڑ دیتے ہیں تاکہ تم یہ سمجھو کہ یہ کتاب پڑھ رہے ہیں حالانکہ وہ کتاب کی عبارت نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے جب کہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہے اور وہ جان بوجھ کر خدا پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ کسی بھی انسان کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ خدا اسے کتاب اور قوتِ فیصلہ اور نبوت عطا کرے اور وہ لوگوں سے کہے کہ تم خدا کے بجائے میرے بندے بن جاؤ، وہ تو یہی کہے گا کہ تم اللہ والے بنو۔ کیونکہ یہ اس کتاب کا تقاضا ہے جسے تم پڑھتے اور پڑھاتے ہو۔

وہ تمھیں یہ حکم نہیں دے گا کہ تم ملائکہ اور انبیاء کو اپنا پروردگار بنالو، کیا وہ تمھیں کفر کا حکم دے سکتا ہے جب کہ تم تو مسلمان بن چکے ہو۔

اور جب اللہ نے انبیاء سے عہد لیا تھا کہ میں جب تم کو کتاب وحکمت دے لوں پھر وہ رسول آجائے تو تمھاری کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے تم اس پر ضرور ایمان لے آنا اور اس کی ضرور مدد کرنا۔ پھر کہا کیا تم نے اقرار کرلیا اور میرے عہد کو قبول کرلیا۔ انھوں

نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ خدا نے کہا تم گواہ رہنا اور میں بھی تمھارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ اس کے بعد جو اپنے عہد سے پھر جائے وہ فاسق ہے"۔

حضرت مسیحؑ کا آسمان پر اٹھایا جانا

إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسَىٰٓ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ

(جب خدا نے کہا کہ اے عیسٰیؑ! میں دنیا میں تیری مدت قیام پوری کرنے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف بلند کرنے والا ہوں......)

۱۵۲- تفسیر علی بن ابراہیم میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپؑ نے فرمایا: حضرت عیسٰیؑ نے اپنے حواریوں کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ رات کی تاریکی میں بارہ حواری ایک گھر میں جمع ہوئے۔ اس گھر کے صحن سے ایک آبجو گزرتی تھی۔ حضرت عیسٰیؑ اس آبجو کے سوراخ سے داخل ہو کر وہاں پہنچے۔ آپؑ کے سر سے پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے۔ آپؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ خدا نے مجھے وحی کی ہے کہ وہ آج رات مجھے دنیا سے اٹھا رہا ہے اور مجھے یہودیوں کے نجس وجود سے پاک کر رہا ہے۔ تم میں سے ایک شخص کو میری شکل و شباہت دے دی جائے گی۔ لوگ اسے گرفتار کر کے صلیب پر چڑھائیں گے اور وہ مرنے کے بعد میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جو اس طرح کی موت کو قبول کرنے پر آمادہ ہو؟

حضرتؑ کے ساتھیوں میں ایک نوجوان بیٹھا تھا اس نے کہا: روح اللہ! میں اس قربانی کے لیے آمادہ ہوں۔

حضرت عیسٰیؑ نے فرمایا: یہ اعزاز تمھیں ہی ملے گا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: تم میں سے ایک ایسا بھی ہے جو صبح ہونے سے پہلے بارہ مرتبہ میرا انکار کرے گا۔ ہر شخص سوچ کر بتائے کہ ایسا کرنے والا کون ہوگا؟

آپؑ کے ایک ساتھی نے کہا: اللہ کے پیغمبر! وہ میں ہی ہوں گا۔

آپؑ نے فرمایا: اگر تمھارے دل میں یہی خیال ہے تو پھر تم ہی ہو گے۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: میرے بعد تمھارے تین گروہ بن جائیں گے۔ ان میں سے دو گروہ خدا پر افترا باندھنے والے ہوں گے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ تیسرا فرقہ وہ ہوگا جو میرے بعد میرے وصی شمعون کی پیروی کرے گا

اور وہ گروہ خدا پر سچ بولنے والے لوگوں پر مشتمل ہوگا اور وہ گروہ جنت میں جائے گا۔

اس کے بعد تمام حواریوں کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو گھر کے ایک کونے سے اٹھالیا اور تمام حواری حضرت کو آسمان کی طرف جاتے ہوئے دیکھتے رہے۔ پھر کچھ دیر بعد یہودی حضرت عیسیٰؑ کو پکڑنے کے لیے ایک فوجی دستہ لے کر آئے۔ انھوں نے اس گھر میں سے صرف دو افراد کو گرفتار کیا۔ ایک وہ جوان تھا جس نے حضرت عیسیٰؑ کا فدیہ بننے پر آمادگی ظاہر کی تھی اور دوسرا وہی تھا جس کے متعلق حضرت نے پیشین گوئی کی تھی کہ وہ صبح ہونے سے پہلے بارہ مرتبہ میرا انکار کرے گا۔ چنانچہ جس جوان کو حضرت عیسیٰؑ کی شکل و شباہت دی گئی تھی یہودیوں نے اسے صلیب پر چڑھادیا اور دوسرے سے انھوں نے پوچھا کہ تم عیسیٰؑ کو جانتے ہو تو اس نے کہا: نہیں۔ میں ان کا واقف ہی نہیں ہوں۔ جب ایک ہی رات میں اس نے بارھویں بار حضرت کا انکار کیا تو صبح پھوٹ پڑی اور یوں حضرت عیسیٰؑ کا فرمان پورا ہوا۔

۱۵۳- کتاب الخصال میں ماہ رمضان کے مسنون غسل کے متعلق ایک طویل روایت مرقوم ہے جس میں یہ جملے بھی مذکور ہیں:

ماہِ رمضان کی اکیسویں کا غسل بھی مسنون ہے۔ اس رات حضرت خاتم الانبیاءؐ کے وصی حضرت علیؑ کی شہادت ہوئی اور اسی رات حضرت عیسیٰؑ کو اٹھایا گیا۔

۱۵۴- کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا:

"حضرت جبریل میرے پاس ایک کتاب لے کر آئے ہیں جس میں زمین کے بادشاہوں اور مجھ سے پہلے آنے والے انبیاء کے حالات و واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ اس حدیث کا ایک ٹکڑا یہ ہے:

جب اشج بن اشجان کی حکومت قائم ہوئی۔ اسے "کیّس" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس نے دوسو چھیاسٹھ برس حکومت کی۔ اس کی حکومت کو قائم ہوئے ابھی اکیاون برس گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نور و حکمت، علومِ انبیاء اور انجیل دے کر مبعوث فرمایا اور ان سے کہا کہ تم بیت المقدس میں تبلیغ دین کرو۔

حضرت عیسیٰؑ نے لوگوں کو کتاب و حکمت کی دعوت دی اور لوگوں سے کہا کہ وہ خدا پر ایمان لائیں لیکن لوگوں کی اکثریت نے کفر کیا اور سرکشی کا مظاہرہ کیا۔ آپ نے منکرین کے خلاف بددعا کی۔ اللہ نے ان میں سے کچھ کو بندر، سور اور شیطان کے غلام بنایا۔ لیکن اس نشانی کے باوجود بھی لوگوں کی اکثریت سرکشی اور کفر پر قائم رہی۔ آپ تینتیس برس تک

بیت المقدس میں تبلیغ دین کرتے رہے۔ یہاں تک کہ یہود نے ان کو تلاش کیا اور یہودیوں نے اپنے طور پر یہ دعویٰ کیا تھا کہ انھوں نے مسیح کو گرفتار کر کے سزا دی تھی اور انھیں زندہ درگور کر دیا تھا۔ جب کہ کچھ دوسرے یہودیوں نے کہا کہ ہم نے انھیں صلیب پر چڑھا کر قتل کیا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے انھیں مسیح پر غلبہ نہیں دیا تھا۔ انھیں اشتباہ ہوا ہے۔ انھوں نے مسیح کو نہ تو کوئی سزا دی تھی اور نہ اسے زندہ درگور کیا تھا اور نہ ہی انھیں کسی نے صلیب پر لٹکایا تھا کیونکہ میں مسیح سے یہ وعدہ کر چکا تھا۔

> إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا
>
> ”میں دنیا میں تیرے قیام کی مدت پوری کرنے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تجھے کافروں سے پاک کرنے والا ہوں“۔

میرے اسی وعدہ کی وجہ سے کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ مسیح کو صلیب چڑھاتا اور قتل کرتا کیونکہ اگر وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جاتے تو اس سے میرے فرمان کی تکذیب لازم آتی۔

لیکن اللہ نے انھیں پہلے موت دی۔ پھر انھیں اٹھا لیا اور جب اللہ نے انھیں اٹھانے کا ارادہ کیا تو اسے وحی کی کہ وہ اپنے وصی اور خلیفہ شمعون بن حمون الصفا کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیں۔ چنانچہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اس پر عمل کیا۔

واقعہ مباہلہ

١٥٥- تفسیر علی بن ابراہیم میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ نجران سے عیسائیوں کا ایک وفد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدینہ آیا جس کی قیادت ”اہتم“، ”عاقب“ اور ”سید“ کر رہے تھے۔

انھوں نے نبی اکرم سے مذہبی مسائل پر بحث کی۔ بحث کے دوران ان کی نماز کا وقت آیا تو انھوں نے مسجد نبویؐ میں ہی اپنا ناقوس بجایا اور اپنے طریقہ سے نماز پڑھی۔

کچھ صحابہ نے رسولؐ خدا سے کہا کہ یا رسولؐ اللہ! ان لوگوں نے آپ کی مسجد کی توہین کی ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: انھیں کچھ نہ کہو۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو انھوں نے نبی اکرمؐ سے کہا کہ آپ کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: میں خدا کی توحید اور اپنی نبوت کی دعوت دیتا ہوں اور یہ بھی کہتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم خدا کے ایک بندے تھے۔ وہ بھی دنیا میں رہ کر کھانا کھاتے اور پانی پیتے اور بول و براز کیا کرتے تھے۔

عیسائی علماء نے کہا: آپؐ یہ فرمائیں کہ حضرت عیسیٰؑ کا والد کون ہے؟

اس وقت اللہ نے یہ آیت مجیدہ فرمائی:

اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ (۵۹)

”خدا کے ہاں عیسیٰ کی وہی مثال ہے جو آدم کی ہے۔ خدا نے اسے مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اس سے کہا کہ ہو جا، وہ ہو گیا“۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیسائی علماء سے کہا کہ کیا تم لوگ حضرت آدمؑ کو خدا کی مخلوق مانتے ہو اور اس کے ساتھ یہ بھی مانتے ہو کہ وہ کھانا کھاتے اور پانی پیتے اور بول و براز کیا کرتے تھے؟

عیسائی علماء نے کہا: جی ہاں، وہ ایسے ہی تھے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: پھر بتاؤ آدم کے باپ کا کیا نام تھا؟

آپ کا یہ سوال سن کر وہ چکرا گئے اور ان سے اس کا کوئی جواب نہ بن سکا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل فرمائی:

فَمَنۡ حَآجَّکَ فِیۡہِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الۡعِلۡمِ فَقُلۡ تَعَالَوۡا نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَ اَبۡنَآءَکُمۡ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَکُمۡ وَ اَنۡفُسَنَا وَ اَنۡفُسَکُمۡ ۟ ثُمَّ نَبۡتَہِلۡ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰہِ عَلَی الۡکٰذِبِیۡنَ (۶۱)

”علم آ جانے کے بعد بھی اگر کوئی آپ سے اس کے متعلق مباحثہ کرے تو آپ کہہ دیں کہ آؤ ہم اپنے بیٹے بلائیں، تم اپنے بیٹے بلاؤ، اور ہم اپنی عورتیں بلائیں اور تم اپنی عورتیں بلاؤ اور ہم اپنے نفوس کو بلائیں اور تم اپنے نفوس لے آؤ۔ پھر مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر لعنت قرار دیں“۔

آنحضرتؐ نے عیسائی علماء سے فرمایا: اگر تمھیں میری باتوں پر یقین نہیں آ رہا تو پھر آؤ ہم آپس میں مباہلہ کریں۔ ہم میں سے جو فریق جھوٹا ہو گا اس پر اللہ کی لعنت برسے گی۔

عیسائی علماء نے کہا: ہمیں مباہلہ منظور ہے۔ پھر نبی اکرمؐ نے انھیں مباہلہ کا وقت بتایا۔

عیسائی علماء مسجد سے اٹھ کر وہاں آئے جہاں ان کی رہائش کا انتظام کیا گیا تھا اور وہاں پہنچ کر ان کے قافلہ سالار

''سید''، ''عاقب'' اور ''اہتم'' نے کہا۔

اگر محمدؐ اپنی قوم کو لے کر آیا تو ہم اس سے مباہلہ کریں گے اور اس کی بددعا ہمیں کوئی نقصان نہ دے گی اور اگر وہ اپنے مخصوص اہلِ خانہ کو لے کر آیا تو پھر ہم اس سے مباہلہ نہیں کریں گے کیونکہ جب تک کسی شخص کو اپنی صداقت کا یقین نہ ہو اس وقت تک اپنے قریبی عزیز لے کر مباہلہ نہیں کرتا۔

صبح ہوئی رسول اکرمؐ اپنے ساتھ امیرالمومنینؑ، حضرت فاطمہ اور حسن و حسین صلوات اللہ علیہم کو لے کر برآمد ہوئے۔

نصاریٰ نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں جنھیں محمد اپنے ساتھ لا رہے ہیں؟

لوگوں نے کہا کہ ایک ان کی بیٹی ہے اور ایک ان کا داماد ہے اور یہ دو بچے ان کے نواسے ہیں۔

یہ سن کر وہ کانپ اٹھے اور وہ دوڑتے ہوئے آنحضرتؐ کے پاس آئے اور کہا کہ یا رسولؐ اللہ! ہم آپ سے معافی مانگتے ہیں آپ ہمیں بددعا نہ دیں۔ آپ جس طرح سے راضی ہوں ہم اسی طرح سے آپ کو راضی کریں گے۔

آنحضرتؐ نے جزیہ کی شرائط پر ان سے مصالحت کر لی۔ اس کے بعد وہ اپنے گھروں کو چلے گئے۔

۱۵۶- تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

کسی نے امیرالمومنین علیہ السلام سے ان کے فضائل پوچھے تو آپؑ نے اپنے کچھ فضائل کا تذکرہ کیا۔ اس شخص نے کہا: مولاؑ! کچھ مزید اپنے فضائل سنائیں۔

آپؑ نے فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نجران سے دو یہودی احبار (عیسائی علماء) آئے اور انھوں نے آپؐ سے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق گفتگو کی تو اللہ تعالیٰ نے اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۵۹﴾ کی آیت نازل ہوئی۔ یعنی خدا کے ہاں عیسیٰؑ کی مثال آدمؑ جیسی ہے جسے خدا نے مٹی سے پیدا کیا اور فرمایا: ہو جا وہ ہو گئے۔

مگر وہ نہ مانے۔ پھر رسولؐ خدا اپنے گھر آئے اور علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ اور فاطمہؑ کا ہاتھ پکڑ کر باہر آئے۔ آپؐ نے اپنی ہتھیلیاں آسمان کی طرف اٹھائیں اور اپنی انگلیوں کو کھول دیا اور انھیں مباہلہ کی دعوت دی۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: مباہلہ کا یہی طریقہ ہے۔

جب یہودی علماء نے یہ دیکھا تو ایک دوسرے سے کہا: اس سے مباہلہ نہ کرو اگر یہ نبی ہوا تو تم ہلاک ہو جاؤ گے اور یہ نبی نہ ہوا تو اس کی قوم ہمیں مار ڈالے گی۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔

۱۵۷- ابو جعفر احول کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: قریش خمس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

میں نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ قریش کا پورا قبیلہ ہی خمس کا حق دار ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: انھوں نے ہم سے انصاف نہیں کیا کیونکہ نبی اکرم کو مباہلہ کی ضرورت ہوئی تو ہمیں پیش کیا اور اگر جنگ میں ضرورت پڑی تو ہمیں کافروں کے مقابلہ میں پیش کیا لیکن آج قریش یہ کہہ رہے ہیں کہ خمس میں وہ بھی ہمارے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔

حسنینؑ فرزند نبیؐ ہیں

۱۵۸- روضہ کافی میں ابو الجارود سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

ابو الجارود! ہمارے مخالف حسنین علیہما السلام کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

میں نے عرض کیا: وہ انھیں فرزندِ رسولؐ نہیں مانتے۔

آپؑ نے فرمایا: تو پھر تم ان کے سامنے کیا ثبوت پیش کرتے ہو؟

میں نے عرض کیا: ہم ان کے سامنے فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ کی آیت مجیدہ پیش کرتے ہیں کیونکہ اس آیت میں اللہ نے حسنین کریمین کو فرزند محمدؐ اور حضرت زہراءؑ کو بنت محمدؐ اور حضرت علیؑ کو نفسِ محمدؐ کہا ہے۔

۱۵۹- حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ہر اولاد اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے لیکن اولاد فاطمہ کا معاملہ جداگانہ ہے۔ وہ میری طرف منسوب ہوں گے، ان کا باپ میں ہوں''۔

ہارون الرشید کے سامنے امام موسیٰ کاظمؑ کا استدلال

۱۶۰- عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ ہارون الرشید نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کہا:

آپؑ خاندانی طور پر نبی اکرمؐ کی بیٹی کی اولاد ہیں مگر اس کے باوجود آپ حضرات اپنے آپ کو ذریتِ رسول کیوں

کہلاتے ہیں؟

اس کے جواب میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے بہت سے دلائل پیش کیے اور آخر میں فرمایا: اور دلیل سنو گے؟

ہارون نے کہا: جی ہاں، بیان فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾

اس آیت مجیدہ کے بعد جب نبی اکرمؐ نے مباہلہ کی تیاری کی تو آپؐ نے چادر پھیلائی اور اس میں علیؑ، فاطمہؑ اور حسنؑ وحسینؑ کو داخل کیا تو اب آیت کی عملی تاویل یہ ہوئی کہ اَبْنَآءَنَا کے مصداق حسن وحسین بنے اور نِسَآءَنَا کے تحت حضرت فاطمہ زہراءؑ چادر میں داخل ہوئیں اور اَنْفُسَنَا کا مصداق بن کر علی مرتضیٰؑ شامل ہوئے۔ (لہٰذا جب خدا نے حسنین کریمین کو فرزندِ محمد کہا ہے، ہم تو ان کی اولاد ہیں، لہٰذا اگر ہم اپنے آپؑ کو ذریت رسولؐ کہلائیں تو اس میں کیا عیب ہے؟)

علاوہ ازیں علماء کا اجماع ہے کہ جنگ احد میں حضرت جبریلؑ نے حضرت علیؑ کی جانفشانی دیکھ کر کہا تھا: یارسولؐ اللہ! آج علیؑ نے خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔

رسولؐ خدا نے فرمایا:

اس میں حیرانی کی کیا بات ہے: عَلِيٌّ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ ''علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں''۔

۱۶۱- عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام کا ایک مباحثہ مذکور ہے جو آپؑ نے مامون الرشید کے دربار میں کیا تھا، اس مباحثہ میں آپؑ نے عترت طاہرہ اور اُمت کے درمیان فرق واضح کیے تھے۔

علماء نے آپؑ سے پوچھا: کیا اللہ تعالیٰ نے عترتِ پیغمبرؐ کو کوئی ایسی خصوصیت دی ہے جس میں اُمت شامل نہ ہو۔

آپؑ نے فرمایا: ویسے تو اللہ نے عترت طاہرہ کو بہت سی خصوصیات عطا کی ہیں لیکن قرآن کریم کی ظاہری آیات کے تحت اللہ نے اُمت رسولؐ اور عترتِ رسولؐ کے درمیان بارہ فرق بیان کیے ہیں۔ ان میں سے تیسرا فرق یہ ہے کہ اللہ نے اپنے حبیب پر آیت مباہلہ نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا:

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾

اس آیت مجیدہ پر عمل کرتے ہوئے رسول اکرمؐ مباہلہ کے لیے علی، حسن، حسین اور حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہم اجمعین کو لے کر میدان میں آئے اور ان کے نفوس کو اپنے نفس سے ملایا۔

لوگو! بتاؤ کیا تمھیں اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ کا مفہوم معلوم ہے؟

علماء نے کہا: اس سے نبی اکرم کا اپنا نفس مراد ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تمھیں مغالطہ ہوا ہے۔ اس سے علی بن ابی طالبؑ مراد ہیں اور نبی اکرمؐ نے اپنی ایک حدیث میں یہ الفاظ فرمائے تھے:

> لینتهین بنو ولیعة او لا بعثن الیهم رجلا کنفسی یعنی علی بن ابی طالب
>
> ''اگر بنو ولیعہ اپنی حرکات سے باز نہ آئے تو میں ان کی طرف سے اسے روانہ کروں گا جو میرے نفس کی طرح سے ہوگا یعنی میں علی بن ابی طالب کو ان کی سرکوبی کے لیے روانہ کروں گا''۔

لہٰذا آیت مباہلہ میں علی کو نفسِ محمدؐ کہا گیا ہے اور اَبْنَآءَنَا سے حسنؑ وحسینؑ مراد ہیں اور نِسَآءَنَا سے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا مراد ہیں اور یہ عترت طاہرہ کی وہ عظیم فضیلت ہے جس میں کوئی بھی شخص ان کی برابری نہیں کرسکتا اور کوئی ان سے سبقت نہیں کرسکتا۔ بھلا اس سے بڑھ کر علی علیہ السلام کی فضیلت کا بیان کیا ہو کہ اللہ نے انھیں نفسِ محمدؐ قرار دیا ہے۔

۱۶۲- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

> یاعلی من قتلك فقد قتلنی ومن ابغضك فقد ابغضنی ومن سبّك فقد سبنی لانك منی کنفسی روحك من روحی وطینتك من طینتی -
>
> ''علیؑ! جس نے تجھے قتل کیا تو اس نے مجھے قتل کیا اور جس نے تجھ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے تجھے سَب کیا اس نے مجھے سَب کیا کیونکہ تجھے مجھ سے وہی مقام حاصل ہے جو میرے نفس کو حاصل ہے، تیری روح میری روح کا حصّہ ہے اور تیری طینت میری طینت کا حصّہ ہے''۔

۱۶۳- کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے حضرت ابو بکر کے سامنے اپنا حق خلافت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

یہ بتاؤ کہ نصاریٰ سے مباہلہ کے لیے رسول اکرمؐ مجھے اور میرے خاندان کو لے کر گئے تھے یا تمھیں اور تمہارے

خاندان کو لے کر گئے تھے؟

حضرت ابوبکر نے کہا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اکرمؐ مباہلہ میں آپ کو اور آپ کے خاندان کو مباہلہ کے لیے لے کر گئے تھے۔

۱۶۴- کتاب الخصال میں امیر المومنین علیہ السلام کے مناقب ترتیب وار لکھے ہوئے ہیں اس میں یہ جملے بھی ہیں:

حضرت علیؑ کی چونتیسویں فضیلت یہ ہے کہ جب نجران نصاریٰ نے رسولؐ خدا سے مباحثہ کیا تھا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی:

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝

(جو کوئی علم آ جانے کے بعد آپ سے مباحثہ کرے تو آپ کہہ دیں کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ اور ہم اپنی جانوں کو لے آئیں اور تم اپنی جانیں لے کر آ جاؤ۔ پھر ہم مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں)

اس آیت کے بعد رسولؐ خدا مباہلہ کے لیے روانہ ہوئے تو علیؑ کو اپنا نفس بنا کر لے گئے اور حضرت فاطمہ زہراءؑ کو اپنی بیٹی کی حیثیت سے لے کر گئے اور حسن وحسین علیہما السلام کو اپنے بیٹے بنا کر میدان کی طرف لے گئے۔

جب نصاریٰ نے ان پاکیزہ ہستیوں کو دیکھا تو انھوں نے رسولؐ خدا سے معافی طلب کی اور آپؐ نے انھیں معاف کر دیا اور فرمایا:

اس ذات کی قسم! جس نے موسیٰؑ پر تورات اور محمدؐ پر قرآن نازل کیا اگر یہ آج ہم سے مباہلہ کرتے تو اللہ انھیں بندر اور خنزیر کی شکلوں میں مسخ کر دیتا۔

۱۶۵- کتاب علل الشرائع میں امام علی نقی علیہ السلام سے منقول ہے اور میں (مؤلف) نے اس پوری حدیث کو سورہ یونس کی آیت فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ کے ضمن میں نقل کیا ہے۔

اس روایت کا ماحصل یہ ہے کہ فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ (اگر آپ کو شک ہو) کی آیت کا خطاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے جب کہ رسولؐ خدا کو کلامِ خدا کے اتارے جانے میں کوئی شک نہیں تھا۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اس لیے نازل کی کیونکہ کفار ومشرکین نے آنحضرتؐ کی نبوت کا یہ کہہ کر انکار کیا تھا کہ یہ کیسا رسول ہے یہ تو کھانا بھی

کھاتا ہے اور ہماری طرح سے بازاروں میں بھی چلتا ہے اور اگر خدا کو رسول بھیجنا ہی تھا تو اس نے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر کیوں نہ بھیجا؟

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿٩٤﴾ (سورہ یونس)

''پس اگر آپ کو اس میں شک ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تو آپ ان لوگوں سے پوچھ لیں جو پہلے سے کتاب پڑھ رہے ہیں۔ یقیناً آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ کے پاس حق ہی آیا ہے لہٰذا شک کرنے والوں میں سے نہ بننا''۔

مقصد آیت یہ ہے کہ یہ جاہل تو مقامِ نبوت سے ویسے ہی ناواقف ہیں اور ان کی نظروں میں کھانا کھانا اور بازاروں میں چلنا پھرنا منصب نبوت کے منافی ہے تو آپ ان لوگوں کی موجودگی میں اہلِ کتاب کے علماء سے پوچھیں کہ کیا پہلے انبیاء کھانا نہیں کھاتے تھے اور کیا وہ بازاروں میں نہیں چلتے تھے؟

مقصد اثبات حق تھا نہ کہ اپنی نبوت میں شک مقصود تھا۔ بعینہٖ اسی طرح سے اگر نبی پر آیت مباہلہ اس طرح سے نازل ہوئی کہ آؤ ہم مباہلہ کریں اور تم پر لعنت کریں تو وہ لوگ مباہلہ پر کبھی بھی آمادہ نہ ہوتے۔ اس کی جگہ اللہ نے آیت مجیدہ کو ان الفاظ سے نازل کیا:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦١﴾

اور یوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آپ کو ان کے مساوی بنا کر دعوت مباہلہ کو پیش کیا تا کہ وہ مباہلہ پر آمادہ ہو سکیں اور اسلام کی صداقت کھلے بندوں ظاہر ہو سکے۔

مباہلہ کا طریقہ

۱۶۶- کتاب معانی الاخبار میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے:

تَبَتُّل ہتھیلیاں الٹا کر دعا مانگنے کے عمل کو کہا جاتا ہے اور ''ابتہال'' یہ ہے اپنی ہتھیلیاں کھول کر چہرے کے سامنے

کرلو۔

١٦٧-اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مباہلہ کے لیے ہاتھ بلند کر کے پھیلا دیے جائیں اور مباہلہ کے تحت بد دعا اس وقت کرنی چاہیے جب آنکھوں میں آنسو آ جائیں۔

١٦٨-امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''مباہلہ اس طرح سے ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے قبلہ رُو ہو کر اپنے ہاتھ چہرہ کی طرف پھیلا دیے پھر فرمایا کہ جب تک آنکھوں سے آنسو نہ آئیں مباہلہ نہ کیا جائے''۔

١٦٩- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''جب کبھی مباہلہ کرنا ہو تو اپنی دونوں ہتھیلیاں اور ہاتھ کی کلائیاں آسمان کی طرف بلند کرو اور مباہلہ اس وقت کرو جب رونے کے اسباب موجود ہوں''۔

١٧٠-امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''مباہلہ کرتے وقت ہاتھ سر سے بلند کرو''۔

١٧١- اصول کافی میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''مباہلہ کے وقت اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دو''۔

١٧٢-ابی مسترق کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

مولا! ہم جب اپنے مخالفین کے سامنے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ (النساء:٥٩) (اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اور جو تم میں صاحبانِ امر ہوں ان کی اطاعت کرو) کی آیت پڑھ کر استدلال کرتے ہیں تو ہمارے مخالف کہتے ہیں کہ یہ آیت فوجی سپہ سالاروں کے متعلق ہے۔

اور جب ہم ان کے سامنے اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ (المائدہ:٥٥) (ایمان والو! بس تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ صاحبانِ ایمان جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں) کی آیت مجیدہ پڑھ کر ولایت علیؑ کا استدلال کرتے ہیں تو ہمارے مخالف کہتے ہیں کہ یہ آیت تمام مومنین کے لیے ہے۔ اور جب ہم ان کے سامنے قُلْ لَّاۤ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ○ (الشوریٰ:٢٢) (آپ کہہ

دیں کہ میں تم سے اس تبلیغ نبوت کا کوئی اجر نہیں چاہتا علاوہ اس کے کہ میرے اقربا سے مودت رکھو اور جو شخص بھی کوئی نیک حاصل کرے گا تو ہم اس کی نیکی میں اضافہ کر دیں گے بے شک اللہ زیادہ بخشنے والا قدردان ہے) کی آیت مجیدہ پڑھ کر اہل بیتؑ کی مودت کا وجوب ثابت کرتے ہیں تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ یہ آیت تمام مسلمانوں کے رشتہ داروں سے محبت کے لیے نازل ہوئی ہے۔

الغرض مجھے جتنی بھی آیات یاد تھیں میں نے وہ سب آیات امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے پڑھیں اور لوگوں کی تاویل کے متعلق بھی بتایا اور عرض کیا کہ آخر اس ضد بازی کا کیا علاج ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب ایسا ہو تو پھر انھیں مباہلہ کی دعوت دو۔

میں (راوی) نے عرض کیا کہ اس کا طریقہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ پہلے تو اپنے نفس کی اصلاح کرو۔ آپ نے یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا۔

راوی کہتا ہے کہ میرا گمان ہے کہ آپ نے یہ بھی کہا کہ روزہ رکھ اور غسل کر۔ پھر ضد بازی کرنے والے مخالف کو ساتھ لے کر جنگل میں جا۔ اور اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیاں اس کے ہاتھ میں ڈال۔ پھر بددعا کی ابتدا اپنی ذات سے کر اور یہ الفاظ کہہ:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْاَرَضِيْنَ السَّبْعِ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِنْ كَانَ اَبُوْ مُسْتَرِقٍ جَحَدَ حَقًّا وَادَّعٰى بَاطِلًا فَاَنْزِلْ عَلَيْهِ حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ وَعَذَابًا اَلِيْمًا –

"اے سات آسمانوں اور سات زمینوں کے رب، اے غیب و موجود کے جاننے والے، اے رحمٰن و رحیم اللہ، اگر "ابو مسترق" نے حق کا انکار کیا ہے اور باطل دعویٰ کیا ہے تو اس پر آسمان سے بلا اور عذاب الیم نازل فرما"۔

واضح رہے کہ یہاں راوی کا نام "ابو مسترق" تھا۔ مباہلہ کرنے والا "ابو مسترق" کی بجائے اپنا نام لے۔

اس کے بعد مخالف کے لیے یہ الفاظ کہو:

وَاِنْ كَانَ فُلَانٌ جَحَدَ حَقًّا وَادَّعٰى بَاطِلًا فَاَنْزِلْ عَلَيْهِ حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ وَعَذَابًا اَلِيْمًا –

"اور اگر فلاں نے حق کا انکار کیا ہے اور باطل دعویٰ کیا ہے تو اس پر آسمان سے بلا اور دردناک

عذاب نازل فرما''۔

(واضح رہے کہ ''فلاں'' کی جگہ مخالف کا نام لینا چاہیے)

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: جب تم اس طرح سے مباہلہ کرو گے تو اسی وقت ہی خدا کی طرف سے فیصلہ ہو جائے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں نے جتنے بھی مخالفین کو مباہلہ کی دعوت دی کسی نے بھی میری دعوت کو قبول کرنے کی جسارت نہ کی۔

۱۷۳- امام جعفر صادق علیہ السلام نے مباہلہ کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مباہلہ کرتے وقت اپنی انگلیاں اس کی انگلیوں میں ڈال دو، پھر کہو:

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ فُلَانٌ جَحَدَ حَقًّا وَاَقَرَّ بِبَاطِلٍ فَاَصِبْهُ بِحُسْبَانٍ مِّنَ السَّمَآءِ اَوْ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِكَ – پھر ستر مرتبہ اس پر لعان کرو۔

۱۷۴- امام محمد باقر علیہ السلام نے ابوحمزہ ثمالی سے فرمایا:

''مباہلہ کا وقت طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب کے درمیان ہے''۔

کیا اہلِ کتاب اپنے علماء کو رب مانتے تھے؟

۱۷۵- مجمع البیان میں ہے کہ جب وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (ہم میں سے کوئی کسی کو اپنا رب نہ بنائے) کی آیت مجیدہ نازل ہوئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل میں عدی بن حاتم بھی موجود تھے۔ وہ پہلے عیسائی مذہب کے پیروکار تھے، انھوں نے رسول اکرمؐ سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ہم اپنے علماء کو رب تو نہیں مانتے تھے؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کیا ایسا نہیں تھا کہ وہ تمھارے لیے جو چاہتے تھے حلال کرتے تھے اور جو چاہتے تھے حرام کرتے تھے اور تم ان کی پیروی کرتے تھے؟

حضرت عدی بن حاتم نے کہا: یارسولؐ اللہ! ایسا تو ہم کیا کرتے تھے۔

آپؑ نے فرمایا کہ رب بنانے کا بھی یہی مفہوم ہے۔

حضرت ابراہیمؑ یہودی اور نصرانی نہ تھے

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾

''ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ ہی نصرانی تھے بلکہ وہ باطل سے منحرف ہو کر اللہ سے لو لگانے والے خدا کے فرماں بردار تھے اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھے''۔

۱۷۶۔ روضہ کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا:

''لا شرقیۃ ولا غربیۃ'' نہ مشرقی نہ مغربی' خدا کہہ رہا ہے کہ تم یہودی نہیں کہ مغرب کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو اور تم نصرانی نہیں ہو کہ مشرق کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو۔ تم تو ملت ابراہیم پر چلنے والے ہو۔ جس کے متعلق اللہ نے فرمایا:

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾

(ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ ہی نصرانی تھے بلکہ وہ باطل سے منحرف ہو کر اللہ سے لو لگانے والے خدا کے فرماں بردار تھے اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھے)

۱۷۷۔ اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا:

''حَنِيْفًا مُّسْلِمًا کا معنی ہے کہ ابراہیم خالص اور مخلص انسان تھے۔ ان میں بت پرستی کا شائبہ تک نہ تھا''۔

۱۷۸۔ تفسیر عیاشی میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا:

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا ''ابراہیم یہودی نہ تھے کہ مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے اور نصرانی نہ تھے کہ مشرق کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے''۔ وہ باطل سے کنی کترا کر چلنے والے مسلم تھے اور دین محمدؐ پر تھے۔

ابراہیمؑ کے وارث کون ہیں؟

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾

یقیناً تمام لوگوں میں سے ابراہیمؑ سے قریب تر وہ ہیں جنھوں نے ان کی پیروی کی ہے اور یہ پیغمبر اور صاحبانِ ایمان ہیں اور اللہ اہلِ ایمان کا سرپرست ہے"۔

۱۷۹- تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا:

حضرت ابراہیمؑ کے فکر و نظر کے وارث ان کے پیروکار ہیں اور ہمارے نبی ان کی فکر کے وارث ہیں اور اہلِ ایمان فکرِ ابراہیم کے وارث ہیں اور وہ ائمہ اور ان کے پیروکار ہیں۔

۱۸۰- اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا:

"ابراہیمی فکر کے قریب ان کے پیروکار ہیں اور ہمارے نبی اور ائمہ اور ان کے پیروکار ہیں"۔

۱۸۱- تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

"انبیاء کی فکر کے وارث وہ لوگ ہیں جنھوں نے ان کی تعلیمات پر عمل کیا ہے۔ پھر آپؑ نے اِنَّ اَوۡلَی النَّاسِ بِاِبۡرٰهِیۡمَ...... کی آیت تلاوت کی اور فرمایا:

"محمدؐ کا دوست وہ ہے جس نے اللہ کی اطاعت کی اگرچہ اس کا دُور کا بھی رشتہ کیوں نہ ہو اور محمدؐ کا دشمن وہ ہے جس نے خدا کی نافرمانی کی اگرچہ وہ نبی کا انتہائی قرابت دار ہی کیوں نہ ہو"۔

اطاعت سے بیگانے بھی اپنے کہلاتے ہیں

۱۸۲- تفسیر علی بن ابراہیم میں عمر بن زید سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

خدا کی قسم! تم آلِ محمدؐ میں سے ہو۔

میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان' کیا میرا نفس آلِ محمدؐ کے نفوس میں سے ہے؟

آپؑ نے تین بار فرمایا: جی ہاں خدا کی قسم! تم آلِ محمدؐ کے نفوس میں سے ہو۔ پھر آپؑ نے میری طرف دیکھا اور میں نے آپؑ کی طرف دیکھا تو آپؑ نے فرمایا:

عمر! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرما رہا ہے:

اِنَّ اَوۡلَی النَّاسِ بِاِبۡرٰهِیۡمَ لَلَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ؕ وَاللّٰهُ وَلِیُّ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۶۸ "تمام لوگوں میں سے ابراہیم سے قریب تر وہ ہیں جنھوں نے اس کی پیروی کی اور یہ نبی ان کے زیادہ قریب ہے اور اہلِ ایمان ان کے

زیادہ قریب ہیں اور اللہ صاحبانِ ایمان کا سرپرست ہے"۔

۱۸۳- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معراج کے متعلق ایک طویل حدیث منقول ہے، اس کا ایک حصہ حسب ذیل ہے:

"پھر ہم ساتویں آسمان پر چڑھے۔ وہاں جس بھی فرشتے کے پاس سے میرا گزر ہوا تو اس نے مجھ سے یہی کہا کہ محمدؐ خود بھی پچھنے لگواؤ اور اپنی اُمت کو بھی اس کا حکم دو۔ وہاں میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کے سر اور داڑھی کے بالوں میں کچھ بال سفید اور کچھ سیاہ تھے۔ وہ کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

میں نے جبریل امینؑ سے کہا کہ جبریلؑ! یہ بزرگوار کون ہیں جو ساتویں آسمان پر بیت المعمور کے دروازے پر خدا کی ہمسائیگی میں بیٹھے ہوئے ہیں؟

جبریلؑ امین نے مجھ سے کہا یہ آپ کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور آپ کا اور آپ کی اُمت کے پرہیزگاروں کا یہی مقام ہے۔

پھر آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾

"یقیناً تمام لوگوں میں سے ابراہیم سے قریب تر وہ ہیں جنھوں نے ان کی پیروی کی ہے اور یہ نبی ان سے زیادہ قریب ہے اور اہلِ ایمان ان سے زیادہ قریب ہیں"۔

۱۸۴- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"گویا میں یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ قائم آلِ محمد علیہ السلام نے اپنی پشت حجر اسماعیل کے ساتھ لگائی ہوئی ہے اور پھر وہ اپنے حق کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں:

لوگو! جو اللہ کی وجہ سے مجھ سے جھگڑنا چاہے تو میں خدا کے مقامِ قرب سے زیادہ قریب ہوں اور جو آدم کی وجہ سے مجھ سے جھگڑنا چاہے تو میں فکرِ آدم سے قریب تر ہوں اور جو نوحؑ کی وجہ سے مجھ سے جھگڑنا چاہے تو میں فکرِ نوحؑ سے قریب تر ہوں اور جو ابراہیمؑ کی وجہ سے مجھ سے جھگڑنا چاہے تو میں ابراہیمؑ سے قریب تر ہوں"۔

۱۸۵- نہج البلاغہ میں امیر المومنین علیہ السلام کا معاویہ کے نام ایک خط مرقوم ہے جس میں آپؑ نے یہ جملے بھی

تحریر فرمائے:

''چنانچہ ہمارا ظہور اسلام کے بعد کا دور بھی وہ ہے جس کی شہرت ہے اور دورِ جاہلیت میں بھی ہمارا امتیاز ناقابلِ انکار ہے۔ اس کے بعد جو رہ جائے تو اللہ کی کتاب جامع الفاظ میں ہمارے لیے بتا دیتی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ ''اور قرابت دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں''۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا: اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِىُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ''ابراہیم کے زیادہ حق دار وہ لوگ تھے جو ان کے پیروکار تھے اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اللہ ایمان والوں کا سرپرست ہے''۔

ہمیں قرابت کی وجہ سے بھی دوسروں پر فوقیت حاصل ہے اور اطاعت کی وجہ سے بھی ہمارا حق فائق ہے۔

۱۸۶- کتاب احتجاج طبرسی میں حضرت علی علیہ السلام سے ایک خطبہ منقول ہے جس میں آپؑ نے یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ ''ابراہیمؑ سے قریب تر وہ لوگ ہیں جنھوں نے ان کی پیروی کی ہے اور یہ نبی ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ ''کتاب اللہ کی رو سے رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں''۔

ہم ابراہیمؑ سے قریب تر ہیں، ہم ان کے وارث ہیں اور ہم وہ اولوا الارحام ہیں جو وارثِ کعبہ ہیں اور ہم آلِ ابراہیمؑ ہیں۔

اہلِ کتاب کی عیاری

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ
وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۚ۝

''اور اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ اس نبی کے ماننے والوں پر جو نازل ہوا ہے، صبح کے وقت اس پر ایمان لاؤ اور شام کے وقت اس کا انکار کر دو تاکہ اس طرح سے یہ لوگ اپنے

دین سے پھر جائیں"۔

۱۸۷- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ...... کی آیت یہودیوں کے اس گروہ کے متعلق نازل ہوئی جو صبح کے وقت ایمان لانے اور شام کے وقت کفر اختیار کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔

۱۸۸- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ (اور اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ اس نبی کے ماننے والوں پر جو نازل ہوا ہے صبح کے وقت اس پر ایمان لاؤ اور شام کے وقت انکار کر دو تاکہ یہ لوگ اپنے دین سے پھر جائیں) کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپؑ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ یہودیوں کو آپ کا یہ انداز پسند آیا اور پھر جب اللہ نے اپنے حبیبؐ کا قبلہ تبدیل کر دیا تو آپؐ نے کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز شروع کر دی۔

تحویل قبلہ کا حکم نمازِ ظہر کے دوران نازل ہوا تھا۔ نبی اکرمؐ نے صبح کی نماز بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھی تھی اور شام کی نماز کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے پڑھی۔ یہودیوں کے ایک گروہ نے یہی بات کہی تھی کہ محمدؐ نے صبح کی نماز ہمارے قبلہ کی طرف رخ کر کے پڑھی ہے اور شام کی نماز کعبہ کی طرف رخ کر کے پڑھی ہے لہٰذا صبح کے وقت جو محمد کا دین تھا تم اس کی پیروی کرو اور اس پر ایمان لاؤ اور اس نے جو دین شام کے وقت اختیار کیا ہے تم اس کو ہرگز تسلیم نہ کرو۔ "لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ" اس طرح ممکن ہے کہ باقی مسلمان ہمارے قبلہ کی طرف رخ کر لیں۔

یہود کی بددیانتی

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ

"اور اہلِ کتاب میں ایسے دیانت دار افراد بھی ہیں اگر آپ ان کے پاس ڈھیر ساری دولت بھی بطور امانت رکھیں گے تو وہ آپ کو واپس کر دیں گے اور ان میں ایسے بددیانت بھی ہیں کہ اگر آپ ان کے پاس ایک دینار بھی بطور امانت رکھیں گے تو وہ آپ کو واپس نہیں کریں گے البتہ اس

کے سر پر کھڑے رہو تو یہ علیحدہ بات ہے"۔

۱۸۹- **مجمع البیان میں مرقوم ہے** کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا:

"دشمنانِ خدا نے جھوٹ کہا۔ جاہلیت کی تمام رسوم میرے قدموں کے نیچے ہیں سوائے امانت کے کیونکہ امانت خواہ نیک کی ہو یا بد کی ہو اسے ہر صورت واپس کرنا چاہیے"۔

۱۹۰- **تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے:**

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ......

(بے شک وہ لوگ جو خدا سے کیے ہوئے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی سی قیمت کے عوض بیچتے ہیں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے......)

یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جو اپنے آپ کو مسلمان کہلا کر لوگوں کا تقرب ڈھونڈتے ہیں اور ان سے مال لے کر ان سے خیانت کرتے ہیں جب کہ وہ درحقیقت مسلمان ہی نہیں ہیں۔

۱۹۱- **امالی طوسی میں مرقوم ہے** کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جو کوئی قسم کھا کر اپنے مسلمان بھائی کے مال پر قبضہ کرے تو جب وہ خدا سے ملاقات کرے گا تو خدا اس پر ناراض ہوگا"۔

اللہ تعالیٰ نے رسولؐ خدا کے فرمان کی تصدیق کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

(بے شک وہ لوگ جو اپنے عہد اور قسموں کو معمولی قیمت پر فروخت کرتے ہیں ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا اور نہ ہی خدا ان سے کلام کرے گا اور نہ ہی انھیں نگاہ رحمت سے دیکھے گا اور نہ ہی انھیں گناہوں کی کثافت سے پاک کرے گا ان کے لیے دردناک عذاب ہے)

اشعث بن قیس کہا کرتا تھا کہ یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی تھی۔ میں نے رسولؐ خدا کے سامنے ایک شخص سے تنازعہ کیا تھا اور آنحضرتؐ نے مجھ سے حلف لے کر میرے حق میں فیصلہ دیا تھا۔

۱۹۲- حضرموت (یمن) کے رہنے والے ایک شخص نے دوسرے شخص کے خلاف رسولؐ خدا کی عدالت میں مقدمہ

دائر کیا اور اس نے کہا: یارسولؐ اللہ! اس شخص نے زمانۂ جاہلیت میں میری زمین پر ناجائز قبضہ کرلیا تھا۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: کیا تیرے پاس کوئی ثبوت ہے؟

اس نے کہا: نہیں، میرے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: پھر ہم اس سے حلف لیں گے۔

مدعی نے کہا: یارسولؐ اللہ! یہ شخص حلف اٹھا کر میری زمین لے جائے گا۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: اگر یہ تیری زمین لے گیا تو یہ اس جماعت کا فرد قرار پائے گا جن پر خدا نے نظر شفقت نہیں کرنی اور جنھیں اس نے گناہوں کی کثافت سے پاک نہیں کرنا، جن کے لیے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں ہوگا۔

١٩٣- عیون الاخبار میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانی گناہانِ کبیرہ ازروئے قرآن بیان کیے گئے ہیں۔ آپؑ نے اپنے بیان کے تسلسل میں فرمایا:

''جھوٹی قسم گناہ کبیرہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝

(بے شک جو لوگ اپنے عہد اور قسموں کو معمولی قیمت پر فروخت کرتے ہیں ان کے لیے آخرت میں کوئی حصّہ نہ ہوگا اور خدا ان سے ہم کلام نہ ہوگا اور ان پر نگاہِ شفقت نہیں کرے گا اور انھیں گناہوں کی آلودگی سے پاک نہیں کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے)

١٩٤- حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اس شخص پر جنت حرام ہے جس نے میری اہلِ بیت پر ظلم کیا اور جس نے ان سے جنگ کی اور جس نے جنگ کرنے والے کی مدد کی اور جس نے اہلِ بیت کے کسی فرد کو سَب کیا۔ ان لوگوں کا آخرت میں کوئی حصّہ نہ ہوگا اور خدا ان سے ہمکلام نہ ہوگا اور ان پر نگاہِ شفقت نہیں کرے گا اور انھیں گناہوں کی آلودگی سے پاک نہیں کرے گا۔ ان کے لیے دردناک عذاب ہے''۔

١٩٥- کتاب التوحید میں امیرالمومنین علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ انھیں کوئی بھلائی عطا نہیں کرے گا۔ عربی زبان کا ایک محاورہ ہے: ''واللّٰہ ما ینظر الینا فلان'' اس کا مفہوم یہ ہے کہ فلاں کی طرف سے ہمیں کوئی بھلائی نہیں پہنچے گی۔ اور اس آیت

میں مقصود پروردگار یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے انھیں رحمت کا کوئی حصّہ نہیں ملے گا۔

تین بدبخت افراد

۱۹۶- اصول کافی میں مرقوم ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''خدا تین افراد کی طرف قیامت کے دن نظر رحمت نہیں کرے گا اور انھیں گناہوں کی کثافت سے پاک نہیں کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے''۔

○ وہ شخص جسے خدا نے امام مقرر نہ کیا ہو اور وہ یہ دعویٰ کرے کہ وہ خدا کا بنایا ہوا امام ہے۔
○ وہ شخص جو خدا کے مقرر کردہ امام کا انکار کرے۔
○ وہ شخص جو یہ سمجھے کہ ان دونوں کا اسلام سے کچھ تعلق ہے۔

۱۹۷- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عہد و پیمان کی اتنی بڑی اہمیت ہے کہ اس نے قرآن مجید میں فرمایا:

> اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا
> يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝
>
> (بے شک وہ لوگ جو اپنے عہد اور قسموں کو معمولی قیمت پر بیچ دیتے ہیں ان کا آخرت میں کوئی حصّہ نہیں ہے اور خدا ان سے کلام نہیں کرے گا اور قیامت کے دن ان کی طرف نگاہ رحمت نہیں کرے گا اور انھیں گناہ کی کثافت سے پاک نہیں کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے)

آپؑ نے فرمایا: جس کا آخرت میں حصّہ تک نہ ہو تو وہ جنت میں آخر کیسے جائے گا؟

۱۹۸- حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تین قسم کے افراد ایسے ہیں جن سے خدا کلام نہیں کرے گا اور روزِ آخرت ان پر نگاہِ شفقت نہیں کرے گا اور انھیں گناہوں کی غلاظت سے پاک نہیں کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

۱- بوڑھا زانی ۲- ظالم بادشاہ ۳- متکبر غریب

۱۹۹- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''تین قسم کے افراد سے اللہ کلام نہیں کرے گا اور انھیں گناہوں کی کثافت سے پاک نہیں کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ ۱- بوڑھا زانی ۲- بے غیرت ۳- وہ عورت جو شوہر کے گھر میں زنا کرائے۔

۲۰۰- الکافی میں بھی یہ حدیث انھی الفاظ سے منقول ہے۔

۲۰۱- من لایحضرہ الفقیہ میں امیرالمومنین علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

کیا میں تمھیں زنا کی بدترین قسم کے متعلق نہ بتاؤں؟

لوگوں نے کہا: ضرور بتائیں۔

آپؑ نے فرمایا: زنا کے جرم کی بدترین مجرم وہ شوہردار عورت ہے جو کسی غیر مرد سے حاملہ ہو کر اس کے نطفہ سے پیدا ہونے والے بچے کو اپنے شوہر کی میراث میں شامل کرے۔ چنانچہ ایسی بدکار عورت سے خدا نہ تو کلام کرے گا اور نہ ہی قیامت کے دن اس پر نگاہِ کرم کرے گا اور نہ ہی اسے گناہوں کی کثافت سے پاک کرے گا اور اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔

۲۰۲- مجمع البیان میں تفسیر کلبی کے حوالہ سے ابن مسعود سے منقول ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص جھوٹی قسم کھا کر اپنے مسلمان بھائی کے مال پر قبضہ کرے تو جب وہ خدا کے حضور حاضر ہوگا تو اللہ اس پر ناراض ہوگا''۔

۲۰۳- کتاب الخصال میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''تین قسم کے افراد ایسے ہیں جن سے اللہ روز قیامت کلام نہیں کرے گا اور ان پر نگاہِ شفقت نہ کرے گا اور نہ ہی انھیں گناہوں کی آلودگی سے پاک کرے گا:

۱- وہ شخص جو اپنے سفید بال چُن کر نکال دیتا ہو۔

۲- مشت زنی کرنے والا

۳- لواطت کرانے والا

۲۰۴- امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''لوگوں کی چار قسمیں ہیں:

۱- ایسے افراد جن کے پاس دنیا ہو لیکن آخرت میں کوئی حصّہ نہ ہو۔

۲- ایسے افراد جن کا آخرت میں حصّہ ہو لیکن ان کے پاس دنیا نہ ہو۔

۳- ایسے افراد جن کے پاس نہ تو دنیا ہو اور نہ ہی آخرت میں ان کا کوئی حصّہ ہو اور ایسے افراد انتہائی برے لوگ ہیں۔

۴- ایسے افراد جن کے پاس دنیا بھی ہو اور آخرت کا حصّہ بھی ہو۔

۲۰۵- ابوہریرہ راوی ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تین قسم کے افراد سے اللہ قیامت کے دن کلام نہ کرے گا اور انھیں گناہوں کی آلودگی سے پاک نہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے:

۱- وہ شخص جو صرف دنیاوی مفاد کے حصول کے لیے امام کی بیعت کرے اگر اسے کچھ ملتا رہے تو امام کا وفادار رہے اور اگر اسے کچھ نہ ملے تو بیعت توڑ ڈالے۔

۲- وہ شخص جو کسی سے سودا خرید کر کہے کہ میں نے تجھے اس کے بدلے اتنی رقم دی ہے اور سودا بیچنے والا مطمئن ہو کر چلا جائے لیکن خریدنے والے نے رقم کم دی ہو۔

۳- ایسا شخص جو کسی صحرا و بیابان میں سفر کر رہا ہو اور اس کے پاس اپنی ضرورت سے زیادہ پانی موجود ہو اور کوئی دوسرا پیاسا انسان اس سے پانی طلب کرے اور وہ اسے پانی نہ دے۔

یہودی اور تحریفِ کتاب

وَاِنَّ مِنۡهُمۡ لَفَرِيۡقًا يَّلۡوٗنَ اَلۡسِنَتَهُمۡ بِالۡكِتٰبِ لِتَحۡسَبُوۡهُ مِنَ الۡكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الۡكِتٰبِ ۚ
وَيَقُوۡلُوۡنَ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ۚ

"اور اہلِ کتاب میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو کتاب پڑھنے میں زبان کو توڑ موڑ کرتے ہیں تاکہ تم یہ سمجھو کہ یہ کتاب پڑھ رہے ہیں حالانکہ وہ کتاب کی عبارت نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے جب کہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہے"۔

۲۰۶- تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ یہودیوں میں ایک گروہ ایسا بھی تھا جو خود ساختہ باتیں پڑھ کر لوگوں کو باور کراتے تھے کہ یہ تورات کی آیات ہیں اور یہ خدا کی نازل کردہ ہیں۔ اللہ نے ان لوگوں کی تردید میں یہ آیت نازل کی اور فرمایا: یہ ان کی خود ساختہ باتیں ہیں، ان کا تورات اور خدا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

غُلاۃ ومفوضّہ ملعون ہیں

۲۰۷- عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام سے غُلاۃ و مفوضّہ کی تردید کے لیے ایک طویل حدیث منقول ہے۔ اسی حدیث میں یہ الفاظ بھی شامل ہیں کہ مامون نے امام علی رضا علیہ السلام سے کہا:

ابوالحسن! مجھے معلوم ہوا ہے کہ کچھ لوگ آپؑ حضرات کے بارے میں غُلو سے کام لیتے ہیں اور آپ کو آپ کی حد سے بڑھاتے ہیں۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

مجھ سے میرے والد موسیٰ کاظمؑ نے بیان کیا۔ انھوں نے یہ بات اپنے والد جعفر صادق سے سنی، اور انھوں نے یہ بات اپنے والد محمد باقرؑ سے سنی، انھوں نے یہ بات اپنے والد علی زین العابدینؑ سے سنی، انھوں نے اپنے والد امام حسینؑ سے یہ بات سنی، انھوں نے اپنے والد امیرالمومنین علیہ السلام سے یہ بات سنی، انھوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپؐ نے فرمایا:

''مجھے میرے حق سے بلند نہ کرو۔ اللہ نے مجھے نبی بنانے سے پہلے اپنا عبد بنایا، پھر نبی بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا

''کسی بھی انسان کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ خدا سے کتاب اور قوتِ فیصلہ اور نبوت عطا کرے اور وہ لوگوں سے کہے کہ تم خدا کی بجائے میرے بندے بن جاؤ، وہ تو یہی کہے گا کہ تم اللہ والے بنو کیونکہ یہ اس کتاب کا تقاضا ہے جسے تم پڑھتے اور پڑھاتے ہو۔ اور وہ تمھیں یہ حکم بھی نہیں دے گا کہ تم ملائکہ اور فرشتوں کو رب مان لو، کیا وہ تمھیں تمھارے اسلام قبول کرنے کے بعد کفر کا حکم دے گا''۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے متعلّق دو قسم کے افراد ہلاک ہو جائیں گے جب کہ اس میں میرا کوئی قصور نہ ہوگا۔ حد سے زیادہ محبّت کرنے والا اور مجھ سے بُغض رکھنے والا۔ ہم خدا کی بارگاہ میں ان لوگوں سے بیزار ہیں جو ہمارے

متعلق غلو کرتے ہیں اور جنھوں نے ہمیں ہماری حد سے بڑھا دیا ہے اور ہم ان سے اسی طرح سے بیزار ہیں جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نصاریٰ سے بیزار ہیں۔

٢٠٨۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ کچھ لوگ ملائکہ کی عبادت کرتے تھے اور کچھ نصرانی حضرت عیسیٰؑ کی ربوبیت کا عقیدہ رکھتے تھے جب کہ یہود حضرت عزیر کو ابن اللہ مانتے تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا يَأْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ ''اور وہ تمھیں حکم نہیں دیتا کہ تم ملائکہ اور انبیاء کو رب مان لو''۔

انبیاء سے میثاق

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ (٨١) فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (٨٢)

''اور جب اللہ نے انبیاء سے میثاق لیا تھا کہ جب میں تم کو کتاب وحکمت دے لوں پھر وہ رسول آجائے جو تمھاری کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے تم اس پر ضرور ایمان لے آنا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔ پھر کہا کیا تم نے اقرار کرلیا اور میرے عہد کو قبول کرلیا؟ انھوں نے کہا کہ ہم نے اقرار کیا۔ خدا نے کہا کہ تم گواہ رہنا اور میں بھی تمھارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ اس کے بعد جو اپنے عہد سے پھر جائے وہ فاسق ہے''۔

٢٠٩۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے وعدہ لیا تھا کہ وہ رسولؐ خدا پر ایمان لائیں گے اور جب زمانہ رجعت میں رسولؐ خدا دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں اور وہ کفار کے خلاف جہاد کا پرچم علیؑ کے حوالے کریں تو وہ ان کی مدد کریں گے اور وہ اپنی اُمتوں کو بھی اپنے اپنے دور میں آگاہ کرتے رہیں گے کہ جب بھی رسولؐ خدا دنیا میں آئیں تو ان پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں۔

٢١٠۔ تفسیر عیاشی کی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حبیب سجستانی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے وعدہ لیا تھا کہ جب میں تم کو کتاب وحکمت دے لوں اور تمھارے بعد وہ رسول آئے جو تمھاری تعلیمات کی

تصدیق کرنے والا ہو تو تم اس پر ضرور ایمان لانا اور اس کی ضرور مدد کرنا۔

اس آیت کا ایک مفہوم تو یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے لیے حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا فرض تھا اور حضرت موسیٰؑ کے لیے حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا فرض تھا اور حضرت عیسیٰؑ کے لیے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا فرض تھا، لیکن عملی طور پر ایسا نہیں ہوا اور ہوتا بھی کیسے، جب موسیٰؑ آئے تو ابراہیمؑ موجود نہ تھے وہ ان پر ایمان کیسے لاتے اور ان کی مدد کیسے کرتے اور حضرت عیسیٰؑ آئے تو حضرت موسیٰؑ موجود نہ تھے لہٰذا وہ بھی نہ تو ان پر ایمان لا سکتے تھے اور نہ ہی ان کی مدد کر سکتے تھے اور جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تو حضرت عیسیٰؑ موجود نہ تھے وہ بھی نبی اکرمؐ پر نہ تو ایمان لا سکتے تھے اور نہ ہی ان کی مدد کر سکتے تھے۔ آخر اس آیت مجیدہ کا مقصد کیا ہے؟

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

حبیب! جو کچھ تم سمجھ رہے ہو ایسا نہیں ہے۔ آیت مجیدہ میں ''النبین'' سے پہلے لفظ ''امم'' محذوف ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ نے تمام انبیاء کی اُمتوں سے یہ وعدہ لیا تھا کہ جب تمھیں خدا کی طرف سے کتاب وحکمت مل جائے اور پھر وہ نبی آ جائے جو تمھاری کتاب کی تصدیق کرنے والا ہو تو تم آنے والے نبی پر ایمان بھی لانا اور اس کی مدد بھی کرنا۔ لیکن اُمتوں نے اس میثاق الٰہی پر عمل نہیں کیا اور تمام سابقہ اُمتوں نے آنے والے نبیوں کی مخالفت کی۔

۲۱۱- فیض بن ابی شیبہ کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ...... کی آیت تلاوت کی اور فرمایا کہ اللہ نے انبیاء سے رسولؐ خدا پر ایمان لانے اور امیر المومنین کی مدد کرنے کا وعدہ لیا تھا۔

میں (راوی) نے تعجب سے کہا کہ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ کے الفاظ سے امیر المومنینؑ کی نصرت کا حکم دیا گیا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک جتنے بھی انبیاء آئے ہیں وہ دنیا میں لوٹ کر آئیں گے اور امیر المومنینؑ کی فوج میں شامل ہو کر جنگ کریں گے۔

۲۱۲- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''ابھی تک قرآن مجید کی ایک آیت کی تاویل دنیا میں ظاہر نہیں ہوئی لیکن اس نے ہر قیمت پر ظاہر ہونا ہے۔ ایک دن آئے گا جب تمام انبیاء ومومنین جمع ہوں گے اور اس دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاد کا پرچم علیؑ کے ہاتھ میں

دیں گے اور حضرت علیؑ تمام مخلوقات کے سالار رہوں گے اور تمام خلائق ان کے پرچم کے نیچے جمع ہوگی اور وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ...... کی آیت کی یہی تاویل ہے۔

۲۱۳۔ مجمع البیان میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے وعدہ لیا تھا کہ وہ اپنی اُمتوں کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اور ان کی علامات کی اطلاع دیں گے اور اپنی اُمتوں کو رسول اکرمؐ کی بشارت دیں گے اور انھیں ان کی تصدیق کا حکم دیں گے۔

۲۱۴۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ...... کی آیت میں لفظ ''امم''، ''مقدر'' ہے۔ یعنی اللہ نے تمام انبیاء کی اُمتوں سے رسول اکرمؐ پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا وعدہ لیا تھا۔

۲۱۵۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے یہ عہد لیا تھا کہ اگر ان کی موجودگی میں محمد مصطفیٰ آجائیں تو وہ ان پر ایمان لائیں گے اور ان کی مدد بھی کریں گے اور اپنی اُمتوں کو آنحضرتؐ کی آمد سے آگاہ بھی کریں گے۔

۲۱۶۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے وعدہ لیا تھا کہ وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں گے اور حضرت علی علیہ السلام کے پرچم تلے کفار و مشرکین سے جہاد کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا تھا کہ کیا تم میرے اس عہد کا اقرار کرتے ہو اور میرے میثاق کو تسلیم کرتے ہو؟

انبیاء نے عرض کیا: جی ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا:

فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ⑪

''گواہ رہنا میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں''۔

اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰهِ یَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ
وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى
وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ؗ وَنَحْنُ
لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (٨٤) وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ
مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (٨٥) كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ
قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ
وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (٨٦)
اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ
اَجْمَعِيْنَ (٨٧) ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا
هُمْ يُنْظَرُوْنَ (٨٨) ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا
قف فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (٨٩) اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ
اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الضَّآلُّوْنَ (٩٠) اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ
فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى
بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (٩١) ع

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ۬ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ
شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ
اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ
اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ
كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ
ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا
مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ اَوَّلَ
بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى
لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾ ۚ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۚ۬ وَمَنْ دَخَلَهٗ
كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ
اِلَیْهِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۷﴾

”کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے علاوہ کچھ اور تلاش کر رہے ہیں جب کہ آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں چار و ناچار اسی کی تابع فرمان ہیں اور سب کو اسی کے حضور واپس جانا ہے۔

آپ کہہ دیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کچھ ہماری طرف نازل کیا گیا ہے اس پر

اور جو کچھ ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب علیہم السلام پر نازل کیا گیا اور جو کچھ موسیٰ و عیسیٰ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو ان کے رب کی طرف سے عطا ہوا ہے، ہم اس سب پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہم ان کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے تابع فرمان ہیں۔

جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور طریقہ تلاش کرے تو وہ دین اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

خدا اس قوم کو کیسے ہدایت کرے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئی ہو اور انھوں نے رسول کے برحق ہونے کی گواہی دی ہو اور ان کے پاس واضح نشانیاں آ چکی ہوں بے شک خدا ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

ان کی اس روش کا بدلہ یہی ہے کہ ان پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

وہ ہمیشہ اس لعنت میں ہی رہیں گے ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا اور نہ ہی ان کو مہلت دی جائے گی۔ البتہ اس لعنت سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کرلیں۔ بے شک اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

مگر جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا۔ پھر کفر میں بڑھتے ہی گئے تو ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی۔ ایسے لوگ گمراہ ہیں۔ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور کفر کی حالت ہی میں مر گئے اگر ان میں سے کوئی اپنے آپ کو عذاب سے بچانے کے لیے روئے زمین کے برابر بھی فدیہ میں سونا دے تو اسے قبول نہ کیا جائے گا۔ ان لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

تم نیکی کا مقام اس وقت تک ہرگز حاصل نہیں کرسکتے جب تک اپنی محبوب چیزوں میں

سے راہِ خدا میں خرچ نہ کرو اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے تو اللہ اس سے باخبر ہے۔

تمام کھانے بنی اسرائیل کے لیے حلال تھے سوائے اس کے جسے تورات کے نازل ہونے سے پہلے اسرائیل نے اپنے اُوپر ممنوع قرار دے لیا تھا۔ آپ کہہ دیں اگر تم سچّے ہو تو تورات لے آؤ اور اس کی تلاوت کرو۔ اس کے بعد بھی جو خدا پر بہتان باندھے تو اس کا شمار ظالموں میں ہوگا۔ آپ کہہ دیں کہ خدا نے سچ کہا ہے۔ تم ملّت ابراہیم کا اتباع کرو وہ باطل سے کنارہ کش تھے اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھے۔

بے شک سب سے پہلا گھر جو انسانوں کے لیے تعمیر ہوا ہے وہ وہی ہے جو مکہ میں واقع ہے۔ اس میں برکت دی گئی ہے اور وہ تمام جہانوں کے لیے ہدایت ہے۔

اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں۔ مقامِ ابراہیم ہے جو اس میں داخل ہو جائے گا وہ محفوظ ہو جائے گا اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے لوگوں پر اس کا حج واجب ہے جو اس تک پہنچنے کی قدرت رکھتا ہو اور جو کوئی کفر کرے تو خدا تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

کائنات کی تمام اشیاء خدا کے سامنے سرنگوں ہیں

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝۸۳

"کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے سوا کچھ اور تلاش کر رہے ہیں جب کہ آسمانوں اور زمین کے تمام رہنے والے اسی کے سامنے خوشی یا مجبُوری سے سرنگوں ہیں اور سب کو اسی کی طرف واپس جانا ہے"۔

۲۱۷- کتاب التوحید میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جس کا ماحصل یہ ہے: وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا کا ایک مفہوم یہ ہے کہ خواہ کوئی چاہے یا نہ چاہے اسے کسی نہ کسی صورت خدا کی توحید کا اقرار کرنا ہی پڑتا ہے۔ اور خدا کے مقرر کردہ قوانین کے سامنے ہر چیز بے بس اور سرنگوں ہے۔ البتہ خوش نصیب خوشی سے

اس کے سامنے جھکتے ہیں اور بد بخت بے بس اور مجبور ہو کر اس کے سامنے جھکتے ہیں۔

سرکش جانور کو رام کرنے کی دعا

۲۱۸- اصول کافی میں اصبغ بن نباتہ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے عرض کیا: میری سواری سرکش ہو چکی ہے اور مجھے اس سے خطرہ محسوس ہوتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اس کے دائیں کان میں وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ کی آیت پڑھو، تمھارا جانور رام ہو جائے گا۔

اس شخص نے یہ آیت پڑھی تو اس کا جانور رام ہو گیا۔

۲۱۹- الکافی میں صادقین علیہما السلام میں سے کسی ایک بزرگوار سے منقول ہے، انھوں نے فرمایا:

جب کوئی جانور لگام نہ ڈالنے دے تو مالک کو چاہیے کہ اس جانور پر یا اس کے کان میں اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝۸۳ کی آیت پڑھے۔ ان شاء اللہ جانور سرکشی چھوڑ دے گا۔

۲۲۰- امالی طوسی میں مرقوم ہے کہ "اشجع السلمی" نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا:

مولاؑ! میں اکثر و بیشتر سفر میں رہتا ہوں اور بعض اوقات مجھے خوفناک مقامات سے گزرنا پڑتا ہے۔ آپ مجھے کوئی ایسی کلام بتائیں جسے میں پڑھوں اور جنات و شیاطین سے محفوظ رہوں۔

آپؑ نے فرمایا: جب کسی جگہ تمہیں کوئی خوف محسوس ہو تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے سر پر رکھو اور بلند آواز سے یہ آیت پڑھو:

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝۸۳

خدا نے چاہا تو تمام خطرات سے محفوظ رہو گے۔

اشجع کا بیان ہے کہ میں ایک پُرخطر وادی سے گزرا تو میں نے وہاں یہ آیت پڑھی۔ میں نے ایک غیبی صدا سنی کوئی کہہ رہا تھا، اسے پکڑو۔

جواب میں کسی نے کہا: ہم کیسے پکڑیں یہ تو آیت مجیدہ کی حفاظت میں آ چکا ہے۔

۲۲۱۔ من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو کچھ وصیتیں فرمائی تھیں جن میں ایک وصیّت یہ تھی:

یا علیؑ! جس کا جانور سوار نہ ہونے دیتا ہو تو وہ اس کے دائیں کان میں یہ آیت وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ پڑھے۔ خدا نے چاہا تو جانور رام ہو جائے گا۔

۲۲۲۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ خدا نے فرمایا:

اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰهِ یَبْغُوْنَ ''کیا وہ اللہ کے دین کو چھوڑ کر کوئی اور دین تلاش کر رہے ہیں''۔

قیامت کے دن خدا بھی لوگوں سے کہے گا کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے وصی کے اقرار کے دین کے علاوہ نھیں کسی اور دین کی جستجو تھی؟

۲۲۳۔ مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ طَوْعًا وَّ كَرْهًا کے متعلّق مفسرین سے بہت سے اقوال منقول ہیں۔ ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ کچھ اقوام نے مجبور ہو کر اسلام قبول کیا اور کچھ اقوام نے رضا و رغبت سے اسلام کی دعوت کو قبول کیا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہی قول مروی ہے۔

اہلِ جنت و اہلِ نار کا امتحان

۲۲۴۔ تفسیر عیاشی میں عمار بن احوص سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں دو سمندر پیدا کیے' ایک کا پانی میٹھا اور ایک کا پانی کھارا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی تربت کو میٹھے سمندر سے پیدا کیا اور اس میں کھارا پانی شامل کیا اور اس سے گارا بنایا۔ پھر اس گارے سے آدم کو خلق کیا۔

ر اللہ نے آدم کے دائیں کندھے سے کچھ حصّہ لیا اور اسے آدم کی صلب میں رکھ کر فرمایا:

''یہ جنت میں جائیں گے اور ان کے لیے میں کسی کے اعتراض کی پرواہ نہیں کروں گا''۔

پھر آدم کے بائیں کندھے سے کچھ حصّہ لیا اور اسے صلبِ آدم میں رکھ کر فرمایا: یہ دوزخ میں جائیں گے اور میں ان کے کسی اعتراض کی پرواہ نہیں کروں گا۔ اور میں اپنے کسی فعل کے لیے کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہوں البتہ مجھے ان دونوں گروہوں کے متعلق ''بداء'' کا اختیار حاصل ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: پھر ''اصحاب الشمال'' نے خدا کے سامنے احتجاج کیا۔ اس وقت وہ ''عالمِ ذرّ'' میں تھے اور انھوں نے خدا سے کہا:

پروردگار! تو نے ہمیں دوزخی کیوں بنایا جب کہ ابھی تک تو تُو نے ہماری آزمائش ہی نہیں کی اور ابھی تک ہمارے پاس تیرا کوئی رسول ہی نہیں آیا۔ تو عادل ہے، تجھے ایسا کرنے سے قبل ہمارا امتحان لینا چاہیے تھا اور ہماری اطاعت و معصیت کا جائزہ لے کر اگر ہمیں دوزخی بنا دیتا تو ہمیں اعتراض نہ تھا لیکن تو نے امتحان لیے بغیر ہمیں دوزخ کا ایندھن بنا دیا ہے، یہ کہاں کا عدل ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں ابھی اور اسی وقت تمہارا امتحان لے لیتا ہوں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے داروغہ سے کہا کہ دوزخ سے کہو کہ وہ چنگھاڑ کی آواز نکالے اور اس میں سے ایک شعلہ باہر نکالو۔ چنانچہ دوزخ کی آوازیں بلند ہوئیں اور اس سے ایک شعلہ باہر لپکا۔ اللہ تعالیٰ نے ''اصحاب الشمال'' سے کہا کہ تم اس میں خوشی سے چلے جاؤ۔

انھوں نے کہا کہ ہم نے اسی عذاب سے بچنے کے لیے تو تجھ سے بحث کی تھی اور پھر تو ہمیں اسی کے شعلوں کی نذر کر رہا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم خوشی سے نہیں جاتے تو پھر میں تمہیں اس میں زبردستی ڈال دوں گا۔

''اصحاب الشمال'' نے کہا: اگر اطاعت کا یہی معیار ہے تو جنھیں تو نے جنت کے لیے پیدا کیا ہے ذرا ان سے کہہ دے کہ وہ خوشی خوشی اسی میں چلے جائیں۔

اس وقت اللہ نے ''اصحاب الیمین'' (جنت جانے والوں) سے کہا کہ تم آگ کے اس شعلے میں خوشی خوشی چلے جاؤ۔ انھوں نے جیسے ہی خدا کا حکم سنا تو وہ بے خطر آگ میں کود پڑے۔ اللہ نے ان کے لیے آگ کو ٹھنڈک اور سلامتی بنا دیا۔ پھر وہ کچھ دیر بعد وہاں سے باہر آئے۔

اس وقت اللہ نے جنتی اور دوزخی، دونوں گروہوں سے کہا: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟''

اصحاب الیمین (جنت والوں) نے کہا: جی ہاں پروردگار! تو ہی ہمارا رب ہے اور ہم تیری مخلوق ہیں اور ہم خوشی سے تیرا اقرار کرنے والے ہیں۔

اصحاب الشمال (اہلِ دوزخ) نے کہا: جی ہاں تو ہمارا رب ہے ہم تیری مجبور مخلوق ہیں۔

چنانچہ اس واقعہ کو اللہ نے ان الفاظ سے نقل کیا ہے:

وَلَهٗۤ اَسۡلَمَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّكَرۡهًا وَّاِلَيۡهِ يُرۡجَعُوۡنَ ﴿۸۳﴾

(آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق خوشی سے یا مجبوری سے اس کے سامنے سرنگوں ہے اور اسی کی طرف سب لوٹائے جائیں گے)

۲۲۵- عبایۃ الاسدی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

کیا وَلَهٗۤ اَسۡلَمَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّكَرۡهًا کی منزل پوری ہو چکی ہے؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: ابھی اس کی منزل کو پورا ہونا ہے۔ یہ آیت اپنے پورے معانی کے ساتھ اس وقت جلوہ فگن ہوگی جب ایک تنہا عورت راستہ طے کرے گی۔ اسے راستہ میں کسی بچھو، سانپ وغیرہ کے ڈسنے کا کوئی اندیشہ نہ ہوگا۔

۲۲۶- صالح بن میثم کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے وَلَهٗۤ اَسۡلَمَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّكَرۡهًا کی تاویل دریافت کی تو آپؑ نے فرمایا:

یہ آیت اس وقت اپنے پورے آب و تاب کے ساتھ نمایاں ہوگی جب زمانہ رجعت میں حضرت علیؑ ظاہر ہوں گے۔

۲۲۷- رفاعہ بن موسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا:

وَلَهٗۤ اَسۡلَمَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّكَرۡهًا کی آیت مکمل طور پر قائم آلِ محمدؑ کے ظہور کے وقت نمایاں ہوگی۔ جب حضرت قائمؑ کا ظہور ہوگا تو زمین کے ہر گوشہ سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدائیں بلند ہوں گی۔

۲۲۸- ابن بکیر کہتے ہیں کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے وَلَهٗۤ اَسۡلَمَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّكَرۡهًا وَّاِلَيۡهِ يُرۡجَعُوۡنَ کی آیت مجیدہ کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

اس آیت کا تعلق قائم آلِ محمدؑ سے ہے۔ جب آپؑ ظہور کریں گے تو آپؑ تمام یہود و نصاریٰ، صائبین و زنادقہ، مرتدین اور کفار کو جمع کر کے ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کریں گے اور اس وقت جو لوگ خوشی سے اسلام قبول کریں گے آپ انھیں نماز، زکوٰۃ اور دوسرے احکامِ اسلام پر عمل کرنے کا حکم دیں گے اور جو لوگ انکار کریں گے تو آپ ان کی گردنیں اڑا دیں گے۔ پھر ایسا وقت آئے گا کہ مشرق و مغرب میں صرف توحید پرست افراد دکھائی دیں گے۔

میں (راوی) نے عرض کیا: اتنی بڑی آبادی کو وہ اکیلے کس طرح سے تہہ تیغ کر سکیں گے؟

آپؑ نے فرمایا: جب اللہ کسی امر کا ارادہ کرلے تو پھر تھوڑے کو زیادہ اور زیادہ کو تھوڑا کر دیتا ہے۔

۲۲۹- نہج البلاغہ کے ایک خطبہ میں امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو چمکتے ہوئے نور، روشن دلیل، کھلی ہوئی راہِ شریعت اور ہدایت دینے والی کتاب کے ساتھ بھیجا، ان کا قوم وقبیلہ اور شجرہ بہترین شجرہ ہے جس کی شاخیں سیدھی اور پھل جھکے ہوئے ہیں۔ ان کا مولد مکہ اور ہجرت کا مقام مدینہ ہے۔ جہاں سے آپ کے نام کا بول بالا ہوا اور آپ کا آوازہ چارسُو پھیلا۔ اللہ نے آپ کو مکمل دلیل، شفا بخش نصیحت اور تلافی دینے والا پیغام دے کر بھیجا۔ ان کے ذریعہ سے نامعلوم راہیں آشکارا کیں اور غلط سلط بدعتوں کا قلع قمع کیا اور بیان کیے ہوئے احکام واضح کیے۔ اب جو کوئی بھی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے تو اس کی بدبختی مسلّم، اس کا شیرازہ منتشر اور اس کے لیے منہ کے بل گرنا مقدر ہے۔ اس کا انجام طویل حزن اور مہلک عذاب کی شکل میں ظاہر ہوگا۔

ہدایت کے لیے ناموزوں افراد

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٦﴾ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُھُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٧﴾ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٨٨﴾ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۣ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٨٩﴾

''خدا اس قوم کو ہدایت کیسے کرے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئی ہو اور انھوں نے رسول کے برحق ہونے کی گواہی دی ہو اور ان کے پاس واضح نشانیاں آچکی ہوں۔ اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔ ان کی اس روش کا یہی بدلہ ہے کہ ان پر اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا۔ اور نہ ہی ان کو مہلت دی جائے گی۔ البتہ اس لعنت سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کرلیں۔ بے شک اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے''۔

۲۳۰- مجمع البیان میں اس آیت مجیدہ کے شانِ نزول میں ایک واقعہ مرقوم ہے کہ یہ آیات انصار سے تعلق رکھنے

والے ایک شخص حارث بن سوید بن صامت کے متعلّق نازل ہوئیں۔ اس نے دھوکا دہی سے محذر بن زیاد کو قتل کیا۔ پھر سزا ے بچنے کے لیے اس نے دین اسلام چھوڑ دیا اور بھاگ کر مکہ چلا گیا۔ کچھ عرصہ بعد اسے اپنی حرکت پر ندامت محسوس ہوئی۔ اس نے اپنی قوم کی طرف پیغام بھیجا کہ رسول اکرمؐ سے پوچھ کر مجھے مطلع کرو کہ کیا میرے لیے بھی توبہ کی گنجائش ہے؟

اس کی قوم کے افراد نے رسولؐ خدا سے یہ مسئلہ پوچھا تو اس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ چنانچہ اس کی قوم کا ایک شخص یہ آیات لے کر اس کے پاس گیا اور اسے اس کی توبہ کی قبولیت کی بشارت سنائی۔

حارث بن سوید نے کہا: میں جانتا ہوں کہ تو سچّا ہے جب کہ رسول اکرمؐ تجھ سے زیادہ سچّے ہیں اور اللہ سب سے زیادہ سچّا ہے۔ پھر وہ شخص مدینہ آ گیا اور اس نے سابقہ گناہوں کی معافی طلب کی اور بعد میں وہ اچھا مسلمان ثابت ہوا۔

نیکی کا مقام حاصل کرنے کی شرط

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ؕ۬ وَ مَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیۡمٌ ﴿۹۲﴾

''نیکی کا مقام اس وقت تک تمھیں ہرگز حاصل نہ ہوگا جب تک اپنی محبُوب چیزوں میں سے کچھ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے تو اللہ اس سے باخبر ہے''۔

۲۳۱- روضہ کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت منقول ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدا کی راہ میں ردی اور ناکارہ چیزیں نہیں دینی چاہئیں بلکہ ایسی چیز دی جائے جو انسان کو خود بھی اچھی لگتی ہو۔

۲۳۲- اصول کافی میں ''ابی ولاد الحناط'' سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ تعالٰی نے قرآن حکیم میں وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا فرمایا ہے۔ اس احسان سے کس طرح کا سلوک مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: احسان سے مراد یہ ہے تم ان سے بہتر نشست و برخاست رکھو اور ان سے ایسا رویہ رکھو کہ انھیں اپنی ضروریات کے لیے تم سے کچھ کہنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔ کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا: لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ۔ تمھیں نیکی کا مقام اس وقت تک نہیں مل سکتا جب تک اپنی پیاری چیزوں میں سے کچھ خرچ نہ کرو گے۔

۲۳۳- الکافی میں مذکور ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام غرباء و مساکین میں اعلیٰ قسم کی شکر تقسیم کیا کرتے تھے۔ کی نے کہا: اتنی اچھی شکر بھی راہِ خدا میں دی جاتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ مجھے بہت پسند ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں بھی وہ چیز خرچ کروں جو مجھے زیادہ پسند

ہو۔

۲۳۴- عوالی اللئالی میں مرقوم ہے کہ امام حسین علیہ السلام فقراء و مساکین میں اعلیٰ قسم کی شکر تقسیم کرتے تھے۔ کسی نے کہا کہ آپ اتنی اچھی چیز کیوں تقسیم کر رہے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مجھے پسند ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ”تمھیں اس وقت تک نیکی کا مقام حاصل نہیں ہو سکے گا جب تک اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ نہ کرو گے“۔

۲۳۵- مجمع البیان میں ”ابی الطفیل“ سے منقول ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے ایک کپڑا خریدا۔ وہ آپ کو اچھا لگا تو آپ نے راہِ خدا میں دے دیا اور آپؑ نے فرمایا:

میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا کہ جو خدا کی رضا کو اپنے نفس کی رضا پر ترجیح دے گا تو اللہ بھی قیامت کے دن اسے جنت کے لیے ترجیح دے گا۔ جسے کوئی چیز پسند آ جائے اور اسے اللہ کی راہ میں دے دے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہ لوگ دنیا میں رہ کر ایک دوسرے کے تحفہ کے بدلے میں تحفے دیا کرتے تھے۔ آج میں تیری نیکی کے بدلے میں تجھے جنت کا تحفہ دیتا ہوں۔

۲۳۶- تفسیر عیاشی میں مفضل بن عمر سے منقول ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے اپنی طرف سے مولاؑ کے سامنے ایک چیز رکھی۔

آپؑ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟

میں نے عرض کیا: یہ میری طرف سے آپؑ کے لیے ہدیہ ہے۔

آپؑ نے فرمایا: مفضل! میں تمہارے کسی ہدیہ کا نہ تو ضرورت مند ہوں اور نہ ہی مجھے اس کی خواہش ہے البتہ ہم تمہارے ہدیے اس لیے قبول کرتے ہیں تاکہ تمہارا مال پاک ہو جائے۔ اور میں نے اپنے والد علیہ السلام سے سنا تھا کہ ہمارا ماننے والا اگر ایک سال تک تھوڑا یا بہت ہمیں ہدیہ نہ دے تو قیامت کے دن خدا اس پر نظر شفقت نہیں کرے گا۔ ہاں اگر وہ معاف کر دے تو اسے اس کا اختیار ہے۔

پھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

مفضل! یہ خدا کی طرف سے ایک فریضہ ہے جو اس نے ہمارے شیعوں پر فرض کیا ہے۔ جیسا کہ اس نے فرمایا ہے:

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ''تمھیں اس وقت تک نیکی کا مقام حاصل نہ ہو سکے گا جب تک اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے کچھ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو گے''۔

ہم ہی مجسم نیکی ہیں اور ہم ہی روح تقویٰ ہیں اور ہم راہِ ہدایت اور تقویٰ کا دروازہ ہیں۔ ہماری دعائیں خدا تک فوراً پہنچتی ہیں۔ فقہی سوالات کے لیے تم حلال وحرام کے مسائل تک ہی فقہاء سے پوچھو۔ خبردار فقہاء سے ایسے مسائل مت دریافت کرو جن کا تم سے کوئی تعلق نہ ہو اور جن کے علم کو خدا نے تم سے مخفی رکھا ہو۔

۲۳۷- عمر بن یزید راوی ہیں کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو لکھا کہ کیا ''مدبّر غلام'' کی فروخت حلال ہے؟

آپؑ نے جواب میں یہ آیت لکھی:

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ

''تمام قسم کے کھانے بنی اسرائیل کے لیے حلال تھے سوائے اس کے جسے اسرائیل نے اپنے اُوپر خود ہی حرام کر دیا تھا''۔

وضاحت: مدبّر غلام وہ ہے جس کے آقا نے اس کی آزادی کی اس طرح سے تدبیر کی ہو کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہوگا جیسے ہی مالک مرے گا غلام آزاد ہو جائے گا۔ عام حالات میں آقا کو اجازت ہے کہ وہ اپنے غلام کو فروخت کر سکتا ہے لیکن جب مالک ہی اس کی تدبیر کر کے اسے ''غلام مُدبّر'' کی حیثیت دے دے تو پھر وہ اسے فروخت نہیں کر سکتا اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے كُلُّ الطَّعَامِ ...... کی آیت لکھ کر اشارہ کیا کہ جس طعام کو اسرائیل نے اپنے لیے از خود حرام کیا تھا اس کا کھانا ان کے لیے ممنوع ہو گیا تھا اسی طرح سے غلام فروخت کرنے کی تو اجازت ہے لیکن جب مالک ہی اسے ''مُدبّر'' کا درجہ دے چکا ہو تو اسے فروخت نہیں کر سکتا۔ (من المترجم)

۲۳۸- الکافی میں عبداللہ بن ابی یعفور سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

حضرت یعقوب کو ''عرق النساء'' کے درد کی شکایت تھی اور جب آپ اُونٹ کا گوشت کھاتے تو آپ کے درد میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ اسی لیے آپ نے اپنے لیے اُونٹ کا گوشت حرام قرار دیا تھا اور یہ تورات کے نزول سے پہلے کی بات ہے۔ جب ایک عرصہ بعد تورات نازل ہوئی تو خدا نے اسے حرام قرار نہ دیا۔ البتہ اسرائیلیوں نے اسے نہ کھایا۔

۲۳۹- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ''عرق النساء'' کے درد کی شکایت تھی۔

آپؑ نے اپنے لیے اُونٹ کا گوشت حرام قرار دیا۔

پھر ایک طویل عرصہ گزرا تو یہودیوں نے یہ افترا پردازی کی کہ اُونٹ کا گوشت کھانا سرے سے حرام ہے اور اللہ نے اسے تورات میں حرام قرار دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے غلط گمان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسۡرَآءِيۡلُ عَلٰى نَفۡسِهٖ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تُنَزَّلَ التَّوۡرٰىةُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِالتَّوۡرٰىةِ فَاتۡلُوۡهَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۹۳﴾

”تمام کھانے بنی اسرائیل کے لیے حلال تھے سوائے اس کے جسے تورات کے نزول سے پہلے اسرائیل نے اپنے لیے ممنوع قرار دے لیا تھا۔ آپ کہہ دیں اگر تم سچّے ہو تو تورات لے آؤ اور اس کی تلاوت کرو“۔

وہاں تمھیں یہ بات ملے گی کہ اسرائیل (یعقوبؑ) نے اُونٹ کا گوشت اپنے لیے تو حرام کیا تھا لیکن لوگوں کے لیے حرام نہیں کیا تھا۔

ملّتِ ابراہیمؑ

فَاتَّبِعُوۡا مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۹۵﴾

”تم ملّتِ ابراہیم کا اتباع کرو وہ باطل سے کنارہ کش تھے اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھے“۔

۲۴۰۔ تفسیر عیاشی میں حبابہ والبیّہ سے منقول ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

”ملّتِ ابراہیم پر صرف ہم اور ہمارے شیعہ ہیں۔ اپنے اور شیعوں کے علاوہ مجھے کوئی بھی ملّتِ ابراہیم پر دکھائی نہیں دیتا“۔

اوّل بیت (پہلا گھر)

۲۴۱۔ الکافی میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

”۲۵ ذی قعدہ کو بیت اللہ زمین پر رکھا گیا اور یہ روئے زمین پر خدا کی پہلی رحمت تھی جسے رکھا گیا تھا۔ اللہ نے اسے لوگوں کے اجتماع اور امن کا مقام بنایا۔ اس دن جو شخص روزہ رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ساٹھ مہینوں کے روزوں کا

ثواب عطا فرمائے گا"۔

۲۴۲۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے ہواؤں کو حکم دیا کہ وہ پانی پر تھپیڑے ماریں۔ ہواؤں نے پانی پر تھپیڑے مارے تو اس سے موج پیدا ہوئی۔ موج سے جھاگ پیدا ہوئی۔ اس جھاگ کو اللہ نے بیت اللہ کے مقام پر جمع کیا۔ پھر اللہ نے جھاگ کا پہاڑ بنایا اور اس کے نیچے سے زمین کو بچھانا شروع کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾

"بے شک پہلا گھر جو انسانوں کے لیے تعمیر ہوا ہے وہ وہی ہے جو مکہ میں واقع ہے اس میں برکت دی گئی ہے اور وہ تمام جہانوں کے لیے ہدایت ہے"۔

۲۴۳۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے "ابرش" سے فرمایا:

"ابرش! وہ اسی طرح سے ہے جیسا کہ اس نے اپنے لیے خود بیان کیا ہے اس کا عرش پانی پر تھا اور پانی ہوا پر تھا اور ہوا کی کوئی حد نہ تھی اور پانی اور ہوا کے علاوہ خدا نے ابھی تک کوئی اور چیز پیدا نہیں کی تھی اور اس وقت وہ سارا پانی میٹھا تھا۔ جب اس نے زمین بنانے کا ارادہ کیا تو ہواؤں کو حکم دیا کہ وہ سمندر کے پانی کو تھپیڑے ماریں۔ جب پانی پر ہواؤں کے تھپیڑے پڑے تو اس سے موج بنی۔ موج سے جھاگ پیدا ہوئی۔ بیت اللہ کے مقام پر خدا نے جھاگ کا پہاڑ تشکیل دیا اور اس کے نیچے سے زمین کو بچھایا۔

۲۴۴۔ عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام کا وہ خط مرقوم ہے جو آپؑ نے محمد بن سنان کے مسائل کے جواب میں تحریر کیا تھا اور آپ نے اس خط میں بہت سی اشیاء کے علل و اسباب بیان فرمائے۔

اس خط میں یہ جملے بھی مذکور ہیں:

"بیت اللہ کو زمین کے وسط میں رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ وہی مقام ہے جہاں سے زمین بچھائے جانے کے عمل کا آغاز ہوا تھا۔ دنیا میں جتنی بھی ہوائیں چلتی ہیں وہ رکن شامی کے نیچے سے ہی برآمد ہوتی ہیں اور یہ زمین کا پہلا حصہ ہے جہاں سے زمین بچھانے کا عمل شروع ہوا تھا۔ اللہ نے بیت اللہ شریف کو وسط زمین میں اس لیے رکھا تا کہ اہلِ مشرق و مغرب کے لیے یکساں سفر ہو"۔

۲۴۵- کتاب الخصال میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

مکہ کے پانچ نام ہیں:

۱- اُم القریٰ، ۲- مکہ، ۳- بکہ، ۴- بساسہ یعنی ہلاک کرنے والا شہر اور اس نام کی وجہ یہ ہے کہ جب بھی کسی ظالم نے مکہ کا رخ کیا تو خدا نے اسے ہلاک کر دیا۔ ۵- اُم رحم۔ یہ رحمت خدا کا مرکز ہے جو یہاں پر رہ جائے تو خدا کی رحمت کا مستحق بن جاتا ہے۔

۲۴۶- تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ ابو جعفر منصور دوانیقی نے حرمِ پاک کی توسیع کا ارادہ کیا اور جن لوگوں کے اردگرد مکانات تھے اس نے انھیں رقم کی پیش کش کی اور کہا کہ تم مجھ سے اپنے مکانات کا معقول معاوضہ لے لو اور یہ گھر خالی کر دو۔ میں ان گھروں کو گرا کر مسجد الحرام میں توسیع کرنا چاہتا ہوں۔

جن لوگوں کے مکانات تھے انھوں نے کہا کہ اپنے مکان چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہیں۔ منصور کو ان کے جواب سے بڑا دُکھ پہنچا۔ اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے لوگوں کے رویہ کا شکوہ کیا تو آپؑ نے فرمایا:

تمھیں غمگین ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا نے تجھے دلیل دی ہے جس کے تحت تم ان کے مکانات مسجد الحرام میں شامل کر سکتے ہو۔

منصور دوانیقی نے کہا: میرے پاس کون سی دلیل ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تم ان سے کہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾

''دنیا کا پہلا گھر جسے انسانوں کے لیے بنایا گیا ہے وہ وہی ہے جو مکہ میں ہے۔ وہ مبارک اور تمام جہانوں کے لیے ہدایت ہے''۔

اب تم ان سے کہو اگر ان کے گھر بیت اللہ سے پہلے تھے تو بے شک وہ اپنے گھروں میں آباد رہیں اور اگر ان کے گھروں سے پہلے اللہ کا گھر تھا تو انھیں یہ مکانات بیت اللہ کے لیے چھوڑ دینے چاہئیں''۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس فرمان کے بعد منصور نے ان لوگوں کو بلا کر ان کے سامنے یہ دلیل پیش کی تو انھوں نے سر جھکا دیئے اور کہا جو آپ کے جی میں آئے وہ کریں۔

۲۴۷- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''مکہ'' پورے شہر کا نام ہے اور ''بکّہ'' اس مخصوص جگہ کا نام ہے جہاں بیت اللہ ہے۔

۲۴۸- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''بکّہ'' بیت اللہ کی جگہ کو کہا جاتا ہے اور حرم مکہ میں ہے۔

۲۴۹- علل الشرائع میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''مکہ کو ''بکّہ'' اس لیے کہا جاتا ہے یہاں لوگوں کا ازدحام ہوتا ہے اور لوگ یہاں جمع ہوتے ہیں اور عربی زبان میں ''تَبَاكَ الْقَوْمُ'' کا معنی ہے لوگوں کا ازدحام ہوا۔ چنانچہ لفظ بکّہ اسی تَبَاكَ الْقَوْمُ سے مشتق ہے۔

۲۵۰- عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کعبہ کو ''بکّہ'' کیوں کہا گیا؟ آپؑ نے فرمایا: بکّہ ''بکاء'' سے مشتق ہے کیونکہ لوگ کعبہ کے اردگرد گریہ و بکا کرتے ہیں اسی لیے اس کو ''بکہ'' کہا جاتا ہے۔

۲۵۱- امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: مقامِ کعبہ ''بکّہ'' اور شہر ''مکّہ'' ہے۔

۲۵۲- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

بکّہ تَبَاكَ الْقَوْمُ سے مشتق ہے جس کے معنی ازدحام و اجتماع کے ہیں اور مکہ کو بکّہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہاں عورتوں اور مردوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ اور حالت یہ ہوتی ہے کہ عورتیں مردوں کے دائیں بائیں، آگے پیچھے نماز پڑھ رہی ہوتی ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ باقی شہروں میں یہ مکروہ ہے۔

۲۵۳- عبداللہ بن علی حلبی کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ مکہ کو 'بکّہ' کیوں کہا گیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ ''بکّہ'' کا ایک معنی ایک دوسرے کو دھکیلنا بھی ہوتا ہے۔ اور مکہ کو اس لیے ''بکّہ'' کہا جاتا ہے کہ یہاں اتنا ازدحام ہوتا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کو ہاتھوں سے دھکیلتے ہیں۔

۲۵۴- الکافی میں ابن سنان سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۚ ﴿۹۶﴾ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ

''یقیناً پہلا گھر جو لوگوں کے لیے تعمیر کرایا گیا وہ وہی ہے جو مکہ میں ہے۔ وہ مبارک ہے اور تمام

جہانوں کے لیے ہدایت ہے۔ اس میں واضح نشانیاں ہیں"۔

آخر وہ واضح نشانیاں کون سی ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

واضح نشانیوں میں مقامِ ابراہیم ہے اور وہ ایسا پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیمؑ کھڑے ہوئے تھے تو اس میں ان کے قدموں کے نشان ثبت ہو گئے تھے۔ حجرِ اسود بھی خدا کی واضح نشانی ہے اور منزلِ اسماعیلؑ بھی واضح نشانی ہے۔

۲۵۵- زرارہ کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا:

آپؑ نے اپنے دادا امام حسین علیہ السلام کو دیکھا تھا تو پھر ان کی کوئی بات سنائیں۔

آپؑ نے فرمایا: مجھے وہ موقع آج بھی یاد ہے کہ میں مسجد الحرام میں دادا کے ساتھ موجود تھا۔ اس وقت سیلاب آیا ہوا تھا اور کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ مقامِ ابراہیم کو سیلاب بہا لے گیا جب کہ کچھ کہہ رہے تھے کہ وہ اپنے مقام پر باقی ہے۔

میرے دادا جان نے مجھ سے فرمایا تھا کہ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟

میں نے عرض کیا کہ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں مقامِ ابراہیم کے سیلاب میں بہہ جانے کا خوف ہے۔

آپؑ نے فرمایا: ندا دو کہ اللہ نے مقام ابراہیم کو اپنا پرچم بنایا ہے اور وہ اپنے پرچم کو ضائع نہیں ہونے دے گا تم لوگ مطمئن رہو۔

پھر آپؑ نے فرمایا: مقامِ ابراہیم پہلے دور میں دیوارِ کعبہ کے ساتھ تھا۔ پھر زمانہ جاہلیّت کے لوگوں نے اسے وہاں سے اکھاڑ کر یہاں نصب کیا جہاں اس وقت موجود ہے۔ اور جب رسولؐ خدا نے مکہ فتح کیا تو آپؐ نے اس کو وہاں سے اکھاڑ کر یہاں نصب کیا جہاں اسے حضرت ابراہیمؑ نے رکھا تھا۔ پھر خلیفہ ثانی کے زمانہ تک وہاں رہا۔ جب وہ اقتدار پ آئے تو انھوں نے لوگوں سے کہا کہ تم میں سے کوئی ایسا شخص بھی ہے جسے معلوم ہو کہ پہلے مقامِ ابراہیمؑ کہاں ہوتا تھا؟

ایک شخص نے کہا کہ مجھے اچھی طرح سے علم ہے کیونکہ میں نے اس کو اس وقت رسّی سے ناپا تھا اور وہ رسّی آج تک میرے پاس موجود ہے۔

حضرت عمر نے کہا کہ وہ رسّی لے آؤ۔ چنانچہ انھوں نے رسّی سے فاصلہ ناپ کر مقامِ ابراہیم کو دوبارہ اسی جگہ نصب کیا جہاں یہ آج موجود ہے۔

۲۵۶- کتاب علل الشرائع کی ایک روایت کا کچھ حصّہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوحنیفہ

ے فرمایا:

ابوحنیفہ! یہ بتاؤ کیا تم اللہ کی کتاب کی پوری معرفت رکھتے ہو اور کیا تمھیں ناسخ ومنسوخ کا مکمل علم ہے؟

ابوحنیفہ نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: ابوحنیفہ! تو نے علم کا دعویٰ کیا ہے جب کہ خدا نے علم کا وارث انھیں بنایا ہے جن کے گھر میں قرآن اُترا ہے اور وہ ذریتِ مصطفیٰؐ کا گھرانہ ہے جب کہ خدا نے تجھے کتاب کے ایک حرف کا بھی وارث نہیں بنایا۔ اگر تم اپنے علم کے دعویٰ میں سچے ہو تو پھر مجھے بتاؤ کہ سِیۡرُوۡا فِیۡهَا لَیَالِیَ وَاَیَّامًا اٰمِنِیۡنَ (سبا: ۱۸) ''اس میں مطمئن ہو کر راتوں اور دنوں کو چلو پھرو''۔

یہ بتاؤ کہ وہ کون سی سرزمین ہے جس میں انسان بے خوف ہو کر رات اور دن کو سفر کر سکتا ہے؟

ابوحنیفہ نے کہا: میرا خیال یہ ہے کہ اس سے مکہ اور مدینہ کی درمیان کی سرزمین مراد ہے۔

آپؑ نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے اصحاب سے کہا کہ خدارا! تم ہی بتاؤ کیا مکہ ومدینہ کے درمیان قافلوں کو لوٹا نہیں جاتا اور کیا مزاحمت کرنے پر لوگوں کو قتل نہیں کر دیا جاتا؟

لوگوں نے کہا آپؑ درست فرما رہے ہیں۔ یہ سن کر ابوحنیفہ خاموش ہو گیا۔

اس کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اچھا یہ بتاؤ وَمَنۡ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (جو اس میں داخل ہو گیا اسے امن مل گیا) کا کیا مفہوم ہے؟

ابوحنیفہ نے کہا: اس سے مراد کعبہ ہے یہاں ہر شخص کو امن مل جاتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ جب حجاج بن یوسف نے منجنیق سے یہاں پتھر برسائے اور ابن زبیر کو قتل کیا تھا تو کیا اسے امن مل گیا تھا؟

یہ سن کر ابوحنیفہ خاموش ہو گیا۔

اس گفتگو کے دوران ابوبکر حضرمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کھڑے ہو کر کہا کہ فرزندِ رسولؐ! ان دو آیات کے مفہوم کو واضح کریں۔

آپؑ نے فرمایا:

ابوبکرؓ سنو! سِیۡرُوۡا فِیۡهَا لَیَالِیَ وَاَیَّامًا اٰمِنِیۡنَ (اس میں راتوں اور دنوں کو مطمئن ہو کر چلو) کی آیت مجیدہ کا تعلق

ہمارے قائم علیہ السلام کے زمانہ ظہور سے ہے۔ ان کے دورِ امامت میں اتنا مثالی امن ہوگا کہ لوگ دن رات سفر کریں گے اور کسی کو کسی کا خوف نہیں ہوگا اور وَمَنۡ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (جو اس میں داخل ہوگیا تو اسے امن ملا) کی آیت کا تعلق بھی قائم آلِ محمدؑ سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو ان کی بیعت کر کے ان کے اصحاب کے زمرہ میں داخل ہو جائے گا اسے امن نصیب ہوگا۔

مقامِ امن

۲۵۷۔ تفسیر عیاشی میں مذکور ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے وَمَنۡ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا کے متعلّق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا:

کعبہ میں ہر خائف کو امن مل جاتا ہے بشرطیکہ اس پر حدود الٰہی میں سے کوئی حد عائد نہ ہوتی ہو اور اگر کسی پر شرعی حد عائد ہوتی ہو تو اسے وہاں سے گرفتار کر لینا چاہیے۔

محمد بن مسلم نے پوچھا کہ اگر کوئی پرندہ حرم میں داخل ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے؟

آپؑ نے فرمایا: اسے نہیں پکڑنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنۡ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ”جو اس میں داخل ہوگیا اسے امن مل گیا“۔

۲۵۸۔ عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ”مقامِ حِل“ سے شکار میں پکڑا ہوا جانور اگر حرم میں داخل ہو جائے تو اسے ذبح نہیں کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَمَنۡ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (جو اس میں داخل ہوگیا اسے امن مل گیا)

۲۵۹۔ علی بن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فِيۡهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبۡرٰهِيۡمَ ۚ وَمَنۡ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ (اس میں آیات بینات ہیں مقام ابراہیم ہے جو اس میں داخل ہوا وہ بے خوف ہوگیا)

حرم میں مرجئی، قدری، خوارج اور زندیق بھی داخل ہوتے ہیں تو کیا یہ تمام لوگ عذاب الٰہی سے بے خوف ہو جائیں گے؟

آپؑ نے فرمایا: ہرگز نہیں۔

میں نے عرض کیا تو پھر بے خوف ہونے کا کیا مقصد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو ہمارے حق کا عارف ہو کر حرم میں آئے تو وہ گناہوں کی پاداش سے بے خوف ہو جائے گا اور وہ گناہوں سے آزاد ہو جائے گا اور دنیا و آخرت کی ہر مشکل اس کے لیے آسان کر دی جائے گی۔

۲۶۰۔ امالی صدوق میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا:

"مجھ سے جبریلؑ نے بیان کیا اور اس نے میکائیلؑ سے سنا اور میکائیلؑ نے اسرافیلؑ سے سنا اور اسرافیلؑ نے اللہ تعالیٰ سے سنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

میں نے علیؑ کو گمراہی سے بچانے والا پرچم بنایا اور میں نے اسے اپنا وہ دروازہ بنایا جس سے گزر کر کوئی مجھ تک آ سکتا ہے اور علیؑ میرا وہ گھر ہے جو اس میں داخل ہوا تو وہ میری دوزخ کے عذاب سے بے خوف ہو گیا"۔

۲۶۱۔ الکافی میں عبدالخالق صیقل سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا کا مطلب پوچھا۔

آپؑ نے فرمایا: تو نے مجھ سے وہ چیز دریافت کی ہے جو معدودے چند افراد کے علاوہ اور کسی نے دریافت نہیں کی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو اس گھر میں یہ ذہن میں رکھ کر داخل ہو کہ یہ وہ گھر ہے جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے اور اس کے ساتھ ہم اہلِ بیتؑ کی بھی پوری معرفت رکھتا ہو تو وہ دنیا و آخرت میں عذاب سے بے خوف ہو جائے گا۔

۲۶۲۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے دخولِ کعبہ کے آداب بتاتے ہوئے فرمایا:

"جب تو کعبہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو اس سے پہلے غسل کر اور جوتا پہن کر مت جاؤ اور جب تم بیت اللہ میں قدم رکھو تو یہ دعا پڑھو:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ "وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا" فَاٰمِنِّیْ مِنْ عَذَابِ النَّارِ

"خدا نے تو خود کہا ہے: جو اس میں داخل ہوا تو وہ بے خوف ہو گیا۔ خدایا! مجھے دوزخ کے عذاب سے بے خوف کر دے"۔

۲۶۳۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"جب کعبہ میں جاؤ تو پورے سکون و وقار سے جاؤ اور کعبہ کے ہر گوشے کے قریب جاؤ، پھر کہو:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ "وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا" فَاٰمِنِّیْ مِنْ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

''پروردگار! تو نے خود فرمایا ہے جو اس میں داخل ہوا وہ بے خوف ہو گیا۔ خدایا! مجھے بھی روزِ قیامت کے عذاب سے محفوظ فرما''۔

۲۶۴- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''جب بیت اللہ میں داخل ہونے کا قصد کرو تو پہلے آبِ زمزم سے نہاؤ۔ پھر بیت اللہ میں چلے جاؤ اور جب بیت اللہ کے دروازے پر پہنچو تو دروازے کی زنجیر پکڑ کر یہ دعا مانگو:

اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْبَیْتَ بَیْتُکَ وَالْعَبْدُ عَبْدُکَ وَقَدْ قُلْتَ "وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا" فَاٰمِنِّیْ مِنْ عَذَابِکَ وَاَجِرْنِیْ مِنْ سَخَطِکَ -

۲۶۵- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''جو حرم میں پناہ لینے کے قصد سے داخل ہو گا تو وہ اللہ کی ناراضگی سے محفوظ رہے گا۔ اور جو کوئی جانور اور پرندہ حرم کی حدود میں داخل ہو گیا تو وہ پکڑے جانے اور اذیت دیے جانے سے محفوظ رہے گا۔ اور جب تک وہ حدودِ حرم سے نہیں نکلے گا اسے نہ تو پکڑا جائے گا اور نہ اسے اذیت دی جائے گی''۔

۲۶۶- حلبی کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا کا کیا مطلب ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

''اگر کوئی شخص حدودِ حرم سے باہر کوئی جرم کرے اور پھر حدودِ حرم میں داخل ہو جائے تو اسے حدودِ حرم میں گرفتار نہ کیا جائے گا۔ البتہ اس کے ساتھ خرید و فروخت نہ کی جائے گی اور اسے روٹی پانی نہیں پہنچنے دیا جائے گا اور نہ ہی اس سے کوئی گفتگو کی جائے گی اور جب وہ مجبور ہو جائے گا تو آخر کار حرم سے باہر آ جائے گا اور اسے حرم سے باہر گرفتار کیا جائے گا''۔

اور اگر کوئی شخص حدودِ حرم میں کوئی جرم کرے تو اس پر حرم میں ہی حدِ شرعی نافذ کی جائے گی کیونکہ اس نے حرمت کی بے حرمتی کا ارتکاب کیا ہے۔

۲۶۷- علی بن حمزہ کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا کا مطلب دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

”اگر کوئی چور مکہ سے باہر چوری کرے یا کوئی مجرم مکہ سے باہر جرم کرے اور پھر بھاگ کر مکہ آ جائے تو اسے اس وقت تک گرفتار نہ کیا جائے گا جب تک وہ مکہ سے باہر نہ آ جائے البتہ اس کے ہاتھ کسی طرح کی خرید و فروخت نہ کی جائے گی اور اس سے نشست و برخاست نہ رکھی جائے گی۔ اور جب وہ مجبور ہو کر حرم سے باہر آئے تو اسے گرفتار کیا جائے اور اگر کوئی شخص حرم میں جرم کرے تو اسے حرم میں ہی گرفتار کیا جائے۔

۲۶۸- کتاب علل الشرائع میں معاویہ بن عمار سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا:

اگر کسی کا پالتو کبوتر اُڑ کر حرم میں چلا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

آپ نے فرمایا: اسے حدود حرم سے نہیں پکڑا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (جو اس میں داخل ہوا تو وہ بے خوف ہو گیا)

۲۶۹- حماد نے معاویہ سے بھی یہی روایت نقل کی ہے۔

۲۷۰- من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے کہ صادقین علیہما السلام میں سے ایک بزرگوار سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی ہرن حدودِ حرم میں آ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اسے نہ اذیت دی جائے گی اور نہ ہی اسے پکڑا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ”جو اس میں داخل ہوا تو وہ بے خوف ہو گیا“۔

۲۷۱- الکافی میں سماعہ بن مہران سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص میرا مقروض ہو اور وہ کہیں چھپ جائے اور ایک عرصہ تک مجھے کہیں دکھائی نہ دے پھر اچانک میں اسے کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھ لوں تو کیا میں اس سے رقم کا تقاضا کروں؟

آپؑ نے فرمایا: اسے نہ تو کسی کے سپرد کرو اور نہ ہی اس سے تقاضا کرو یہاں تک کہ وہ حرم سے باہر آ جائے۔

۲۷۲- ہارون بن خارجہ کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا:

”جو شخص حرم میں دفن ہو جائے تو وہ بہت بڑے گھبراہٹ والے دن کی پریشانیوں سے بے خوف رہے گا“۔

میں (راوی) نے کہا: دفن ہونے والا خواہ نیک ہو یا بد ہو؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! دفن ہونے والا خواہ نیک ہو یا بد ہو وہ روزِ آخرت کی پریشانی سے بے خوف ہو گا“۔

حج بیت اللہ

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ؕ

''اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو''۔

۲۷۳- عمر بن اذینہ کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط روانہ کیا اور میں نے آپؑ سے چند مسائل کا جواب پوچھا۔

آپؑ نے میرے خط کے جواب میں میرے پوچھے گئے تمام سوالات کے جواب دیے اور ان میں آپؑ نے یہ بھی تحریر کیا کہ تم نے وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ؕ کی آیت مجیدہ کے متعلق دریافت کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے حج وعمرہ دونوں مراد ہیں کیونکہ دونوں فرض ہیں۔

۲۷۴- عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام کا وہ خط مرقوم ہے جو آپؑ نے محمد بن سنان کے خط کے جواب میں تحریر کیا تھا اور اس میں آپؑ نے احکامِ شرعیہ کے علل و اسباب بیان فرمائے تھے۔ چنانچہ اس خط میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں:

''حج خدا کی مہمانی اور خدا سے نعمات کے اضافے کی درخواست کا دوسرا نام ہے۔ حج کے ذریعے سے انسان خدا سے اپنے سابقہ گناہوں کی معافی طلب کرتا ہے اور خلوصِ دل سے توبہ کرتا ہے اور سابقہ گناہ معاف کرا کے نئی زندگی کا آغاز کرتا ہے۔ حج ایک مشکل عمل ہے کیونکہ اس میں دولت بھی خرچ کرنا پڑتی ہے اور سفر کی زحمات بھی اٹھانا پڑتی ہیں اور شہوات و لذات کو بھی کچھ عرصہ کے لیے خیرباد کہنا پڑتا ہے اور حج کے دوران انسان زیادہ سے زیادہ خدا کی عبادت میں مصروف رہتا ہے اور سردی گرمی کی پرواہ کیے بغیر خدا کی رضا حاصل کرنے کی جستجو میں رہتا ہے۔ اور حج میں تمام لوگوں کے لیے فوائد ہیں اور ایامِ حج میں خدا کے حضور رغبت اور رہبت کا جذبہ عروج پر ہوتا ہے اور انسان سفرِ حج میں سنگدلی، نسیانِ ذکر اور خوف و اُمید کے انقطاع سے پرہیز کرتا ہے اور اپنے آپ کو ہر طرح کے فساد اور بگاڑ سے محفوظ رکھتا ہے۔

حج مشرق و مغرب کے تمام لوگون کے لیے ذریعہ منفعت ہے اور حج خشکی و تری میں رہنے والے تمام لوگوں کے لیے ذریعۂ خیر و برکت ہے۔ حج تاجروں، خریداروں، پیشہ ور افراد اور مساکین و غرباء کے لیے بھی خوش حالی کا پیغام لاتی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو حج کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا: لِیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ (تا کہ وہ آ کر اپنے فوائد کو ملاحظہ کریں)

۲۷۵- امام علی رضا علیہ السلام نے مامون کی فرمائش پر ایک رسالہ تحریر کیا تھا جس میں آپ نے اسلام کے بنیادی اصول وفروع کی بحث کی تھی۔ اس رسالہ میں آپؑ نے یہ الفاظ بھی تحریر فرمائے۔

''بیت اللہ کا حج ہر اس شخص پر فرض ہے جو وہاں تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو۔ استطاعت سے مراد یہ ہے کہ انسان کے پاس زادراہ ہو' سواری ہو اور صحت ہو''۔

۲۷۶- کتاب الخصال میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے' آپؑ نے فرمایا: حج بیت اللہ ہر اس شخص پر واجب ہے جو صاحبِ استطاعت ہو اور استطاعت سے مراد یہ ہے کہ انسان کے پاس زادِراہ ہو' سواری ہو اور گھر میں اتنا کچھ موجود ہو کہ اس کے اہلِ خانہ اس کی عدم موجودگی میں خورد ونوش کا سامان کر سکیں۔

اسلام کی پانچ بنیادیں

۲۷۷- اصول کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا:

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں یعنی نماز' زکوٰۃ' حج' روزہ اور ولایت پر ہے''۔

زرارہ (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ میں نے کہا: ان پانچ میں سے افضل کون سی چیز ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ولایت افضل ہے کیونکہ وہ ان کی چابی ہے اور صاحبِ ولایت ان چاروں کا رہبر ہوتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ ولایت کے بعد کس کا درجہ ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کے بعد نماز کا درجہ ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الصلوٰۃ عمود دینکم ''نماز تمھارے دین کا عمود ہے''۔

وضاحت: عمود اس بانس اور لکڑی کو کہا جاتا ہے جو خیمہ کے درمیان میں نصب ہوتی ہے اور پورے خیمہ کا دارومدار اسی پر ہوتا ہے۔ اور اگر اس کو نکال دیا جائے تو پورا خیمہ گر جاتا ہے۔ گویا رسولؐ اکرم نے فرمایا: ''جس طرح سے خیمہ کے لیے عمود ضروری ہے اسی طرح سے دین کے خیمہ کے لیے بھی نماز ضروری ہے۔ اگر خیمہ سے عمود ہٹالی جائے تو خیمہ کھڑا نہیں ہوسکتا اور اگر دین سے نماز ہٹادی جائے تو دین قائم نہیں رہ سکتا''۔ (من المترجم عفی عنہ)

میں نے عرض کیا کہ نماز کے بعد کس چیز کا درجہ ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نماز کے بعد زکوٰۃ کا درجہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نماز کو زکوٰۃ کے ساتھ شامل کیا ہے اور

اکثر مقامات پر نماز اور زکوٰۃ کا اکٹھا ذکر کیا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''زکوٰۃ گناہوں کو ختم کر دیتی ہے''۔

میں نے عرض کیا کہ زکوٰۃ کے بعد کس چیز کا درجہ ہے؟

آپؑ نے فرمایا: زکوٰۃ کے بعد حج کا درجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حج کے متعلق فرمایا:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۹۰

''اللہ نے لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض کیا ہے جو وہاں تک جانے کی طاقت رکھتا ہو اور جو کوئی انکار کرے تو اللہ تمام جہانوں سے بے پرواہ ہے''۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ایک مقبول حج دس نوافل سے بہتر ہے اور جو کوئی بیت اللہ کا طواف کرے اور سات چکر پورے کرے اور اچھے انداز سے نماز پڑھے اور روزِ عرفہ اور روزِ مزدلفہ کے دن کی دعائیں پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دے گا''۔

۲۷۸۔ الکافی میں علی بن جعفر سے اور انھوں نے اپنے بھائی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے صاحبِ حیثیت افراد پر ہر سال حج فرض کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ ''اللہ نے لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض کیا ہے جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو اور جو کوئی ''کفر'' کرے تو اللہ تمام جہانوں سے بے پرواہ ہے''۔

میں (راوی) نے عرض کیا: کیا جو شخص حج نہ کرے تو وہ شرعاً کافر ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں وہ کفرانِ نعمت کا مرتکب ہے البتہ کافر وہ ہے جو حج کی فرضیت کا قائل نہ ہو۔

۲۷۹۔ تفسیر عیاشی میں ابی اسامہ بن زید سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۹۰ (اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ تمام جہانوں سے بے پرواہ ہے) کیا حج نہ کرنے والا کافر ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں وہ کفرانِ نعمت کا مرتکب ہے۔

۲۸۰- الکافی میں حلبی سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حج کے لیے "استطاعت" کو شرط قرار دیا ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ "استطاعت" سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کا مقصد یہ ہے کہ اس کے پاس حج کرنے کی قدرت ہو اور وہ وہاں تک جا سکتا ہو۔

میں نے کہا کہ ایک شخص کے پاس ذاتی طور پر استطاعت نہیں ہے لیکن کوئی دوسرا شخص اسے حج کی پیش کش کرتا ہے اور وہ شرم محسوس کرتا ہے تو کیا وہ بھی صاحبِ استطاعت سمجھا جائے گا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، اسے اس پیش کش کو قبول کرنے سے شرمانا نہیں چاہیے۔ اسے حج پر جانا چاہیے اگرچہ کان کٹے گدھے پر ہی کیوں نہ جانا پڑے اور اگر وہ کچھ راستہ پیدل چل سکتا ہو اور کچھ راستہ کے لیے سواری مل سکتی ہو تو بھی اسے حج پر جانا چاہیے۔

۲۸۱- محمد بن یحییٰ خثعمی کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ حفص الکناسی نے آپ سے پوچھا کہ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا کا کیا مقصد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص تندرست ہو اور راستہ بھی پُر امن ہو اور اس کے پاس آنے جانے کے لیے زادِ راہ اور سواری ہو تو اس پر حج فرض ہے اور وہ صاحبِ استطاعت ہے۔

۲۸۲- امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے ابی الربیع شامی سے فرمایا کہ لوگ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا سے کیا مراد لیتے ہیں؟

اس نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اس سے زادِ راہ اور سواری مراد ہے لہٰذا جس کے پاس دونوں چیزیں موجود ہوں وہ صاحبِ استطاعت ہے اور اس پر حج واجب ہے۔

آپؑ نے فرمایا: بات صرف یہیں تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کے لیے یہ شرط بھی ہے کہ اس کے اہل و عیال کے پاس بھی اتنی رقم موجود ہو جس سے اس کی غیر موجودگی میں گھر کا نظام چلا سکیں۔ جس طرح سے زکوٰۃ کے لیے اللہ نے یہ شرط رکھی ہے کہ زکوٰۃ تب واجب ہوگی جب کسی کے پاس دو سو درہم ہوں گے۔ جس کے پاس دو سو درہم سے کم ہوں تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اسی طرح سے جس کے پاس اہلِ خانہ کے خرچ کے لیے رقم نہ ہو تو اس پر بھی حج واجب نہیں ہے۔

۲۸۳- سکونی کہتے ہیں کہ فرقہ قدریہ سے تعلّق رکھنے والے ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا کیا اس آیت مجیدہ میں اللہ نے بندوں کے لیے ''استطاعت'' کا اثبات نہیں کیا؟

آپؑ نے فرمایا: تجھ پر افسوس، یہاں استطاعت سے مراد زادراہ اور سواری ہے۔ اس سے استطاعت بدن مراد نہیں ہے۔

اس شخص نے کہا: جس کے پاس زادراہ اور سواری موجود ہو تو وہ حج کے لیے مستطیع ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تجھ پر افسوس۔ تمھیں ایسے افراد بھی دکھائی دیں گے جن کے پاس زادراہ اور سواری سے بھی زیادہ دولت ہوتی ہے لیکن جب تک خدا کا حکم نہیں ہوتا وہ حج پر نہیں جاتے۔

۲۸۴- نہج البلاغہ کے ایک خطبہ میں امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

''اللہ نے اپنے گھر کا حج تم پر واجب کیا جسے اس نے لوگوں کا قبلہ بنایا ہے جہاں لوگ اس طرح کھنچ کر آتے ہیں جس طرح سے پیاسے حیوان پانی کی طرف اس طرح وارفتگی سے بڑھتے ہیں جس طرح کبوتر اپنے آشیانوں کی جانب، اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی عظمت کے سامنے ان کی فروتنی و عاجزی اور اپنی عزت کے اعتراف کا نشان بنایا ہے۔ اس نے اپنی مخلوق میں سے سننے والے لوگ چن لیے جنھوں نے اس کی آواز پر لبیک کہی اور اس کے کلام کی تصدیق کی۔ وہ انبیاء کی جگہوں پر ٹھہرے، عرش پر طواف کرنے والے فرشتوں سے شباہت اختیار کی۔ وہ اپنی عبادت کی تجارت گاہ میں منفعتوں کو سمیٹتے ہیں اور اس کی وعدہ گاہ مغفرت کی طرف بڑھتے ہیں۔ اللہ سبحانہ نے اس گھر کو اسلام کا نشان، پناہ چاہنے والوں کے لیے حرم بنایا ہے۔ اس کا حج فرض اور ادائیگی حق کو واجب کیا ہے اور اس کی طرف راہ نوردی فرض کر دی ہے۔ چنانچہ اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ اللہ کا واجب الادا حق لوگوں پر یہ ہے کہ وہ خانہ کعبہ کا حج کریں جنھیں وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو اور جس نے کفر کیا تو جان لے کہ اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔

۲۸۵- من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ ابوبصیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا کا کیا مقصد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر کوئی پیدل جا سکتا ہے تو جائے۔ اگر سارا سفر پیدل نہ کر سکے تو پھر کچھ راستہ پیدل چلے اور کچھ راستہ سوار ہو کر سفر کرے اور حج پر جائے۔ اور اگر اس کی استطاعت بھی نہ ہو تو حجاج کا خدمت گزار بن جائے اور ان کے ساتھ حج کے لیے چلا جائے۔

۲۸۶-رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو جو نصیحتیں کی تھیں ان میں ایک وصیّت یہ تھی:

یا علیؑ! استطاعت رکھنے والا حج کا تارک کافر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾ ”اللہ کا واجب الادا حق لوگوں پر یہ ہے کہ وہ خانہ کعبہ کا حج کریں جنھیں وہاں تک پہنچنے کی طاقت ہو اور جس نے کفر کیا تو جان لے کہ اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے“۔

یا علیؑ! جو فریضہ حج کو کل پرسوں پر ٹالتا رہا یہاں تک کہ مر گیا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے یہودی یا نصرانی بنا کر محشور کرے گا۔

۲۸۷- کتاب التوحید میں محمد بن مسلم سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا کا کیا مقصد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ جس کے پاس حج کے وسائل ہوں تو وہ حج پر جائے۔

میں (راوی) نے عرض کیا کہ اگر کسی شخص کو کوئی حج کی پیش کش کرے اور وہ شرم کرے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ بھی صاحبانِ استطاعت میں شامل ہے۔

۲۸۸- ہشام بن الحکم کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا کا کیا مقصد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جو تندرست ہو اور راستہ پُر امن ہو اور اس کے پاس زاد راہ اور سواری موجود ہو تو وہ صاحبِ استطاعت ہے اور اس پر حج فرض ہے۔

۲۸۹- کتاب علل الشرائع میں عمر بن اذنیہ سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا سے صرف حج ہی مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، اس سے حج وعمرہ دونوں مراد ہیں کیونکہ دونوں فرض ہیں۔

۲۹۰-مصباح الشریعۃ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ آخر حج میں کوئی راز ایسا ہے جس کی وجہ سے اللہ نے اسے اپنی ذات کی طرف منسوب کیا اور فرمایا: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مناسکِ حج کی جو ترتیب تعلیم دی

ہے اس سے بھی بالترتیب موت، قبر، بعث، قیامت اور اہلِ جنت کا جنت میں جانے، اور اہلِ نار کے دوزخ میں جانے ک
طرف اشارے کیے گئے ہیں۔ اگر کوئی صاحبِ دانش ہو تو وہ انھیں محسوس کر سکتا ہے۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖۗ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ
عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَمَا
اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ
تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ
اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ
اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۖ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ
عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ
بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ
فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ

تَهْتَدُوْنَ ﴿١٠٣﴾ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ
وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ
بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٠٥﴾ۙ
يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ
وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا
كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿١٠٦﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ
رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٧﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا
عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٨﴾ وَلِلّٰهِ مَا
فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿١٠٩﴾ؑ
كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ
الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ
الْفٰسِقُوْنَ ﴿١١٠﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ
يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿١١١﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ

الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ
وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ط ذٰلِكَ
بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ
حَقٍّ ط ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ق ﴿۱۱۲﴾ لَيْسُوْا سَوَآءً ط
مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ
وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي
الْخَيْرٰتِ ط وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ
فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا
ط وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَثَلُ مَا
يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ
اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ط وَمَا ظَلَمَهُمُ
اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا
تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ط وَدُّوْا مَا

عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ وَمَا تُخْفِیْ
صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ
تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ
وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا
خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا
بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ اِنْ تَمْسَسْكُمْ
حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ
تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا
يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾ ع وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ
الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ ۙ اِذْ هَمَّتْ
طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ
فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ
اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ تَقُوْلُ
لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ
مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ ؕ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا

وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ
مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ
وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ
الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾ۙ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ
فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ
يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ
يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا
تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ۚ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ۚ
وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ۚ

''آپ کہہ دیں کہ اے اہلِ کتاب تم آیاتِ الٰہی کا انکار کیوں کرتے ہو۔ تم جو کچھ کر رہے ہو خدا اس کا گواہ ہے۔ آپ کہہ دیں کہ اے اہلِ کتاب تمھاری یہ کیسی روش ہے کہ جو ایمان لاتا ہے تم اسے اللہ کی راہ سے روکتے ہو اور چاہتے ہو کہ وہ ٹیڑھی راہ چلنے لگ جائے۔ اللہ تمھارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔

اے ایمان والو! اگر تم نے اہلِ کتاب کے ایک گروہ کی بات مان لی تو وہ تمھارے ایمان

لانے کے بعد تمھیں کفر کی طرف لوٹا دیں گے۔ تمھارے پاس کفر کا جواز ہی کیا ہے جب کہ تم پر آیاتِ الٰہی کی تلاوت کی جا رہی ہے اور تمھارے درمیان خدا کا رسول موجود ہے اور جو خدا کا دامن تھامے گا وہ ضرور راہِ راست حاصل کر لے گا۔

ایمان والو! خدا سے یوں ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور مرنا تو فرمانبردار بن کر ہی مرنا۔ اور تم سب مل کر مضبوطی سے اللہ کی رسّی کو تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو اور خدا کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی ہے۔ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اس نے تمھارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اس کے بعد تم اس کی نعمت کی وجہ سے بھائی بھائی بن گئے۔ تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے، اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا۔ اس طرح سے اللہ اپنی نشانیاں تمھارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم ہدایت حاصل کر سکو۔

تمھارے اندر ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو اچھائی کی دعوت دے اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور ایسے افراد ہی نجات پانے والے ہیں۔

اور ان لوگوں کی طرح نہ بنو جنھوں نے تفرقہ پیدا کیا اور واضح ہدایات کے بعد اختلاف کیا۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

یہ عذاب اس دن دیا جائے گا جب کئی چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے۔ وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائے گا کہ کیا تم نے ایمان کے بعد کفر کیا تھا۔ اب اپنے کفر کی وجہ سے عذاب کا ذائقہ چکھو۔ رہے وہ لوگ جن کے چہرے روشن ہوں گے تو وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ آیات خداوندی ہیں جن کو ہم آپ پر حق کے ساتھ تلاوت کر رہے ہیں اور اللہ عالمین

کے لیے ظلم کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اللہ کی ملکیت ہے اور تمام امور اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ تم بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لیے نمونہ بنا کر لایا گیا ہے۔ تم لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے منع کرتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا۔ ان میں چند افراد ایمان دار ہیں اور ان کی اکثریت نافرمان ہے۔ یہ تمھیں ستانے کے علاوہ تمھارا کوئی نقصان نہیں کرسکیں گے اور اگر انھوں نے تم سے جنگ کی تو مقابلہ میں پیٹھ دکھائیں گے اور انھیں کسی طرف سے کوئی امداد نہیں ملے گی۔ یہ جہاں بھی رہیں ان پر ذلت کی مار پڑ چکی ہے البتہ انھیں خدائی عہد یا لوگوں کے معاہدہ کی پناہ مل جائے تو وہ مستثنیٰ ہے۔ اور یہ اللہ کے غضب میں گھر چکے ہیں اور ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی ہے۔ یہ سزا اس لیے ہے کہ یہ آیاتِ الٰہی کا انکار کرتے تھے اور ناحق انبیاء کو قتل کیا کرتے تھے یہ ان کی نافرمانیوں اور زیادتیوں کا نتیجہ ہے۔

سب اہلِ کتاب یکساں نہیں ہیں۔ اہلِ کتاب میں ایک گروہ ایسا ہے جو دین پر قائم ہے۔ اس گروہ کے افراد رات کے اوقات میں آیاتِ الٰہی کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں۔ وہ اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیکیوں کی طرف سبقت کرتے ہیں۔ یہ لوگ صالحین کی جماعت کے فرد ہیں۔ ان کی کسی بھی نیکی کی ناقدری نہیں کی جائے گی اور اللہ پرہیزگاروں کو بخوبی جاننے والا ہے۔ رہے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ہے تو ان کے اموال اور ان کی اولاد اللہ کے مقابلے میں انھیں کوئی فائدہ نہ دے سکیں گے۔ وہ دوزخ

میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

یہ لوگ اس دنیاوی زندگی میں جو کچھ کر رہے ہیں اس کی مثال اس ہوا کی سی ہے جس میں پالا ہو وہ ان لوگوں کے کھیتوں پر چلے جنھوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے اور اسے تباہ و برباد کر کے رکھ دے۔ خدا نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔

ایمان والو! اپنوں کے علاوہ کسی غیر کو اپنا راز دان مت بناؤ۔ وہ تمھیں نقصان پہنچانے کا کوئی موقع نہیں گنواتے۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم پشیمان رہو۔ ان کا بغض و عداوت ان کے منہ سے عیاں ہو چکا ہے اور جس دشمنی کو انھوں نے دلوں میں چھپا رکھا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔ اگر تم عقل رکھتے ہو تو ہم تمھارے لیے نشانیوں کو خوب واضح کر چکے ہیں۔

کتنی عجیب بات ہے کہ تم تو ان سے محبّت رکھتے ہو جب کہ انھیں تم سے کوئی محبّت نہیں ہے۔ تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لا چکے ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو غصہ کی وجہ سے اپنی انگلیوں کو کاٹتے ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ اس غصہ کی وجہ سے مر جاؤ۔ اللہ سینوں میں چھپی ہوئی باتوں کو بخوبی جانتا ہے۔ اگر تمھیں کوئی اچھائی مل جائے تو تمھاری بھلائی انھیں بُری لگتی ہے۔ اور اگر تمھیں کوئی تکلیف پہنچے تو یہ اس پر خوش ہوتے ہیں اور ان کی کوئی تدبیر تمھیں نقصان نہ دے گی بشرطیکہ تم صبر سے کام لو اور خدا سے ڈرتے رہو۔ خدا ان کے اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

اس وقت کو یاد کرو جب تم صبح سویرے گھر سے نکلے تھے اور آپ اہلِ ایمان کو جنگ کے لیے مورچوں پر بٹھا رہے تھے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ جب مومنوں کے دو گروہوں نے بزدلی دکھانے کا ارادہ کر لیا تھا حالانکہ خدا ان کی مدد پر موجود تھا اور

مومنوں کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔

اور اللہ نے بدر میں تمھاری مدد کی جب کہ تم بہت کمزور تھے۔ اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ شکر گزار بن جاؤ۔ جب آپ اہلِ ایمان سے کہہ رہے تھے کہ کیا تمھارے لیے یہ کافی نہیں کہ تمھارا رب تین ہزار فرشتے اُتار کر تمھاری مدد کرے۔

بے شک اگر تم نے صبر کیا اور تقویٰ اختیار کیا اور اگر دشمن بھرپور جوش کے ساتھ تم پر حملہ آور ہوئے تو خدا پانچ ہزار فرشتوں سے تمھاری مدد کرے گا جن پر نشان لگے ہوں گے۔

اور اس امداد کو اللہ نے تمھارے لیے بشارت اور اطمینان قلب کا ذریعہ بنایا جب کہ مدد تو صرف خدائے عزیز و حکیم کی طرف سے ہی ہوتی ہے۔ تا کہ کفار کے ایک حصّہ کو کاٹ دے یا ان کو ایسی ذلت آمیز شکست سے ہمکنار کرے کہ نا کام ہوکر واپس لوٹ جائیں۔ ان معاملات میں آپ کا کوئی دخل نہیں ہے۔ خدا کو اختیار ہے چاہے تو ان کی توبہ قبول کرے اور چاہے تو انھیں عذاب دے کیونکہ وہ ظالم ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں خدا کی ملکیت ہیں وہ جسے چاہے معاف کر دے اور جسے چاہے عذاب دے وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ایمان والو! دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ اور اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہو تا کہ تم نجات حاصل کر سکو۔ اور اس آگ سے ڈرتے رہو جسے کافروں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے“۔

معصوم کون؟

۲۹۱- کتاب معانی الاخبار میں حسین اشقر سے مروی ہے اس نے کہا کہ میں نے ہشام بن الحکم سے پوچھا کہ تمھارے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ اسلام معصوم ہی ہوتا ہے؟

ہشام نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہی بات پوچھی تھی۔ انھوں نے فرمایا تھا:

”معصوم وہ ہے جو خدا کی عطا کردہ حفاظت کی وجہ سے تمام محارم الٰہی سے محفوظ ہو“۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے:

وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾

(جو خدا کا دامن تھامے گا وہ ضرور راہِ راست حاصل کرلے گا)

۲۹۲- اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

”جو اپنی پسند پر خدا کی پسند کو ترجیح دے گا تو اللہ بھی اس کی پسند کو ترجیح دے گا اور جو خدا کے دامن کو تھامے گا تو خدا بھی اسے محفوظ رکھے گا اور جو خدا کی حفاظت میں ہو تو اگر آسمان بھی زمین پر گر پڑے تو اسے کوئی پرواہ نہ ہوگی اور اگر اہلِ زمین پر کوئی افتاد نازل ہوئی تو وہ خدا کے اس گروہ میں شامل ہوگا جو ہر افتاد سے محفوظ ہوگا۔ کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا: اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ (دخان: ۵۱) ”بے شک متقین مقامِ امن میں ہوں گے“۔

۲۹۳- کتاب الخصال میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ابلیس لعین کہتا ہے کہ پانچ قسم کے افراد پر میرا کوئی بس نہیں چلتا جب کہ باقی لوگ تو میری مٹھی میں ہیں۔ جو سچّی نیت سے خدا کا دامن تھام لے اور اپنے تمام امور میں اسی پر بھروسہ کرے۔

حق تقویٰ

۲۹۴- نہج البلاغہ کے ایک خطبہ میں امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

”عمل کی طرف بڑھو اور موت کے اچانک آجانے سے ڈرو اس لیے کہ عمر کے پلٹ کر آنے کی آس نہیں لگائی جاسکتی جب کہ رزق کے پلٹنے کی امید ہوسکتی ہے۔ جو رزق ہاتھ نہیں لگا کل اس کی زیادتی کی توقع ہوسکتی ہے اور امید نہیں کہ عمر کا گزرا ہوا ”کل“ آج پلٹ آئے گا۔ امید تو آنے والے کی ہوسکتی ہے۔ اور جو گزر جائے اس سے تو مایوسی ہی ہوسکتی ہے۔ اللہ سے ڈرو جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور جب موت آئے تو تمھیں بہرصورت مسلمان ہی ہونا چاہیے“۔

۲۹۵- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حَقَّ تُقٰتِہٖ کے متعلق مفسرین سے کئی اقوال منقول ہیں:

ان میں سے دوسرا قول یہ ہے کہ ”تقویٰ کا حق یہ ہے کہ انسان خدا کی راہ میں مجاہدہ کرے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرے اور خوف و امن دونوں حالتوں میں عدل و انصاف کا دامن نہ چھوڑے“۔

اس آیت مجیدہ کے متعلّق امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے یہ بھی منقول ہے کہ یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ کی آیت منسوخ ہے کیونکہ اس میں اہلِ ایمان کو یہ حکم دیا گیا کہ خدا سے اتنا ڈرو جتنا کہ ڈرنے کا حق ہے۔ اور یہ حق کسی سے ادا نہیں ہوسکتا تھا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کر کے یہ آیت نازل فرمائی:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسۡتَطَعۡتُمۡ (تغابن:۱۶) ’’اپنی استطاعت کے مطابق خدا سے ڈرو‘‘۔

۲۹۶- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَ اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ۝۱۰۲ کا مفہوم یہ ہے کہ جب موت آئے تو تم کو خدا و پیغمبر کے فرمان کی اطاعت میں آئے یعنی خدا و رسولؐ کے فرمانبردار اور اطاعت گزار بن کر مرو، ان کے نافرمان ہو کر نہ مرو۔

۲۹۷- کتاب معانی الاخبار میں ابو بصیر سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ (ایمان والو! خدا سے یوں ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے) کا مطلب دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

’’ڈرنے کا حق یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے اور نافرمانی نہ کی جائے۔ اس کو یاد کیا جائے اور اسے فراموش نہ کیا جائے اور اس کا شکر کیا جائے اور اس کا کفر نہ کیا جائے‘‘۔

مرنا تو مسلمان ہو کر ہی مرنا

۲۹۸- عیون الاخبار میں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

’’علم کے مقامات کے علاوہ باقی ساری دنیا جہالت کا گھر ہے۔ علم انسان کے خلاف حجت ہے، البتہ علم کے جس حصّہ پر عمل کیا جائے وہ نجات ہے۔ اور عمل سارے کا سارا ریا ہے سوائے اس عمل کے جسے اخلاص سے ادا کیا جائے اور اخلاص بھی خطرے کی زد میں ہے جب تک انجام اچھا نہ ہو‘‘۔

۲۹۹- کتاب المناقب میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ وَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَ اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ (مرنا تو مسلمان ہی مرنا) کا مقصد یہ ہے کہ تمھیں رسول خدا اور اپنے امام کی فرمانبرداری کے عالم میں موت آنی چاہیے۔

۳۰۰- تفسیر عیاشی میں مذکور ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے حسین بن خالد سے

فرمایا: کیا تم نے یَاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۰۲﴾ کے متعلق بھی غور کیا ہے؟ اس آیت میں اللہ فرما رہا ہے۔ ایمان والو! خدا سے یوں ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور جب مرو تو مسلمان ہو کر ہی مرو۔

یہ حکم اہلِ ایمان کو دیا جا رہا ہے کہ وہ مسلمان ہو کر مریں۔ جب کہ ایمان کا درجہ اسلام سے بلند ہوتا ہے کیونکہ اسلام آغاز ہے اور ایمان اس کا شباب ہے۔ تو کیا آیت مجیدہ میں اہلِ ایمان کو خدا نے نعوذ باللہ یہ حکم دیا ہے کہ وہ پوری زندگی تو ایمان پر رہیں اور جب موت کا وقت آ جائے تو ایمان کا درجہ چھوڑ کر ایک درجہ نیچے اسلام پر آ جائیں؟!

حسین بن خالد نے کہا: مولاؑ! یہ بات بظاہر عجیب دکھائی دیتی ہے آخر اس کا مقصد کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہاں ''اسلام'' تسلیم و انقیاد کے معنی میں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جب تمھیں موت آئے تو خدا، رسول اور امام کی فرمانبرداری کے عالم میں آئے ان کے نافرمان بن کر نہ مرو۔

اللہ کی رسی کو مضبوطی سے مل کر تھامو

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِیۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا ۪

''اور تم سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامو اور تفرقہ میں نہ پڑو''۔

۳۰۱۔ تفسیر عیاشی میں ابن یزید کا بیان ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِیۡعًا (تم سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامو) میں اللہ کی جس رسّی کو تھامنے کا حکم دیا گیا ہے وہ رسّی کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: علی بن ابی طالبؑ اللہ کی مضبوط رسّی ہیں۔

۳۰۲۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

آلِ محمدؐ، اللہ کی وہ رسّی ہیں جس کے تھامنے کا اللہ نے حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے۔ وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِیۡعًا ''تم سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو''۔

۳۰۳۔ امالی طوسی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِیۡعًا کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ''وہ رسّی ہم ہیں''۔

۳۰۴۔ کتاب معانی الاخبار میں امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''ہمارے گھرانے کا امام معصوم ہوتا ہے اور عصمت ایسی چیز نہیں ہے جسے دیکھا جا سکے اور محسوس کیا جا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ امام منصوص ہوتا ہے۔ آپؑ سے کہا گیا کہ فرزندِ رسولؐ! معصوم کا کیا معنی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: معصوم وہ ہوتا ہے جو خدا کی رسّی کو تھامے ہوئے ہو اور اللہ کی رسّی قرآن ہے اور قرآن اور معصوم امام کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے۔ امامؑ قرآن کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور قرآن امام کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور اسی چیز کو اللہ نے ان الفاظ سے بیان کیا ہے:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ (بنی اسرائیل:۹)

''یہ قرآن اس راستے کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے''۔

۳۰۵۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا میں ''حبل اللہ'' سے توحید ولایت کا عقیدہ مراد ہے۔

۳۰۶۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''خدا جانتا تھا کہ یہ لوگ نبی کے بعد اختلاف کریں گے اسی لیے اللہ نے اُمت مصطفیٰ کے افراد کو اختلاف سے اسی طرح سے روکا جیسا کہ اس نے سابق اُمتوں کو روکا تھا اور خدا نے انھیں حکم دیا کہ تم سب مل کر ولایتِ آلِ محمدؐ کا عقیدہ رکھو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔

۳۰۷۔ سید ابن طاؤس کشف المحجہ میں رقم طراز ہیں کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے ایک خطبہ دیا جس میں آپؑ نے یہ الفاظ بھی فرمائے:

''لوگو! اللہ نے تم اہلِ عرب پر خصوصی نعمت کی اور تمھاری سابقہ عداوتوں کو ختم کر کے تمھیں ایک دوسرے کا بھائی بھائی بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں یہ نعمت یاد دلاتے ہوئے فرمایا:

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ

''تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہوئی ہے جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اللہ نے تمھارے دلوں میں الفت پیدا کی اور تم اس کی نعمت کے ذریعہ سے ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے کہ خدا نے تمھیں اس سے بچا لیا۔ اگر تم لوگ

اتحاد پر قائم رہو تو یہ خدا کی بڑی نعمت ہوگی اور اگر تم نے اتحاد کو چھوڑ دیا تو یہ تمھاری بہت بڑی بدنصیبی ہوگی"۔

۳۰۸- کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں حارث بن نوفل سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا:

یارسولؐ اللہ! ہدایت دینے والے ہم میں سے ہوں گے یا دوسروں میں سے ہوں گے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: قیامت تک آنے والے ہادی، ہماری ہی نسل سے ہوں گے۔ ہمارے ذریعہ سے خدا نے لوگوں کو شرک کی گمراہی سے نکالا اور ہمارے ذریعہ سے خدا نے انھیں فتنہ کی گمراہی سے بچایا اور جس طرح سے لوگ ضلالت شرک کے بعد ہمارے ذریعہ سے بھائی بنے ہیں اسی طرح سے ہمارے ذریعہ سے ہی ضلالتِ فتنہ کے بعد وہ بھائی بن جائیں گے اور جس طرح سے اللہ نے ہمارے ذریعہ سے آغاز کیا ہے اسی طرح سے ہمارے ذریعہ سے اختتام کرے گا۔

۳۱۱- روضہ کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت منقول ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے اہلِ عرب سے فرمایا کہ تم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے اللہ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے تمھیں بچایا۔

۳۱۰- ابوہارون مکفوف کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام جب بھی رسول اکرمؐ کا نام لیتے تو کہا کرتے تھے: میرے ماں باپ اور میری قوم قبیلہ ان پر قربان ہو۔ مجھے اہلِ عرب پر حیرت ہے کہ وہ رسولؐ خدا کے اتنے بڑے احسان کے بعد بھی ہمارا احترام کیوں نہیں کرتے جب کہ نبی اکرمؐ نے انھیں دوزخ کے گڑھے میں گرنے سے بچایا تھا۔

۳۱۱- کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

"ہمارا دشمن آگ کے گڑھے کے کنارے پر پہنچ چکا ہے اور یہ کنارہ کسی بھی وقت دوزخ میں گر سکتا ہے۔ ہلاکت ہے ان کے لیے جن کا ٹھکانا دوزخ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ "متکبرین کے لیے بہت برا ٹھکانا ہے"۔

۳۱۲- تفسیر عیاشی میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

لوگو! تمھیں خدا کا عظیم احسان مبارک ہو۔ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا (تم لوگ آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے اللہ نے تمھیں اس میں گرنے سے بچالیا) یہ بچانا خدا کی طرف سے ایک عطا ہے اور

خدا اپنی عطا واپس نہیں لیا کرتا۔

۳۱۳- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ (تم لوگ آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے اللہ نے تمھیں اس میں گرنے سے بچالیا) اللہ نے یہ احسان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے فرمایا۔

۳۱۴- الکافی کی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوعمرو الزبیری نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے فرمایا:

''کیا دعوت الی اللہ اور دعوتِ جہاد اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حق تمام افرادِ اُمت کو حاصل ہے یا یہ کسی ایک گروہ سے مخصوص ہے؟''

آپؑ نے فرمایا: یہ حق اس کو حاصل نہیں ہے جسے خود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت ہو، اسی طرح سے دعوتِ جہاد کا حق بھی ہر شخص کو حاصل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حق ایک مخصوص گروہ کو عطا کیا ہے اور وہ گروہ وہی ہے جس کے متعلّق اللہ تعالیٰ نے خود وضاحت کی ہے اور کہا ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۱۰۴

''تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو بھلائی کی دعوت دے اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے۔ یہی لوگ نجات یافتہ ہیں''۔

اس گروہ کا تعلّق نسلِ ابراہیمؑ اور ذریت اسماعیلؑ سے ہے اور یہ وہ گروہ ہے جنھوں نے کبھی غیر اللہ کی عبادت نہیں کی اور یہ وہی گروہ ہے جن کے متعلّق ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی اور اللہ نے ان کی دعا کو قبول کیا۔ اور یہ وہی گروہ ہے جن سے اللہ نے ہر طرح کی ناپاکی کو دُور رکھا ہے اور انھیں ایسی پاکیزگی عطا کی ہے جیسا کہ پاکیزگی کا حق ہے۔ اور یہ گروہ وہی ہے جس کے متعلّق رسولؐ خدا نے حکمِ خدا سے یہ الفاظ کہے تھے: اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ قف عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (یوسف: ۱۰۸) میں بابصیرت ہو کر خدا کی طرف دعوت دیتا ہوں اور جس نے میری پیروی کی ہے وہ بھی بابصیرت ہو کر خدا کی دعوت دیتا ہے۔ اور اس گروہ کا پہلا فرد وہ ہے جس نے خدا کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کی تھی اور اپنے ایمان میں ظلم کی ملاوٹ نہیں کی تھی۔

۳۱۵- صعدہ بن صدقہ کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کیا امر بالمعروف اور نہی عن

المنکر کا فریضہ پوری اُمت پر واجب ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں یہ صرف اس پر واجب ہے جو صاحبِ قوت ہو اور اس کی بات مانی بھی جاتی ہو اور جسے یہ بھی معلوم ہو کہ ''معروف'' کیا ہے اور ''منکر'' کیا ہے۔ جسے معروف و منکر کا پورا علم ہی نہ ہو تو یہ فریضہ اس پر واجب نہیں ہے کیونکہ عین ممکن ہے کہ وہ اپنے خیال میں ''معروف'' کی دعوت دے رہا ہو اور درحقیقت وہ ''منکر'' کی طرف بلا رہا ہو۔ اور اگر پوری اُمت پر یہ چیز فرض ہوتی تو اللہ تعالیٰ یہ کبھی نہ کہتا:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ''تمھارے اندر ایک گروہ ہونا چاہیے جو خیر کی دعوت دے اور ''معروف'' کا حکم دے اور ''منکر'' سے منع کرے''۔ لہٰذا یہ حکم خاص ہے عام نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قومِ موسیٰؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۝۱۵۹ (اور موسیٰؑ کی قوم میں ایک گروہ ایسا ہے جو حق کی ہدایت کرتا ہے اور حق کے ساتھ عدل بھی کرتا ہے)۔

معلوم ہوا کہ پوری قومِ موسیٰؑ پر یہ فریضہ عائد نہیں کیا گیا تھا اس میں بھی ایک گروہ پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی تھی۔ اور لفظ ''اُمت'' کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس میں بہت سے لوگ شامل ہوں تو وہ اُمت ہے ورنہ نہیں ہے بلکہ لفظ اُمت کا اطلاق تو فردِ واحد پر بھی ہوتا ہے۔

جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ ''ابراہیم خدا کی مخلص اُمت تھا''۔

۳۱۶۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ کی آیت مجیدہ آلِ محمدؑ اور ان کے پیروکاروں کے لیے مخصوص ہے۔ یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کو اچھائی کی دعوت دیں اور انھیں نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں۔

۳۱۷۔ نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام سے یہ فرمان منقول ہے:

''برائی سے منع کرو اور خود بھی اس سے باز رہو۔ نہی عن المنکر سے پہلے خود برائی کو چھوڑ دو''۔

۳۱۸۔ نہج البلاغہ میں ہی یہ الفاظ مرقوم ہیں:

''اللہ نے ان لوگوں پر لعنت کی ہے جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہوں اور خود اس پر عمل نہ کرتے ہوں اور ان لوگوں

پر بھی خدا نے لعنت کی ہے جو دوسروں کو برائی سے بچنے کی تبلیغ کرتے ہوں اور خود برائی کرتے ہوں"۔

۳۱۹- کتاب الخصال میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے آپؑ نے فرمایا:

"امر بالمعروف اور نہی عن المنکر خدا کی صفات میں سے دو صفتیں ہیں جو ان کی مدد کرے گا خدا اسے عزت دے گا اور جو انھیں چھوڑ دے گا تو اسے ذلیل کرے گا"۔

چہروں کی سفیدی اور سیاہی

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ

"اس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے"۔

۳۲۰- روضہ کافی میں حضرت علی علیہ السلام سے ایک طویل خطبہ منقول ہے جس کا نام "خطبۃ الوسیلۃ" ہے۔ اس خطبہ وسیلہ کے چند کلمات یہ ہیں:

"روزِ قیامت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بائیں طرف تاریکی ہوگی اور اس تاریکی سے یہ ندا بلند ہوگی: اے اہلِ موقف! خوش خبری ہے اس کے لیے جس نے خدا اور رسول پر ایمان لانے کے بعد وصی سے محبت رکھی۔ آج صرف وہی شخص کامیاب ہوگا اور وہی سکون اور جنت حاصل کرے گا جو خدا کے حضور نبی اور وصی کے اخلاص کے ساتھ پیش ہوگا اور جس نے ان دونوں کی پیروی کا شرف حاصل کیا ہوگا۔

ولایت الٰہی کے اہل لوگو! تم اپنے چہروں کی سفیدی اور اپنے مقام کی بلندی اور اپنے ٹھکانے کے بلند ہونے اور اپنی کامیابی کا یقین رکھو۔ آج تمھیں ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بٹھایا جائے گا۔

اے خدا، رسول اور اس کے راستے اور زمانے کے ہادیوں سے انحراف کرنے والے لوگو! تم اپنے چہروں کی سیاہی اور اپنے پروردگار کے غضب کا یقین کرلو۔ یہ تمھارے اپنے اعمال کا بدلہ ہے۔

۳۲۱- کتاب الخصال میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا:

قیامت کے دن خدا کی طرف سے ایک ندا بلند ہوگی جسے انبیاء سمیت تمام مخلوق سنے گی اور آواز یہ ہوگی: "یہ میرا حبیب محمدؐ ہے اور یہ میرا ولی علیؑ ہے۔ خوش خبری ہے اس کے لیے جس نے اس سے محبّت کی ہے اور ہلاکت ہے اس کے لیے جس نے اس سے عداوت کی ہے اور اس پر جھوٹ تراشے ہیں"۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

"یا علیؑ! تجھ سے محبت کرنے والے جب اس ندا کو سنیں گے تو وہ خوش ہو جائیں گے اور ان کے چہرے روشن ہو جائیں گے اور ان کے دل خوشی سے لبریز ہو جائیں گے اور جب تیرے دشمن اور تجھ سے جنگ کرنے والے اور تیرے حق کا انکار کرنے والے اس ندا کو سنیں گے تو ان کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے اور ان کے قدم لرزنے لگ جائیں گے"۔

۳۲۲۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت ابوذر غفاریؓ سے منقول ہے، انھوں نے کہا کہ جب يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ (جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے) کی آیت مجیدہ نازل ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"قیامت کے دن میری اُمت کے افراد پانچ پرچموں کے زیر سایہ میرے سامنے پیش ہوں گے: ایک پرچم اس اُمت کے "بچھڑے" کے ہاتھ میں ہوگا۔ میں اس کے پرچم تلے آنے والے لوگوں سے پوچھوں گا کہ تم نے میرے بعد "ثقلین" (قرآن و اہلِ بیتؑ) کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟

وہ کہیں گے کہ ہم نے قرآن کے مفہوم کو بدلا تھا اور ہم نے اسے پسِ پُشت پھینک دیا تھا اور ثقل اصغر (اہلِ بیتؑ) سے ہم نے بُغض وعناد رکھا تھا اور ہم نے ان پر ظلم کیا تھا۔

میں ان سے کہوں گا کہ تم تشنہ لب ہو کر دوزخ میں چلے جاؤ تمھارے چہرے سیاہ ہوں گے۔ پھر اس اُمت کا ایک فرعون پرچم لے کر آئے گا۔ میں ان سے پوچھوں گا کہ میرے بعد تم نے "ثقلین" کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟

وہ کہیں گے کہ ثقلِ اکبر (قرآن) کے معانی کو ہم نے بدلا تھا اور اسے پھاڑا تھا اور ہم نے اس کی مخالفت کی تھی اور ثقلِ اصغر (اہلِ بیتؑ) سے ہم نے عداوت کی تھی اور ان سے جنگ کی تھی۔

میں ان سے کہوں گا کہ تم سیاہ چہرے لے کر تشنہ لب ہو کر دوزخ میں چلے جاؤ۔ پھر اس اُمت کا سامری ایک پرچم لے کر آئے گا۔ میں ان سے کہوں گا کہ تم نے "ثقلین" سے کیا سلوک کیا تھا؟

وہ کہیں گے کہ "ثقلِ اکبر" کی ہم نے نافرمانی کی تھی اور ہم نے اسے چھوڑ دیا تھا اور ثقلِ اصغر سے ہم نے جنگ کی تھی اور انھیں قتل کیا تھا۔

میں ان سے کہوں گا کہ تم بھی سیاہ چہرے لے کر تشنہ لب ہو کر دوزخ میں چلے جاؤ۔

پھر "ذی الثدیہ" اپنے پرچم تلے تمام خوارجِ کو لے کر میرے پاس آئے گا۔ میں ان سے کہوں گا کہ تم نے میرے

بعد ''ثقلین'' سے کیا سلوک کیا تھا؟

وہ کہیں گے کہ ثقلِ اکبر کو ہم نے پھاڑ ڈالا تھا اور اس سے بیزاری اختیار کی تھی جب کہ ثقلِ اصغر (اہلِ بیتؑ) سے ہم نے جنگ کی تھی اور انھیں قتل کیا تھا۔

میں ان سے کہوں گا کہ تم بھی سیاہ چہرے لیے ہوئے تشنہ لب ہو کر دوزخ میں چلے جاؤ۔ پھر میرے پاس امام المتقین، سید الوصیین، قائد الغر المحجلین اپنا پرچم لے کر آئیں گے۔ میں ان سے کہوں گا کہ تم نے میرے بعد ''ثقلین'' سے کیا سلوک کیا تھا؟

وہ کہیں گے کہ ہم نے ثقلِ اکبر (قرآن) کی اتباع کی تھی اور اس کی اطاعت کی تھی اور ثقلِ اصغر (اہلِ بیتؑ) سے ہم نے محبّت کی تھی اور ان سے دوستی رکھی تھی اور ہم نے ان کی مدد کی تھی اور ان کی مدد کرتے ہوئے ہم نے اپنی جانیں قربان کر دی تھیں۔

میں ان سے کہوں گا کہ تم شادکام ہو کر اور روشن چہرے لے کر جنت میں چلے جاؤ۔ پھر رسولؐ خدا نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۟ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

''جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائے گا کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا تھا اور رہے وہ لوگ جن کے چہرے سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے''۔

۳۲۳- مجمع البیان میں ہے کہ اَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ سیاہ چہرے والوں کے متعلق اختلاف ہے کہ ''کون لوگ ہوں گے؟

ان کے متعلق حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ وہ اس اُمت کے بدعتی اور خواہشات کی پیروی کرنے والے لوگ ہوں گے۔

۳۲۴- مناقب شہر آشوب میں مروی ہے کہ بعض ائمہ کی قرأت میں ''انتم خیر اُمة'' پڑھا گیا۔

خیر اُمت

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ

"تم بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لیے بطور نمونہ لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو"۔

۳۲۵- تفسیر علی بن ابراہیم میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت مروی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ ابن سنان نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ...... کی آیت پڑھی تو آپؑ نے فرمایا:

"اس اُمت کے تمام افراد خیر اُمت نہیں ہیں۔ کیا امیر المومنین اور حسنین کریمین علیہم السلام کے قاتل بھی خیر اُمت کہلانے کے مستحق ہیں؟"

خیر اُمت کی صفات بیان کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا ہے: تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر کامل ایمان رکھتے ہو) اور ائمہ اہلِ بیتؑ اس آیت کے صداقِ اتم ہیں۔

۳۲۶- تفسیر عیاشی میں ابوبصیر سے منقول ہے کہ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ (تم بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لیے بطور نمونہ منظر عام پر لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ پر کامل ایمان رکھتے ہو) کی آیت مجیدہ رسول اکرم اور ان کے اوصیاء علیہم السلام کے متعلق نازل ہوئی۔

۳۲۷- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ کی آیت مجیدہ اس مخصوص اُمت کے لیے نازل ہوئی ہے جن کے متعلّق حضرت ابراہیمؑ نے وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ کہہ کر خدا سے دعا کی تھی اور یہ وہی اُمت ہے جن میں اللہ نے رسول اکرمؐ کو مبعوث فرمایا اور وہی اُمت مصطفیؐ ہیں اور وہی خیر اُمت ہیں جنھیں لوگوں کی رہنمائی کے لیے خلق کیا گیا ہے۔

۳۲۸- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ (سوائے اس کے کہ خدا کی رسّی اور انسانوں کی رسّی سے وابستگی اختیار کریں) کی آیت مجیدہ میں اللہ کی رسّی سے کتاب اللہ مراد ہے اور انسانی رسّی سے امیر المومنین علی علیہ السلام مراد ہیں۔

قتل کا موجب بننے والا بھی قاتل ہے

ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

"اس کا سبب یہ ہے کہ وہ آیات الٰہیہ کا انکار کرتے تھے اور انبیاء کو ناجائز قتل کرتے تھے اور یہ ان کی نافرمانیوں اور زیادتیوں کا نتیجہ ہے"۔

۳۲۹۔ اصول کافی میں اسحاق بن عمار سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت مجیدہ کو پڑھ کر فرمایا: "خدا کی قسم! ان لوگوں نے انبیاء کو اپنے ہاتھوں سے قتل نہیں کیا تھا اور نہ ہی ان کی تلواریں انبیاء کی گردنوں پر چلی تھیں۔ ان لوگوں نے انبیاء کی باتیں سن کر ان کا ڈھنڈورا پیٹا جس کی وجہ سے لوگوں نے انبیاء کو پکڑ کر شہید کر دیا۔ چونکہ وہ لوگ بالواسطہ طور پر قتلِ انبیاء کے موجب بنے تھے لہٰذا اللہ نے انھیں بھی قاتلینِ انبیاء کی صف میں شامل کیا۔

اوقاتِ شب میں تلاوتِ کتاب کرنے والے

مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

"اہلِ کتاب میں ایک گروہ ایسا ہے جو دین پر قائم ہے وہ رات کے اوقات میں آیاتِ الٰہی کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں"۔

۳۳۰۔ کتاب الخصال میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا:

دو قسم کے افراد پر حسد جائز نہیں ہے:

۱۔ ایسا شخص جسے خدا نے دولت دی اور وہ خدا کی راہ میں دن رات دولت خرچ کرے۔

۲۔ وہ شخص جسے اللہ نے قرآن عطا کیا اور وہ ہر وقت اس کی تلاوت میں مصروف رہتا ہو۔

خدا نیک اعمال کا قدردان ہے

وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ

ان کے کسی نیک کام کی بے قدری نہیں کی جائے گی۔

۳۳۱- کتاب علل الشرائع میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

"دنیا میں مومن کے عمل کی کوئی قدر دانی نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مومن کی نیکیاں اللہ کی بارگاہ میں پہنچ جاتی ہیں اور لوگوں تک ان کی رسائی نہیں ہوتی اسی لیے لوگوں میں اس کی نیکیوں کی شہرت نہیں ہوتی اور اس کے برعکس اگر کافر کوئی نیکی کرے تو اس کی نیکی کو شہرت مل جاتی ہے اور اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس کا عمل خدا کے لیے تو ہوتا نہیں اسی لیے وہ خدا کی طرف سفر ہی نہیں کرتا۔ وہ صرف انسانوں تک ہی محدود ہو کر رہ جاتا ہے"۔

۳۳۲- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جن لوگوں کی دنیا میں نیکی کی ناقدری ہوتی ہے اللہ کا ہاتھ انھی کے سروں پر ہوتا ہے۔ اللہ کی رحمت ان پر پر پھیلائے رہتی ہے"۔

۳۳۳- حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات کی لوگوں نے قدردانی نہیں کی۔ جب کہ ہر قرشی، عربی اور عجمی پر آپؐ کے بے شمار احسانات ہیں اور اس مخلوق پر رسولؐ خدا سے زیادہ اور کس کے احسان ہیں؟

آنحضرتؐ کی طرح سے ہم اہلِ بیتؑ کے احسانات کی بھی لوگوں نے قدردانی نہیں کی اور اچھے مومنین کے احسانات کی ہمیشہ ہی ناقدری کی جاتی ہے۔

جنگِ اُحد

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۟ۙ ﴿۱۲۱﴾

"اور جب آپ صبح سویرے گھر سے نکلے تھے آپ اہلِ ایمان کو جنگ کے لیے مورچوں پر بٹھا رہے تھے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے"۔

۳۳۴- تفسیر علی بن ابراہیم میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب قریشِ مکہ رسولؐ خدا سے جنگ کے لیے آئے اور آنحضرتؐ سپاہِ اسلام کو لے کر ان کے مقابلے پر آئے اور آپؐ نے اہلِ ایمان کی صفیں تشکیل دی تھیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں آنحضرتؐ کو وہی وقت یاد دلایا ہے۔

۳۳۵- مجمع البیان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

"جب قریش کو غزوۂ بدر میں شکست فاش ہوئی اور ان کے ۷۰ افراد قتل ہوئے اور ۷۰ زخمی ہوئے اور باقی ماندہ لشکر ذلیل و رسوا ہو کر مکہ پہنچا۔ مکہ کی عورتیں اپنے مقتولین کے غم میں رونے لگیں تو ابوسفیان نے کہا کہ رونا دھونا موقوف کردو کیونکہ رونے سے دل کا غبار ہلکا ہوتا ہے اور اگر دل کا غبار ہلکا ہو گیا تو تمھارے دلوں میں محمدؐ کی دشمنی بھی کم ہو جائے گی۔ اپنے آنسوؤں کو آنکھوں میں رہنے دو اور انھیں قوت میں بدلو۔ پھر ایک سال بعد بدر کا بدلہ لینے کے لیے ابوسفیان ایک لشکرِ گراں لے کر روانہ ہوا۔ اس کی فوج میں تین ہزار سوار اور دو ہزار پیادے تھے اور وہ اپنے ساتھ عورتوں کو بھی لے کر آئے اور ان سے کہا: جب ہماری محمدؐ سے جنگ ہو تو تم اپنے بدر کے مقتولین پر زور زور سے گریہ کرنا تاکہ اس ذریعے ہمارے مردوں کی غیرت وحمیت میں مزید اضافہ ہو اور وہ زیادہ دلجمعی سے جنگ کرسکیں۔

ادھر رسولؐ خدا نے لشکر کفار کی آمد کا سنا تو آپؐ نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور انھیں جہاد کی ترغیب دی۔ عبداللہ بن ابی نے مشورہ دیا کہ ہمیں اپنے شہر میں رہ کر ہی جنگ کرنی چاہیے کیونکہ باہر سے آنے والوں کو ہماری گلیوں کا علم نہیں ہے اور جب ان کی فوج شہر میں داخل ہوگی تو وہ گلیوں میں بٹ جائے گی اور ہم مکانوں کی چھتوں اور اپنے دروازوں پر کھڑے ہو کر ان سے جنگ کریں گے اور یہ جنگ اتنی آسان ہوگی کہ ہماری عورتیں اور ہمارے غلام بھی اس میں حصہ لیں گے اور یوں ہم دشمن کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے اور اس سے قبل بھی جب ہم نے ایسی جنگ کی تو ہم نے اس میں فتح حاصل کی۔ اس بار بھی اسی طریقہ سے جنگ کر کے ہم کامیابی حاصل کرسکیں گے۔

جب عبداللہ بن ابی اپنا مشورہ پیش کر چکا تو قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ نے عرض کیا:

یارسولؐ اللہ! جب تک ہم مشرک اور بت پرست تھے اس وقت تک کسی نے بھی ہم پر فتح حاصل نہ کی تھی اور اب تو آپ بھی ہمارے درمیان موجود ہیں، ہم باہر نکل کر ان سے جنگ کریں گے اور ہم میں سے جو مارا جائے گا وہ شہید ہوگا اور جو بچ جائے گا وہ مجاہد فی سبیل اللہ کا اعزاز حاصل کرے گا۔

رسولؐ خدا کو سعد بن معاذ کی رائے پسند آئی اور آپؐ نے اعلان کر دیا کہ ہم شہر سے باہر نکل کر جنگ کریں گے۔ آپؐ کے اس فیصلہ کی وجہ سے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی آپؐ سے علیحدہ ہو گئے اور آپؐ سات سو افراد کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے اور جب آپؐ مقام اُحد پر تشریف لائے تو کفار کا لشکر بھی وہیں پر پہنچ گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچاس تیر اندازوں کو ایک درّے پر متعین کیا اور عبداللہ بن جبیر کو ان کا سالار مقرر کیا اور آپؐ نے ان سے فرمایا کہ تم نے اس درّہ کو کسی قیمت پر خالی نہیں چھوڑنا۔ اگر تم دیکھو کہ ہمیں فتح ہوئی ہے اور ہم

لشکر کفار کو دھکیلتے ہوئے مکہ تک لے گئے ہیں پھر بھی تم نے درّہ نہیں چھوڑنا اور اگر تم دیکھو کہ مشرکین نے ہمیں شکست دے کر مدینہ تک پہنچا دیا ہے پھر بھی تم نے درّہ سے اِدھر اُدھر نہیں ہونا۔

ابوسفیان نے خالد بن ولید کو دو سو سواروں کا دستہ دے کر کہا کہ تم پہاڑ کے پیچھے رہو اور جب مناسب موقع دیکھو تو تم درّہ سے اندر آ جانا۔

آنحضرتؐ نے لشکر کی صفیں تشکیل دیں اور آپؐ نے علَمِ اسلام حضرت علی علیہ السلام کے سپرد کیا اور جب جنگ شروع ہوئی تو مسلمانوں کا پلّہ بھاری رہا۔ دورانِ جنگ خالد بن ولید نے درّہ عبور کرنے کی کوشش کی لیکن تیراندازوں کی تیراندازی کی وجہ سے اسے پیچھے ہٹنا پڑا۔ کچھ دیر تک جنگ جاری رہی۔ آخرکار لشکر کفار نے راہ فرار اختیار کی اور مسلمان مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑے۔ جب عبداللہ بن جبیر کے ساتھیوں نے دیکھا کہ جنگ ختم ہو چکی ہے اور مسلمان مالِ غنیمت سمیٹ رہے ہیں تو انھوں نے اپنے سالار سے کہا کہ ہم اب یہاں کیا کر رہے ہیں جنگ ختم ہو چکی ہے اور مسلمان غنیمت جمع کر رہے ہیں۔ اگر ہم یہاں پر کھڑے رہے تو غنیمت سے محروم رہ جائیں گے۔ لہٰذا اب ہمیں یہ درّہ چھوڑ دینا چاہیے۔

عبداللہ بن جبیر نے کہا کہ رسولؐ خدا کا فرمان ہے کہ ہم نے درّہ کو خالی نہیں چھوڑنا۔ مگر لوگوں نے وہاں سے کھسکنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد درّہ پر صرف بارہ تیرانداز باقی رہ گئے۔ جب خالد بن ولید نے یہ دیکھا تو اس نے موقع غنیمت جانا اور اس نے درّہ پر حملہ کیا اور اس نے وہاں پر کھڑے ہوئے تیراندازوں کو شہید کر دیا اور مسلم فوج پر عقب سے حملہ کر دیا۔

قریش کا پرچم طلحہ بن ابی طلحہ عبدی کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت علی علیہ السلام نے اسے قتل کیا۔ اس کے مرنے کے بعد ابوسعید بن طلحہ نے پرچم اٹھایا۔ اسے بھی حضرت علیؑ نے قتل کر دیا۔ اس کے مرنے کے بعد مسافح بن ابی طلحہ نے کفار کا پرچم اٹھایا اسے بھی حضرت علیؑ نے قتل کر دیا اور یکے بعد دیگرے بنی عبدالدار کے نو افراد نے پرچم اٹھایا اور سب کے سب قتل ہوئے۔ ان کے مرنے کے بعد ان کے ایک سیاہ فام غلام نے پرچم اٹھایا جس کا نام صواب تھا۔ حضرت علیؑ نے اس پر حملہ کیا اس کا دایاں ہاتھ کٹ گیا۔ اس نے بائیں ہاتھ میں پرچم لیا حضرت علیؑ نے اس کا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا۔ اس نے کٹے ہوئے بازوؤں سے پرچم تھامنے کی کوشش کی تو حضرت علیؑ نے اس کے سر پر حملہ کیا اور اسے دوزخ رسید کیا۔

مرتے وقت اس نے ابوسفیان سے کہا کہ تم نے بنی عبدالدار کی وفا کا دیکھ لیا؟ اس سیاہ فام کے مرنے کے ساتھ کفار کا پرچم زمین پر گرا تو عمرہ بنت علقمہ کنانیہ نے آگے بڑھ کر اسے اٹھایا۔

جب خالد عقب سے حملہ آور ہوا اور ادھر سے کفار کا گرا ہوا پرچم دوبارہ بلند ہوا تو کفار اپنے پرچم کے نیچے دوبارہ جمع ہو گئے اور اس وقت مسلمانوں کی صفیں تتر بتر ہو چکی تھیں اور مسلمان ان کے حملے کی تاب نہ لا سکے اور لشکر اسلام نے راہِ فرار اختیار کی اور پہاڑوں پر دوڑنے لگے۔

جب رسولؐ خدا نے اپنے لشکر کی شکست کو دیکھا تو آپؐ نے اپنے سر سے خود اُتار دی اور صحابہ کی طرف منہ کر کے فرمایا:

''کہاں جا رہے ہو کیا تم خدا اور اس کے رسولؐ کو چھوڑ کر بھاگ رہے ہو؟''

ابوسفیان کی بیوی ہند لشکر کے درمیان کھڑی تھی اور جب کسی مشرک کو دوڑتا ہوا دیکھتی تو اس کی طرف سرمہ دانی پھینک کر کہتی کہ تم تو عورت ہو اور جا کر عورتوں کی طرح سے سرمہ لگاؤ۔ اس اثنا میں حضرت حمزہ بڑھ چڑھ کر دادِ شجاعت دینے میں مصروف تھے۔ ہند نے جبیر بن مطعم کے غلام ''وحشی'' سے کہا کہ تم نیزہ پھینکنے کے ماہر ہو، تم کسی طرح سے محمدؐ، علیؑ یا حمزہ میں سے کسی کو قتل کرو تو میں تمھیں منہ مانگا انعام دوں گی۔

اس نے کہا کہ محمد مصطفیٰؐ تک میری رسائی مشکل ہے اور جہاں تک علیؑ کا تعلّق ہے تو وہ انتہائی ہوشیار انسان ہے اور وہ ہر وقت چاروں طرف نظر رکھتا ہے۔ البتہ حمزہ بن عبدالمطلب صرف حریف پر ہی نظر رکھنے کا عادی ہے، اس پر حملہ کرنا میرے لیے آسان ہے۔ اتنے میں حضرت حمزہ حملہ کرتے ہوئے آگے بڑھے اور ایک نشیبی جگہ پر گرے تو وحشی نے نیزہ پھینک کر ان پر وار کیا جو کہ ان کی ناف پر لگا اور مثانہ سے پار ہو گیا۔ امیر حمزہ اس حملہ کے بعد اٹھنے کے قابل نہ رہے۔ وحشی نے آگے بڑھ کر ان کا پیٹ چاک کیا اور ان کا جگر نکال کر ہند زوجہ ابوسفیان کے پاس پیش کیا اور کہا لو تمھیں مبارک ہو یہ حمزہ کا جگر ہے۔

ہند نے ان کے جگر کو چبایا مگر خدا نے اسے اتنا سخت کر دیا کہ وہ چبا نہ سکی، مجبوراً اسے پھینکنا پڑا۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے اس وقت ایک فرشتہ بھیجا تھا جس نے حضرت حمزہ کا جگر ان کے سینے میں واپس کیا تھا۔

ہند دوڑ کر حضرت حمزہ کی لاش پر آئی اور اس نے ان کے اعضائے تناسل اور ان کے کان کاٹے اور ان کے ہاتھ پاؤں قطع کیے۔

اس ہنگامہ دار و گیر میں حضرت علیؑ اور ابودجانہ سماک بن خرشہ کے علاوہ باقی تمام لوگ بھاگ گئے۔ کفار کے گروہ رسولؐ خدا پر حملہ کے لیے آگے بڑھتے تو حضرت علیؑ رسولؐ خدا کا دفاع کرتے۔ جنگ کے دوران حضرت علیؑ کی تلوار ٹوٹ

گئی۔ آنحضرتؐ نے انھیں اپنی تلوار عنایت فرمائی جس کا نام ''ذوالفقار'' تھا۔ رسولؐ خدا نے احد پہاڑ کا سہارا لیا اور یوں جنگ صرف ایک طرف سے ہونے لگی۔ اس جنگ میں حضرت علیؑ نے اپنی جرأت کا بھرپور مظاہرہ کیا اور اس جنگ میں آپ کو ۷۰ زخم لگے۔

جنگِ بدر

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

''اللہ نے جنگ بدر میں تمھاری مدد کی جب کہ تم انتہائی کمزور تھے''۔

۳۳۶- تفسیر علی بن ابراہیم میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت منقول ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ اس آیت مجیدہ میں اَذِلَّةٌ (ضعفاء) کے معانی میں استعمال ہوا ہے یعنی اللہ نے بدر میں تمھاری مدد کی اس وقت تم کمزور تھے۔

۳۳۷- تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس آیت میں اَذِلَّةٌ کا لفظ ''قلیل'' کے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی مقصد آیت یہ ہے کہ اللہ نے بدر میں تمھاری مدد کی جب کہ تم قلیل تعداد میں تھے۔

۳۳۸- کتاب کمال الدین واتمام النعمۃ میں ہے کہ جب قائم آلِ محمدؑ کا ظہور ہوگا تو تین سو تیرہ افراد اپنے بستروں سے غائب پائے جائیں گے اور وہ قائم آلِ محمدؑ کے ابتدائی ساتھی ہوں گے۔ ان کی تعداد اصحابِ بدر کی تعداد کے برابر ہوگی۔

۳۳۹- ابوبصیر راوی ہیں کہ ایک کوفی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ جب قائم آلِ محمدؑ خروج کریں گے تو ان کے ساتھ کتنے ساتھی ہوں گے؟ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ اصحابِ بدر کی تعداد کے برابر تین سو تیرہ افراد ہوں گے۔

آپؑ نے فرمایا: جب وہ خروج کریں گے تو ان کے ساتھ ''اولی قوۃ'' دستہ ہوگا اور ''اولی قوۃ'' دستہ دس ہزار سے کم نہیں ہوتا۔

۳۴۰- مفضل بن عمر کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:
''گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ قائم آلِ محمدؑ کوفہ پر تشریف فرما ہیں اور ان کے گرد اصحابِ بدر کی تعداد کے مطابق تین

سو تیرہ افراد بیٹھے ہوئے ہیں"۔

۳۴۱- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"قائم آلِ محمدؑ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پرچم لہرائیں گے تو تیرہ ہزار تیرہ فرشتے ان کی مدد کے لیے نازل ہوں گے اور یہ وہ فرشتے ہیں جو قائم آلِ محمدؑ کا انتظار کرتے رہے ہیں اور یہ فرشتے حضرت نوحؑ کے ساتھ سفینہ پر بھی موجود تھے اور چار ہزار تین سو تیرہ اور فرشتے نازل ہوں گے جن پر نشان لگے ہوں گے۔

۳۴۲- امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ جو فرشتے بدر میں نازل ہوئے تھے انھوں نے عمامے باندھے ہوئے تھے اور اس کا ایک سرا آگے لٹکا ہوا تھا اور ایک سرا پیچھے لٹکا ہوا تھا۔

۳۴۳- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"بدر میں جو فرشتے اُترے تھے انھوں نے سفید پگڑیاں باندھی ہوئی تھیں"۔

۳۴۴- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"جنگ بدر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کے لیے پانچ ہزار فرشتے نازل ہوئے تھے اور وہ آسمان پر ابھی تک نہیں گئے اور جب قائم آلِ محمدؑ کا ظہور ہوگا تو وہ ان کی مدد کریں گے"۔

آپ کو اس معاملہ میں کوئی اختیار نہیں ہے

۳۴۵- جابر جعفی کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ (آپ کو اس معاملہ میں کوئی اختیار نہیں ہے) کی آیت تلاوت کی تو آپؑ نے فرمایا:

"جو کچھ اس آیت سے تم سمجھ رہے ہو وہ معاملہ نہیں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا نے بہت سی چیزوں کے اختیار دیے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب اللہ نے رسولؐ خدا کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں حضرت علیؑ کی وصایت و خلافت کا اعلان کریں تو نبی اکرمؐ یہ سوچنے لگ گئے کہ میں علیؑ کی خلافت و وصایت کا اعلان کیسے کروں؟ کیونکہ آپؐ جانتے تھے کہ اہلِ عرب علیؑ سے عداوت و حسد رکھتے ہیں اور انھیں حضرت علیؑ سے اس بات پر حسد تھا کہ وہ مسلم اول کیوں ہیں اور تمام لوگوں سے بڑھ کر انھوں نے خدا اور رسولؐ خدا کی مدد کیوں کی ہے اور ان کے دشمنوں کو قتل کرنے میں وہ پیش پیش کیوں رہے اور خدا نے انھیں اتنا علم و فضل کیوں دیا"۔

آنحضرتؐ پریشان تھے کہ فرمانِ خداوندی کی تعمیل کیسے کی جائے جب کہ اس حکم کی تعمیل سے بہت سی پریشانیوں کے پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے فرمایا: لَیۡسَ لَکَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَیۡءٌ ''آپ کو اس معاملہ میں کوئی اختیار حاصل نہیں ہے''۔ آپؐ نے ہر حال میں ہمارے فرمان کی تعمیل کرتے ہوئے علیؑ کی خلافت و وصایت کا اعلان کرنا ہے۔

۳۴۶- جابر کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا کہ قرآن مجید کی آیت لَیۡسَ لَکَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَیۡءٌ کی تفسیر بیان کریں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ ان کے بعد حضرت علیؑ ان کے خلیفہ بلافصل بنیں اور ان کی حکومت کے متعلق کسی کو کوئی اختلاف نہ ہو۔ جب کہ اللہ نے آپ کو بتا دیا تھا کہ لوگ حضرت علیؑ کی مخالفت کریں گے اسی لیے آپؐ پریشان رہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: لَیۡسَ لَکَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَیۡءٌ (آپ کو اس معاملہ میں کوئی اختیار نہیں ہے) کیونکہ میری یہ مشیت ہے کہ میں لوگوں کا امتحان لوں اور کھرے اور کھوٹے کو جدا کروں۔ لہٰذا آپ کو اس کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کا یہ فرمان سنا تو آپؐ کو تسلی ہوگئی اور آپؐ نے تمام معاملات خدا کے سپرد کر دیے۔

۳۴۷- کچھ قراء نے اس آیت کو اَوۡ یَتُوۡبَ عَلَیۡهِمۡ اَوۡ یُعَذِّبَهُمۡ بھی پڑھا ہے۔

۳۴۸- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر یَغۡفِرُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ (اسے اختیار ہے جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب دے) کے الفاظ ارشاد فرمائے ہیں اور واضح نہیں کیا کہ وہ کس کی مغفرت کرے گا اور کس کو عذاب دے گا۔ اس کو مبہم رکھنے میں ایک راز یہ ہے کہ انسان ہمیشہ امید اور خوف کی منزلت پر رہے۔ اتنی امید نہ ہو کہ عذابِ الٰہی سے بے خوف ہو جائے اور اتنا خوف نہ ہو کہ رحمت الٰہی سے مایوس ہو جائے اور وہ امید اور خوف کے بین بین رہے۔

اسی لیے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تھا:

''اگر مومن کے خوف اور اس کی امید کا وزن کیا جائے تو دونوں کا پلڑا برابر ہوگا''۔

سود سے ممانعت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً

''ایمان والو! دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ''۔

۳۴۹- **مجمع البیان** میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے سود کو حرام قرار دیا کیونکہ سود سے معاشرے میں خرابیاں جنم لیتی ہیں جس معاشرہ میں سودی کاروبار عام ہو جائے تو وہاں کوئی کسی کو قرضِ حسنہ دینا پسند نہیں کرتا اور کوئی اپنے مقروض کو فراغ دست ہونے تک مہلت دینے پر آمادہ نہیں ہوتا۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ
وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِى السَّرَّآءِ
وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ
يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ ۚ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا
اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۖ وَمَنْ يَّغْفِرُ
الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ قف وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ
يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ وَنِعْمَ اَجْرُ
الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ ۗ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِى

الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١٣٧﴾ هٰذَا بَيَانٌ
لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٣٨﴾ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا
تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾ اِنْ
يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ
الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٠﴾ ۙ
وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٤١﴾ اَمْ
حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٤٢﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ
الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۪ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ
تَنْظُرُوْنَ ﴿١٤٣﴾ ع وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ
الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ
وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى
اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٤﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ
كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ

يُرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾
وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِىٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا
لِمَآ اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا
رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِىْۤ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا
وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ
الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ
اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ سَنُلْقِىْ فِىْ قُلُوْبِ
الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَاۤ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ
سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾
وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى
اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَاۤ
اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ

يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا
عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ
وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ
غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ
خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ
اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَاۤىِٕفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَاۤىِٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ
اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ
هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ
يُخْفُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا
مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ
لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ
اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ
عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ
الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ
وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾ ع يٰۤاَيُّهَا

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ قَالُوْا
لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا
عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ
قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ
اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ
لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ
كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ
عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ
فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِنْ
يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ
يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾
وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾
اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ

وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٦٢﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ
ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٣﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ
وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ
قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٦٤﴾ اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ
اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٦٥﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى
الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٦٦﴾ ۙ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ
نَافَقُوْا ۚۖ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا
ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ
اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ
قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿١٦٧﴾ ۚ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا
لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا
عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٦٨﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ
الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ
وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ
اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾

"اور اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کے حصول کی جلدی کرو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین جیسی ہے۔ وہ ان پرہیزگاروں کے لیے آمادہ کی گئی ہے جو دکھ سکھ میں خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، جو غصّے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں اور خدا بھلائی کرنے والوں سے محبّت کرتا ہے۔

وہ ایسے لوگ ہیں اگر کوئی فحش کام ان سے ہو جائے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اُوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو خدا کو یاد کر کے اپنے گناہوں پر مغفرت کی درخواست کرتے ہیں اور خدا کے علاوہ کون ہے جو گناہ معاف کرے اور وہ کبھی دانستہ اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی جزا ان کے رب کے پاس یہ ہے کہ وہ ان کو معاف کر دے گا اور انھیں ایسے باغات میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور نیک اعمال کرنے والوں کے لیے کتنا ہی اچھا بدلا ہے۔

تم سے پہلے بہت سے دَور گزر چکے ہیں، زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔ یہ لوگوں کے لیے صاف اور صریح تنبیہ ہے اور متقین کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔

دل شکستہ نہ ہونا، اور غم نہ کرنا تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔ اس وقت اگر تمھیں

چوٹ لگی ہے تو اس سے پہلے ایسی ہی چوٹ تمھارے مخالف فریق کو بھی لگ چکی ہے۔ یہ تو زمانہ کے نشیب و فراز ہیں جنھیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔ تم پر یہ وقت اس لیے لایا گیا کہ اللہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تم میں سچے مومن کون ہیں۔ وہ تم میں سے شہداء کا انتخاب کرنا چاہتا تھا اور اللہ کو ظالم لوگ ناپسند ہیں۔ اور وہ اس آزمائش کے ذریعہ سے مومنوں کو الگ چھانٹ کر کافروں کی سرکوبی کرنا چاہتا تھا۔ کیا تم نے یہ خیال کرلیا ہے کہ تم جنت میں یونہی چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی تو خدا نے تم میں یہ دیکھا ہی نہیں ہے کہ جہاد کرنے والے کون ہیں اور صبر کرنے والے کون ہیں۔

تم موت کی ملاقات سے پہلے اس کی تمنا کیا کرتے تھے اور جیسے ہی تم نے اسے دیکھا تو دیکھتے ہی رہ گئے۔ محمدؐ تو بس ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں کیا اگر وہ مرجائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم اُلٹے پاؤں پلٹ جاؤ گے اور جو بھی ایسا کرے وہ خدا کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا اور اللہ شکر گزاروں کو جزا دے گا۔ کوئی ذی روح اللہ کے اذن کے بغیر نہیں مرسکتا۔ موت کا وقت مقرر کیا گیا ہے اور جو کوئی دنیا کے بدلہ کا خواہش مند ہوگا تو ہم اسے دنیا ہی میں سے دیں گے اور جو کوئی آخرت کے ثواب کا خواہش مند ہو تو ہم اسے ثوابِ آخرت میں سے حصّہ دیں گے اور ہم عنقریب شکرگزاروں کو جزا دیں گے۔

بہت سے ایسے نبی گزرے ہیں جن کے ساتھ بہت سے اللہ والوں نے شامل ہو کر اس طرح سے جہاد کیا کہ راہِ خدا میں پڑنے والی مصیبتوں سے کمزور نہ ہوئے اور وہ باطل کے سامنے سرنگوں نہ ہوئے۔ ایسے ہی با استقامت افراد کو اللہ پسند کرتا ہے۔ ان کی دعا بس یہی تھی کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہ معاف فرما اور ہم سے ہمارے امور

میں جو زیادتی سرزد ہوئی ہے اسے معاف فرما اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد کر۔ اللہ نے انھیں دنیا کا ثواب دیا اور اس سے بہتر ثوابِ آخرت بھی عطا کیا۔ اللہ کو نیک عمل کرنے والے پسند ہیں۔

ایمان والو! اگر تم کافروں کا کہا مان لو گے تو وہ تمھیں اُلٹے پاؤں پھیر کر مرتد کر دیں گے۔ پھر تم بڑے خسارے میں پڑ جاؤ گے۔

(یہ تمھارے مددگار نہیں ہیں) بلکہ خدا تمھارا مددگار ہے اور وہ سب سے بہتر مددگار ہے۔ ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں تمھارا رعب بٹھا دیں گے کیونکہ انھوں نے خدا کے ساتھ شرک کیا ہے جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اُتاری اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ وہ ظالموں کے لیے انتہائی برا ٹھکانہ ہے۔ اور خدا نے تم سے کیا ہوا اپنا وعدہ سچّا کر دیا۔ جب تم کافروں کو اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ جو تم چاہتے تھے خدا نے تمھیں دکھا دیا۔ اس کے بعد تم نے بزدلی دکھائی اور حکمِ پیغمبر میں جھگڑا کرنے لگ گئے اور تم نے اس کی نافرمانی کی۔ تم میں سے کچھ دنیا کے طلب گار ہیں اور کچھ آخرت کے چاہنے والے ہیں۔ اس وقت خدا نے تم کو ان سے پھیر دیا تاکہ تمھاری آزمائش کرے۔ اس نے تمھیں معاف کر دیا اور اللہ اہلِ ایمان پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔ اور وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے جب تم پہاڑوں پر چڑھتے تھے اور پیچھے پھر کر کسی کو نہ دیکھتے تھے اور رسول پیچھے سے تمھیں آوازیں دے رہے تھے۔ خدا نے تم کو غم پر غم پہنچایا تاکہ جو چیز ہاتھ سے نکل جائے یا جو مصیبت تم پر واقع ہوئی ہے اس سے اندوہناک نہ ہو جاؤ اور خدا کو تمھارے اعمال کی سب خبر ہے۔ پھر خدا نے رنج و غم کے بعد تم پر تسلی نازل فرمائی اور ایک جماعت پر نیند طاری ہونے لگی۔ اور کچھ لوگ ایسے تھے جنھیں صرف اپنی جانوں کی

فکر تھی۔ وہ خدا کے بارے میں ناحق زمانۂ جاہلیت جیسے گمانوں میں مصروف تھے اور کہتے تھے کہ کیا ہمارے اختیار میں بھی کوئی معاملہ ہے؟ آپ کہہ دیں کہ تمام معاملات خدا کے اختیار میں ہیں۔ یہ لوگ بہت سی باتیں دلوں میں چھپائے ہیں جنھیں آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر جنگ کا اختیار ہمارے ہاتھ میں ہوتا تو ہم یہاں یوں نہ مارے جاتے۔ آپ کہہ دیں اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کی تقدیر میں مارا جانا لکھا تھا تو وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف خود ہی چل کر آتے اور اس سے غرض یہ تھی کہ خدا تمھارے سینوں میں چھپی ہوئی باتوں کو آزمائے اور جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے اس کو اللہ خالص اور صاف کر دے اور خدا سینوں میں چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔ جس دن دو لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے اس دن جن لوگوں نے پشت دکھائی تھی انھیں دراصل شیطان نے ان کے بعض اعمال کی وجہ سے پھسلا دیا تھا۔ البتہ اللہ نے انھیں معاف کر دیا۔ بے شک خدا بخشنے والا بُردبار ہے۔

اے ایمان والو! ان لوگوں جیسے مت ہونا جنھوں نے کفر کیا ہے اور جب ان کے مسلمان بھائی خدا کی راہ میں سفر پر نکلیں یا جہاد کے لیے روانہ ہوں (اور مارے جائیں) تو وہ ان کے متعلّق کہتے ہیں کہ اگر یہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ ہی قتل ہوتے۔ ان باتوں سے مقصود یہ ہے کہ خدا ان لوگوں کے دلوں میں افسوس پیدا کر دے اور زندگی اور موت تو خدا ہی دیتا ہے۔ اللہ تمھارے تمام اعمال کو اچھی طرح سے دیکھ رہا ہے۔ اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی مغفرت و رحمت ان کے اس مال و متاع سے کہیں بہتر ہے جسے یہ جمع کر رہے ہیں۔ اگر تم مر گئے یا مار دیے گئے تم سب خدا کے حضور اکٹھے کیے جاؤ گے۔

(اے نبی) خدا کی مہربانی سے تمھاری افتادِ طبع ان لوگوں کے لیے نرم واقع ہوئی ہے اور اگر آپ کرخت اور سخت دل ہوتے تو یہ تمھارے پاس سے منتشر ہو کر چلے جاتے، ان کو معاف کر دو اور ان کے لیے مغفرت طلب کرو اور کام میں ان سے مشورہ لیا کرو اور جب کسی کام کا پختہ ارادہ کر لو تو خدا پر بھروسہ رکھو۔ بے شک توکل کرنے والے اللہ کو پسند ہیں۔

اگر خدا تمھارا مددگار ہو تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور اگر وہ تمھیں چھوڑ دے پھر تمھاری مدد کرنے والا کون ہے؟ اور اہلِ ایمان کو اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

خیانت کرنا نبی کے لیے زیبا نہیں ہے اور جو کوئی خیانت کرے تو خیانت کی ہوئی چیز لے کر وہ قیامت کے دن حاضر ہوگا۔ پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور بے انصافی نہیں کی جائے گی۔ بھلا وہ شخص جو خدا کی خوشنودی کا تابع ہو وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو خدا کی ناخوشی میں گرفتار ہو اور جس کا ٹھکانا دوزخ ہو جو کہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ ان لوگوں کے خدا کے ہاں مختلف درجے ہیں۔ خدا ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ یقیناً اللہ نے اہلِ ایمان پر احسان کیا ہے کہ ان میں سے ایک پیغمبر مبعوث کیا جو ان کے سامنے تلاوتِ آیات کرتا ہے اور ان کو شرک کی کثافت سے پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے وہ کھلم کھلا گمراہی میں تھے۔ بھلا یہ کیا بات ہے کہ جب تم پر مصیبت آئی حالانکہ (جنگِ بدر میں) اس سے دوچند مصیبت تمھارے ہاتھ سے ان پر پڑ چکی ہے تو تم چلّا اُٹھے اور کہنے لگے کہ یہ آفت کہاں سے آ گئی۔ کہہ دیں کہ یہ تمھاری شامتِ اعمال ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور جو مصیبت تم پر دونوں جماعتوں کے مقابلہ کے دن نازل ہوئی وہ خدا کے حکم سے نازل ہوئی تا کہ اللہ مومنوں کو اچھی طرح معلوم کر لے اور منافقین کو بھی ظاہر کر دے۔ جب ان سے کہا گیا کہ آ ؤ اللہ کے رستے میں جنگ کرو یا کافروں کے حملوں کو ہی روکو تو کہنے لگے کہ اگر ہم کو لڑائی کی خبر ہوتی تو ہم ضرور تمھارے ساتھ رہتے۔ یہ اس دن ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے۔ وہ منہ سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں اور جو کچھ یہ چھپاتے ہیں اللہ اس سے خوب واقف ہے۔ یہ خود تو جنگ سے بچ کر بیٹھ ہی رہے تھے مگر انھوں نے اپنے شہداء بھائیوں کے لیے کہا کہ اگر انھوں نے ہمارا کہا مانا ہوتا تو قتل نہ ہوتے۔ آپ کہہ دیں کہ تم اگر سچّے ہو تو اپنے آپ سے موت کو ٹال دو۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے انھیں ہر گز مُردہ تصور نہ کرنا بلکہ وہ اپنے پروردگار کے ہاں زندہ ہیں، ان کو رزق مل رہا ہے۔ جو کچھ اللہ نے انھیں اپنے فضل سے بخشا ہے وہ اس پر خوش ہیں اور جو لوگ ان کے پیچھے ہیں اور شہید ہو کر ان میں شامل نہیں ہوئے وہ ان کے لیے بشارت طلب ہیں، ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ وہ خدا کے انعامات اور فضل سے خوش ہو رہے ہیں اور اللہ اہلِ ایمان کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

سعت بہشت

وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ

"اور اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کے حصول کے لیے سبقت کرو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے"۔

۳۵۰۔ تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے قرآن حکیم کی یہ آیت پڑھ کر ہاتھ پھیلا کر

فرمایا کہ ''جنت انتہائی وسعت کی حامل ہے''۔

۳۵۱- کتاب الخصال میں ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو معالم دین تعلیم فرمائے اور پھر یہ آیت پڑھی: وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ (جنت کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے) اور فرمایا خدا کی یہ وسیع وعریض جنت تقویٰ کے بغیر نہیں ملے گی۔

۳۵۲- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ (اپنے رب کی مغفرت کے حاصل کرنے کے لیے سبقت کرو) کی آیت پڑھ کر فرمایا کہ فرائض کی ادائیگی سے ہی رب کی مغفرت کا حصول ممکن ہے۔

۳۵۳- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب جنت اتنی وسیع ہے کہ اس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے تو پھر دوزخ کہاں ہے؟

یہی سوال حضرت رسولؐ خدا سے بھی پوچھا گیا تھا۔ آنحضرتؐ نے سوال کرنے والے سے فرمایا تھا:

''سبحان اللہ! ذرا یہ بتاؤ جب رات آتی ہے تو دن کہاں چلا جاتا ہے؟''

آنحضرتؐ کے اس جواب کا مقصد یہ ہے کہ خدا کو قدرت حاصل ہے کہ وہ دن کے وقت رات کو جہاں لے جائے لے جا سکتا ہے۔ اسی طرح سے جنت کی اس وسعت کے بعد دوزخ کو جہاں پیدا کرنا چاہے کر سکتا ہے۔

غصہ پینے والے افراد

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾

''جو غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کے قصور معاف کر دیتے ہیں اور اللہ بھلائی کرنے والوں سے محبّت کرتا ہے''۔

۳۵۴- اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''جو شخص اپنا غصہ پیئے گا تو اللہ دنیا و آخرت میں اس کی عزت میں اضافہ کرے گا''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ (جو غصہ کو پی جا ہیں اور لوگوں کے قصور معاف کر دیتے ہیں اور اللہ بھلائی کرنے والوں سے محبّت کرتا ہے)

جو دنیا میں غصہ پیئے گا آخرت میں اللہ اس پر غصہ نہیں کرے گا۔

۳۵۵- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

”جو شخص انتقام لینے کی قدرت رکھتا ہو مگر وہ اپنے غصہ کو پی جائے تو روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اس کے دل کو اپنی رضا سے بھر دے گا“۔

۳۵۶- کتاب الخصال میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

”جس میں تین خصلتیں ہوں تو وہ یہ سمجھے کہ اس نے خصال ایمان کی تکمیل کر لی ہے: ۱- جو ظلم پر صبر کرے ۲- غصہ پی جائے ۳- خدا کی رضا پر نظر رکھ کر معاف کر دے“۔

ایسے شخص کو اللہ جنت میں حساب کیے بغیر داخل کرے گا اور قبیلہ ربیعہ وحضر کے افراد کی تعداد کے برابر افراد کی اسے شفاعت کا حق عطا کرے گا۔

۳۵۷- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

”ہم اہلِ بیت کا شیوہ ہے کہ ہم ظلم کرنے والوں کو معاف کر دیتے ہیں“۔

۳۵۸- امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

”ہر طرح کے مشروب سے مجھے غصہ کے گھونٹ پینے میں زیادہ لطف آتا ہے۔ اور غصہ کے گھونٹ پلانے والے کا بدلہ مجھ سے نہیں چکایا جا سکتا“۔

۳۵۹- مجمع البیان میں وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (اور جو لوگوں کا قصور معاف کر دیتے ہیں) کے ضمن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث مذکور ہے:

”لوگوں کا قصور معاف کرنے والے افراد میری اُمت میں کم ہیں جب کہ سابقہ اُمتوں میں ان کی تعداد زیادہ تھی“۔

۳۶۰- ایک کنیز امام زین العابدین علیہ السلام کو وضو کرانے کے لیے لوٹے سے آپؑ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہی تھی کہ اس کے ہاتھ سے لوٹا گرا اور امام علیہ السلام کو لگا جس سے حضرت کو معمولی سا زخم آیا۔ آپؑ نے سر اُٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو اس نے قرآن مجید کی اس آیت کا ایک حصہ پڑھا اور کہا: وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ (اللہ کے خاص بندے غصہ پی جاتے ہیں)

آپؑ نے فرمایا: ٹھیک ہے میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ کنیز نے اس آیت کا دوسرا حصّہ پڑھ کر کہا: وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (وہ لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں)

آپؑ نے فرمایا: ٹھیک ہے میں نے تیرا قصور معاف کیا ہے۔

اس کے بعد کنیز نے آیت کا آخری حصّہ پڑھ کر کہا: وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۳۴ (اللہ بھلائی کرنے والوں سے محبّت کرتا ہے)

امام علیہ السلام نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ اب تم جاؤ میں نے خدا کی رضا کے لیے تجھے آزاد کیا ہے۔

استغفار

۳۶۱- تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''خدا اس شخص پر رحم کرے جو ابلیس کو اپنا ساتھی بنانے پر آمادہ نہ ہو۔ اللہ کی کتاب میں ہلاکت سے نجات کا نسخہ موجود ہے اور کتابِ خدا میں اندھے پن سے دُور ہو کر بصیرت حاصل کرنے کے اسباب مذکور ہیں۔ قرآن رہنمائے ہدایت اور امراض سینہ کی دوا ہے۔ اللہ نے تمھیں استغفار کے ساتھ توبہ کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝۱۳۵

''اور جب ان سے کوئی فحش کام یا گناہ سرزد ہو جائے تو خدا کو یاد کر کے اپنے گناہوں پر مغفرت کی درخواست دیتے ہیں۔ خدا کے علاوہ کون ہے جو گناہ معاف کر دے اور وہ دانستہ طور پر اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے''۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

''اور جو کوئی برائی کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر اللہ سے استغفار کرے تو وہ اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا''۔ (النساء۴:۱۱۰)

اللہ تعالیٰ نے استغفار کا حکم دیا ہے اور اس کے ساتھ یہ شرط رکھی ہے کہ انسان توبہ کرے اور محرّمات الٰہی سے پرہیز

کرے۔ کیونکہ اللہ کا فرمان ہے:

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ (فاطر: ۱۰)

''اچھے کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور عمل صالح اسے بلند کرتا ہے''۔

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ استغفار کو عملِ صالح اور توبہ ہی خدا کی طرف لے جاتی ہے۔

استغفار اور ابلیس کی مجلسِ شوریٰ

۳۶۲۔ امالی صدوق میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا:

جب اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ (اور جب ان سے کوئی فحش کام سرزد ہوتا ہے یا گناہ کر کے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں تو خدا کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی مغفرت کی درخواست کرتے ہیں) کی آیت مجیدہ نازل ہوئی تو ابلیس لعین مکہ کے جبل ثور پر چڑھا اور اس نے اپنے تمام شیاطین کو بلند آواز سے ندا دی۔ جب وہ سارے جمع ہو گئے تو انھوں نے اس سے کہا:

ہمارے آقا! آپ نے ہمیں کیوں بلایا؟

ابلیس نے کہا کہ اب یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ جو لوگ گناہوں کے بعد توبہ استغفار کریں گے تو اللہ ان کے گناہ معاف کر دے گا' اب بتاؤ ہمیں اس کے مقابلہ میں کیا کرنا چاہیے؟

ایک شیطان نے کہا کہ آپ فکر نہ کریں میں اس اس طرح سے لوگوں کو بہکاؤں گا۔

ابلیس نے کہا: نہیں یہ کام تیرے بس سے باہر ہے۔

دوسرے شیطان نے اپنی تجاویز پیش کیں تو ابلیس نے اسے بھی مسترد کر دیا اور کہا کہ تو بھی اس کام کے لائق نہیں ہے۔

اس ''مجلس شوریٰ'' میں ''وسواس الخناس'' شیطان بھی موجود تھا۔ اس نے ابلیس سے کہا:

آپ کو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں یہ کام سنبھال لوں گا۔

ابلیس نے کہا کہ تو کیا کرے گا؟

اس نے کہا: میں لوگوں کو جھوٹی آرزوئیں دلا کر ان سے گناہ سرزد کراؤں گا اور جب وہ گناہ کر لیں گے تو میں انھیں استغفار کرنا فراموش کرا دوں گا۔

جب ابلیس نے اپنے چیلے کی گفتگو سنی تو اس نے کہا: تو یہ کام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ چنانچہ ابلیس نے روزِ قیامت تک یہ کام اسی کے سپرد کر دیا۔

بہلول کی توبہ

۳۶۳- عبدالرحمٰن بن غنم دوسی کا بیان ہے کہ ایک دن معاذ بن جبل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس روتے ہوئے آئے اور انھوں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے اسے سلام کا جواب دیا اور فرمایا:

معاذ! کیوں رو رہے ہو؟

معاذ نے کہا: یارسولؐ اللہ! مسجد کے دروازہ پر ایک خوب صورت اور صحت مند نوجوان کھڑا ہے جو اپنی جوانی پر یوں رو رہا ہے جیسے پسر مردہ ماں اپنے بیٹے پر روتی ہے اور وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: معاذ! اسے میرے پاس لے آؤ۔

معاذ نوجوان کو لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نوجوان نے آپ کو سلام کیا اور آپ نے اسے سلام کا جواب دیا۔ آپؐ نے اس سے فرمایا:

نوجوان! تو کیوں رو رہا ہے؟

اس نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں روؤں نہیں تو اور کیا کروں۔ میں نے ایسے ایسے گناہ کیے ہیں کہ اگر خدا ایک بھی گناہ پر میرا مؤاخذہ کرنا چاہے تو وہ مجھے دوزخ میں ڈال دے گا اور میرا خیال ہے کہ وہ میرا ضرور مؤاخذہ کرے گا اور وہ مجھے ہرگز معاف نہیں کرے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کیا تو نے خدا کے ساتھ شرک کیا ہے؟

نوجوان نے کہا: میں شرک سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: کیا تو نے کسی کو ناحق قتل کیا ہے؟

نوجوان نے کہا: نہیں یارسولؐ اللہ! میں نے کسی کو قتل نہیں کیا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: گھبراؤ نہیں اگر تمھارے گناہ پہاڑوں کے برابر بھی ہوں گے تو بھی اللہ انھیں معاف کر دے گا۔

نوجوان نے کہا: یارسولؐ اللہ! میرے گناہ پہاڑوں سے کہیں زیادہ وزنی ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: اگر تمھارے گناہ سات زمینوں اور سمندروں اور ریت کے ذرات اور درختوں اور زمین پر بسنے والی مخلوق کی تعداد میں بھی ہوں گے تو بھی خدا معاف کر دے گا۔

نوجوان نے کہا: یارسولؐ اللہ! میرے گناہ سات زمینوں، سمندروں، ریت کے ذرات اور درختوں اور ارضی مخلوق سے کہیں زیادہ ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: اگر تمھارے گناہ آسمانوں اور ستاروں اور عرش و کرسی کے برابر بھی ہوئے تو بھی اللہ معاف کر دے گا۔

نوجوان نے کہا: یارسولؐ اللہ! میرے گناہ ان سے بھی زیادہ وزنی ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناراض ہو کر اس کی طرف دیکھا اور فرمایا

نوجوان! تجھ پر افسوس، یہ بتا کہ تیرے گناہ بڑے ہیں یا تیرا رب بڑا ہے؟

یہ سن کر نوجوان منہ کے بل گرا اور کہا:

میرا رب ہر نقص و عیب سے پاک ہے، میرے رب سے کوئی چیز بڑی نہیں ہے۔ میرا رب ہر چیز سے بڑا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کیا عظیم گناہ کو عظیم رب معاف نہیں کرے گا؟

نوجوان نے کہا: یارسولؐ اللہ! خدا کی قسم ربِ عظیم بھی میرے گناہوں کو معاف نہیں کرے گا۔ یہ کہہ کر نوجوان خاموش ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جوان! تجھ پر افسوس، کیا تو اپنا کوئی گناہ مجھے نہیں بتائے گا؟

نوجوان نے کہا: جی ہاں، میں آپ کو بتاتا ہوں۔ میں سات برس تک نبش قبور کیا کرتا تھا اور تازہ قبر کھود کر مُردوں کے کفن اُتارا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ انصار کی ایک جوان لڑکی کا انتقال ہوا اور اس کے اہلِ خانہ نے اسے غسل کفن دے کر دفن کیا۔ دفن کر کے تمام لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ جیسے ہی رات کی تاریکی پھیلی تو میں اس کی قبر پر گیا اور میں نے اس کی قبر کو کھولا اور اس کی لاش نکال کر قبر کے کنارے پر رکھی اور میں نے اس کا کفن اُتارا اور اسے عریاں کر کے قبر کے

کنارے پر چھوڑ کر واپس جانے لگا۔ ابلیس نے میرے ذہن میں یہ خیال ڈالا کہ کیا تو نے اس کے پیٹ اور اس کی خوبصورتی کو نہیں دیکھا اور کیا تو نے اس کی سڈول رانوں کو نہیں دیکھا؟

الغرض میں پھر واپس گیا اور میں ہوش و خرد سے بیگانہ ہو چکا تھا اور میں نے اُس کے مُردہ جسم سے جماع کیا اور فارغ ہو کر وہاں سے واپس آنے لگا تو پیچھے سے مجھے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ اس نے مجھ سے کہا:

’’جوان! تیرے لیے ہلاکت ہو قیامت کے دن تو خدا کو کیا جواب دے گا۔ تو نے مرنے والوں کے گروہ میں مجھے عریاں کر کے چھوڑا۔ تو نے مجھے قبر کے گڑھے سے نکال کر میرا کفن چھین لیا۔ تو نے مجھے جنابت کی حالت میں ڈال دیا۔ میں روزِ حشر تک یوں ہی جنابت میں رہوں گی۔ خدا تیری جوانی کو دوزخ کے سپرد کر دے‘‘۔

اس کے بعد نوجوان نے آنحضرتؐ سے کہا:

یارسولؐ اللہ! آپ نے میرا گناہ سن لیا۔ اب آپ خود ہی فرمائیں کیا میں بھی خوشبوئے جنت سونگھنے کے قابل رہ گیا ہوں؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فاسق! مسجد سے اٹھ کر چلا جا۔ مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں میں بھی تیرے قرب کی وجہ سے نہ جل جاؤں۔ تو دوزخ سے انتہائی قریب ہے۔

آنحضرتؐ مسلسل یہی کلمات کہتے رہے اور اپنے ہاتھ سے اسے اٹھنے کے اشارے دیتے رہے۔ وہ جوان دربارِ پیغمبرؐ سے اٹھا اور مدینہ سے کچھ خورد و نوش کی اشیاء خریدیں۔ پھر وہ مدینہ کے قریب ایک پہاڑ میں چلا گیا۔ وہاں عبادت کرنے لگا اور اس نے ٹاٹ کا لباس پہنا اور دونوں ہاتھ گردن سے باندھ کر خدا کے حضور التجا کرنے لگ گیا:

’’پروردگار! تیرا یہ بندہ بہلول اس وقت تیرے سامنے رسیوں میں جکڑا ہوا ہے۔ پروردگار! تو مجھے جانتا ہے اور میری لغزشوں سے بھی واقف ہے۔ خدایا! میں تیرے حضور سخت شرمندہ ہوں۔ میں توبہ کی غرض سے تیرے نبی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا مگر انھوں نے مجھے اپنے سے دُور کر دیا اور انھوں نے میرے خوف میں مزید اضافہ کیا ہے۔

پروردگار! میں تجھے تیرے نام، تیرے جلال اور تیری عظمت سلطنت کا واسطہ دے کر درخواست کرتا ہوں کہ میری امید کو ناامیدی میں تبدیل نہ فرما اور میری دعا کو باطل نہ فرما اور مجھ بدکار کو اپنی رحمت سے مایوس نہ فرما‘‘۔

الغرض وہ مسلسل چالیس شب و روز اسی طرح سے گڑگڑا کر خدا سے درخواست کرتا رہا۔ اس کی گریہ کی آواز سن کر

جنگل کے درندے اور جانور اس کے گرد جمع ہو جاتے تھے اور وہ بھی رونے لگ جاتے تھے۔

جب اسے اس حالت میں چالیس روز و شب گزرے تو اس نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر بارگاہ احدیت میں التجا کی:

پروردگار! تو نے میری حاجت کے متعلق کیا فیصلہ کیا ہے؟ خدایا! اگر تو نے میری دعا قبول کر لی ہے اور میری خطا سے درگزر کیا ہے تو اپنے نبی پر وحی نازل فرما اور اگر تو نے میری دعا کو ٹھکرا دیا ہے اور میری خطا معاف نہیں کی اور مجھے عذاب دینا چاہتا ہے تو پھر جلدی سے مجھ پر آگ کا شعلہ بھیج کر مجھے جلا دے یا مجھے دنیا میں کوئی سزا دے کر ہلاک کر دے لیکن مجھے قیامت کی رُسوائی سے محفوظ فرما۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور خدا نے اپنے پیغمبر پر وحی کی:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً وہ لوگ جب ان سے فحش کام سرزد ہو جائے یعنی ان سے زنا کا فعل قبیح سرزد ہو جائے اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یعنی ان سے نبش قبر اور کفن اُتارنے جیسے برے افعال صادر ہو جائیں جو کہ زنا سے بھی سنگین تر ہیں۔ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ پھر اپنے خدا کو یاد کریں اور اپنے گناہوں کے لیے مغفرت طلب کریں اور جلدی سے توبہ کریں۔ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ اللہ کے علاوہ گناہوں کو معاف کرنے والا اور کون ہے؟

اللہ فرما رہا ہے کہ محمدؐ میرا ایک گناہ گار بندہ آپ کے پاس توبہ کی غرض سے آیا اور آپ نے اسے دھتکار دیا۔ اگر گناہ گار آپ کے اور میرے در سے بھی مایوس ہو جائیں تو پھر وہ جائیں تو کہاں جائیں؟ اور کس سے اپنے گناہوں کی بخشش کا سوال کریں؟

وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اور پھر نبش قبر اور کفن اُتارنے اور زنا جیسے جرائم کا دوبارہ ارتکاب نہ کریں تو اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ ان کے رب کی طرف سے ان کی جزا مغفرت ہے اور ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے لیے بہترین اجر ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی تو آپ مسکراتے ہوئے گھر سے باہر تشریف لائے اور آپؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

تم میں کوئی ایسا ہے جو مجھے اس تائب نوجوان کا پتہ بتائے؟

معاذ نے کہا: یارسولؐ اللہ! ہم نے سنا ہے کہ وہ فلاں مقام پر گریہ وزاری میں مصروف ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب کی ایک جماعت کو ساتھ لیا اور اس کی تلاش میں نکل پڑے اور آپ اس پہاڑ پر تشریف لائے جس کے متعلق لوگوں نے کہا تھا کہ وہ اس پہاڑ میں رہ رہا ہے۔ آخرکار آپ نے اس کو ڈھونڈھ نکالا۔ اس وقت وہ نوجوان دو چٹانوں کے درمیان اپنے ہاتھوں کو گردن سے باندھے ہوئے بیٹھا تھا۔ اس کا حسین چہرہ سیاہ ہو چکا تھا۔ اس کا شاداب جسم انتہائی لاغر ہو چکا تھا۔ اس کی آنکھوں کی پلکیں مسلسل رونے کی وجہ سے جھڑ چکی تھیں اور اس وقت وہ رو رو کر کہہ رہا تھا:

میرے آقا ومولا! تو نے مجھے خوب صورت بنایا تھا لیکن مجھے معلوم نہیں ہے کہ تو مجھ سے آئندہ کیا سلوک کرے گا۔ میں نہیں جانتا کہ تو مجھے آگ کے شعلوں میں جلائے گا یا اپنے جوارِ رحمت میں رہائش عطا کرے گا۔

خدایا! میں تیری نعمات کا پروردہ ہوں تو نے مجھ پر انعام واکرام کیے ہیں لیکن مجھے معلوم نہیں کہ میرا انجام کیا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ تو مجھے جنت میں روانہ کرے گا یا دوزخ میں بھیجے گا؟

پروردگار! میری خطا آسمانوں، زمین اور تیری وسیع کرسی اور تیرے عرشِ عظیم سے بڑی ہے۔ اے کاش! میں جان سکتا کہ تو میری خطا معاف کرتا ہے یا قیامت کے دن مجھے رُسوا کرتا ہے۔

الغرض وہ اس طرح سے محو مناجات تھا اور رو رہا تھا اور اپنے سر پر مٹی ڈال رہا تھا۔ جنگل کے درندے اور چوپائے اس کو گھیرے ہوئے تھے اور وہ بھی بے ساختہ رو رہے تھے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے نزدیک گئے اور آپ نے اس کے ہاتھ اس کی گردن سے آزاد کیے اور اس کے سر سے مٹی جھاڑ کر فرمایا:

بہلول! تمھیں مبارک ہو، خدا نے تمھیں دوزخ سے آزادی دے دی ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے اپنے صحابہ سے فرمایا:

گناہوں کا اس طرح سے تدارک کرو جیسا کہ بہلول نے کیا ہے۔ پھر آپؐ نے آیت مجیدہ پڑھ کر اسے سنائی اور اسے جنت کی بشارت دی۔

۳۶۴- اصول کافی میں مرقوم ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی: وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (۱۳۵) (اور وہ جان بوجھ کر سابقہ گناہوں پر اصرار نہیں کرتے) اور فرمایا:

''اصرار سے مراد یہ ہے کہ انسان گناہ کر کے خدا سے مغفرت طلب نہ کرے اور اپنے دل میں توبہ کا خیال نہ لائے''۔

۳۶۵- ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا:

''گناہوں پر اصرار کرنے والے شخص کی اللہ کسی اطاعت اور نیکی کو قبول نہیں کرتا''۔

گناہ پر اصرار نہیں کرنا چاہیے

۳۶۶- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''اصرار کے ساتھ کوئی گناہ صغیرہ نہیں اور استغفار کے ساتھ کوئی گناہ کبیرہ نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی گناہ صغیرہ پر بھی اصرار کرے تو پھر صغیرہ گناہ صغیرہ نہیں رہتا وہ گناہ کبیرہ بن جاتا ہے اور اگر کوئی شخص گناہ کبیرہ کے بعد استغفار کرے تو گناہِ کبیرہ، گناہِ کبیرہ نہیں رہتا۔

۳۶۷- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''اصرار کر کے انسان گناہوں سے آزادی حاصل نہیں کرتا بلکہ اپنے گناہوں کا اقرار اور اعتراف کر کے ہی گناہوں سے آزادی حاصل کرتا ہے''۔

۳۶۸- ابان بن تغلب کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا:

''جب کوئی بندہ گناہ کے بعد اپنے دل میں ندامت محسوس کرے تو اللہ اس کے گناہ کو زبانی استغفار کے کلمات سے بھی پہلے معاف کر دیتا ہے اور خدا جس بندہ پر نعمت کرے اور وہ اپنے دل میں یہ تصور کرلے کہ نعمتِ خدا کی طرف سے عطا ہوئی ہے تو زبان پر حمد کے کلمات ادا کرنے سے پہلے ہی اللہ اس کو بخش دیتا ہے۔

۳۶۹- روضہ کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''خبردار! اللہ نے قرآن کے ظاہر و باطن میں جن چیزوں کو حرام کیا ہے ان پر اصرار کرنے سے بچتے رہو کیونکہ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے:

وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۱۳۵﴾ (وہ جان بوجھ کر اپنے کیے ہوئے گناہوں پر اصرار نہیں کرتے)

۳۷۰- مجمع البیان میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا:

''اصرار کے ساتھ صغیرہ نہیں اور استغفار کے ساتھ کبیرہ نہیں ہے''۔

۳۷۱- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ احد سے مدینہ واپس تشریف لائے تو جبریل امینؑ آپؐ پر نازل ہوئے اور آپ تک خدا کا یہ پیغام پہنچایا کہ آپ اپنے زخمی ساتھیوں کو لے کر لشکر کفار کا تعاقب کریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منادی کو حکم دیا کہ وہ ندا دے کہ جو بھی زخمی ہیں وہ گھروں سے باہر آجائیں اور لشکر مشرکین کے تعاقب میں چلیں۔

آپ کا یہ اعلان سن کر زخمی مسلمان پٹیاں باندھے ہوئے گھروں سے باہر نکلے اور زخمی حالت میں تعاقب شروع کر دیا اور یہ تعاقب مقام ''حمراء الاسد'' تک جاری رہا۔ اللہ نے ان زخمی مسلمانوں کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَالَا يَرْجُوْنَ ؕ (النساء:۱۰۴)

''دشمنوں کی تلاش میں سستی روا نہ رکھو اگر تمھیں تکلیف محسوس ہو رہی ہے تو تمھارے مخالفین کو بھی تو اسی طرح سے تکلیف محسوس ہوتی ہے جیسا کہ تمھیں محسوس ہوتی ہے اور تم خدا سے اس چیز کے امیدوار ہو جس کے وہ امیدوار نہیں ہیں''۔

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ

''اگر تمھیں چوٹ لگی ہے تو دوسروں کو بھی تمھاری طرح سے چوٹ آئی ہے۔ یہ تو زمانے کے نشیب و فراز ہیں جنھیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔ اس ذریعہ سے اللہ کو یہ دیکھنا مقصود ہے کہ تم میں سچے مومن کون ہیں اور وہ تم میں شہداء کا انتخاب کرنا چاہتا ہے''۔

زخمی صحابہ یہ قرآنی پیغام سن کر چل پڑے۔

۳۷۲- تفسیر عیاشی میں زرارہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا کہ آپؑ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (یہ تو زمانہ کے نشیب و فراز ہیں جنھیں ہم لوگوں

کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں) اور اس کے تحت تخلیقِ آدمؑ سے ہی خدا کی سنت یہ رہی ہے کہ کبھی اللہ والوں کی حکومت قائم ہوتی ہے اور کبھی ابلیس کے پجاریوں کی حکومت قائم ہوتی ہے۔ اللہ والوں کی مکمل اور کامل حکومت قائم آلِ محمدؑ کے دور میں قائم ہوگی۔

قائم آلِ محمدؑ کی غیبت اہلِ ایمان کو چھانٹنے اور کافرین کی سرکوبی کا ذریعہ ہے

۳۷۳۔ کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں ابن عباس کی زبانی حضرت رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

علی بن ابی طالبؑ میری اُمت کا امام ہے اور اُمت پر میرے بعد میرا جانشین ہے اور اس کی اولاد میں سے قائم منتظر ہوگا جو ظلم وجور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل وانصاف سے پُر کردے گا۔ اس ذات کی قسم! جس نے مجھے حق کے ساتھ بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے اس کے زمانہ غیبت میں اس کا عقیدہ رکھنے والے افراد سرخ گندھک سے بھی زیادہ نایاب ہوں گے۔

جابر بن عبداللہ انصاری نے کھڑے ہوکر کہا: یارسولؐ اللہ! کیا آپؐ کا فرزند قائمؑ غیبت میں چلا جائے گا؟

رسولؐ خدا نے فرمایا: جی ہاں، مجھے اپنے رب کی قسم! وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ''اس آزمائش سے اللہ ان کو الگ چھانٹ دے گا اور کافروں کی سرکوبی کرے گا''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جابر! یہ خدا کی طرف سے طے شدہ بات ہے اور یہ خدا کے مخصوص رازوں میں سے ایک راز ہے اور بندگانِ خدا سے یہ بات مخفی ہے۔ خبردار اس میں شک نہ کرنا کیونکہ امرالٰہی میں شک کرنا کفر ہے۔

جہاد وصبر کے بغیر جنت میں داخلہ ناممکن ہے

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

”کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ ابھی اللہ نے یہ دیکھا ہی نہیں ہے کہ تم میں سے جہاد کرنے والے کون ہیں اور صبر و استقامت رکھنے والے کون ہیں“۔

۳۷۴- تفسیر عیاشی میں داؤد رقی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ ...... وَيَعۡلَمَ الصّٰبِرِيۡنَ کی آیت کے متعلّق پوچھا کہ کیا اللہ کو مجاہدین اور صابرین کا پہلے سے علم نہیں ہے اور جب کوئی جہاد و صبر کا مظاہرہ کرے تو اسے اس کا پتہ چلتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ایسی بات نہیں ہے، اللہ عالم ذرسے ہی ہر چیز کے متعلّق علم رکھتا ہے اور وہ اپنی ہر مخلوق کے متعلّق اس کی تخلیق سے بھی پہلے علم رکھتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ جہاد کون کرے گا اور جہاد سے کون جی چرائے گا۔ خدا کو مخلوق کی موت سے پہلے ان کی زندگی میں ہی ان کی موت کا علم ہے۔ مقصد آیت یہ ہے کہ جب تک تم کھل کر اور لوگوں کے روبرو جہاد اور صبر کا مظاہرہ نہیں کرو گے اس وقت تک دخولِ جنت کی خواہش بے معنی ہوگی۔

موت کی تمنا آسان اور موت کو دیکھ کر ثابت قدم رہنا مشکل ہے

وَلَقَدۡ كُنۡتُمۡ تَمَنَّوۡنَ الۡمَوۡتَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَلۡقَوۡهُ ۠ فَقَدۡ رَاَيۡتُمُوۡهُ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ ﴿۱۴۳﴾

”جب تک موت سامنے نہ آئی تھی تب تک تم موت کی تمنا کیا کرتے تھے اب موت تمہارے سامنے آگئی تم نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا“۔

۳۷۵- تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے وَلَقَدۡ كُنۡتُمۡ تَمَنَّوۡنَ الۡمَوۡتَ مِنۡ قَبۡلِ ...... وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو شہدائے بدر کے درجات اور جنت میں ان کے منازل کے متعلّق بتایا تو تمام مسلمان شوقِ شہادت رکھنے لگ گئے اور انھوں نے اللہ سے دعائیں کیں کہ پروردگار! ہمیں جنگ میں شامل کرتا کہ ہم بھی شہادت کا رتبہ حاصل کرسکیں۔

اللہ نے ان کی دعا قبول کی اور انھیں جنگ احد کا منظر دکھایا جہاں موت نے انھیں اپنا بھیانک چہرہ دکھایا۔ جسے دیکھ کر چند افراد ہی ثابت قدم رہے اور اکثریت کے قدم ڈگمگا گئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صحابہ کو ان کی تمنا یاد دلائی اور فرمایا: جب تک موت سامنے نہ آئی تھی تب تک تو تم اس کی تمنا کیا کرتے تھے۔

محمدؐ بس رسول ہیں

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰٓى اَعۡقَابِكُمۡ ؕ وَمَنۡ يَّنۡقَلِبۡ عَلٰى عَقِبَيۡهِ فَلَنۡ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيۡــًٔا ؕ وَسَيَجۡزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيۡنَ ۝

’’محمدؐ بس ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں، پھر کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم لوگ اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو جو اُلٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا اور عنقریب اللہ شکر گزار بندوں کو جزا دے گا‘‘۔

اولی الامر کا ہونا ضروری ہے

۳۷۶- اصول کافی میں حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام سے ضرورت اولی الامر کے متعلق ایک طویل حدیث منقول ہے کہ جس کا ایک حصہ یہ ہے:

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: وَاتَّقُوۡا فِتۡنَةً لَّا تُصِيۡبَنَّ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡكُمۡ خَآصَّةً ۚ ’’اس فتنہ سے ڈرتے رہو جو صرف ظالموں تک ہی محدود نہیں رہے گا‘‘۔ (الانفال: ۲۵)

اس آیت مجیدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ فتنے ایسے بھی ہیں جو صرف ظالموں تک ہی محدود رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ قدر میں فرمایا: تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوۡحُ فِيۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ ۚ مِنۡ كُلِّ اَمۡرٍ ’’شب قدر میں فرشتے اور روح اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر لے کر نازل ہوتے ہیں‘‘ اور ادھر اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰٓى اَعۡقَابِكُمۡ ؕ وَمَنۡ يَّنۡقَلِبۡ عَلٰى عَقِبَيۡهِ فَلَنۡ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيۡــًٔا ؕ وَسَيَجۡزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيۡنَ ’’محمدؐ بس ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں۔ پھر کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم لوگ اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو جو اُلٹے پاؤں پھرے گا تو وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا اور شکر گزاروں کو اللہ عنقریب جزا دے گا‘‘۔

اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰؐ کی موت کی خبر دی ہے۔ اب جو یہ کہیں کہ نبی اکرمؐ کی موت کے ساتھ لیلۃ القدر بھی دنیا سے چلی گئی تو ایک مخصوص فتنہ ہے جو ظالموں تک محدود ہے اور اس نظریہ کے ماننے والے اُلٹے پاؤں پھرنے والے لوگ ہیں۔

اب اگر لوگ یہ بات تسلیم کریں کہ رسولؐ خدا کے بعد شب قدر باقی ہے اور اس میں ملائکہ اور روح ''امر'' لے کر نازل ہوتے ہیں تو ان سے کہو کہ جب ''امر'' اترتا ہے تو نبی اکرمؐ کے بعد کوئی ''صاحب الامر'' بھی تو ہونا چاہیے۔

۳۷۷- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ یہ آیت مجیدہ جنگ احد کے تناظر میں نازل ہوئی تھی۔ جب جنگ ختم ہوگئی اور شہید ہونے والے شہید ہوگئے۔ رسولؐ خدا کے حکم سے شہیدوں کے جنازے لائے گئے۔ آپؐ نے سب کی نماز جنازہ پڑھی اور انھیں قبروں میں دفن کیا۔ آپؐ نے حضرت حمزہؓ پر ۷۰ تکبیریں پڑھیں۔

اس موقع پر ابلیس نے مدینہ میں صدا دی کہ محمدؐ مارے گئے۔ اس آواز کا اثر یہ ہوا کہ مہاجرین کی تمام خواتین گھروں سے باہر آگئیں اور ان کے ساتھ حضرت فاطمہؑ بنت رسولؐ بھی گھر سے باہر آئیں اور آپ گھر سے لے کر میدان احد تک دوڑتی ہوئی آئیں اور جب میدان میں پہنچیں تو رسولؐ خدا زندہ تھے اور آپؑ اپنے والد کے سامنے بیٹھ گئیں۔ جب رسولؐ خدا روتے تو آپؑ بھی رونے لگ جاتی تھیں اور جب رسولؐ خدا ٹھنڈی سانس لیتے تو آپؑ بھی ٹھنڈی سانس لیتی تھیں۔

۳۷۸- روضہ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمان اپنے ہدف اصلی پر کامل طریقہ سے قائم نہ رہ سکے۔ البتہ تین افراد ایسے تھے جو ایمان کی چوٹی پر پوری جرأت وحوصلہ کے ساتھ قائم رہے۔

راوی نے امام علیہ السلام سے پوچھا کہ وہ تین افراد کون تھے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ مقداد بن اسود، ابوذر غفاری اور سلمان فارسی رحمۃ اللہ علیہم وبرکاتہم تھے۔ بعدازاں لوگوں میں بصیرت ومعرفت پھر پلٹ آئی تھی اور یہ تین، وہ کامل الایمان ہیں جن پر ایمان کی چکی نے گردش کی تھی اور انھوں نے امیر المومنینؑ کے علاوہ کسی دوسرے کی بیعت سے انکار کر دیا تھا۔ پھر ایک ایسا وقت بھی آیا جب امیر المومنینؑ کو مجبور کر کے لایا گیا اور آپؑ کو مجبوراً مصالحت کرنا پڑی۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی اس کی خبر دے دی تھی جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝

''محمدؐ بس ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں، پھر کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر

دیے جائیں تو تم لوگ اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو جو اُلٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا اور شکر گزاروں کو اللہ عنقریب جزا دے گا''۔

وفاتِ پیغمبرؐ سے لوگوں کے بھٹکنے کا امکان

۳۷۹- ابوالمقدام نے اپنے والد سے روایت کی کہ اس نے کہا کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جس بزرگ کی بیعت کی گئی تھی اور اس بیعت پر لوگوں کا اجماع ہوا تھا۔ اس بیعت میں خدا کی رضا مضمر تھی کیونکہ محمد مصطفیٰ کے بعد اللہ ان کی اُمت کو اگر آزمائے تو یہ اس کی شان کریمی کے خلاف ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرما رہا:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۗ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ۗ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝

''محمدؐ بس ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں، پھر کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم لوگ اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو بھی اُلٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ کو نقصان نہیں دے گا اور عنقریب اللہ شکر گزاروں کو بدلہ دے گا''۔

(اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسولؐ خدا کی موت اور قتل سے لوگوں کے اُلٹے پاؤں پھرنے کا امکان ہے)

میں (راوی) نے کہا: لوگ تو دوسرے انداز سے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے سابقہ اُمتوں کے متعلق یہ نہیں بتایا کہ انھوں نے بھی واضح ہدایات کے بعد اختلاف کیے تھے جیسا کہ فرمانِ قدرت ہے:

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۗ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۗ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۗ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝ (سورہ بقرہ)

''اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو واضح نشانیاں دیں اور ہم نے روح القدس سے اس کی تائید کرائی اور

اگر خدا چاہتا تو ان کے بعد واضح نشانیاں آ جانے کے بعد وہ آپس میں نہ لڑتے لیکن انھوں نے اختلاف کیا۔ ان میں سے کچھ ایمان لائے اور کچھ نے کفر کا راستہ اپنایا اور اگر خدا چاہتا تو وہ آپس میں نہ لڑتے لیکن خدا وہی کچھ کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے''۔

چنانچہ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اصحابِ محمدؐ نے بھی آنحضرتؐ کے بعد اختلاف کیا تھا۔ ان میں سے کچھ ایمان پر قائم رہے اور کچھ پھسل گئے۔

۳۸۰۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جب جنگ اُحد میں لشکر اسلام کو شکست ہوئی اور لوگ رسولؐ خدا کو چھوڑ کر بھاگ نکلے تو آپؐ نے بھاگنے والوں کی طرف رخ کر کے فرمایا:

''میں محمد ہوں' میں اللہ کا رسول ہوں' میں نہ قتل ہوا ہوں اور نہ ہی مرا ہوں''۔

کچھ لوگوں نے آپ کی یہ گفتگو سن کر کہا: اب جب کہ ہم کو شکست ہو چکی ہے تو نبی اکرم بھی ہمارا تمسخر اڑانے لگ گئے ہیں۔

اس امتحان کی گھڑی میں حضرت علی علیہ السلام اور سماک بن خرشہ ابو دجانہ ثابت قدم رہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو دجانہ کو بلا کر فرمایا:

''ابو دجانہ! اگر تم بھی جانا چاہو تو چلے جاؤ' میں نے تمھاری گردن سے بیعت کا قلادہ اٹھا لیا ہے اور جہاں تک علیؑ کا تعلّق ہے تو وہ اور میں ایک جان اور دو قالب ہیں''۔

یہ سنا تو ابو دجانہ آنحضرتؐ کے سامنے بیٹھ کر رونے لگے اور انھوں نے کہا: نہیں خدا کی قسم! ایسا نہیں ہوگا۔ پھر انھوں نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا:

خدا کی قسم! میں اپنے آپ کو آپؐ کی بیعت سے آزاد نہیں کروں گا۔ میں آپؐ کی بیعت پر قائم ہوں۔ اب اگر میں جاؤں تو کہاں جاؤں؟ کیا بیوی کی طرف جاؤں جو کہ مر جائے گی' اولاد کی طرف جاؤں جو موت کا لقمہ بن جائیں گے' اپنے گھر چلا جاؤں جو چند دن بعد ٹوٹ پھوٹ جائے گا' دولت کی طرف جاؤں جو ختم ہو جائے گی یا اپنی زندگی کی طرف جاؤں جو چند دنوں بعد ختم ہو جائے گی؟!!

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ان کا جذبۂ ایمانی دیکھا تو آپ کو ان پر رحم آیا اور انھیں جنگ جاری رکھنے

کی اجازت دی۔ وہ جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ شدید زخمی ہو گئے۔ رسولؐ خدا کی ایک طرف سے ابودجانہ لڑ رہے تھے اور دوسری جانب سے علیؑ لڑ رہے تھے۔ جب ابودجانہ زخمی ہو کر گرے تو حضرت علیؑ نے انھیں اٹھایا اور رسولؐ خدا کے سامنے لا کر انھیں لٹا دیا۔

ابودجانہ نے رسولؐ خدا کی طرف دیکھ کر عرض کیا: یارسولؐ اللہ! کیا میں نے اپنی بیعت کے تقاضوں کو پورا کر دیا ہے؟

آنخضرتؐ نے فرمایا: جی ہاں۔ پھر آپؐ نے اسے دعائے خیر دی۔

اس کے بعد کفار کے حملوں میں تیزی آ گئی۔ کبھی کفار کا میمنہ آنخضرتؐ پر حملہ کرتا تو حضرت علیؑ انھیں آپؐ سے دُور کرتے اور کبھی ان کا میسرہ آنخضرتؐ کی طرف پیش قدمی کرتا تو حضرت علیؑ ان پر حملہ کر کے انھیں بھاگنے پر مجبور کر دیتے اور یوں جنگ کرتے کرتے آپ کی تلوار ٹوٹ گئی اور وہ تین حصوں میں تقسیم ہو گئی اور آپ اپنی ٹوٹی ہوئی تلوار لے کر آنخضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسے آنخضرتؐ کے قدموں میں پھینک کر عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میری تلوار ٹوٹ گئی ہے۔

رسولؐ خدا نے انھیں اپنی تلوار ذوالفقار عطا کی۔ جب رسولؐ خدا نے دیکھا کہ جنگ کی شدت کی وجہ سے علیؑ کی پنڈلیاں کمزور ہونے لگی ہیں تو آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور آپؐ نے رو رو کر بارگاہ خداوندی میں عرض کیا:

''پروردگار! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو اپنے دین کو غالب کرے گا اور اگر تو غالب کرنا چاہے تو تجھے اس کا اختیار ہے''۔

اس وقت حضرت علیؑ نے رسولؐ خدا سے عرض کیا:

''میں اس وقت سخت بھنبھناہٹ کی آوازیں سن رہا ہوں۔ اس وقت مجھے ''اقدم حیزدم'' کی صدائیں سنائی دے رہی ہیں اور میں جس بھی کافر پر حملہ کرتا ہوں تو وہ میرے حملے سے پہلے ہی ڈھیر ہو جاتا ہے''۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جبریل، میکائیل اور اسرافیل فرشتوں کو لے کر آ چکے ہیں''۔

اس کے بعد حضرت جبریلؑ آئے اور رسولؐ خدا کے قریب بیٹھ کر انھوں نے کہا:

''محمد مصطفیٰ! علیؑ نے تو مواسات و ہمدردی کا حق ادا کر دیا ہے''۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: ”اس میں تعجب کی کیا بات ہے: ان علیا منی وانا منه ”علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں“۔

اس وقت حضرت جبریلؑ نے کہا: ”اور میں تم دونوں میں سے ہوں“۔

اس کے بعد لشکر کفار نے پسپائی اختیار کی۔ رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

”تم تلوار ہاتھ میں لے کر ان کے پیچھے جاؤ اور دیکھو اگر وہ اونٹوں پر سوار ہو کر جا رہے ہوں تو پھر یہ مکہ واپس جا رہے ہیں اور اگر یہ گھوڑوں پر سوار ہوں تو سمجھ لو کہ یہ مدینہ پر یلغار کرنا چاہتے ہیں“۔

حضرت علیؑ نے تلوار لے کر ان کا تعاقب کیا اور آپؑ نے دیکھا کہ وہ اونٹوں پر سوار ہو کر جا رہے ہیں۔ ابوسفیان نے حضرت علیؑ کو دیکھ کر کہا:

”علیؑ! اب تم ہم سے کیا چاہتے ہو۔ ہم مکہ جا رہے ہیں۔ الغرض ابوسفیان اپنے لشکر کو لے کر مکہ کی طرف چلا اور حضرت جبریلؑ نے ان کا تعاقب کیا اور لشکر کفار کے افراد جیسے ہی جبریلؑ کے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنتے تو وہ مزید تیزی سے سفر کرنے لگ جاتے تھے اور ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ جلد چلو ورنہ محمدؐ اپنا لشکر لے کر ہمارے تعاقب میں آرہا ہے۔ اور یوں ابوسفیان سارا راستہ کانپتا ہوا مکہ آیا۔

اس لشکر کے مکہ پہنچنے کے بعد چرواہے اور لکڑہارے مکہ آئے تو انھوں نے کہا ہم نے کئی مقامات پر محمدؐ کے لشکر کو لشکر مکہ کا تعاقب کرتے ہوئے دیکھا اور محمدؐ کے لشکر کے آگے ایک شخص ہمیں کمیت گھوڑے پر دکھائی دیتا تھا‘ جو ان کے نشانِ قدم کو دیکھ کر آگے بڑھتا تھا۔

اہلِ مکہ ابوسفیان کے پاس آئے اور انھوں نے اسے ملامت کی اور کہا کہ تو نے مسلمانوں پر حملہ کر کے غلطی کی ہے۔ اگر محمدؐ تیرے تعاقب میں یہاں تک آ گیا تو پھر کیا ہوگا؟

جنگ کے اختتام پر رسول اکرمؐ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت علیؑ کے ہاتھ میں آپ کا پرچم تھا اور وہ آپ کے آگے آگے چل رہے تھے۔ جب گھاٹی سے باہر آئے تو وہاں لوگوں نے رسولؐ خدا کو واپس آتے ہوئے دیکھا تو حضرت علیؑ نے آواز دے کر فرمایا:

”لوگو! یہ محمدؐ ہیں۔ یہ نہ تو قتل ہوئے ہیں اور نہ ہی مرے ہیں۔ اس کے بعد لوگ دوڑ دوڑ کر نبی اکرمؐ کے پاس آنے لگے اور اپنی غلطیوں کی معافی طلب کرنے لگے۔ مدینہ کی خواتین رسولؐ خدا کو دیکھنے کے لیے گھروں سے باہر نکل آئیں۔

انصاری خواتین روتی پیٹتی اور بال کھولے ہوئے باہر آئیں۔ انھوں نے شدتِ غم سے اپنے گریبان چاک کیے ہوئے تھے۔

جب انھوں نے اللہ کے رسول کو دیکھا تو تب انھیں جا کر تسلی ہوئی۔ نبی اکرمؐ نے ان کے حق میں دعا کی اور انھیں حکم دیا کہ وہ اپنے گھروں میں چلی جائیں اور آپؐ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے دین کو تمام ادیان پر غلبہ دے گا''۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

''محمدؐ بس ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں پھر کیا اگر وہ مرجائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو جو اُلٹے پاؤں پھرے گا تو وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا اور شکر گزاروں کو اللہ عنقریب جزا دے گا''۔

۳۸۱- حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

جب اللہ نے مودتِ آلِ محمدؑ کو اجر نبوت کے عنوان سے نازل کیا تو آلِ محمدؐ کے حریفوں نے بہت سی باتیں کیں۔

اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾ (سورہ ص)

''آپؐ کہہ دیں کہ میں تم سے اس کا اجر نہیں مانگتا اور میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں''۔

مقصد یہ تھا کہ میں نے تم سے ایسی کوئی چیز تو طلب نہیں کی ہے جسے تم ادا کرنے سے قاصر ہو۔

تب منافقین نے ایک دوسرے سے کہا: کیا محمدؐ اس پر قناعت نہیں کرتا کہ وہ کئی برسوں سے ہم پر حکومت کرتا آ رہا ہے۔ اب وہ اپنے اہلِ بیتؑ کو بھی ہماری گردنوں پر سوار کرنا چاہتا ہے۔ اللہ نے اس طرح کا کوئی حکم نازل نہیں کیا۔ یہ سارا چکر اس لیے ہے کہ وہ اپنے خاندان کو ہماری گردنوں پر سوار کرنے کا خواہش مند ہے۔ اگر محمد قتل ہو گیا یا مر گیا تو ہم اس کے خاندان سے اقتدار چھین لیں گے اور ان میں دوبارہ کبھی اقتدار جانے نہیں دیں گے۔

۳۸۲- روضہ کافی میں امیر المومنین علی علیہ السلام سے ایک خطبہ منقول ہے جسے ''خطبہ وسیلہ'' کہا جاتا ہے۔ اس خطبہ میں آپؑ نے فرمایا:

''جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو اپنی جانب بلایا اور انھیں اپنی طرف اٹھالیا تو پلک جھپکنے کی دیر میں لوگ اُلٹے پاؤں پھر گئے اور انھیں اپنے سابقہ کینے یاد آ گئے۔ انھوں نے دروازہ توڑ دیا اور نبی کے گھرانے والوں سے عداوت رکھی اور آثار پیغمبر کو تبدیل کیا اور ان کے احکام سے روگردانی کی اور مصطفیٰ کے انوار سے دُوری اختیار کی اور نبی کے مقرر کردہ جانشین کی جگہ اپنے انتخاب کو ترجیح دی اور نسلِ ہاشم کے عالمِ ربانی پر دوسروں کو مقدم رکھا۔

۳۸۳- احتجاج طبرسی میں حضرت علی علیہ السلام کا ایک خطبہ مذکور ہے جس میں آپؑ نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اس نے ان میں سے اپنی بہتر مخلوق کا انتخاب کیا اور ان میں سے کچھ بندوں کو مصطفیٰ بنایا اور اس نے ان میں سے اپنا رسول بھیجا اور اس پر اپنی کتاب نازل فرمائی اور اس نے ان کے دین کے احکام و فرائض مقرر کیے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (سورۂ نساء:۵۹)

''ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اور جو تم میں صاحبانِ امر ہوں ان کی اطاعت کرو''۔

یہ آیت ہماری ہی اطاعت کے لیے ہے، ہمارے اغیار کے لیے نہیں ہے۔ مگر تم اُلٹے پاؤں پھر چکے ہو اور تم نے عہد کو توڑ ڈالا ہے۔ تم نے اُلٹے پاؤں پھر کر خدا کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔

۳۸۴- اس آیت سے رسولؐ خدا نے خطبہ غدیر میں بھی تمثل کیا تھا۔ آپؐ نے اپنے خطبہ میں یہ الفاظ فرمائے تھے:

''اے گروہ مردم! میں تمھیں عذاب الٰہی سے ڈراتا ہوں۔ میں تمھاری طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں، مجھ سے پہلے بھی کئی رسول گزرے ہیں تو اگر میں مرجاؤں یا قتل کر دیا جاؤں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو کوئی اُلٹے پاؤں پھرے گا تو وہ خدا کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ عنقریب شکر گزاروں کو جزا دے گا۔ آگاہ رہو، علیؑ صبر و شکر کی صفت میں مشہور ہے۔ اس کے بعد علیؑ کی اولاد صابر و شاکر ہے''۔

۳۸۵- اسی آیت مجیدہ کو حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا نے مسجد نبوی میں اپنے خطبہ میں بھی پیش کیا تھا۔ سیدہ نے یہ خطبہ اس وقت دیا تھا جب حکومت نے بی بی کی تمام جائیداد اپنے تصرف میں لے لی تھی تو آپؑ مسجد میں تشریف لائیں اور آپؑ نے حاضرین کے سامنے ایک عظیم القدر خطبہ دیا، جس میں آپؑ نے انصار کو مخاطب کر کے یہ جملے بھی فرمائے تھے:

کیا اب تم یہ بہانہ بناؤ گے کہ محمدؐ تو اس دنیا میں رہے۔ ہاں ان کی رحلت ایک عظیم سانحہ ہے۔

اسلام کی عمارت میں وہ دراڑ پڑی ہے جو وقت کے ساتھ چوڑی ہوتی جا رہی ہے۔ وہ بہت بڑا رخنہ ہے۔ اور وہ ایسا شگاف ہے جسے کسی طور بھی نہیں بھرا جا سکتا۔ ان کے رخصت ہونے سے زمین پر اندھیرا چھا گیا۔ اس حادثے کے باعث سورج گہنا گیا۔ چاند کی روشنی پھیکی پڑ گئی۔ ستاروں کی رونق جاتی رہی۔ سارے ارمان خاک میں مل گئے۔ اس مصیبت کی وجہ سے پہاڑ لرز اُٹھے۔

پیغمبرؐ کی وفات کی وجہ سے ہماری عزت باقی نہ رہی اور ہمارے متعلق حضورؐ کے احترام کے تقاضوں کو فراموش کر دیا گیا۔ بخدا یہ بہت بڑی واردات اور عظیم سانحہ ہے۔

صحنِ عالم میں آج تک اس جیسا دل ہلا دینے والا واقعہ پیش نہیں آیا اور نہ ہی چشمِ فلک نے کبھی اتنی بڑی مصیبت دیکھی۔ مگر نبی اکرمؐ کی وفات کی اللہ کی کتاب نے پیش گوئی کر دی تھی اور لوگ قرآن حکیم کی ان آیتوں کو اپنے اپنے گھروں میں شام و سحر، زور زور، دھیمی دھیمی آواز میں خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے رہتے ہیں۔ موت برحق ہے اور خدا کے تمام انبیاء کو اس صورت حال سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ قدرت کا ایک حتمی فیصلہ ہے اور قطعی حکم ہے...... مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ...... وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ ”محمد بس اللہ کے رسول ہیں۔ ان سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی اُلٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ خدا عنقریب شکر گزاروں کو جزا دے گا“۔

ہاں ”قیلہ“ کے فرزندو! میرے باپ کی میراث مجھ سے چھینی جائے وہ بھی تمھاری آنکھوں کے سامنے!

حضرت سیدہ کا خطبہ طویل ہے۔ ہم نے بقدر ضرورت اس کے ایک حصّہ کو نقل کرنے پر اکتفا کی ہے!

۳۸۶- امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی ایک طویل حدیث کے ضمن میں فرمایا:

اہلِ قبلہ میں سے شہادتین کے اقرار کرنے والا ہر شخص مومن نہیں ہوتا کیونکہ عہد رسالت کے منافق بھی ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی گواہی دیا کرتے تھے۔ مگر وہ اس عہد و برہان کو ناپسند کرتے تھے جو آنحضرت نے اپنے وصی کے متعلق بیان کیا تھا اور ان کی کوشش تھی کہ رسولؐ خدا کے اس پختہ عہد کو کمزور کریں۔ ایسے ہی لوگوں کے اُلٹے پاؤں پھرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ

''محمدؐ تو بس اللہ کے رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ مرجائیں یا قتل کردیئے جائیں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟''

۳۸۷- شیخ الطائفہ امالی میں لکھتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا کہ امیر المومنین علیہ السلام رسولؐ خدا کی زندگی میں یہ کہا کرتے تھے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ ''محمدؐ تو بس اللہ کے رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ مرجائیں یا قتل کردیئے جائیں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟''

خدا کی قسم! خدا کی طرف سے ہدایت یافتہ ہونے کے بعد ہم اپنی ایڑیوں پر کبھی نہیں پھریں گے۔ خدا کی قسم! اگر محمدؐ مرگئے یا شہید ہوگئے تو میں موت کے وقت تک اس مقصد کے لیے جنگ کروں گا جس مقصد کے لیے رسولؐ خدا نے جنگ کی تھی۔ خدا کی قسم! میں ان کا بھائی ہوں اور میں ان کا ابن عم اور ان کا وارث ہوں۔ مجھ سے بڑھ کر ان کا وارث اور کون ہوسکتا ہے؟

انبیائے سابقین کے ساتھیوں کی ثبات قدمی

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا

ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ۝۱۴۷ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْیَا وَ حُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۝۱۴۸ ع

''اور اس سے پہلے کتنے ہی نبی ایسے گزر چکے ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے خدا پرستوں نے جنگ کی۔ اللہ کی راہ میں جو مصیبتیں ان پر پڑیں ان سے وہ دل شکستہ نہیں ہوئے اور انھوں نے کمزوری نہیں دکھائی۔ وہ باطل کے سامنے سرنگوں نہیں ہوئے۔ ایسے ہی صابروں کو اللہ پسند کرتا ہے''۔

ان کی دعا بس یہ تھی: ''اے ہمارے رب! ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرما' ہمارے کام میں تیرے حدود سے جو کچھ تجاوز ہو گیا ہو' اسے معاف کر دے' ہمارے قدم جما دے اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد کر''۔ اللہ نے انھیں دنیا کا ثواب بھی دیا اور اس سے بہتر ثواب آخرت بھی عطا کیا۔ اللہ کو ایسے ہی نیک عمل لوگ پسند ہیں۔

۳۸۸- امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے سابقین کے صاحبان استقامت ساتھیوں کی تعریف کی ہے جو اپنے نبی سے مل کر ہزارہا دشمنانِ خدا سے جنگ کرتے تھے اور ان پر جتنے بھی مصائب وارد ہوتے تھے وہ انھیں خاطر میں نہیں لاتے تھے اور پورے صبر و استقامت سے جہاد کو جاری رکھتے تھے۔

۳۸۹- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ لفظ رِبِّیُّوْنَ کے متعلّق بہت سے اقوال منقول ہیں۔ زجاج اور امام محمد باقر علیہ السلام کا قول ہے کہ لفظ رِبِّیُّوْنَ کا اطلاق دس ہزار افراد کی جماعت پر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے غزوۂ احد کے حالات و واقعات کے دوران انبیائے سابقین کے ساتھیوں کی پامردی کا ذکر کر کے دراصل اصحابِ محمدؐ کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا ہے کہ انھوں نے رسولؐ خدا کے قتل کی جھوٹی خبر سن کر جو پسپائی اختیار کی تھی وہ انھیں زیب نہیں دیتی تھی کیونکہ آخر سے قبل بھی تو خدائی جماعتوں نے اللہ کی راہ میں تکالیف جھیلی تھیں لیکن مصائب و آلام کے باوجود ان کے پائے استقامت میں لغزش نہیں آئی تھی اسی لیے مسلمانوں کو بھی ان کے اس کردار کی پیروی کرنی چاہیے تھی۔

کافر کی پیروی مت کرو

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ۝۱۴۹

''ایمان والو! اگر تم نے کافروں کی اطاعت کی تو وہ تمھیں اُلٹے پاؤں پھیر لے جائیں گے اور تم نقصان اٹھانے والے بن جاؤ گے''۔

۳۹۰- درج بالا آیت کے متعلّق ایک قول ضعیف یہ ہے کہ یہ آیت ان منافقین کے متعلّق نازل ہوئی جنھوں نے جنگ اُحد میں شکست کھانے والے مومنین سے کہا تھا کہ تم اپنے بھائیوں کی طرف لوٹ جاؤ اور علیؑ کا دین چھوڑ دو (یعنی جس بے جگری سے آج علیؑ جنگ کر رہے ہیں تم اس طرح سے جنگ نہ کرو)۔

رعبِ رسولؐ

سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِیْنَ ۝

''عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب ہم منکرین کے دلوں میں رعب بٹھا دیں گے اس لیے کہ انھوں نے اللہ کے ساتھ ان کو خدائی میں شریک ٹھہرایا ہے جن کے شریک ہونے پر اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی ان کا ٹھکانا جہنّم ہے اور ظالموں کی قیام گاہ بہت ہی بری ہے''۔

۳۹۱- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ جنگِ احُد میں لشکر کفار کا پلہ اگرچہ بھاری رہا تھا مگر جب وہ مکہ آئے تو وہ شکست خوردہ دکھائی دیتے تھے۔ انھیں یہ فکر کھائے جا رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کو لے کر ان کے تعاقب میں مکہ ہی نہ آ جائیں۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

''ایک ماہ کی مسافت کے مطابق مجھے خدا نے رعب دے کر میری مدد کی ہے''۔

۳۹۲- کتاب الخصال میں ابوامامہ سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''خدا نے چار چیزیں دے کر مجھے فضیلت دی۔ ان میں ایک فضیلت یہ ہے کہ میرے آگے میرا رعب ایک ماہ کی مسافت تک چلا جاتا ہے''۔

۳۹۴- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے پانچ خصوصیات عطا ہوئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نصیب نہیں ہوئی تھیں۔ میرے لیے پوری زمین کو سجدہ گا

مقام بنایا گیا ہے اور زمین کو میرے لیے ذریعہ طہارت بنایا گیا ہے اور رعب دے کر میری مدد کی گئی"۔

دنیا طلب اور آخرتِ طلب

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ
وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ
ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۵۲)

"اللہ نے تم سے تائید و نصرت کا کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا۔ ابتدا میں اللہ کے حکم سے تم ہی ان کو قتل کر رہے تھے۔ مگر جب تم نے کمزوری دکھائی اور اپنے کام میں باہمی اختلاف کیا اور جیسے ہی تم نے وہ چیز دیکھی جس کی محبّت میں تم گرفتار تھے (یعنی مالِ غنیمت) تم اپنے سردار کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے۔ اس لیے کہ تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے طالب تھے اور کچھ آخرت کی خواہش رکھتے تھے۔ تب اللہ نے تمھیں کافروں کے مقابلہ میں پسپا کر دیا تاکہ تمھاری آزمائش کرے۔ اللہ نے تمھیں معاف کر دیا ہے۔ اللہ مومنین پر بڑا فضل کرنے والا ہے"۔

۳۹۵۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اس سے عبداللہ بن جبیر کے وہ ساتھی مراد ہیں جنھیں رسولؐ خدا نے درۂ کوہ پر متعین کیا تھا اور جب انھوں نے مسلمانوں کو غنیمت جمع کرتے دیکھا تو انھوں نے اپنا مرکز چھوڑ دیا تھا اور غنیمت سمیٹنے کے لیے دوڑ پڑے تھے۔ وہ قرآن کے الفاظ کے مطابق طالبانِ دنیا تھے اور عبداللہ بن جبیر اور اس کے ساتھ درہ کوہ پر استقامت کے ساتھ کھڑے رہنے والے افراد کو قرآن مجید نے طالبانِ آخرت قرار دیا ہے۔

دوہرا غم

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓي اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا
تَحْزَنُوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (۱۵۳)

"اس وقت کو یاد رکھو جب تم (پہاڑوں پر) چڑھ رہے تھے اور تمھیں کسی کی طرف پلٹ کر دیکھنے کا ہوش نہیں تھا اور رسول تمھارے پیچھے کھڑا تمھیں پکار رہا تھا۔ تمھاری اس روش کے عوض خدا نے

تمھیں غم پر غم پہنچایا تاکہ تمھیں یہ سبق ملے کہ جو کچھ تمھارے ہاتھ سے جائے یا جو مصیبت تم پر نازل ہو اس پر ملول نہ ہو۔ اللہ تمھارے تمام اعمال سے باخبر ہے“۔

۳۹۶- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ مسلمانوں کو پسپائی کی وجہ سے پہلا غم تو شکست اور قتل کی شکل میں ملا اور دوسرا غم خالد بن ولید کے اچانک حملہ کی صورت میں ملا۔ اللہ نے مسلمانوں سے کہا کہ تم غنیمت کے جانے کا افسوس نہ کرو اور جو تمھارے بھائی بند شہید ہوئے ہیں ان پر ملول نہ ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد مسلمانوں پر اونگھ طاری کر دی تھی۔

۳۹۷- تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے جنگ اُحد کا تذکرہ کیا اور فرمایا:

اس جنگ میں رسولؐ خدا کے دندان مطہر ٹوٹ گئے تھے اور لوگوں کو شکست ہوئی اور پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ رسولؐ خدا انھیں پیچھے سے آوازیں دیتے رہے لیکن کسی کو آنحضرتؐ کی آواز سننے کا ہوش ہی نہیں تھا۔ اس نافرمانی کی وجہ سے اللہ نے انھیں غم پر غم دیا۔ اس کے بعد ان پر اونگھ مسلط کر دی۔

میں (راوی) نے کہا: اونگھ سے انھیں کیا حاصل ہوا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

جب وہ اونگھ سے بیدار ہوئے تو ان کے ہوش ٹھکانے لگے اور انھوں نے کہا کہ ہم نے رسولؐ خدا کو میدانِ جنگ میں تنہا چھوڑ کر کفر کا ارتکاب کیا ہے۔

اس وقت ابوسفیان نے اُعْلُ هُبَلُ (ہبل کی جے) کا نعرہ بلند کیا۔ رسولؐ خدا نے اس کے جواب میں نعرہ بلند کیا: اَللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلُّ (اللہ ہی بلند و برتر ہے)

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو پانی لانے کا حکم دیا۔ حضرت علیؑ پانی لائے، آپؐ نے اپنی ریش مبارک سے خون صاف کیا۔

پسپائی اختیار کرنے والوں کو شیطان نے پھسلایا تھا

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾

"تم میں سے جن لوگوں نے اس دن پیٹھ دکھائی تھی جس دن دو گروہ آپس میں ٹکرائے تھے ان کی بعض کمزوریوں کی وجہ سے شیطان نے ان کو پھسلایا تھا۔ اللہ نے انھیں معاف کر دیا۔ اللہ بخشنے والا بردبار ہے"۔

۳۹۸- تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ شیطان نے انھیں مالِ غنیمت کا چکمہ دے کر پھسلایا تھا اور یہ سب کچھ ان کے سابقہ گناہوں کی وجہ سے ہوا۔

۳۹۹- تفسیر عیاشی میں محمد بن مسلم سے منقول ہے۔ اس نے صادقین (امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام) میں سے ایک بزرگوار سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا: عقبہ بن عثمان اور عثمان بن سعد ان لوگوں میں شامل تھے جنھیں شیطان نے پھسلایا تھا۔

۴۰۰- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے جن افراد کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ شیطان کے پھسلانے میں آ گئے تھے اس سے وہ افراد مراد ہیں جو درہ کوہ پر متعین تھے۔

موت اور قتل دو علیحدہ چیزیں ہیں

اَفَاۡىِٕنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ - "اگر وہ مر جائیں یا قتل ہو جائیں"۔

۴۰۱- زرارہ بن اعین کا بیان ہے۔ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے "رجعت" کے متعلق براہِ راست سوال کرنے کو پسند نہ کیا اور میں نے اپنے دل میں تہیہ کیا کہ میں اس مسئلہ کو اس لطیف انداز سے دریافت کروں گا کہ اس سے اپنا مقصد حاصل کر لوں گا۔ چنانچہ میں نے ایک دن آپؑ سے عرض کیا:

فرزندِ رسولؐ! آپؑ یہ بتائیں کہ جو قتل کر دیا جائے تو کیا اس پر موت واقع ہو گئی؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، موت، موت ہے اور قتل، قتل ہے۔

میں نے عرض کیا: آخر کیا فرق ہے جو بھی قتل ہوتا ہے اس پر موت وارد ہوتی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ کا فرمان تیرے قول سے زیادہ سچا ہے۔ اللہ نے قرآن حکیم میں موت اور قتل کے درمیان فرق رکھا ہے جیسا کہ

ارشاد قدرت ہے: اَفَا۠ئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ ''تو کیا اگر وہ مرجائیں یا قتل ہوجائیں''۔

اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا ہے: لَئِنۡ مُّتُّمۡ اَوۡ قُتِلۡتُمۡ لَاِلَى اللّٰهِ تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۱۵۸﴾ ''اگر تم مرجاؤ یا قتل کیے جاؤ تو تم خدا کے حضور ضرور محشور کیے جاؤ گے''۔

زرارہ! تم نے آیاتِ الٰہی میں ملاحظہ کیا کہ موت، موت ہے اور قتل، قتل ہے۔

میں نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: كُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ ؕ (آل عمران: ۱۸۵) ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے''۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: مگر جو قتل ہوا ہے اس نے تو موت کا ذائقہ نہیں چکھا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ دنیا میں آئے تاکہ موت کا ذائقہ چکھے۔

۴۰۲- عبداللہ بن مغیرہ کا بیان ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے لَئِنۡ قُتِلۡتُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اَوۡ مُتُّمۡ (اگر تم اللہ کی راہ میں قتل ہوگئے یا مرگئے) کے متعلق پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

جابر! کیا تمہیں معلوم ہے کہ ''سبیل اللہ'' (اللہ کی راہ) سے کیا مراد ہے؟

میں (راوی) نے عرض کیا:

نہیں خدا کی قسم، مجھے کچھ معلوم نہیں ہے جب تک آپ سے سن نہ لوں۔

آپؑ نے فرمایا:

سنو! ''سبیل اللہ'' سے علیؑ اور اس کی ذریت مراد ہے۔ جو علی کی ولایت کے عقیدہ پر قتل ہوجائے تو وہ ''سبیل اللہ'' کے لیے قتل ہوا ہے اور جسے علیؑ کی ولایت پر موت آجائے تو اس کی موت ''سبیل اللہ'' پر واقع ہوئی۔ اس اُمت کے ہر فرد کے لیے موت بھی ہے اور قتل بھی ہے۔ جو قتل ہوا وہ زندہ کیا جائے گا یہاں تک کہ اس پر موت آئے او جو اپنی موت مرے وہ بھی اٹھایا جائے گا یہاں تک کہ وہ قتل کیا جائے۔

مشاورت کا حکم

فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ ۚ وَلَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِيۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ ۖ فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ وَشَاوِرۡهُمۡ فِى الۡاَمۡرِ ۚ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿١٥٩﴾

”یہ اللہ کی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔ ورنہ اگر تم تندخواور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمھارے گردوپیش سے چھٹ جاتے۔ ان کے قصور معاف کردو' ان کے لیے مغفرت طلب کرواور کام میں ان سے مشورہ کرواور جب تم پختہ ارادہ کرلو تو اللہ پر بھروسہ رکھو یقیناً اللہ اہلِ توکل سے محبّت رکھتا ہے“۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اور ان کی اُمت پر احسان جتلاتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اپنی خصوصی رحمت کرتے ہوئے آپ کو نرم مزاج بنایا ہے۔ یہ آیت خلق رسول کی گواہی دیتی ہے اور رسول اکرم اُمت کے لیے کتنے شفیق تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٨﴾ (سورہ توبہ:۱۲۸)

”تمھارے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے تمھارا تکلیف میں پڑنا اس پر گراں ہے۔ وہ تمھاری فلاح کا حریص ہے اور اہلِ ایمان کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے“۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اگر آپؐ تندمزاج اور سنگدل ہوتے تو لوگ آپؐ کے پاس کبھی جمع نہ ہوتے اور متفرق ہوجاتے“۔

کتب سابقہ میں رسولؐ خدا کے یہ اوصاف بیان ہوئے ہیں۔

وہ تندخواور بدمزاج نہیں ہوگا اور بازاروں میں آوارہ گردی نہیں کرے گا اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دے گا۔

وہ معافی کا خوگر ہوگا اور درگزر کرنے والا ہوگا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان اللّٰہ امرنی بمداراۃ الناس کما امرنی باقامۃ الفرائض

”اللہ تعالیٰ نے مجھے لوگوں سے رفق و مدارات کا اسی طرح سے حکم دیا ہے جیسا کہ اس نے مجھے فرائض قائم کرنے کا حکم دیا ہے“۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا:

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ

”آپ ان کے قصور معاف کر دیں اور ان کے گناہوں کی مغفرت کے لیے اللہ سے درخواست کریں اور معاملات (جنگ) میں ان سے مشورہ کریں“۔

چنانچہ رسولؐ خدا اگرچہ وحی الٰہی سے فیض یافتہ تھے مگر آپؐ صحابہ کا دل رکھنے کے لیے ان سے مشورہ بھی کیا کرتے تھے تاکہ انھیں احساس ہو کہ رسولؐ خدا بھی انھیں اہمیّت دیتے ہیں۔

رسولؐ خدا نے جنگِ بدر کے موقع پر صحابہ سے مشاورت کی تھی۔ جب آپؐ نے انصار سے مشورہ کیا تو انصار نے کہا تھا: ہم قومِ موسیٰؑ نہیں کہ آپ کو تنہا چھوڑ دیں اور کہیں کہ آپ اپنے رب کو ساتھ لے جائیں اور دشمنوں سے جنگ کریں، آپ ہمیں سمندر میں داخل ہونے کا حکم دیں تو بھی ہم آپؐ کے حکم کی تعمیل کریں گے اور اگر آپؐ ہمیں ”برک الغماد“ تک بھی لے جائیں تو بھی ہم آپؐ کی اتباع کریں گے۔

جنگِ اُحد کے وقت بھی آپؐ نے صحابہ سے مشورہ کیا تھا کہ یہ جنگ شہر میں رہ کر لڑی جائے یا باہر لڑی جائے اکثریت کی رائے یہ تھی کہ جنگ شہر سے باہر لڑی جائے۔

جنگِ احزاب کے وقت بھی آپؐ نے مشاورت کی تھی کہ لشکر کفار کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟ سلمان فارسی نے مشورہ دیا تھا کہ شہر کے گرد خندق کھود دی جائے تاکہ کوئی حملہ آور اندر داخل نہ ہو سکے۔

چنانچہ آپؐ نے خندق کھدوائی۔ جب جنگِ خندق میں محاصرے نے طول پکڑا تو بنی غلطفان نے کہا تھا کہ اگر آپؐ ہمیں مدینہ کی کھجوروں کی تہائی دے دیں تو ہم اس لشکر کو واپس بھجوا دیں گے۔ چنانچہ آپؐ نے اس تجویز کے لیے بھی مشاورت کی تھی۔ سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ نے کہا تھا کہ انھیں کچھ بھی نہ دینا چاہیے۔ چنانچہ آپؐ نے ان کی پیش کش رد کر دی تھی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: المتشار مؤتمن ”جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ امین ہوتا ہے“۔ (اضافہ من المترجم)

۴۰۳- امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں محمد بن خالد گیا جو کہ عقیدہ امامت کا قائل نہیں تھا اس نے اپنے نظریات کی وجہ سے امام علیہ السلام سے معافی طلب کی تو آپ نے اسے معاف فرمایا اور اس کے لیے دعائے مغفرت بھی کی۔ پھر آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ …… فِي الْأَمْرِ۔

۴۰۴- کتاب معانی الاخبار میں جابر سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ کا مطلب دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: جانتے ہو کہ ''سبیل اللہ'' (اللہ کی راہ) کیا ہے؟

میں نے کہا آپؑ ہی ارشاد فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: علیؑ اور اس کی ذریت ''سبیل اللہ'' ہے۔ لہٰذا جو علیؑ کی ولایت کے عقیدہ پر قتل ہو جائے تو وہ ''سبیل اللہ'' میں قتل ہوا اور جو علیؑ کی ولایت کے عقیدہ پر مر جائے تو وہ ''سبیل اللہ'' پر مرا۔

۴۰۵- نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

من استبد برأیة هلك ومن شاور الرجال شارکها فی عقولها ''جو خودرائی سے کام لے گا وہ تباہ و برباد ہوگا اور جو دوسروں سے مشورہ لے گا وہ ان کی عقلوں میں شریک ہو جائے گا''۔

۴۰۶- آپ کا ایک اور فرمان ہے: مشورہ طلب کرنا عین ہدایت ہے اور اپنی ذاتی رائے پر اکتفا کرنے والا خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔

۴۰۷- کتاب التوحید میں رسولؐ خدا سے یہ الفاظ منقول ہیں:

خودپسندی سے بڑھ کر وحشت ناک اور کوئی تنہائی نہیں اور مشورہ کرنے سے بڑھ کر اور کوئی مضبوط پشت پناہی نہیں ہے۔

۴۰۸- کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

علیؑ! بزدل سے مشورہ نہ کرنا وہ تمھارے لیے نکلنے کا راستہ تنگ کر دے گا اور بخیل سے مشورہ نہ کرنا وہ تجھے تیرے مقصد تک پہنچنے نہیں دے گا اور حریص سے مشورہ نہ کرنا وہ تمھارے لیے حرص کو باعث زینت بنا کر پیش کرے گا۔

۴۱۱- امام علی زین العابدینؑ نے رسالۃ الحقوق میں فرمایا:

مشورہ طلب کرنے والے کا تجھ پر یہ حق ہے۔ اگر تمھیں رائے کا علم ہو تو مشورہ دو اور اگر تم خود رائے دینے کے قابل نہیں ہو تو اس کی اس شخص کی طرف رہنمائی کرو جو رائے کو جانتا ہو اور جب تم کسی سے مشورہ لو تو پھر تم پر مشورہ دینے والے کا یہ حق ہے کہ اس کی جو رائے تمھارے موافق نہ ہو اس میں اسے متہم نہ کرو اور اگر اس کی رائے تمھیں موافق محسوس ہو تو اللہ کی حمد کرو۔

۴۱۰- سفیان ثوری نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا:

فرزندِ رسولؐ! آپ مجھے کچھ نصیحت کریں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: سفیان! جھوٹے شخص سے جوانمردی کی توقع نہ رکھنا اور اپنے معاملات میں ان سے مشورہ کرنا جو خدا سے ڈرنے والے ہوں۔

۴۱۱۔ تفسیر عیاشی میں علی بن مہزیار سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھے ایک خط بھیجا جس میں انھوں نے لکھا کہ فلاں شخص سے مل کر مشورہ کرلو اور اس سے رائے طلب کرو کیونکہ وہ اپنے شہر کے حالات کی زیادہ آگاہی رکھتا ہے اور وہ یہ جانتا ہے کہ حکام سے معاملات طے کیسے کیے جاتے ہیں۔ مشورہ بابرکت چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے:

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿۱۵۹﴾

”آپ ان کے قصور معاف کردیں اور ان کے لیے مغفرت طلب کریں اور معاملات میں ان سے مشورہ کریں اور جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو پھر اللہ پر توکل رکھیں۔ یقیناً اللہ توکل رکھنے والوں سے محبت کرتا ہے“۔

اگر اس کا مشورہ میری رائے کے مطابق صحیح ہوا تو اسے برقرار رکھوں گا اور اگر ایسا نہ ہوا تو اسے صحیح راستے پر ڈھالنے کی کوشش کروں گا۔

”توفیق“ اور ”خذلان“ کا مفہوم

إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۶۰﴾

”اگر اللہ تمھاری مدد کرنے والا ہو تو کوئی طاقت تم پر غالب نہیں آسکتی اور اگر وہ تمھیں چھوڑ دے تو اس کے بعد تمھاری مدد کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟ اہلِ ایمان کو اللہ پر ہی توکل کرنی چاہیے“۔

۴۱۲۔ کتاب التوحید میں عبداللہ بن فضل ہاشمی سے منقول ہے، اس نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ اور إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ کے

نے ''توفیق الٰہی'' کا مفہوم دریافت کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر بندہ اللہ کے فرمان کی اطاعت کرے اور اس کا فعل امر الٰہی کے مطابق ہو تو اس صورت میں بندہ کو ''موفق'' (توفیق یافتہ) کہا جائے گا۔ اور اگر بندہ خدا کے کسی حکم کی نافرمانی کا ارادہ کرے اور اللہ اس کے اور اس کی تجویز کردہ نافرمانی کے درمیان حائل ہو جائے اور بندہ نافرمانی تو چھوڑ دے تو اس نافرمانی کا چھوٹ جانا بھی توفیق الٰہی کا ثمر قرار دیا جائے گا۔ اور اگر خدا بندہ اور نافرمانی کے درمیان حائل نہ ہو اور بندہ اس کا مرتکب نہ ہو جائے تو اللہ نے اسے چھوڑ دیا ہے اور اس کی مدد نہیں کی ہے اور اسے توفیق نہیں دی ہے اور توفیق نہ ملنے کو ''خُذلان'' کہا جاتا ہے۔

نبی خائن نہیں ہوتا

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ۭ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

''خیانت کرنا نبی کے شایانِ شان نہیں ہے اور جو کوئی خیانت کرے تو وہ قیامت کے دن خیانت سمیت حاضر ہوگا۔ پھر ہر متنفس کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی کی حق تلفی نہیں کی جائے گی''۔

۴۱۳۔ امالی صدوق میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے علقمہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

علقمہ! لوگ کسی پر راضی نہیں ہوتے اور ان کی زبانوں کو بند بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لوگوں کی حالت تو یہ ہے کہ انھوں نے جنگِ بدر کے موقع پر ایک سرخ رنگ کی چادر کے متعلق رسولِ خدا پر خیانت کا الزام لگا دیا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ نے اس چادر کو ظاہر کیا اور اپنے نبی کی پاک دامنی کے لیے یہ آیت نازل فرمائی: وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ۭ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ''خیانت کرنا نبی کے شایانِ شان نہیں ہے اور جو کوئی خیانت کرے تو قیامت کے دن وہ اپنی خیانت سمیت حاضر کیا جائے گا۔

۴۱۴۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ''خیانت نبی کے لیے شایانِ شان نہیں ہے''۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا۔ اللہ کسی بھی خائن کو اپنا نبی نہیں بناتا۔ وَمَنْ

يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ''اور جو کوئی خیانت کرے گا وہ اپنی خیانت سمیت قیامت کے دن پیش ہوگا''۔

ہر خائن کو قیامت کے دن اپنی خیانت دوزخ میں دکھائی دے گی۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ دوزخ میں داخل ہوکر اپنی خیانت کو باہر لے آ۔ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝١٦١ ''پھر ہر متنفس کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی کی حق تلفی نہیں کی جائے گی''۔

۴۱۵- یہ آیت جنگ بدر کے سیاق وسباق میں نازل ہوئی۔ جنگِ بدر کے مالِ غنیمت میں سرخ رنگ کی ایک چادر بھی موجود تھی جو کہ بعد میں نظر نہ آئی۔ ایک انصاری صحابی نے کہا: ہمیں وہ چادر دکھائی نہیں دیتی۔ میرا خیال ہے کہ وہ رسولؐ خدا نے اٹھائی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے اس الزام کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی: وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝١٦١ ''خیانت نبی کے شایانِ شان نہیں ہے اور جو کوئی خیانت کرے گا وہ خیانت سمیت قیامت کے دن پیش ہوگا جہاں ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی کی حق تلفی نہیں کی جائے گی''۔

اس آیت کے بعد ایک شخص رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آ کر کہا کہ فلاں شخص نے چادر کی خیانت کی ہے اور اس نے ایک گڑھا کھود کر اس میں چادر کو چھپا دیا ہے۔

رسولؐ خدا نے اس کی نشان زدہ جگہ کھدوائی تو وہاں سے وہ سرخ چادر برآمد ہوئی۔

۴۱۶- تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا:

امام کے مال میں خیانت کرنا خیانت کا آخری درجہ ہے جب کہ یتیم کا مال کھانا اور سود کھانا اس سے چھوٹے درجہ کی خیانت ہے۔

خدا کی رضا اور ناراضی لینے والے برابر نہیں ہیں

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝١٦٢ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝١٦٣

''بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو شخص اللہ کی رضا پر چلنے والا ہو وہ اس شخص جیسا کیسے ہوسکتا ہے جو خدا

کے غضب میں گھر چکا ہو اور اس کا آخری ٹھکانہ دوزخ ہو جو بدترین ٹھکانہ ہے۔ اللہ کے نزدیک ان کے درمیان بدرجہا فرق ہے اور اللہ ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے''۔

۴۱۷۔ تفسیر عیاشی میں عمار بن مروان سے منقول ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ کا مفہوم دریافت کیا۔

آپؑ نے فرمایا: عمار! خدا کی قسم، اللہ کے ہاں مومنین کے مختلف درجات ہیں اور ہماری معرفت و محبّت کی وجہ سے اللہ ان کی نیکیوں کو کئی گنا زیادہ کر دیتا ہے اور ان کے درجات بلند کرتا ہے، جب کہ علی بن ابی طالبؑ اور ہم ائمہ اہلِ بیتؑ کے حقوق کے منکروں کا آخری ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ خدا کے غضب میں گرفتار ہیں۔

۴۱۸۔ اصول کافی میں عمار الساباطی سے منقول ہے، اس نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ کا مطلب دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

اللہ کی رضا کے تقاضوں پر مکمل طور پر چلنے والے ائمہ ہیں۔ عمار! اہلِ ایمان کے لیے خدا کے ہاں درجات ہیں اور ہماری ولایت و معرفت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو کئی گنا بڑھا دیتا ہے اور ان کے درجات عالیہ میں اضافہ کرتا ہے۔

۴۱۹۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت لقمان حکیم نے اپنے فرزند کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

جو اللہ کے فرمان پر چلے گا تو وہ خدا کی جنت اور مرضات کا مستحق قرار پائے گا اور جو خدا کی رضا کی پیروی نہیں کرے گا تو وہ اللہ کے غضب کا حق دار ٹھہرے گا۔ ہم خدا سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی ناراضگی سے محفوظ رکھے۔

۴۲۰۔ کتاب الخصال میں ابوحمزہ ثمالی سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

دو خصلتیں ایسی ہیں جس میں یہ پائی جائیں یا ان میں سے ایک بھی کسی میں پائی جائے تو وہ اس دن جب کہ کوئی سایہ نہ ہوگا وہ اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوگا۔

۱۔ وہ شخص جو لوگوں سے وہی سلوک کرے جس کا وہ خود ان سے طلب گار ہو۔

۲۔ وہ شخص جو ایک قدم اٹھانے کے بعد دوسرا قدم اس وقت تک نہ اٹھائے جب تک یہ سوچ نہ لے کہ اس میں اللہ

کی رضا مضمر ہے یا ناراضگی مضمر ہے۔

بعثتِ رسول خدا کا احسانِ عظیم ہے

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

”یقیناً اللہ نے اہلِ ایمان پر بہت بڑا احسان کیا کہ ان کے درمیان خود انھی میں سے ایک پیغمبر مبعوث کیا جو ان کے سامنے اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور ان کے ناپاک نفوس کو پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے جب کہ وہ اس سے پہلے کھلم کھلا گمراہی میں تھے“۔

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان پر احسان جتلاتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ان پر احسان کیا ہے کہ میں نے ان میں وہ رسول بھیجا ہے جو خود ان کی جنس کا فرد ہے جس سے وہ گفتگو کر سکتے ہیں اور اس سے سوال جواب کر سکتے ہیں اور اس کی صحبت میں بیٹھ سکتے ہیں۔ رسول ان پر قرآنی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انھیں نیکیوں کا حکم دیتا ہے اور انھیں برائیوں سے منع کرتا ہے اور یوں انھیں شرک وکفر کی کثافتوں سے پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب وسنت کی تعلیم دیتا ہے جب کہ اس سے قبل وہ لوگ دورِ جاہلیت کی کھلم کھلا گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ (اضافۃ من المترجم)

احد کی مصیبت مسلمانوں کے غلط انتخاب کا نتیجہ تھی

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۭ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

”اور یہ تمھارا کیا حال ہے جب تم پر مصیبت آپڑی تو تم یہ کہنے لگ گئے کہ یہ کہاں سے آئی؟ حالانکہ (جنگ بدر میں) اس سے دوگنی مصیبت تمھارے ہاتھوں (فریق مخالف پر) پڑ چکی ہے۔ آپ کہہ دیں یہ مصیبت تمھاری اپنی لائی ہوئی ہے یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے“۔

۴۲۱۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ جب صحابہ نے ”حمراء الاسد“ تک لشکر قریش کا تعاقب مکمل کرلیا تو اسلامی لشکر مدینہ آیا۔ اس وقت صحابہ نے رسولؐ خدا سے عرض کیا:

یارسولؐ اللہ! آپ تو ہم سے فتح ونصرت کا وعدہ کرتے تھے مگر یہ مصیبت کہاں سے آٹپکی؟

اس سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۗ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

''اور یہ تمھارا کیا حال ہے کہ جب تم پر مصیبت آپڑی تو چلانے لگے کہ یہ مصیبت کہاں سے آگئی؟ جب کہ اس سے قبل جنگِ بدر میں تم لشکر کفار کو اس سے دوگنا مصیبت پہنچا چکے ہو۔ آپ کہہ دیں کہ یہ مصیبت تمھاری اپنی لائی ہوئی ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے''۔

واقعات کی ترتیب یہ تھی کہ جنگِ بدر میں ستر کافر قتل ہوئے تھے اور ستر گرفتار ہوئے تھے۔ قیدیوں کے متعلق بھی یہ فیصلہ تھا کہ انھیں بھی قتل کردیا جائے۔ انصار نے رسولؐ خدا سے عرض کیا:

یارسولؐ اللہ آپ انھیں قتل نہ کریں اور یہ قیدی ہمیں ہبہ کردیں ہم ان سے فدیہ لے کر انھیں آزاد کردیں گے۔

جبریل امینؑ آنحضرتؐ پر نازل ہوئے اور انھوں نے خدا کی طرف سے یہ پیغام پہنچایا کہ ان کے لیے قیدیوں سے فدیہ لینے کو مباح کیا جاتا ہے اور انھیں یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ فدیہ لے کر قیدیوں کو رہا کردیں لیکن اس کے ساتھ مسلمانوں کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ وہ جتنے قیدیوں سے فدیہ لیں گے ان کے اتنے ہی افراد آیندہ سال جنگ میں قتل کیے جائیں گے۔ ستر قیدیوں کے فدیہ کے عوض ستر انسانوں کی شہادت قبول کرنا پڑے گی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کے سامنے یہ شرط پیش کی۔ انھوں نے کہا: ہم اس شرط کو قبول کرتے ہیں۔ ہم کافر قیدیوں سے فدیہ لے کر اپنی قوت میں اضافہ کریں گے اور اگلے سال ہم ستر افراد کی خدا کی راہ میں قربانی دیں گے اور قربانی میں ہمیں کوئی نقصان نہیں ہے۔ ہمارے افراد شہید ہوکر جنت میں چلے جائیں گے۔

چنانچہ مسلمانوں نے کافر قیدیوں سے فدیہ لے کر انھیں اپنی قید سے رہا کردیا اور پھر ایک سال بعد جنگ اُحد وقوع پذیر ہوئی اور وعدہ الٰہی کے مطابق اس میں ستر مسلمان شہید ہوئے۔ چنانچہ اس نقصان کے بعد صحابہ نے رسولؐ خدا سے کہا کہ ہم پر یہ مصیبت کہاں سے آپڑی؟

اس کے جواب میں خدا نے اپنے حبیب سے فرمایا کہ آپ ان سے کہہ دیں یہ روز بدر کی شرط کی وجہ سے نازل ہوئی ہے۔

۴۲۲۔ تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے اَوَلَمَّآ اَصَابَتۡكُمۡ مُّصِيۡبَةٌ قَدۡ اَصَبۡتُمۡ مِّثۡلَيۡهَا کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں ستر کافر قتل ہوئے تھے اور ستر قیدی بنے تھے۔ مجموعی طور پر مسلمانوں کے ہاتھوں ایک سو چالیس کافر متاثر ہوئے تھے جب کہ جنگِ احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے تھے۔ مسلمانوں کو اپنے اس نقصان کا سخت دکھ محسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اس جانی نقصان کے باوجود تمھارا پلہ پھر بھی بھاری ہے کیونکہ مقتولین بدر کے بدلے میں تمھارے مسلمان شہید ہوئے جب کہ تم نے ان کے ستر افراد کو قیدی بنایا تھا جب کہ لشکر قریش تمھارے کسی ایک فرد کو بھی قید کر کے نہیں گیا۔ اسی لیے تمھیں اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

۴۲۳۔ مصباح الشریعہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

جس کا یقین ضعیف ہو تو وہ اسباب سے تعلّق قائم کرے گا اور اپنے لیے اسے جائز قرار دے گا اور عادات کی پیروی کرے گا اور لوگوں کے غیر حقیقی اقوال کے پیچھے چلے گا اور امور دنیا میں بھرپور کوشش کرے گا اور وہ ہمیشہ دنیا کو جمع کرنے اور بخل کرنے میں مصروف ہوگا۔ ایسا شخص اگرچہ زبان کی حد تک یہ کہتا ہوا دکھائی دے گا کہ عطا کرنے والا اور روکنے والا اللہ ہی ہے اور بندے کو وہی کچھ ملتا ہے جو اس کے مقدور و مقسوم میں لکھا ہوا ہے اور جدوجہد سے رزق میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ لیکن اس کا فعل اور قلب اس کے زبانی دعوؤں کی تردید کر رہا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے متعلّق فرمایا: يَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاهِهِمۡ مَّا لَيۡسَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا يَكۡتُمُوۡنَ ۚ (۱۶۷) ''وہ اپنی زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتیں۔ جو کچھ وہ چھپا رہے ہیں اللہ اسے بخوبی جانتا ہے''۔

حیاتِ شہداء

وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ ۙ (۱۶۹) فَرِحِيۡنَ بِمَآ اٰتٰٮهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ وَيَسۡتَبۡشِرُوۡنَ بِالَّذِيۡنَ لَمۡ يَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ مِّنۡ خَلۡفِهِمۡ ۙ اَلَّا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ۘ (۱۷۰) يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ بِنِعۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضۡلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۚۛ (۱۷۱)

''جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انھیں ہرگز مُردہ نہ سمجھو بلکہ وہ تو دراصل زندہ ہیں اپنے

رب کے پاس رزق پا رہے ہیں۔ جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انھیں دیا ہے وہ اس پر خوش ہیں اور وہ ان کے لیے بشارت طلب ہیں جو ان کے پیچھے رہ گئے ہیں اور ابھی ان سے نہیں ملے ان کے لیے کوئی خوف نہیں ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ وہ اللہ کی نعمت اور فضل پا کر بشارت طلب ہیں اور یقیناً اللہ اہلِ ایمان کے اجر کو ضائع نہیں کرتا"۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جس کے لیے خدا کے پاس بھلائی ہوتی ہے تو وہ مرنے کے بعد دنیا میں واپس آنے کی تمنا نہیں کرتا البتہ راہِ خدا میں شہید ہونے والے افراد جب اپنی نعمات اور فضل خداوندی کو دیکھتے ہیں تو وہ تمنا کرتے ہیں کہ خدا انھیں پھر دنیا میں لوٹا دے تاکہ وہ دوبارہ شہادت کا رتبہ حاصل کرسکیں۔

جنگ اُحد میں جابر بن عبداللہ انصاری کے والد شہید ہوئے تھے۔ رسول اکرمؐ نے ایک دن جابر سے فرمایا:

جابر! کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ نے تیرے باپ کو زندہ کرکے اس سے فرمایا: مانگ جو کچھ مانگنا ہو' تیرے والد نے اس کے جواب میں عرض کیا:

پروردگار! میری خواہش ہے کہ مجھے ایک مرتبہ دنیا میں بھیج دے تاکہ میں تیری راہ میں دوبارہ شہادت کا اعزاز حاصل کرسکوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں یہ فیصلہ کرچکا ہوں کہ تمھیں اب دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجوں گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"شہدائے احد کی ارواح کو اللہ نے جنت کے سبز پرندوں کے شکم میں رکھا۔ وہ انہار جنت پر جاکر سیراب ہوتے ہیں اور جنت کے پھل کھاتے ہیں اور پھر عرش کے نیچے سونے کی قندیلوں کی طرف لوٹ آتے ہیں"۔

جب ارواح شہداء کو یہ عظیم نعمات حاصل ہوئیں تو انھوں نے کہا: کاش! ہمارے بھائیوں کو بھی علم ہوتا کہ خدا نے ہم پر کتنا بڑا کرم کیا ہے تاکہ وہ جنگ سے جی نہ چرائیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہاری طرف سے میں انھیں تمھارا پیغام پہنچا دیتا ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ (اضافۃ من المترجم)

۴۲۴- الکافی میں مرقوم ہے کہ جب امیر المومنین علیہ السلام کہیں جنگ پر جاتے تو آپ اپنے ساتھیوں سے یہ

خطاب فرمایا کرتے تھے:

''لوگو! قبولِ اسلام کے بعد جہاد افضل ترین عمل ہے۔ جہاد دین کے لیے ذریعہ قیام ہے۔ اس کا خدا کے ہاں بڑا اجر ہے۔ خدا نے اس میں عزت وعظمت رکھی ہے اور شہادت مجموعہ حسنات ہے اور شہید کے لیے جنت کی بشارت ہے اور شہید کا رزق رب کے پاس ہے۔ خدا نے اس کے لیے احترام کا مقام آمادہ کیا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ''اللہ کی راہ میں قتل ہونے والوں کو ہرگز مُردہ تصور نہ کرو''۔

۴۲۵- تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فضیلت جہاد کا سوال کیا۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا:

''جاؤ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ اگر تم جہاد میں قتل ہوئے تو تم خدا کے ہاں زندگی پالو گے اور خدا تمہیں رزق دے گا اور اگر تم مر گئے تو تمہارا اجر خدا پر واقع ہو گیا اور اگر تم جہاد سے زندہ سلامت آ گئے تو گناہوں سے آزاد ہو جاؤ گے''۔

۴۲۷- روضہ کافی میں ابوبصیر سے مروی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''محبت آلِ محمدؐ پر مرنے والا شہید ہے''۔

ابوبصیر نے عرض کیا: مولاؑ! اگر کوئی بستر پر بھی مر جائے تو کیا وہ بھی شہید ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں خدا کی قسم! اگرچہ بستر پر بھی مرے پھر بھی خدا کی طرف سے اسے رزق ملے گا۔

۴۲۸- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ...... لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ تک کی آیات شہدائے بدر کے متعلّق نازل ہوئی تھیں۔ جنگ بدر میں چودہ افراد شہید ہوئے تھے جن میں سے آٹھ کا تعلّق انصار سے اور چھ کا تعلّق مہاجرین سے تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت شہدائے احد کے متعلّق نازل ہوئی تھی۔ جنگ اُحد میں ستر افراد شہید ہوئے تھے جن میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، مصعب بن عمیر، عثمان بن شماس اور عبداللہ بن جحش چار مہاجر تھے اور باقی تمام انصار تھے۔

امام محمد باقر علیہ السلام اور بہت سے دیگر مفسرین کا قول ہے یہ آیات شہدائے بدر و احد دونوں کو مشتمل ہیں۔

۴۲۹- رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ شہید کی روح کو جنت کے سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھ دیتا ہے جہاں وہ حسب خواہش جنت میں پرواز کرتے ہیں اور جنت کے پھل کھاتے ہیں۔ پھر عرشِ الٰہی سے معلق

دلوں میں آ کر رہائش کرتے ہیں۔

۴۳۰- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا کی آیت مجیدہ کے مصداق ہمارے شیعہ ہیں۔ جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو خدا کی کرامت ان کے استقبال کے لیے موجود ہوگی۔ وہ اپنے ان بھائیوں کے لیے بشارت طلب ہوتے ہیں جو ابھی ان سے نہیں ملے۔ ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

۴۳۱- روضہ کافی میں برید عجلی سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ وہ کون ہیں جو اپنے بعد آنے والوں کے لیے بشارت طلب ہیں اور جن پر کوئی خوف و حزن نہیں ہے؟

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

خدا کی قسم وہ ہمارے شیعہ ہیں۔ جب وہ موت کے بعد جنت میں داخل ہوتے ہیں اور خدا کی طرف سے انھیں نعمات و فضل عطا ہوتا ہے تو انھیں یقین ہو جاتا ہے کہ وہ حق پر تھے اور وہ خدا کے دین سے پوری زندگی وابستہ رہے۔ اس وقت وہ اپنے ان مومن بھائیوں کے لیے بشارت طلب ہوتے ہیں جو ابھی تک ان سے ملحق نہیں ہوئے ہوتے۔ ان پر نہ کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۚ﴿۱۷۲﴾ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖۗ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ص فَلَا تَخَافُوْهُمْ
وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ
يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ج اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ط يُرِيْدُ اللّٰهُ
اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ج وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ج
وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا
نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ط اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ج
وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى
مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ط وَمَا كَانَ
اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ
مَنْ يَّشَآءُ ص فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ج وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا
فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ
اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ط بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ط
سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ ع لَقَدْ

سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ
سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ
ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ
اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۚ﴿۱۸۲﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ
اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ
قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ
فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ
كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ
الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ
اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ
الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾

”یہ صاحبانِ ایمان ہیں جنھوں نے زخمی ہونے کے بعد بھی خدا اور رسول کی دعوت پر لبیک کہی۔ ان کے نیک کردار متقی افراد کے لیے اجر عظیم ہے۔ یہ وہ اہلِ ایمان ہیں جب ان سے بعض لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمھارے لیے عظیم لشکر جمع کرلیا ہے لہٰذا ان سے ڈرو تو ان کے ایمان میں اور اضافہ ہوگیا اور انھوں نے کہا کہ ہمارے لیے خدا کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ آخرکار وہ خدا کی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس لوٹ

آ ئے۔ ان کو کسی طرح کا کوئی نقصان نہ پہنچا اور انھوں نے رضائے الٰہی کا اتباع کیا اور اللہ فضل عظیم کا مالک ہے۔ وہ تو شیطان تھا جو اپنے دوستوں سے ڈرا رہا تھا لہٰذا تم ان سے مت ڈرو۔ اگر تم مومن ہو تو صرف مجھ سے ہی ڈرو۔ آپ کفر میں تیزی کرنے والوں کی طرف سے رنجیدہ نہ ہوں۔ یہ خدا کو کوئی نقصان نہیں دے سکتے۔ اللہ کا ان کے لیے ارادہ یہ ہے کہ ان کے لیے آخرت میں کوئی حصّہ نہ رکھے اور ان کے لیے عذابِ عظیم ہے۔ جو لوگ ایمان کے عوض کفر کے خریدار بنے ہیں وہ یقیناً اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ہم کافروں کو جو ڈھیل دے رہے ہیں اسے وہ اپنے لیے بہتری تصور نہ کریں۔ ہم تو انھیں اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں تاکہ وہ گناہوں میں مزید اضافہ کرلیں، ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ اللہ اہلِ ایمان کو اسی حالت میں نہیں رہنے دے گا جس میں تم لوگ اس وقت پائے جاتے ہو۔ وہ پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں سے الگ کردے گا۔ اللہ کا یہ طریقہ نہیں کہ وہ تمھیں غیب پر مطلع کردے۔ اس کے لیے وہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کرلیتا ہے۔ تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھو۔ اگر تم نے ایمان اور تقویٰ اختیار کیا تو تمھارے لیے اجرِ عظیم ہے۔ جن لوگوں پر اللہ نے اپنا فضل کیا ہے اور پھر وہ بخل سے کام لیتے ہیں تو وہ اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخیلی ان کے لیے اچھی ہے۔ یہ بخیلی ان کے حق میں بہت بُری ہے۔ جو کچھ وہ کنجوسی سے جمع کر رہے ہیں وہی قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق بن جائے گا۔ زمین اور آسمانوں کی ملکیت اللہ کے لیے ہے اور وہ تمھارے اعمال سے اچھی طرح باخبر ہے۔ اللہ نے ان لوگوں کا قول سن لیا جنھوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔ ان کی یہ باتیں ہم لکھ

لیں گے اس سے پہلے انھوں نے پیغمبروں کو جو ناحق قتل کیا ہے وہ بھی ان کے نامۂ اعمال میں ثبت ہے اور ہم ان سے کہیں گے کہ بھڑکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھو۔ یہ تمھارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم اس وقت تک کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک وہ ایسی قربانی پیش نہ کرے جسے آگ کھا جائے۔ آپ کہہ دیں کہ مجھ سے پہلے بہت سے رسول معجزات اور تمھاری آزمائش کے مطابق صداقت کی نشانی لائے تھے۔ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچّے ہو تو تم نے انھیں قتل کیوں کیا تھا۔ پھر اگر اس کے بعد بھی آپ کی تکذیب کریں تو اس تکذیب سے مت گھبرائیں کیونکہ آپ سے پہلے بھی رسولوں کی تکذیب ہو چکی ہے جو معجزات اور صحیفے اور روشنی بخشنے والی کتابیں لائے تھے۔ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ قیامت کے دن تمھیں تمھارے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کامیاب وہ ہے جو وہاں آتشِ دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے جب کہ دنیاوی زندگی تو دھوکے کا ساز و سامان ہے۔

جب زخمیوں نے لشکر کفار کا تعاقب کیا

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۚ۝ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ۝

"یہ صاحبانِ ایمان ہیں جنھوں نے زخمی ہونے کے بعد بھی خدا اور رسول کی دعوت پر لبیک کہی۔ ان کے نیک کردار متقی افراد کے لیے اجرِ عظیم ہے۔ یہ وہ اہلِ ایمان ہیں جب ان سے بعض لوگوں

نے کہا کہ لوگوں نے تمھارے لیے عظیم لشکر جمع کرلیا ہے لہٰذا ان سے ڈرو تو ان کے ایمان میں اور اضافہ ہوگیا اور انھوں نے کہا کہ ہمارے لیے خدا کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ آخرکار وہ خدا کی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس لوٹ آئے۔ ان کو کسی طرح کا کوئی نقصان نہ پہنچا اور انھوں نے رضائے الٰہی کا اتباع کیا اور اللہ فضل عظیم کا مالک ہے''۔

۴۳۲۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ اُحد سے مدینہ واپس آئے تو جبریل امینؑ آپ پر نازل ہوئے اور انھوں نے کہا کہ خدا آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ لشکر کفار کا تعاقب کریں اور تعاقب کے لیے آپ کے ساتھ صرف وہی جائیں جو اُحد میں زخمی ہوئے ہیں۔

رسولؐ خدا نے منادی کو حکم دیا۔ اس نے آپؐ کے حکم کے تحت منادی دے کر کہا:

اے گروہ مہاجرین و انصار! تم میں سے جو بھی زخمی ہو وہ باہر آجائے اور جسے کوئی زخم نہ لگا ہو وہ گھر میں بیٹھا رہے۔

یہ حکم سن کر زخمی صحابہ پٹیاں باندھے ہوئے گھروں سے باہر نکلے۔ انھیں زخموں کی تکلیف اور درد محسوس ہو رہا تھا۔

رسولؐ خدا انھیں ساتھ لے کر لشکر کفار کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ آپ صحابہ کو ساتھ لے کر ''حمراء الاسد'' کے مقام تک تعاقب کرتے رہے اور وہاں جا کر آپ نے پڑاؤ ڈالا۔ جب لشکر کفار آگے مقام ''روحا'' تک پہنچ گیا تھا۔ اور وہاں پہنچ کر عکرمہ بن ابی جہل، حارث بن ہشام، عمرو بن العاص اور خالد بن ولید نے کہا۔ ہمیں مکہ نہیں جانا چاہیے، ہم ان کے دلیر و شجاع فرد حمزہ بن عبدالمطلب کو خاک و خون میں نہلا چکے ہیں اور ان کے آزمودہ کار جنگجوؤں کو قتل کرچکے ہیں اسی لیے ہمیں پلٹ کر مدینہ جانا چاہیے اور شہر مدینہ کو تاراج کرنا چاہیے۔

اتنے میں ایک شخص ان سے ملا جو کہ مدینہ سے روانہ ہوا تھا۔ لشکر کفار نے اس سے پوچھا کہ اس وقت مسلمانوں کی کیا حالت ہے؟

اس نے کہا: مسلمانوں نے اپنی بھرپور قوت جمع کرلی ہے اور وہ اس وقت تمھارے تعاقب میں روانہ ہیں اور د ''حمراء الاسد'' تک پہنچ چکے ہیں۔

ابوسفیان نے کہا کہ اب مزید کسی جنگ کی ضرورت نہیں ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اپنی یہ فتح بھی گنوا بیٹھیں۔ اتنے میں ایک اور شخص کا نام نعیم بن مسعود اشجعی تھا وہ آتا ہوا دکھائی دیا۔

ابوسفیان نے اس سے پوچھا: تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے بتایا کہ میں مدینہ جا رہا ہوں جہاں سے میں اپنے اہل و

عیال کے لیے غلہ خرید کروں گا۔

ابوسفیان نے کہا: اگر تم میرا ایک کام کرو تو میں تمھیں اس کے عوض دس اُونٹ دوں گا اور یہ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ اُونٹوں پر کھجوریں اور خشک انگور کا بار بھی ہوگا اور وہ کام یہ ہے کہ تم ''حمراء الاسد'' کے مقام سے گزرو اور جب تمھیں وہاں محمد اور اس کے ساتھی نظر آئیں تو ان سے یہ کہو کہ قریش کے تمام حلیف اور ان کے تمام غلام جمع ہو کر لشکر قریش سے آ کر مل گئے ہیں اور تازہ دم دستے آنے سے قریش کی قوت پہلے سے کہیں زیادہ ہوگئی ہے۔

نعیم بن مسعود نے کہا: ٹھیک ہے میں انھیں خوب ڈراؤں دھمکاؤں گا چنانچہ وہ وہاں سے روانہ ہوا اور حمراء الاسد کے مقام پر پہنچا۔ اس نے رسولؐ خدا کے صحابہ سے کہا کہ تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟

انھوں نے کہا کہ ہم قریش کے تعاقب میں جا رہے ہیں۔

نعیم بن مسعود نے کہا: آپ غلطی کر رہے ہیں قریش کے حلیف دستے اور ان کے غلام ان کے پاس پہنچ چکے ہیں اور میرا تو اندازہ یہ ہے کہ ان کا ہراول دستہ ابھی یہاں آنے ہی والا ہے۔ لہٰذا میری مانو تو واپس چلے جاؤ کیونکہ اتنے بڑے لشکر سے لڑنا تمھاری طاقت سے باہر ہے۔

مسلمانوں نے اس کے جواب میں کہا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾ ''ہمارے لیے خدا کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ ہمیں کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہے''۔

اس وقت جبریل امینؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے اور انھوں نے کہا کہ اللہ فرما رہا ہے:

''محمدؐ! اب آپ واپس مدینے چلے جائیں، قریش خوف زدہ ہو کر واپس جا رہے ہیں اور وہ اتنے بدحواس ہیں کہ وہ پیچھے مڑ کر بھی کسی کو دیکھنے پر آمادہ نہیں ہیں''۔

رسولؐ خدا اپنے زخمی صحابہ کو ساتھ لے کر مدینہ آئے اور اللہ تعالیٰ نے اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ...... ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾ کی آیات نازل فرمائیں۔

۴۴۳۔ تفسیر عیاشی میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام اور حضرت عمار یاسر کو ایک مہم کے سلسلے میں مکہ روانہ کیا۔ اس پر کچھ لوگوں نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ نبی اکرمؐ نے ایک کم سن لڑکے کو مکہ بھیجا ہے اگر وہ اس کے بجائے کسی پختہ کار شخص کو روانہ کرتے تو زیادہ بہتر ہوتا کیونکہ مکہ میں صنادید قریش رہتے ہیں۔

پھر وہ لوگ حضرت علیؑ سے ملے اور انھیں اہلِ مکہ کی شوکت وقوت سے خوفزدہ کرنے کی کوشش کی اور اہلِ مکہ کی قوت کو ان کے سامنے بڑھا چڑھا کر بیان کیا۔

اس کے جواب میں حضرت علیؑ نے فرمایا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ''ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے''۔

پھر کچھ دنوں کے بعد حضرت علیؑ اور عمار خیر و عافیت سے واپس مدینہ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ڈرانے والوں کی گفتگو سے آگاہ کیا اور جو کچھ حضرت علیؑ نے انھیں جواب دیا تھا اس سے بھی باخبر کیا اور فرمایا:

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ۝

''یہ وہ لوگ ہیں جب ان سے لوگوں نے کہا کہ لوگ تمھارے مقابلہ کے لیے جمع ہیں تم ان سے ڈرو تو ان کے ایمان میں مزید اضافہ ہوگیا اور انھوں نے کہا کہ ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ آخر کار وہ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس لوٹ آئے۔ ان کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچا اور انھوں نے رضائے الٰہی کی پیروی کی اور اللہ فضل عظیم کا مالک ہے''۔

چار مصیبتوں کے چار حل

۴۳۴۔ کتاب الخصال میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا:

''مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو چار پریشانیوں کے وقت چار چیزوں کی پناہ حاصل کیوں نہیں کرتا۔

۱۔ مجھے اس پر تعجب ہے جو خوف میں مبتلا ہو کر حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ کی پناہ میں کیوں نہیں آجاتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے یہ جملہ کہا تھا: فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ''وہ خدا کی نعمت فضل لے کر واپس آئے۔ انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا۔

۲۔ غم میں مبتلا ہونے والا شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ کی پناہ میں کیوں نہیں آجاتا؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قصہ یونسؑ میں بیان کیا ہے کہ جب انھوں نے مچھلی کے شکم میں یہ کلمات کہے تھے: فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ

وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ہم نے ان کی درخواست قبول کی اور انھیں غم سے نجات دی اور ہم اسی طرح سے اہلِ ایمان کو نجات دیا کرتے ہیں۔

۳۔ جس کے خلاف لوگ حیلہ ومکر میں مصروف ہوں تو ایسا شخص وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ کا سہارا کیوں نہیں لیتا؟ کیونکہ اللہ نے یہ کلمات کہنے والوں کا نتیجہ یہ بیان کیا: فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوْا اللہ نے اسے مکر کرنے والوں کی برائیوں سے بچا لیا تھا؟

۴۔ دنیا اور زینت دنیا طلب کرنے والا شخص مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کی پناہ میں کیوں نہیں آ جاتا۔ کیونکہ جس نے یہ کلمات کہے تھے اللہ تعالیٰ نے اس کے ان کلمات کے بعد یہ جملے نقل کیے: اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ اگر تم مجھے مال واولاد کے لحاظ سے اپنے سے کم دیکھ رہے ہو تو اللہ عنقریب مجھے تیرے باغ سے بہتر باغ عطا کرے گا۔

۴۳۵۔ تہذیب الاحکام میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی یہی حدیث منقول ہے۔

۴۳۶۔ مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ مجاہد وعکرمہ کا بیان ہے کہ یہ آیات ''بدر صغریٰ'' کے متعلق نازل ہوئی تھیں کیونکہ ابوسفیان نے جنگ اُحد سے پلٹتے وقت کہا تھا:

''محمد! آئندہ سال ہم دوبارہ بدر صغریٰ کے مقام پر ایک دوسرے سے پھر ملیں گے اگر تمہیں آئندہ سال کی یہ جنگ منظور ہو تو اعلان کر دو''۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: ٹھیک ہے آئندہ سال ہماری تمھاری اسی مقام پر ملاقات ہوگی۔

یہ کہہ کر ابوسفیان مکہ چلا گیا۔ پھر جب وعدہ کا سال آیا تو ابوسفیان اہلِ مکہ کا لشکر لے کر مکہ سے باہر آیا اور ''مرالظہران'' کے قریب ''مجنہ'' کے مقام تک فوج لے کر آیا۔ یہ جگہ ''جبل اصغر'' کے قریب ہے۔ وہ مکہ کے نشیب میں ایک منزل کے فاصلہ پر واقع ہے اور یہاں سال میں آٹھ دن کے لیے عرب اپنا ایک بازار قائم کیا کرتے تھے جہاں اشیاء کی خرید وفروخت ہوا کرتی تھی۔

جب ابوسفیان یہاں پر آیا تو اللہ نے اس کے دل میں رعب وخوف ڈال دیا۔ اس نے واپس مکہ جانے کا ارادہ کر لیا اور اتفاق سے اس کی نعیم بن مسعود اشجعی سے ملاقات ہوگئی جو عمرہ کرنے کے لیے آیا ہوا تھا۔

ابوسفیان نے اس سے کہا کہ میں نے محمد اور اس کے ساتھیوں سے بدر صغریٰ میں اس سال جنگ کرنے کا معاہدہ کیا

تھا لیکن اس سال خشک سالی ہے جب کہ میں کسی ایسے سال میں جنگ کرنے کا خواہش مند ہوں جس میں ہریالی ہو اور درخت سرسبز ہوں اور ہم دودھ پی سکیں۔ اسی لیے میں یہاں سے ہی واپس جانے کا ارادہ کر چکا ہوں۔ البتہ مجھے ایک بات کا خدشہ ہے اگر وعدہ کے مطابق محمد اپنے لشکر کو لے کر چلا آیا اور اس نے مجھے یہاں موجود نہ پایا تو اس کی جراٴتوں میں اضافہ ہو جائے گا۔ لہٰذا تم میرا یہ کام کرو کہ فوراً مدینہ چلے جاؤ اور انھیں جا کر خوفزدہ کرو تا کہ وہ مدینہ سے باہر آنے کی جراٴت ہی نہ کریں۔ اس کے عوض میں تمھیں دس اُونٹ انعام میں دوں گا اور تم یہ اُونٹ جب بھی چاہو سہیل بن عمرو سے لے لینا۔

نعیم مدینہ آیا اور یہاں آ کر اس نے دیکھا کہ رسولؐ خدا ابوسفیان کے مقابلہ کے لیے لشکر جمع کرنے میں مصروف تھے۔

اس نے مسلمانوں سے کہا کہ میں ابوسفیان کا لشکر دیکھ کر آ رہا ہوں۔ اس کے پاس بہت بڑی فوج ہے۔ لہٰذا اگر تمھیں اپنی بھلائی مطلوب ہے تو یہاں بیٹھے رہو اور اس سے جنگ کرنے کا تصور بھی نہ کرو ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔

جب اہلِ مدینہ نے یہ باتیں سنیں تو وہ گھبرا گئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ اختیار میں میری جان ہے اگر مجھے تنہا ہی کیوں نہ جانا پڑا پھر بھی میں اس کے مقابلہ کے لیے جاؤں گا''۔

رسولؐ خدا کا عزمِ مصمم دیکھ کر دلیر صحابہ نے کہا: یارسولؐ اللہ! ہم کسی سے نہیں ڈرتے۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ''ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے''۔

بعدازاں رسولؐ خدا لشکر لے کر روانہ ہوئے اور آپ مقام بدرصغریٰ پر پہنچے مگر ابوسفیان وہاں سے واپس جا چکا تھا۔ ان دنوں بازار ''مجنہ'' لگا ہوا تھا۔ مسلمانوں نے وہاں خوب خرید و فروخت کی اور ہر درہم کے بدلے میں دو دو درہم حاصل کیے اور یوں مسلمان خیر و عافیت سے مدینہ واپس پہنچ گئے۔

اہلِ مکہ نے اپنے اس لشکر کا نام ''جیش السویق'' (یعنی ستو خور لشکر) رکھا اور انھوں نے کہا کہ تم لوگ تو صرف ستو پینے کے لیے گئے تھے۔ ابوالجارود نے یہ روایت امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کی ہے۔

مجمع البیان میں ہے: اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ کے الفاظ میں النَّاسُ سے فردِ واحد یعنی نعیم بن مسعود اشجعی مراد ہے۔ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے یہی مفہوم منقول ہے۔

خوفِ خدا کا فائدہ

۴۳۸- کتاب التوحید میں امام علی زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

فتنۂ ابن زبیر کے ایام میں سخت پریشان تھا اور پریشانی کے عالم میں، میں اپنے گھر سے نکلا اور باہر ایک دیوار کا سہارا لے کر سوچنے میں مصروف ہو گیا۔ اتنے میں مجھے ایک شخص دکھائی دیا جس نے سفید رنگ کے دو کپڑے پہن رکھے تھے اور وہ مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس نے مجھے مخاطب کر کے کہا:

علی بن الحسین! آپ پریشان اور غمگین کیوں دکھائی دے رہے ہیں؟ اگر آپ دنیاوی رزق کی وجہ سے پریشان ہیں تو آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اللہ کا رزق ہر نیک و بد کے لیے عام ہے۔

میں نے کہا: میں ابن زبیر کے فتنہ کی وجہ سے پریشان ہوں۔

میری یہ بات سن کر وہ ہنس دیئے اور انھوں نے مجھ سے کہا:

علی بن الحسین! کیا تم نے کسی شخص کو دیکھا جو خدا سے ڈرا ہو اور خدا نے اسے نجات نہ دی ہو؟

میں نے کہا: نہیں۔

پھر جو میں نے دیکھا تو وہاں پر کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

۴۳۹- اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

"جو خدا کا خوف دل میں رکھے گا اللہ ہر چیز کے ذہن میں اس کا رعب اور خوف بٹھا دے گا اور جو خدا کا خوف نہیں رکھے گا خدا اسے ہر چیز سے خوفزدہ کرے گا"۔

۴۴۰- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"جسے خدا کی معرفت ہوگی اس کے ذہن میں خدا کا خوف ہوگا اور جس کے دل میں خدا کا خوف ہو تو وہ دنیا کی طرف راغب نہیں ہوتا"۔

کافروں کے لیے ڈھیل مزید بربادی کا سبب ہے

۴۴۱- تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا: کافروں کے لیے موت بہتر ہے یا زندگی بہتر ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ موت مومن و کافر دونوں کے لیے بہتر ہے۔

میں نے اس کی وجہ پوچھی تو آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کے لیے فرمایا ہے: وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ خَيۡرٌ لِّلۡاَبۡرَارِ ”جو کچھ خدا کے پاس ہے وہ نیکوکاروں کے لیے زیادہ بہتر ہے“۔

اور اللہ نے کافروں کے لیے فرمایا: وَلَا يَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنَّمَا نُمۡلِىۡ لَهُمۡ خَيۡرٌ لِّاَنۡفُسِهِمۡ ؕ اِنَّمَا نُمۡلِىۡ لَهُمۡ لِيَزۡدَادُوۡۤا اِثۡمًا ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ۝ ”ہم کافروں کو جو ڈھیل دے رہے ہیں اسے وہ اپنے لیے بہتر تصور نہ کریں۔ ہم تو انھیں اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں تاکہ وہ گناہوں میں مزید اضافہ کرلیں۔ ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے“۔

۴۴۲۔ یونس کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ آیا رسولؐ خدا نے فلاں کافر کو اپنی صاحبزادی کا رشتہ دیا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

میں نے کہا یہ کیسے ممکن ہے؟

جواب میں آپؑ نے وَلَا يَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنَّمَا نُمۡلِىۡ لَهُمۡ خَيۡرٌ لِّاَنۡفُسِهِمۡ …… کی آیت پڑھی۔

مقصود یہ تھا کہ کافروں کے لیے ڈھیل کوئی فائدہ مند چیز نہیں ہے۔

وضاحت: ممکن ہے جسے روایت میں ”بنت“ کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے اس سے آنحضرتؐ کی ربیبہ بیٹی مراد ہو کیونکہ ربیبہ بھی منزلہ بنت ہوتی ہے۔ (من المترجم)

پاک و ناپاک نے آخرکار علیحدہ ہونا ہی ہے

۴۴۳۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ روز و شب کا سلسلہ اس وقت تک ختم نہ ہوگا جب تک آسمان سے ایک منادی یہ آواز نہ دے:

”اے اہلِ باطل! تم اہلِ حق سے جدا ہو جاؤ“۔

اس کے بعد اہلِ باطل اہلِ حق سے جدا ہو جائیں گے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے پوچھا کیا یہ جدائی وقتی ہوگی یا ہمیشہ کے لیے ہوگی؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، اس کے بعد کبھی حق و باطل آپس میں مخلوط نہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: مَا كَانَ اللّٰهُ

لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ ”اللہ اہلِ ایمان کو اس حالت میں نہیں رہنے دے گا جس میں تم لوگ اس وقت پائے جاتے ہو۔ وہ پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں سے الگ کرے گا“۔

۴۴۴- مقتل ابی مخنف میں ضحاک بن عبداللہ سے منقول ہے کہ ابن سعد کی فوج کا گھڑسوار دستہ امام حسین علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو آپؑ نے وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ …… مِنَ الطَّيِّبِ ؕ کی آیات تلاوت فرمائیں۔

ان آیات کی تلاوت سے آپ نے ہر عقل مند کو رہتی دنیا تک یہ درس دیا ہے کہ یزیدی افواج کی ظاہری قوت کو دیکھ کر انھیں اہلِ حق نہیں سمجھا جا سکتا۔ یہ ظاہری دبدبہ خدا کی طرف سے باعث امتحان ہے۔

مانعین زکوٰۃ کی سزا

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⁽¹⁸⁰⁾ع

”جن لوگوں پر اللہ نے اپنا فضل کیا ہے اور وہ بخل سے کام لیتے ہیں تو وہ اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخیلی ان کے لیے اچھی ہے۔ یہ بخیلی ان کے حق میں بہت بُری ہے۔ جو کچھ وہ کنجوسی سے جمع کر رہے ہیں وہی قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق بن جائے گا اور زمین اور آسمانوں کی ملکیت اللہ کے لیے ہے اور خدا تمھارے اعمال سے اچھی طرح باخبر ہے“۔

۴۴۵- الکافی میں محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (جو کچھ وہ کنجوسی سے جمع کر رہے ہیں وہی قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق بن جائے گا) کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

محمد بن مسلم! جو بھی شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا تو قیامت کے دن اللہ اس مال کو دوزخ کا سانپ بنا دے گا جو اس کے گلے میں طوق کی طرح سے چمٹا ہوا ہوگا اور وہ حساب سے فارغ ہونے تک اس کے گوشت کو نوچتا رہے گا۔ اسی حقیقت کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ سے ارشاد فرمایا ہے۔ یہ آیت مانعین زکوٰۃ کے متعلق ہے۔

۴۴۶- حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جو بھی شخص اپنی کھجوروں، زراعت اور انگوروں کی زکوٰۃ ادا نہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس زمین کو باقی زمین سے جدا کر کے اس کے ساتوں طبقات کو اس کی گردن میں طوق بنا کر ڈال دے گا''۔

۴۴۷۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''جو شخص حق کے لیے ایک درہم خرچ نہیں کرے گا اسے حرام پر دو درہم خرچ کرنے پڑیں گے۔ اس کی دولت کو اللہ تعالیٰ دوزخ کا سانپ بنا کر اس کی گردن میں طوق بنا کر ڈالے گا''۔

۴۴۸۔ محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ کی آیت مجیدہ کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

''جو بھی شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی دولت کو آتشیں سانپ بنا کر اس کی گردن میں طوق بنا کر معلّق کر دے گا اور وہ حساب سے فارغ ہونے تک اس کا گوشت نوچتا رہے گا۔ چنانچہ مانعینِ زکوٰۃ کے لیے اللہ نے یہ آیت فرمائی''۔

۴۴۹۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''مانع زکوٰۃ کے گلے میں ایک کوڑیالا سانپ معلّق کیا جائے گا جو اس کے دماغ کو چاٹتا رہے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے لیے فرمایا ہے: سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ''جس مال کی بخیلی کر رہے ہیں وہی مال ان کے گلے میں طوق بنا کر پہنا دیا جائے گا''۔

۴۵۱۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس شخص کے پاس سونا چاندی نصابِ زکوٰۃ کے مطابق ہو اور وہ زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اللہ اسے ایک بیابان اور چٹیل صحرا میں روک دے گا اور اس کے پیچھے ایک زہریلا سانپ لگا دے گا۔ سانپ اس کو پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے دوڑے گا اور وہ سانپ سے بچنے کے لیے کچھ دیر تک دوڑتا رہے گا جب وہ محسوس کرے گا کہ وہ سانپ سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتا تو وہ رک جائے گا اور سانپ اس پر حملہ کرے گا اور اس کی ہڈیوں کو پیس ڈالے گا۔ پھر وہ سانپ طوق بن کر اس کی گردن میں معلق ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے اسی عذاب کو سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ کے الفاظ سے بیان کیا ہے۔

اور جو شخص اُونٹ بکریوں اور گایوں کا مالک ہو اور زکوٰۃ ادا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو ایک بیابان میں روک دے گا اور مختلف جانور اس پر اپنے سینگوں سے حملہ کریں گے۔ اور جس شخص کے پاس انگور، کھجوریں اور زراعت ہو اور اس

پر زکوٰۃ واجب ہو اور وہ زکوٰۃ ادا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس زمین کو باقی زمین سے کاٹ کر ساتوں طبقات سمیت طوق بنا کر اس کی گردن میں ڈال دے گا اور وہ قیامت تک اسی حالت میں رہے گا۔

خدا کو غریب اور اپنے آپ کو دولت مند کہنے والے لوگ

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾

"اللہ نے ان لوگوں کا قول سن لیا جنھوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں ان کی یہ باتیں ہم لکھ لیں گے۔ اس سے پہلے انھوں نے پیغمبروں کو جو ناحق قتل کیا ہے وہ بھی ان کے نامۂ اعمال میں ثبت ہے۔ ہم ان سے کہیں گے کہ بھڑکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھو"۔

۴۵۲- تفسیر علی بن ابراہیم میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

"خدا کی قسم جن لوگوں نے یہ بات کہی تھی انھوں نے اللہ کو دیکھا تو نہیں تھا اور نہ ہی انھوں نے خدا کی غربت کا مشاہدہ کیا تھا جس سے انھیں پتہ چلتا کہ خدا غریب ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ انھوں نے اولیائے خداوندی کو غربت و افلاس میں دیکھا تھا اور انھوں نے اپنی دولت مندی اور ثروت کو دیکھ کر یہ جملے کہے تھے کہ اللہ غریب ہے اور ہم دولت مند ہیں۔ ان کی گفتگو کا مقصد یہ تھا کہ اگر خدا کے پاس دولت ہوتی تو وہ اپنے ان پیارے بندوں کو بھی دولت مند بنا دیتا۔ چونکہ خدا کے یہ پیارے غریب ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا بھی غریب ہے جب کہ ہم دولت و ثروت رکھنے والے لوگ ہیں۔ الغرض انھوں نے اپنی دولت کے ذریعہ سے خدا پر فخر کیا تھا۔

۴۵۳- مناقب ابن شہر آشوب میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو دولت مند اور امام کو غریب تصور کرتے ہیں وہ بھی اس آیت مجیدہ کے ضمن میں شامل ہیں۔

۴۵۴- اصول کافی میں وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ کے ضمن میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس آیت سے صرف وہی افراد ہی مراد ہیں جنھوں نے انبیاء کو اپنی تلواروں سے قتل کیا تھا بلکہ اسی آیت کا دامن بڑا وسیع ہے۔ قاتلینِ انبیاء میں وہ لوگ بھی شامل تھے جنھوں نے انبیاء سے رازدارانہ باتیں سن کر ان کی تشہیر کی تھی جس کی وجہ سے انھیں قتل ہونا پڑا اور یوں قتلِ انبیاء کا سبب بننے والے بھی ان کے قتل میں برابر کے شریک ہیں۔

۴۵۵- نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام سے یہ کلمات منقول ہیں، آپؑ نے فرمایا:

''خدا کی قسم! جن لوگوں کے پاس زندگی کی تروتازہ وشاداب نعمتیں تھیں پھران کے ہاتھوں سے نکل گئیں یہ ان کے گناہوں کے مرتکب ہونے کی پاداش ہے کیونکہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

کسی کے فعل پر راضی ہونے والا بھی اس کا شریک ہوتا ہے

۴۵۶- اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''خدا قدریہ پر لعنت کرے، خدا خوارج پر لعنت کرے، خدا مرجئہ پر لعنت کرے، خدا مرجئہ پر لعنت کرے''۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ مولاؑ! یہ تو عجیب بات ہے آپ نے قدریہ و خوارج پر تو ایک بار لعنت کی مگر ''مرجئہ'' پر دوبارہ لعنت کی ہے۔ آخر اس کا کیا سبب ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں یہ وہ بدبخت ہیں جو ہمارے قاتلوں کے مومن ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ قیامت تک ان کے کپڑوں پر ہمارے خون کے چھینٹے جمے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کے نظریات کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ

''اللہ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم اس وقت تک کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک وہ ہمارے سامنے ایسی قربانی پیش نہ کرے جسے آگ کھا جائے''۔

ان لوگوں کی تردید کے لیے اللہ نے اپنے حبیبؐ سے فرمایا:

قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِىْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِىْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾

''آپ کہہ دیں کہ مجھ سے پہلے بہت سے رسول تمھارے پاس آئے اور تمھاری فرمائش بھی لے کر آئے تھے۔ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو تم نے انھیں قتل کیوں کیا تھا؟''

جن لوگوں نے رسولؐ خدا سے یہ بات کہی تھی انھوں نے تو کسی رسول کو قتل نہیں کیا تھا مگر خدا نے انھیں مخاطب کرکے فرمایا کہ تم نے رسولوں کو قتل کیوں کیا تھا؟ جب کہ آتشیں قربانی کی فرمائش کرنے والوں اور انبیاء کے قاتلوں کے درمیان پورے پانچ سو سال کا فاصلہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں انبیاء کا قاتل اس لیے قرار دیا کہ وہ اپنے بزرگوں کے فعل پر راضی

تھے۔ اس طرح سے فرقہ مرجئہ کے افراد بھی ہمارے قاتلوں کے فعل پر راضی ہیں لہٰذا یہ بھی ہمارے قاتل ہیں۔

۴۵۷۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۱۸۳) (آپ کہہ دیجیے کہ مجھ سے پہلے بہت سے رسول تمھارے پاس آئے اور وہ تمھاری فرمائش بھی لے کر آئے تھے اگر تم اپنے دعوئ میں سچے ہو تو تم نے انھیں قتل کیوں کیا تھا؟) تو آتشیں قربانی کا مطالبہ کرنے والے اہلِ کتاب نے رسولؐ خدا سے عرض کیا:

"خدا کی قسم! ہم نے تو کسی نبی کو قتل نہیں کیا اور نہ ہی ہم کسی نبی کے دَور میں موجود تھے مگر آپ نے ہمیں انبیاء کا قاتل بنا دیا ہے آخر ایسا کیوں ہے؟"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اگر تم قاتل نہیں ہو تو تم انبیاء کے قاتلوں پر لعنت کرو اور ان سے بیزاری کا اعلان کرو لیکن انھوں نے ایسا نہ کیا"۔

۴۵۸۔ محمد بن ارقط کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

تمھاری رہائش کوفہ میں ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: کیا تمھیں وہاں امام حسین علیہ السلام کے قاتل دکھائی نہیں دیئے؟

میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں اس وقت قاتلین حسینؑ میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تمھاری نظر میں قاتل صرف وہی ہے جس نے براہِ راست کسی کو قتل کیا ہو۔ کیا تم نے خدا کا یہ فرمان نہیں سنا: قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۱۸۳) "آپ کہہ دیں کہ مجھ سے پہلے بہت سے رسول تمھارے پاس آئے اور تمھاری فرمائش لے کر بھی رسول آئے۔ اب اگر تم اپنے دعوئ میں سچے ہو تو تم نے انھیں کیوں قتل کیا تھا؟

جب کہ آتشیں قربانی کا مطالبہ کرنے والے رسولؐ خدا کے عہد کے افراد تھے انھوں نے تو کسی نبی کو قتل نہیں کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس لیے قاتلینِ انبیاء کے زمرہ میں شمار کیا کہ وہ اپنے بزرگوں کے اس فعل پر راضی تھے۔

۴۵۹۔ الکافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل جب کوئی قربانی پیش کرتے تھے اور ان میں سے خدا کو جو قربانی منظور ہوتی تھی آسمان پر اس پر آگ کا شعلہ گر کر اسے بھسم کر دیتا تھا اور جس پر آگ کا شعلہ

نہیں گرتا تھا تو وہ قربانی نامنظور شمار ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُمت اسلامیہ کے لیے آتشیں قربانی کے بدلہ میں احرام رکھا اور لوگوں کو شرمندہ ہونے سے بچالیا۔

۴۶۰۔ کتاب احتجاج طبرسی میں ایک طویل روایت کے ضمن میں مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج اپنے حبیب کریمؐ سے فرمایا:

''بنی اسرائیل کے افراد اپنی قربانی اپنے کندھوں پر اٹھا کر بیت المقدس لے جاتے تھے اور مجھے جو قربانی منظور ہوتی تھی میں اس پر آسمان سے آگ کا شعلہ بھیج کر اسے بھسم کر دیتا تھا اور قربانی کرنے والا خوش ہو کر واپس جاتا تھا اور جس کی قربانی پر شعلہ نہ گرتا تو وہ شرمندہ ہو کر واپس جایا کرتا تھا جب کہ میں نے تیری اُمت پر رحم کیا ہے۔ اب میں قربانی کی منظوری کے لیے کوئی شعلہ نہیں بھیجوں گا۔ اُمت اسلامیہ کے غرباء و مساکین کے شکم ان کی قربانی کی قبولیت کی علامت ہوں گے۔ اور مجھے جو قربانی قبول ہوگی میں اس کا اجر کئی گنا بڑھا چڑھا کر دوں گا اور جس کی قربانی مجھے قبول نہ ہوگی اس سے بھی میں دنیا کی مصیبتیں دُور کر دوں گا۔ میں نے سابقہ اُمتوں کے بوجھ تیری اُمت سے ہٹا لیے ہیں۔

(پوری حدیث سورہ البقرہ کی آخری آیات کی تفسیر میں بیان کی جا چکی ہے)

كُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ

۴۶۱۔ تفسیر عیاشی میں زرارہ سے منقول ہے کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے رجعت کے متعلق براہ راست سوال کرنا پسند نہیں کرتا تھا اور دل میں سوچتا تھا کہ میں کسی ایسے انداز سے سوال کروں گا کہ مجھے اپنا گوہر مقصود مل جائے گا۔ چنانچہ میں نے ایک دن ان سے کہا:

''مولاؐ! یہ فرمائیں کہ کیا جو شخص قتل ہو جاتا ہے اس پر موت واقع نہیں ہو جاتی؟''

آپؑ نے فرمایا: نہیں موت، موت ہے اور قتل، قتل ہے۔

میں نے کہا تو کیا قتل ہونے والا شخص موت کا جام نہیں پیتا؟

آپؑ نے فرمایا: خدا کا فرمان تیری گفتگو سے کہیں زیادہ صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قتل اور موت کے درمیان فرق رکھا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَفَاۡئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ (تو کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَئِنۡ مُّتُّمۡ اَوۡ قُتِلۡتُمۡ لَاِلَى اللّٰهِ تُحۡشَرُوۡنَ ۱۵۸ (اگر تم مر گئے یا قتل کر دیے گئے تو تم خدا کے حضور ضرور جمع

کیے جاؤ گے)۔

زرارہ! تمھاری بات صحیح نہیں ہے کیونکہ موت، موت ہے اور قتل، قتل ہے۔

میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ "ہر متنفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے"۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جو قتل کیا گیا تو اس نے موت کا ذائقہ نہیں چکھا۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ دنیا میں پلٹایا جائے یہاں تک کہ موت کا ذائقہ چکھے۔

۴۶۲- امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ ہر جان دار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اس کے بعد اہلِ ایمان کو آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہوگی اور فاسق و فاجر افراد کو رسوائی نصیب ہوگی۔

۴۶۳- الکافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپؐ کے اہلِ بیت کو ایک آواز سنائی دی جس کے کہنے والا ان کو دکھائی نہ دیا۔ کوئی کہہ رہا تھا: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾ "ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور قیامت کے دن تمھیں تمھارے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کامیاب وہ ہے جو وہاں آتشِ دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے جب کہ دنیاوی زندگی تو دھوکے کا سازوسامان ہے"۔

اللہ کی طرف سے ہر مرنے والے کے صدمہ کا اجر ملتا ہے اور ہر مصیبت کے بعد تسلی نصیب ہوتی ہے۔ ہر مصیبت کا نعم البدل ملا کرتا ہے۔ تم خدا ہی پر بھروسہ رکھو اور اسی سے ہی اپنی امیدیں وابستہ رکھو کیونکہ محروم وہ ہے جو ثواب سے محروم رہ جائے۔

۴۶۴- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو جبریل امینؑ آئے۔ اس وقت آنحضرتؐ کا جسم مطہر چارپائی پر رکھا ہوا تھا اور گھر میں حضرت علی، فاطمہ اور حسن و حسین علیہم السلام بیٹھے تھے۔ انھوں نے آ کر یوں سلام کیا:

"اے اہلِ بیتِ رحمت! تم پر سلام ہو۔ ہر جان نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ تمھارے اعمال کا پورا بدلہ تمھیں قیامت کے دن دیا جائے گا جسے دوزخ سے بچا لیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے تو وہ کامیاب ہے، دنیاوی زندگی تو دھوکے کا سازوسامان ہے۔ اللہ کی طرف سے ہر مصیبت کے بعد تسلی نازل ہوتی ہے اور ہر تکلیف کا نعم البدل عطا کرتا ہے

اور ہر جانے والی چیز کی تلافی کرتا ہے۔ تم خدا ہی پر بھروسہ رکھو اور اسے ہی اپنی امیدوں کو وابستہ رکھو۔ حقیقی مصیبت زدہ تو وہ ہے جو ثواب سے محروم ہو جائے۔ زمین پر یہ میرا آخری چکر ہے''۔

اہل بیت کا بیان ہے کہ ہم نے آواز سنی تھی لیکن ہم نے دیکھا نہیں تھا۔

۴۶۵-۴۶۶' میں بھی درج بالا روایت کا مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ البتہ دوسری روایت میں ان الفاظ کا اضافہ موجود ہے۔ جب تعزیت دینے والا تعزیت دے کر چلا گیا تو گھر میں بیٹھے ہوئے کچھ افراد نے کہا: یہ ایک آسمانی فرشتہ تھا جسے خدا نے تم سے تعزیت کے لیے بھیجا تھا جب کہ کچھ دیگر افراد نے کہا: یہ خضرؑ تھے جو تم سے نبی اکرمؐ کی تعزیت کرنے آئے تھے۔

۴۶۷- یعقوب احمر کا بیان ہے کہ ہم امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے ان سے ان کے فرزند اسماعیل کی تعزیت کی۔ آپؑ نے اپنے مرحوم فرزند کے لیے رحمت کی دعا کی۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان کی موت سے آگاہ کر دیا تھا اور ان سے فرمایا تھا: انك میت وانهم میتون ''آپ پر بھی موت آنے والی ہے اور یہ بھی مرنے والے ہیں''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ''ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے''۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا:

''ایک وقت ایسا آئے گا جب تمام اہلِ زمین مرجائیں گے اور ایک بھی باقی نہیں بچے گا۔ پھر تمام اہلِ آسمان مرجائیں گے اور صرف ملک الموت اور حاملینِ عرش اور جبریل و میکائیل ہی بچ جائیں گے۔ اس وقت ملک الموت خدا کے حضور جا کر کھڑا ہوگا۔ خدا اس سے پوچھے گا کہ اب کون بچے ہیں۔ حالانکہ خدا کو خود بھی اس کا بہتر علم ہوگا۔

اس وقت ملک الموت کہے گا: پروردگار! اب صرف ملک الموت اور حاملینِ عرش اور جبریل و میکائیل بچ گئے ہیں۔

اس وقت قدرت کا فرمان ہوگا کہ جبریل و میکائیل سے کہہ دو کہ وہ دونوں مرجائیں۔ اس وقت حاملین عرش کہیں گے کہ خدایا! یہ دونوں تیرے پیغام رساں اور امین ہیں۔

خدا فرمائے گا: میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہر ذی روح کو موت دوں گا۔

چنانچہ جبریل و میکائیل مرجائیں گے اس وقت ملک الموت خدا کے حضور حاضر ہوگا اور خدا اس سے فرمائے گا کہ اب کون باقی بچا ہے؟

اس وقت ملک الموت عرض کرے گا: خدایا! اب صرف ملک الموت اور حاملینِ عرش باقی رہ گئے ہیں۔ چنانچہ

حاملینِ عرش بھی مرجائیں گے۔

آخر میں ملک الموت غمگین ہو کر خدا کے حضور پیش ہوگا۔ خدا فرمائے گا کہ اب کون باقی رہ گیا ہے؟

ملک الموت عرض کرے گا: خدایا! اب صرف ملک الموت ہی باقی رہ گیا ہے۔

آوازِ قدرت بلند ہوگی۔ ملک الموت! تو بھی مرجا۔ چنانچہ ملک الموت بھی مرجائے گا۔ اس کے بعد خدا یمینِ قدرت سے زمین کو اٹھائے گا اور تمام آسمان سمٹ کر اس کے یمینِ قدرت میں ہوں گے۔ اس وقت خدا کہے گا: وہ لوگ کہاں ہیں جو میرے ساتھ شریک بنایا کرتے تھے۔ وہ لوگ کہاں ہیں جو میرے ساتھ دوسرے معبود بنایا کرتے تھے۔

۴۶۸۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے آپؑ نے فرمایا:

"جب قیامت قائم ہوگی تو سب سے پہلے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبر سے اٹھایا جائے گا اور انھیں گلابی رنگ کی خلعت پہنائی جائے گی اور انھیں عرش کے دائیں طرف بٹھایا جائے گا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قبر سے اٹھایا جائے گا اور انھیں سفید رنگ کی خلعت پہنائی جائے گی اور انھیں عرش کے بائیں جانب بٹھایا جائے گا۔ پھر حضرت علی علیہ السلام کو قبر سے اٹھایا جائے گا اور انھیں گلابی رنگ کی خلعت پہنائی جائے گی۔ انھیں رسولؐ خدا کے دائیں جانب بٹھایا جائے گا۔ پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قبر سے اٹھایا جائے گا اور انھیں سفید رنگ کی خلعت پہنائی جائے گی اور انھیں ابراہیم علیہ السلام کی بائیں جانب بٹھایا جائے گا۔ پھر حضرت حسن علیہ السلام کو قبر سے اٹھایا جائے گا اور انھیں گلابی رنگ کی خلعت پہنائی جائے گی اور انھیں امیرالمومنین علیہ السلام کے دائیں جانب بٹھایا جائے گا۔ پھر امام حسین علیہ السلام کو اٹھایا جائے گا اور انھیں گلابی رنگ کی خلعت پہنائی جائے گی اور انھیں امام حسنؑ کے دائیں جانب بٹھایا جائے گا۔ پھر ائمہ کو قبروں سے اٹھا کر انھیں گلابی خلعت پہنائی جائے گی اور ہر امام کو ترتیب وار دوسرے امام کے دائیں جانب بٹھایا جائے گا۔ اس کے بعد شیعوں کو اٹھایا جائے گا اور انھیں ائمہ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔ پھر فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کو اٹھایا جائے گا اور ان کی نسل سے تعلق رکھنے والی تمام خواتین اور ان کی تمام حب دار عورتوں کو اٹھایا جائے گا اور ان سب کو حساب کے بغیر جنت میں بھیج دیا جائے گا۔

پھر اُفقِ اعلیٰ سے خداوند عالم کی طرف سے ایک منادی ندا دے کر کہے گا:

محمدؐ! ابراہیمؑ آپ کا بہترین باپ ہے اور علیؑ آپ کا بہترین بھائی ہے اور حسنؑ و حسینؑ آپؐ کے بہترین سبط ہیں اور محسن آپ کا بہترین جنین ہے اور ائمہ راشدین آپ کی بہترین اولاد ہیں۔ پھر انھیں جنت کی طرف روانہ کر دیا جائے گا

اور یوں فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ کی تفسیر منظر عام پر آئے گی۔

۴۶۹- امالی صدوق میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''میں اپنی عزت کا حلف اٹھا چکا ہوں اور اپنے جلال کی قسم کھا چکا ہوں کہ میرا جو بھی بندہ علیؑ سے محبت رکھے گا میں اسے دوزخ سے بچا لوں گا اور اسے جنت میں داخل کروں گا اور جو بھی شخص اس سے بُغض رکھے گا اور اس کی ولایت سے انحراف کرے گا تو میں اس سے بغض رکھوں گا اور اسے دوزخ میں داخل کروں گا اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے''۔

۴۷۰- الکافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ فرمایا کرتے تھے:

''تم میں بہتر لوگ وہ ہیں جو سخی ہیں اور بدترین لوگ وہ ہیں جو بخیل ہیں اور تم میں وہ لوگ بہتر ہیں جو اپنے بھائیوں سے بھلائی کریں اور ان کی حاجات کے لیے کوشش کریں۔ جو شخص اپنے بھائیوں سے بھلائی کرے اس سے خدا محبت رکھتا ہے اور اس سے ابلیس کی ناک رگڑتی ہے۔ ایسے شخص کو دوزخ سے محفوظ رکھا جائے گا اور اسے جنت میں بھیجا جائے گا''۔

لَتُبْلَوُنَّ فِيٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۟ قف وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ؕ
وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ وَاِذْ
اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا
تَكْتُمُوْنَهٗ ۫ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا
قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ
يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا
تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ
قَدِیْرٌ ﴿۱۸۹﴾ ع اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ
وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ ۙ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ
قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا
عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ ؕ
وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ
لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖۗ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا
وَكَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ ۚ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا
وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا
تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿۱۹۴﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ
عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ
فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ
وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ
تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ

عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
فِي الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ
الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَمَا عِنْدَ
اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ
بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا
يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ
رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا
اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾

”مسلمانو! تمھیں مال اور جان دونوں کی آزمائشیں پیش آکر رہیں گی اور تمھیں اہلِ کتاب اور مشرکین سے بہت سی ناگوار باتیں سننا پڑیں گی اور اگر تم نے ان حالات میں صبر وتقویٰ کے تقاضوں پر عمل کیا تو یہ بڑے حوصلے کا کام ہے۔ اور جب اللہ نے اہلِ کتاب سے عہد لیا تھا کہ تم اس کے احکام لوگوں کے سامنے بیان کرو گے اور انھیں نہیں چھپاؤ گے مگر انھوں نے اسے پس پشت ڈال دیا اور انھوں نے اسے تھوڑی سی قیمت پر بیچ دیا۔ کتنا ہی بُرا کاروبار ہے جو یہ کر رہے ہیں۔

تم ان لوگوں کو عذاب سے محفوظ نہ سمجھو جو اپنے کرتوتوں پر خوش ہیں اور چاہتے ہیں کہ

ایسے کاموں کی تعریف انھیں حاصل ہو جو انھوں نے کیے ہی نہیں ہیں۔ ان لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

آسمانوں اور زمین کی ملکیت خدا کے لیے مخصوص ہے۔ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری آنے میں ان عقل مندوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں جو اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور و فکر کرتے ہیں اور زبانِ حال سے کہتے ہیں پروردگار! تو نے یہ سب کچھ باطل پیدا نہیں کیا تو عبث کام کرنے سے پاک و پاکیزہ ہے۔ ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

اے ہمارے پروردگار! تو نے جسے دوزخ میں ڈالا اسے تو نے رسوائی میں ڈال دیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

اے ہمارے پروردگار! ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف بلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ ہم اس کی پکار سن کر ایمان لے آئے۔ مالک! ہمارے گناہ معاف کردے اور ہمارے اندر جو برائیاں موجود ہیں انھیں دُور کردے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر۔ خداوندا! جو وعدے تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعے سے کیے ہیں ان کو ہمارے ساتھ پورا کر اور قیامت کے دن ہمیں رُسوا نہ کرنا۔ بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

جواب میں ان کے رب نے فرمایا کہ میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں خواہ مرد ہو یا عورت تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔ لہٰذا جن لوگوں نے ہجرت کی اور جنھیں ان کے گھروں سے نکالا گیا اور میری راہ میں جنھیں اذیتیں دی گئیں

اور میرے لیے لڑے اور مارے گئے ان کے میں قصور معاف کردوں گا اور انھیں ایسے باغات میں جگہ دوں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ اللہ کے ہاں ان کی جزا ہے اور اللہ کے پاس بہترین جزا ہے۔

منکرین کی دنیا کے ملکوں میں چلت پھرت تمھیں کسی دھوکے میں نہ ڈال دے۔ یہ محض چند روزہ زندگی کا تھوڑا سا لطف ہے۔ پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے۔

اس کے برعکس جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کی طرف سے یہ ان کے لیے سامانِ ضیافت ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لیے بہت بہتر ہے۔

اہلِ کتاب میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں جو تمھاری طرف بھیجی گئی ہے اور اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو ان کی طرف بھیجی گئی ہے۔ اللہ کے آگے جھکے ہوئے ہیں اور اللہ کی آیات کا معمولی رقم پر سودا نہیں کرتے، ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے۔ یقیناً اللہ حساب چکانے میں جلدی کرنے والا ہے۔

اے صاحبانِ ایمان! صبر سے کام لو اور پامردی کا مظاہرہ کرو اور حق کی خدمت کے لیے کمربستہ رہو، اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہوسکو۔

ایمان کے لیے امتحان ضروری ہے

لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۣ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ
اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿١٨٦﴾

> ”تم سے تمھارے مال اور جان کا امتحان لیا جائے گا اور اہل کتاب و مشرکین سے بھی تمھیں ناگوار باتیں سننا پڑیں گی اور اگر تم نے صبر و تقویٰ کا مظاہرہ کیا تو یہ یقیناً بڑے حوصلے اور دل گردے کا کام ہے“۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبردار کیا کہ اسلام بازیچۂ اطفال نہیں ہے۔ اس کے لیے قربانیوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس کے لیے مال و جان کی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ جیسا کہ سورہ البقرہ میں ارشاد قدرت ہے: وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَىۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ (البقرہ:۲۵۵) ”ہم تمھیں کچھ خوف بھوک اور مال و جان اور پھلوں کی کچھ کمی سے ضرور آزمائیں گے“۔

۴۷۱۔ عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام کی زبانی اس کی ایک یہ توجیہ بھی بیان کی گئی ہے کہ زکوٰۃ مسلمانوں کے لیے اموال کی آزمائش کا ذریعہ ہے اور کفر و شرک کے خلاف استقامت کا مظاہرہ نفوس کی آزمائش کا ذریعہ ہے۔

مال و جان کی آزمائش کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبردار کیا کہ انھیں اہلِ کتاب اور مشرکین کی ناگوار باتیں بھی سننا پڑیں گی اور جو ان پر صبر کریں اور تقویٰ کے تقاضوں پر عمل کریں تو یقیناً وہ افراد دل گردے کے مالک سمجھے جائیں گے۔ کیونکہ مخالفین کی طعنہ زنی برداشت کرنے کے لیے بہت بڑے حوصلے کی ضرورت ہے۔

اس کی ایک مثال تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا وہ موقع ہے کہ ایک دفعہ آپ گدھے پر سوار ہو کر سعد بن عبادہ کی عیادت کے لیے جا رہے تھے۔ راستے میں آپ ایک جگہ سے گزرے جہاں بہت سے افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں عبداللہ بن ابی بن سلول بھی بیٹھا ہوا تھا اور اس محفل میں مشرکین، اہلِ کتاب اور کچھ مسلمان بھی موجود تھے۔ جب آنحضرتؐ کی سواری کی دھول محفل میں گئی تو عبداللہ بن ابی نے اپنی چادر ناک پر رکھ دی اور رعونت آمیز لہجہ میں کہا کہ دھول مت اُڑاؤ۔ اتنے میں رسول اکرم وہاں پہنچے۔ آپ نے اہلِ محفل پر سلام کیا اور قرآن حکیم کی کچھ آیات کی تلاوت فرمائی۔ عبداللہ بن ابی نے کہا:

اے شخص! تمھارا یہ رویہ نامناسب ہے۔ اگر تمھاری بات بالفرض درست بھی ہو تو بھی ہماری محافل کو یوں بے مزہ نہ کیا کرو۔ اپنے ڈیرہ پر جاؤ جس نے یہ باتیں سننی ہوں گی وہ خود تمھارے پاس آ کر ان باتوں کو سن لے گا۔

عبداللہ بن رواحہ وہاں موجود تھے۔ انھوں نے کہا: یارسولؐ اللہ! آپ دل کھول کر ارشاد فرمائیں ہمیں ان باتوں کی ضرورت ہے اور ہم یہ باتیں پسند کرتے ہیں۔

اس پر مشرکین و اہلِ کتاب بھڑک اُٹھے۔ ادھر مسلمان بھی طیش میں آگئے اور یہ تو تکار اتنا بڑھی کہ لڑائی کے امکانات پیدا ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے اپنی حکمت عملی سے لوگوں کو خاموش کرایا اور وہاں سے چل دیئے۔ آپ سعد بن عبادہ کے پاس تشریف لائے اور آپ نے عبداللہ بن ابی کے رویہ کی اس سے شکایت کی۔

سعد بن عبادہ نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! آپ اسے کچھ نہ کہیں آپ کی آمد سے پہلے اہلِ مدینہ اسے اپنا بادشاہ مقرر کرنا چاہتے تھے اور انھوں نے اس کے لیے ایک تاج بھی تیار کروایا تھا مگر اللہ نے ہمیں ہدایت دی اور آپ ہمارے ہاں تشریف لائے تو اس کی سلطانی کا خواب چکنا چور ہو گیا۔ اسی لیے یہ آپ کو اپنا حریف تصور کرتا ہے اور اس کا خیال ہے کہ آپ کی وجہ سے اس کا بنا بنایا کھیل بگڑا ہے۔ آپ اس سے درگزر ہی کریں تو بہتر ہوگا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے درگزر فرمایا اور یوں آپؐ نے اپنے حوصلہ کی بلندی کا اظہار کیا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جو بھی شخص حق کی تبلیغ کا پرچم بلند کرے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا پرچار کرے تو اسے لوگوں کی مخالفتوں کا سامنا ضرور کرنا پڑے گا اور اس کا علاج بس یہی ہے کہ انسان صبر و استقامت کا مظاہرہ کرے اور اپنے خدا پر بھروسا رکھے۔

۴۷۲- تفسیر عیاشی کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام جب لوگوں کی طعنہ زنی سے تنگ آئے تو آپ نے فرمایا اگر خدا کی طرف سے مجھے ان کا جواب دینے کی اجازت ہوتی تو میں بھی کچھ کلمات کہتا لیکن خدا نے ہمیں صبر کا حکم دیا ہے اور اس نے فرمایا ہے: وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ ”تمھیں اہلِ کتاب اور مشرکین کی طرف سے بہت سی ناگوار باتیں سننا پڑیں گی۔ اگر تم نے صبر کی روش اپنائی اور تقویٰ کا مظاہرہ کیا تو یہ بڑے حوصلہ کا کام ہے“۔

کتاب خدا کا بیان کرنا ضروری اور چھپانا حرام ہے

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ۡ فَنَبَذُوْهُ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ۝

”اور جب اللہ نے اہلِ کتاب سے وعدہ لیا کہ تم لوگوں کے سامنے اسے بیان کرو گے اور اسے پوشیدہ نہ رکھو گے لیکن انھوں نے اس میثاق کو پسِ پشت ڈال دیا اور اسے معمولی سی قیمت کے

عوض بیچ ڈالا۔ انھوں نے انتہائی بُرا سودا کیا''۔

۴۷۳- تفسیر علی بن ابراہیم میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب سے وعدہ لیا تھا کہ وہ خاتم الانبیاء پر ایمان لائیں گے اور ان کی آمد کا اعلان کرتے رہیں گے لیکن اہلِ کتاب نے خدائی میثاق کو پس پشت ڈال دیا تھا۔

۴۷۴- تفسیر مجمع البیان میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''جہاں خدا نے جاہلوں سے علم حاصل کرنے کا وعدہ لیا ہے وہاں خدا نے اہلِ علم سے بھی یہ وعدہ لیا ہے کہ وہ بھی ان پڑھوں کو پڑھائیں گے''۔

۴۷۵- تفسیر علی بن ابراہیم میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپ نے فرمایا:

فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ عذاب سے دُور نہیں ہیں۔

۴۷۶- امام جعفر صادق علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شب کے معمولات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''آنحضرتؐ کے سرہانے کے قریب ایک لوٹے میں پانی رکھ دیا جاتا تھا اور آپؐ کی مسواک بستر کے نیچے رکھی جاتی تھی۔ جتنا خدا کو منظور ہوتا آپؐ اتنی دیر سو جاتے اور جب آپؐ بیدار ہوتے تو آسمان پر نظر رکھتے تھے اور آپ سورہ آل عمران کی یہ آیات پڑھتے تھے: اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ بعدازاں مسواک کرتے اور اس کے بعد وضو کر کے مسجد میں جاتے تھے۔ وہاں جا کر آپؐ طویل چار رکعتیں نماز پڑھتے تھے۔ پھر وہاں سے واپس آ کر بستر پر سو جاتے تھے۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد آپ کھڑے ہو جاتے تھے اور پھر آل عمران کی وہی آیات پڑھا کرتے تھے اور مسواک کر کے وضو کرتے تھے اور مسجد میں چلے جاتے تھے اور وہاں پہنچ کر مزید چار رکعات نماز پڑھتے تھے۔ پھر آ کر اپنے بستر پر سو جاتے تھے اور کچھ دیر آرام کرنے کے بعد کھڑے ہوتے تو آل عمران کی یہی آیات تلاوت کرتے تھے اور مسواک کرتے تھے اور پھر وضو کر کے مسجد میں تشریف لے جاتے تھے اور نماز وتر پڑھتے اور اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ اس کے بعد فریضہ نماز کے لیے گھر سے برآمد ہوتے تھے۔

۴۷۷- مجمع البیان میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا جب آپؐ رات کو بیدار ہوتے تو آپؐ مسواک کرتے تھے اور

آسمان کی طرف دیکھ کر: اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ …… فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ کی آیت تلاوت کرتے تھے''۔

روایات میں مروی ہے کہ جب اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ …… کی آیت نازل ہوئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جو ان آیات کو صرف زبان سے پڑھے اور اس پر غور وفکر نہ کرے''۔

ائمہ اہلِ بیتؑ سے مروی ہے کہ جب کوئی نماز شب کے لیے بستر سے اُٹھے تو وہ سورہ آل عمران کی یہ پانچ آیات تلاوت کرے اور نماز فجر کے بعد بھی ان آیات کے پڑھنے کی تاکید وارد ہے۔

۴۷۸- کتاب معانی الاخبار میں حضرت علی علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جسے ہم سورہ الضحیٰ کی آخری آیت کی تفسیر میں مکمل نقل کریں گے۔

اس حدیث میں آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے کچھ مخصوص نام ہیں۔ خبردار ان پر قبضہ کرنے کی کوشش نہ کرنا اور میرے مخصوص ناموں میں سے ایک نام ''ذاکر'' ہے اور میں اس جماعت کا فرد ہوں جن کے لیے اللہ نے فرمایا ہے: الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ ''جو حالتِ قیام، قعود اور لیٹ کر خدا کا ذکر کرتے ہیں''۔

۴۷۹- الکافی میں الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ کے ضمن میں امام محمد باقر علیہ السلام سے یہ قول منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''تندرست آدمی کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور بیمار بیٹھ کر نماز پڑھے اور جو بہت زیادہ کمزور ہو تو وہ لیٹ کر نماز پڑھے۔

۴۸۰- امالی طوسی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''جب مومن کھڑا ہو کر، بیٹھ کر اور لیٹ کر خدا کو یاد کرنے میں مصروف ہوتا ہے تو وہ نماز میں ہی شمار کیا جاتا ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ وَ یَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ ہٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبۡحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ ''وہ جو خدا کو حالتِ قیام، قعود اور لیٹے لیٹے یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر غور وفکر کرتے ہیں اور زبانِ حال سے کہتے ہیں: اے ہمارے مالک! تو نے یہ سب کچھ باطل پیدا نہیں کیا تو فعل عبث سے پاک ہے، ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

۴۸۳- شیخ الطائفہ لکھتے ہیں کہ جب حضرت علی علیہ السلام مکہ سے ''فواطم'' فاطمہ بنت اسد، فاطمہ بنت رسولؐ خدا اور فاطمہ بنت زبیر کو لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں مشرکین مکہ سے آپؑ کی مڈبھیڑ ہوئی۔ آپؑ ان

نالب آئے۔ پھر آپؑ بی بیوں کو ساتھ لے کر مقام ضجنان پر تشریف لائے اور آپؑ نے وہاں ایک شب و روز قیام کیا اور مکے کے کچھ دوسرے کمزور بھی نکل کر آپؑ کے ساتھ آ کر مل گئے۔ ان میں اُم ایمن بھی شامل تھیں۔

مہاجرین کا یہ قافلہ ساری رات یادِ خدا میں مصروف رہا، کبھی کھڑے ہو کر خدا کو یاد کرتے تھے اور کبھی بیٹھ کر ذکرِ خدا کرتے تھے اور کبھی لیٹ کر ذکرِ الٰہی ادا کرتے رہے۔ اور جب صبح نمودار ہوئی تو انھوں نے نمازِ فجر ادا کی۔ پھر حضرت علیؑ اس قافلہ کو لے کر چل پڑے اور راستے میں جہاں بھی قیام کرتے تو ذکر الٰہی میں رات بسر ہو جاتی اور اس شان سے سفر طے کر کے یہ قافلہ مدینہ پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے اپنے حبیبؐ کو ان کے معمولات سے آگاہ کیا اور یہ آیات نازل فرمائیں:

الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ ...... وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

۴۸۲- عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام کا یہ فرمان منقول ہے:

”جب میں اپنے جسم کو دیکھتا ہوں تو وہ ہر لحاظ سے مکمل دکھائی دیتا ہے۔ اس میں کوئی کمی اور بیشی دکھائی نہیں دیتی اور اس میں قوتِ مدافعت بھی موجود ہے اور منفعت جذب کرنے کی بھی اس میں صلاحیت موجود ہے۔ لہٰذا اس عمارتِ جسم کو دیکھ کر مجھے معلوم ہو گیا کہ اس عمارت کا کوئی نہ کوئی معمار بھی ہے۔ اسی لیے میں نے اس کا اقرار کیا۔ علاوہ ازیں جب میں نے افلاک کی گردش اور بادلوں کے چلنے اور ہواؤں کی آمد و رفت اور سورج چاند اور ستاروں کی گردش اور دوسری عجیب و غریب نشانیاں دیکھیں تو مجھے یقین ہو گیا کہ اس نظام کو چلانے والا موجود ہے۔

۴۸۳- نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام کا یہ قول مرقوم ہے، آپؑ نے فرمایا:

ایها الناس سلونی قبل ان تفقدونی فلانا بطرق السمآء اعلم منی بطرق الارض –

”لوگو! مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ تم مجھے نہ پاؤ میں زمین کے راستوں سے آسمان کے راستوں کو بہتر جانتا ہوں“۔

۴۸۴- تفسیر عیاشی میں یونس بن ظبیان سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ (ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہوگا) کی تاویل دریافت کی تو آپؑ نے فرمایا: ان کے لیے امام نہیں ہوں گے جو انھیں راہِ راست کی ہدایت کریں۔

ہم نے منادی کی ندائے ایمان کو سنا

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا

''پروردگار! ہم نے ایک منادی کی ندا سنی جو ایمان کے لیے ندا دے رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ، ہم ایمان لائے''۔

ہر نبی و رسول ایمان کا منادی ہوتا ہے اور وہ لوگوں کو ایمان کی دعوت دیتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی اسی دعا کو نقل کیا ہے۔ جب کہ بعض اعلیٰ وارفع ہستیاں ایسی بھی ہیں جنھیں براہِ راست خدا کی طرف سے دعوت اسلام دی گئی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اللہ نے فرمایا:

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (البقرہ: ۱۳۱) ''جب انھیں ان کے پروردگار نے کہا کہ سراپا تسلیم ہو جاؤ تو اس نے کہا میں رب العالمین کے لیے سراپا تسلیم ہوں''۔

۴۸۵- تفسیر عیاشی میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''امیر المومنین نے بچپن میں آسمانی ندا سنی تھی کہ تم رسول پر ایمان لاؤ۔ چنانچہ انھوں نے اس ندا پر لبیک کہی تھی۔

۴۸۶- تہذیب الاحکام میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''روزِ غدیر دو رکعت نماز ادا کرو اور اس کے بعد دعا میں یہ دو آیات پڑھو: رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا ...... اِنَّكَ تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝

پھر دعا میں یہ کہو:

''پروردگار! ہم نے ندا سنی اور ندا دینے والے رسولؐ خدا کی ہم نے تصدیق کی۔ انھوں نے تیرے فرمان کی تبلیغ کی اور اپنا نائب مقرر کیا''۔

۴۸۷- عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے۔ انھوں نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے رسولؐ خدا سے نقل کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: میں نے یہ بات جبریل سے سنی۔ جبریلؑ نے میکائیلؑ سے سنی، میکائیل نے اسرافیل سے سنی۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے سنی۔ اللہ نے فرمایا:

''میں اللہ ہوں۔ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ میں نے اپنی قدرت سے مخلوق کو پیدا کیا اور میں نے ان میں سے اپنے انبیاء کا انتخاب کیا اور پھر بزمِ انبیاء میں سے محمدؐ کو اپنا حبیب اور خلیل اور صفی منتخب کیا اور اسے اپنی مخلوق کی طرف

رسول بنا کر روانہ کیا۔ میں نے اپنے حبیب کے لیے علیؑ کا انتخاب کیا اور میں نے اسے اپنے حبیب کا بھائی، وصی، وزیر بنایا اور ان کا خلیفہ نامزد کیا۔ چنانچہ محمدؐ اور علیؑ آسمان و زمین کی مخلوقات پر میری حجت ہیں۔ میں محمدؐ کی نبوت اور علیؑ کی ولایت کے اقرار کے بغیر کسی کا عمل قبول نہیں کروں گا۔

جنھوں نے ہجرت کی اور گھروں سے نکالے گئے

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

''جن لوگوں نے ہجرت کی اور انھیں گھر سے نکالا گیا اور جنھیں میری راہ میں اذیتیں دی گئیں اور میرے لیے لڑے اور مارے گئے۔ میں ان کے قصور معاف کردوں گا۔ یہ اللہ کے ہاں ان کی جزا ہے اور اللہ کے پاس بہترین جزا ہے''۔

۴۸۸۔ خدا کا یہ وعدہ تمام مخلص مہاجرین و مجاہدین و شہداء کے لیے ہے اور اس میں حضرت امیرالمومنین اور سلمانؓ و ابوذرؓ اور عمارؓ سرفہرست ہیں۔

۴۸۹۔ تفسیر عیاشی میں اصبغ بن نباتہ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ...... وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ کی آیت پڑھ کر حضرت علیؑ سے فرمایا: ''ثواب'' تم ہو اور تیرے انصار ''ابرار'' ہیں۔

۴۹۰۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''موت مومن کے لیے بہتر چیز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ''جو کچھ خدا کے پاس ہے وہ نیکوکاروں کے لیے بہتر ہے''۔

صبر کرو اور پامردی کا مظاہرہ کرو

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾

''ایمان والو! صبر سے کام لو اور پامردی کا مظاہرہ کرو اور حق کی خدمت کے لیے کمربستہ رہو اور

اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم فلاح پا سکو"۔

۴۹۱- امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

"اصْبِرُوْا" کا مفہوم یہ ہے کہ معاصی سے صبر کرو اور "وَصَابِرُوْا" سے یہ مراد ہے کہ پامردی سے فرائض پر قائم رہو۔ "وَاتَّقُوا اللّٰہَ" خدا سے ڈرتے رہو کا یہ مفہوم ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو بجالاؤ۔ اور نہی عن المنکر بجالاتے وقت یہ بھی خیال رکھو کہ اُمت نے ہم پر جو ظلم روا رکھے ہیں اور ہمیں قتل کیا ہے یہ بھی بدترین "منکر" ہے۔

"وَرَابِطُوْا" راہِ حق کے لیے کمربستہ رہو۔ خدا کا راستہ ہم ہیں۔ ہم خدا سے رابطہ کا قریبی ذریعہ ہیں جس نے ہم سے منہ موڑا تو اس نے نبی اکرم سے منہ موڑا اور اس نے خدا کے احکام سے روگردانی کی۔ "لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ" اگر تم نے ان ہدایات پر عمل کیا تو جنت جانے کے قابل بن جاؤ گے۔ اسی مفہوم کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان الفاظ سے بیان کیا: وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۳۳﴾ (حم السجدہ:۳۳) "اس سے بہتر اور کس کا قول ہو سکتا ہے جو خدا کی دعوت دے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہوں"۔

اگر یہ آیت موذن افراد کے لیے ہوتی جیسا کہ عامہ مفسرین نے بیان کیا ہے تو پھر قدریہ اور تمام اہلِ بدعت بھی ناجی قرار پاتے۔

۴۹۲- یعقوب سراج کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: کیا زمین آپ کے کسی ایسے عالم کے بغیر جس کی طرف لوگ رجوع کریں، بھی قائم ہو سکتی ہے؟

آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

ابو یوسف! اس صورت میں تو خدا کی عبادت ہی ختم ہو جائے گی۔ زمین کی بقا کے لیے ہمارے ایک عالم کا ہونا ضروری ہے جس سے حلال و حرام کے لیے رجوع کیا جا سکے۔ اور اس چیز کو کتابِ خدا میں واضح کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا۔ مقصد یہ ہے کہ دین پر صبر کرو اور مخالفین کے سامنے پامردی کا مظاہرہ کرو اور اپنے امام سے مربوط رہو۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾ "اللہ سے ڈرتے رہو"۔ مقصد یہ ہے کہ خدا کے اوامر و فرائض کی پابندی اختیار کر کے تقویٰ کا عملی ثبوت فراہم کرو۔

۴۹۳- ایک اور روایت میں امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"اصْبِرُوْا" یعنی ہماری محبّت کی وجہ سے تمھیں جو ناگوار باتیں سننا پڑیں ان پر صبر کرو۔ "وَصَابِرُوْا" اپنے امام

کے ساتھ شامل ہو کر دشمنوں کے مقابلہ میں پامردی کا مظاہرہ کرو۔ ''وَ رَابِطُوْا'' اپنے امام سے ارتباط قائم رکھو۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۝۲۰۰ؑ ''اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ فلاح پا سکو''۔

۴۹۴- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''اِصْبِرُوْا'' یعنی خدا کی نافرمانی ترک کر کے صبر کا مظاہرہ کرو۔ ''وَصَابِرُوْا'' تقیہ سے کام لو۔ ''وَ رَابِطُوْا'' اپنے ائمہ سے رابطہ میں رہو۔

۴۹۵- تفسیر علی بن ابراہیم میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: اِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا کا مفہوم یہ ہے۔ مصائب پر صبر کرو اور فرائض پر پامردی سے قائم رہو اور ائمہ سے مربوط رہو۔

۴۹۶- امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن ایک منادی ندا دے کر کہے گا: ''صابر کہاں ہیں؟ یہ اعلان سن کر کئی گروہ کھڑے ہوں گے''۔

کچھ دیر بعد منادی ندا کر کے کہے گا۔ ''متبصر'' کہاں ہیں؟ یہ اعلان سن کر کئی گروہ کھڑے ہوں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے پوچھا کہ صابر سے کون لوگ مراد ہیں اور ''متبصر'' سے کون لوگ مراد ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: صابر وہ ہیں جنھوں نے واجبات ادا کیے اور ''متبصر'' وہ ہیں جنھوں نے حرام سے پرہیز کیا۔

۴۹۷- امام زین العابدین علیہ السلام کے سامنے ایک شخص نے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۣ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۝۲۰۰ؑ کی آیت پڑھی تو آپؑ نے فرمایا:

''ہماری نسل میں سے ''مرابط'' جنم لے گا اور عبداللہ بن عباس کی نسل سے بھی ''مرابط'' جنم لے گا''۔

۴۹۸- اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس کے ضمن میں آپؑ نے فرمایا:

''جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور ہمارے شیعوں کو پیدا کیا تو اس نے انھیں حکم دیا کہ وہ صبر کریں اور پامردی کا مظاہرہ کریں اور خدمتِ حق کے لیے کمربستہ رہیں اور خدا سے ڈرتے رہیں۔

۴۹۹- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۣ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۝۲۰۰ؑ کا مقصود یہ ہے کہ فرائض پر صبر کرو۔

۵۰۰- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''صَبِرُوْا'' فرائض پر صبر کرو۔ ''وَصَابِرُوْا'' مصائب کا پامردی سے مقابلہ کرو۔ ''وَرَابِطُوْا'' ائمہ سے مربوط رہو۔

۵۰۱- یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا کے متعلّق امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''مصائب پر صبر کرو''۔

۵۰۲- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ''مصائب پر صبر کرو''۔

۵۰۳- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ''رَابِطُوْا'' کے مفہوم کے متعلّق مختلف اقوال منقول ہیں۔ اس کا ایک معنی یہ بیان کیا گیا کہ ''نمازوں سے مربوط رہو'' یعنی ہر نماز کے وقت کا انتظار کرو۔ حضرت علیؑ سے یہ قول منقول ہے۔

۵۰۴- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: مصائب پر صبر کرو۔ دشمنوں کے مقابلہ پر پامردی کا مظاہرہ کرو اور دشمن کے مقابلہ کے لیے تیار رہو۔

۵۰۵- کتاب معانی الاخبار میں مرقوم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبریل امینؑ سے کہا کہ صبر کا کیا مفہوم ہے؟

حضرت جبریلؑ نے کہا کہ انسان جس طرح فراخی کے دنوں میں رہتا ہے تنگی کے دنوں میں بھی اسی طرح صبر کرے۔ غربت و بیماری میں صبر کا مظاہرہ کرے اور مخلوق کے پاس خالق کی شکایت نہ کرے۔

۵۰۷- ابو بصیر کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا کا مفہوم دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: مصائب پر صبر کرو اور تقیہ پر پامردی سے قائم رہو اور اپنے رہبروں سے رابطہ قائم رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

۵۰۸- عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''جب تم میں سے کسی کو کوئی حاجت درپیش ہو تو وہ جمعرات کے دن صبح سویرے روانہ ہو اور گھر سے نکلتے وقت سورہ آل عمران کی آخری آیات، آیت الکرسی، سورہ قدر اور سورہ فاتحہ پڑھے۔ خدا نے چاہا تو دنیا و آخرت کی حاجات پوری ہوں گی''۔

○○○

سُوْرَةُ النِّسَآءِ مَدَنِيَة وهی مائة وست وسبعون اية واربع وعشرون ركوعا

''سورہ نساء مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی ۱۷۶ آیات ہیں اور چوبیس رکوع ہیں''

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ
وَّخَلَقَ مِنۡہَا زَوۡجَہَا وَبَثَّ مِنۡہُمَا رِجَالًا کَثِیۡرًا وَّنِسَآءً ۚ
وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِہٖ وَالۡاَرۡحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ
عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا ① وَاٰتُوا الۡیَتٰمٰۤی اَمۡوَالَہُمۡ وَلَا تَتَبَدَّلُوا
الۡخَبِیۡثَ بِالطَّیِّبِ ۪ وَلَا تَاۡکُلُوۡۤا اَمۡوَالَہُمۡ اِلٰۤی اَمۡوَالِکُمۡ ؕ اِنَّہٗ
کَانَ حُوۡبًا کَبِیۡرًا ②

سہارا اللہ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

”لوگو! اپنے اس پروردگار سے ڈرتے رہو جس نے تمھیں ایک نفس سے پیدا کیا اور اس کا جوڑا بھی اسی کی جنس سے پیدا کیا اور ان دونوں سے بکثرت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے ہیں۔ اس خدا سے ڈرتے رہو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ و تعلقات کو بگاڑنے سے ڈرتے رہو۔ یقیناً اللہ تمھارا نگہبان ہے۔ یتیموں کو ان کا مال دے دو اور ان کے اچھے مال کو اپنے بُرے مال سے مت بدلو اور ان کے مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر مت کھاؤ۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے“۔

۱۔ کتاب ثواب الاعمال میں امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

’’جو شخص ہر جمعہ کے دن سورہ نساء پڑھے گا وہ فشارِ قبر سے محفوظ رہے گا‘‘۔

۲- مصباح کفعمی میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے، آپؑ نے فرمایا:

’’جو سورۂ نساء پڑھے تو گویا اس نے ہر میراث حاصل کرنے پر صدقہ کیا ہے اور خدا اسے اس شخص جیسا اجر دے گا جس نے کوئی غلام خرید کر آزاد کیا ہو اور سورۂ نساء پڑھنے والا شخص شرک سے محفوظ رہے گا اور وہ ان لوگوں میں سے قرار پائے گا جن کی خدا مغفرت کرے گا‘‘۔

۳- کتاب علل الشرائع میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

حضرت حواؑ کو حوا اس لیے کہا گیا کیونکہ وہ ’’حی‘‘ (زندہ) شخص سے پیدا ہوئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا ’’خدا نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا‘‘۔

۴- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

’’عورت کو عربی زبان میں ’’مَرْأَةٌ‘‘ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ’’مَرْءٌ‘‘ یعنی مرد سے پیدا ہوئی تھی یعنی حواؑ آدمؑ سے پیدا ہوئیں۔

۵- تفسیر عیاشی میں ابو المقدام سے مروی ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت حواؑ کو کس چیز سے پیدا کیا؟

آپؑ نے فرمایا: یہ لوگ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

میں نے کہا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا نے انھیں آدم علیہ السلام کی پسلیوں سے پیدا کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: انھوں نے جھوٹ کہا۔ کیا خدا پسلی کے علاوہ انھیں بنانے سے عاجز تھا؟

میں نے کہا: فرزندِ رسولؐ آپ ہی بتائیں اللہ تعالیٰ نے انھیں کس چیز سے پیدا کیا؟

آپؑ نے فرمایا: مجھ سے میرے والد نے بیان کیا۔ انھوں نے اپنے آبائے طاہرین کی وساطت سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مٹی کی ایک مٹھی اٹھائی اور اسے اپنے ہاتھ سے خمیر کیا۔ خدا کے دونوں ہاتھ ہی دائیں ہیں۔ اس سے آدمؑ کو پیدا کیا اور اس سے بچی ہوئی مٹی سے حواؑ کو پیدا کیا‘‘۔

(نوٹ: علامہ مجلسی نے بحار الانوار کی جلد پنجم میں اس حدیث کے مفہوم پر طویل بحث کی ہے۔ شائقین بحار الانوار جلد ۵، صفحہ ۲۸ اور جلد ۱۱، صفحہ ۱۰۶، طبع تہران کی طرف رجوع فرمائیں)

۶- کتاب علل الشرائع میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ''نسآء'' (عورتوں) کو ''نساء'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کے انس کا مرکز ان کی بیوی حوا تھی۔

نسلِ آدم کیسے چلی؟

۷- زرارہ بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا: نسلِ آدمؑ کیسے چلی؟

سائل نے امام علیہ السلام سے کہا کہ ہمارے پاس ایسے لوگ رہتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو وحی کی تھی کہ وہ اپنی بیٹیوں کا نکاح اپنے بیٹوں سے کریں اور تمام نوع انسان بھائیوں اور بہنوں کے ملاپ سے پیدا ہوئی ہے۔

یہ سن کر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کی شان اس سے کہیں بلند و بالا ہے کہ وہ اپنے اولیاء، اصفیاء، انبیاء، رسل، مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات کو حرام ملاپ سے پیدا کرے اور کیا خدا کو یہ قدرت نہیں تھی کہ وہ کسی حلال طریقہ سے نسلِ انسانی کو جاری کرتا؟ جب کہ اللہ نے اپنی تمام مخلوق کو تو حلال رشتے اپنانے کا حکم دیا ہے۔

خدا کی قسم! مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ ایک سانڈ کو اس کی بہن پر چھوڑا گیا جب وہ جفتی سے فارغ ہوا تو اسے معلوم ہوا کہ مادہ اس کی بہن تھی تو اس نے اپنے آلہ تناسل کو نکال کر اپنے دانتوں سے زور سے کھینچ کر پھینک دیا جس کی وجہ سے وہ فوراً مر گیا۔

زرارہ کہتے ہیں کہ امام علیہ السلام سے اس وقت کسی نے کہا کہ یہ فرمائیں حضرت حوا کی تخلیق کیسے ہوئی کیونکہ ہمارے پاس ایسے لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے حضرت حواؑ کو حضرت آدم کی بائیں پسلی سے پیدا کیا تھا۔

یہ سن کر آپؑ نے فرمایا: خدا اس سے کہیں بلند و برتر ہے اور وہ عاجز نہیں ہے کہ وہ آدم کی زوجہ کو اس کی پسلی سے پیدا کرے اور یوں اعتراض کرنے والوں کو خواہ مخواہ اعتراض کا موقع فراہم کرے۔ اور کوئی یہ کہے کہ آدم نے اپنے ہی ایک حصہ سے نکاح کیا تھا۔ ایسا کہنے والوں سے خدا سمجھے۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر ان میں روح پھونکی اور ملائکہ سے ان کا سجدہ کرایا۔ اس کے بعد آدم پر نیند طاری کی اور دوسرا انسان پیدا کیا اور اسے

پیدا کرکے آدم کے رانوں کے قریب لٹایا اور خدا نے یہ اس لیے کیا تا کہ عورت مرد کے تابع رہے۔ حوا حرکت کرنے لگیں۔ ان کی حرکت کی وجہ سے آدم کی آنکھ کھل گئی اور آپ نے بیدار ہو کر اپنی جنس کا جوڑا دیکھا تو آپ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ ان کی ہم شکل تھی مگر صنف کا فرق تھا۔ حضرت آدم نے اس سے گفتگو کی تو اس نے ان کی زبان میں جواب دیا۔

حضرت آدمؑ نے اس سے کہا کہ تو کون ہے؟

اس نے کہا: میں بھی خدا کی مخلوق ہوں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔

حضرت آدم نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا:

''خدایا! یہ حسین مخلوق کون ہے اس کا قرب مجھے اچھا لگتا ہے اور میری نگاہیں اسے دیکھ کر تھکتی نہیں؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یہ میری کنیز حوا ہے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ یہ تمھارے ساتھ رہے اور تم سے انس و محبت کرے اور تم سے باتیں کرے اور تیرے احکام کی فرماں برداری کرے؟''

آدم علیہ السلام نے عرض کیا: ''کیوں نہیں، پروردگار! اس نعمت کے حصول پر میں پوری زندگی تیرا شکر اور تیری حمد بجالاؤں گا''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پھر تم مجھ سے اس کا رشتہ طلب کرو۔ یہ میری کنیز ہے اور تمھاری شہوانی ضروریات کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ پھر اللہ نے آدم میں جنسی شہوت پیدا کی''۔

آدم علیہ السلام نے عرض کیا: ''خدایا! میں تجھ سے اس کا رشتہ طلب کرتا ہوں، تیری رضا کیا ہے؟''

اللہ نے فرمایا: ''تمھیں اس کا حق مہر ادا کرنا ہوگا اور اس کا حق مہر یہ ہے کہ تم اسے میرے دین کے اصول و قواعد کی تعلیم دو گے''۔

آدم علیہ السلام نے عرض کیا: ''خدایا! مجھے یہ حق مہر منظور ہے''۔

خدا نے فرمایا: ''میں نے اسے تیری زوجیت میں دے دیا ہے''۔

جب حوا، آدم کی بیوی بن چکیں تو آدم نے ان سے کہا کہ میرے پاس آؤ۔

بی بی نے کہا: نہیں، تم میرے پاس آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو حکم دیا کہ تم اس کے پاس جاؤ۔ چنانچہ آدم اٹھ کر اس کے پاس گئے۔

اگر ایسا نہ ہوتا تو عورتیں مردوں کے پاس جاتیں اور ان سے نکاح کی درخواست کرتیں۔ یہ ہے حوا صلوات اللہ علیہا

کا واقعہ۔

۸- کتاب علل الشرائع کی دوسری روایت میں مذکورہ روایت کے بعد یہ اضافہ ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے بھائی بہنوں کا آپس میں نکاح کیا تھا۔ وہ لوگ مجوسیوں کو تقویت پہنچا رہے ہیں کیونکہ مجوسی مذہب میں بہنوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ پہلے پہل آدمؑ کو دو بیٹے ہابیل اور قابیل پیدا ہوئے اور قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔ ہابیل کی موت نے حضرت آدمؑ پر اتنا اثر کیا کہ آپؑ نے پانچ سو سال تک بیوی سے مقاربت نہ کی اور جب آپ کا غم کچھ ہلکا ہوا تو آپ نے بیوی سے مقاربت کی جس سے حضرت حوا حاملہ ہوئیں اور حضرت شیث پیدا ہوئے۔ ان کی ولادت کے کچھ عرصہ بعد حضرت حوا کے ہاں ''یافث'' پیدا ہوا۔ اور جب آدم کے دونوں بیٹے جوان ہوئے تو آپ نے خدا سے ان کی شادی کی درخواست کی۔ چنانچہ اس دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے جمعرات کے دن عصر کے بعد جنت سے ایک حور نازل کی جس کا نام ''نزلہ'' تھا اور خدا نے حکم دیا کہ وہ اس سے شیث کا نکاح کریں۔ چنانچہ آدم نے شیث کا اس سے نکاح کیا اور اس ہی دن عصر کے بعد جنت سے دوسری حور نازل ہوئی جس کا نام ''منزلہ'' تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اس سے یافث کا نکاح کریں۔

اس کے بعد شیث کو بیٹا ہوا اور یافث کے ہاں بیٹی ہوئی اور جب شیث و یافث کی اولاد جوان ہوئی تو اللہ نے آدم علیہ السلام کو وحی کی کہ وہ ان دونوں کی آپس میں شادی کر دیں اور اس طرح نسلِ انسان دنیا میں چلی اور پھلی پھولی۔

۹- حمیری قرب الاسناد میں لکھتے ہیں کہ محمد بن ابی نصر کا بیان ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ آدم علیہ السلام کی نسل دنیا میں کیسے چلی؟

آپؑ نے فرمایا: حضرت حوا نے ہابیل کے ساتھ ان کی ایک بہن کو جنم دیا اور دوسری بار قابیل کے ساتھ اس کی ایک بہن کو جنم دیا۔ ہابیل نے قابیل کی بہن سے نکاح کیا اور قابیل نے ہابیل کی بہن سے نکاح کیا۔ اس کے بعد بھائی بہن کا نکاح خدا نے حرام کر دیا۔

۱۰- کتاب علل الشرائع میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کے ایک بیٹے کے لیے جنت کی حور نازل ہوئی۔ آپ نے اس سے اپنے ایک بیٹے کا نکاح کیا اور دوسرے بیٹے کی شادی کے لیے اللہ نے ایک جنّتی عورت کو بھیجا۔ آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کا نکاح جنّتی عورت سے کیا۔ پھر دونوں سے اولادیں پیدا ہوئیں۔ جنھیں

لوگوں میں جو خوبصورتی اور خوش اخلاقی دکھائی دیتی ہے وہ لوگوں میں حور سے منتقل ہوئی ہے اور جو بد خلقی دکھائی دیتی ہے وہ جنی عورت سے منتقل ہوئی ہے۔

۱۱- تفسیر عیاشی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''حضرت آدم کو خدا نے چار بیٹے عطا کیے تھے اور ان کے نکاح کے لیے خدا نے جنت سے چار حوریں نازل کیں۔ آدم کے بیٹوں کا ان سے نکاح ہوا۔ ان سے اولاد پیدا ہوئی۔ اس کے بعد اللہ نے ان حوروں کو جنت میں واپس بلا لیا۔ پھر آدم کے بیٹوں کے لیے چار جنّی عورتوں کو شکل انسانی دے کر بھیجا گیا اور ان سے آدم کی اولاد کا نکاح ہوا۔ ان جنّی عورتوں سے بھی نسل جاری ہوئی۔ پھر ایک دوسرے سے رشتے ہونے لگے اور یوں نسلِ انسانی کا آغاز ہوا۔ انسانوں میں جو حلم دکھائی دیتا ہے اس کا سرچشمہ آدم ہیں۔ نسلِ انسانی کا جمال حوریں سے آیا اور نسلِ انسانی میں جو بدصورتی اور بداخلاقی دکھائی دیتی ہے وہ جنات سے منتقل ہوئی ہے۔

۱۲- ابوبکر حضرمی بیان کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

''لوگ اولادِ آدم کی شادی کے متعلّق کیا بیان کرتے ہیں؟''

میں نے عرض کیا کہ لوگ تو یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حوا کو بیٹا اور بیٹی پیدا ہوتے تھے اور اس طرح سے انھیں کئی بچے پیدا ہوئے۔ آدم علیہ السلام نے پھر ان بھائی بہنوں کا آپس میں نکاح کر دیا تھا۔ البتہ اس میں انھوں نے یہ احتیاط برتی تھی کہ جڑواں بھائی کا عقد اس کی جڑواں بہن سے نہیں کیا تھا بلکہ دوسری لڑکی سے کیا تھا۔ اور یوں نسلِ انسانی جاری ہوئی۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر مجوسی سچّے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آدم کو شیث ہبۃ اللہ بیٹا عطا کیا۔ جب وہ جوان ہوا تو حضرت آدم نے خدا سے عرض کیا کہ پروردگار! میرا بیٹا جوان ہو چکا ہے اب میں اس کی شادی کس سے کروں؟

اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت سے حور بھیجی جس سے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ حضرت آدم کو ایک اور بیٹا پیدا ہوا۔ جب وہ جوان ہوا تو حضرت آدم نے اللہ تعالیٰ سے اس کی شادی کی درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایک جنّی عورت کو انسانی شکل و اوصاف دے کر بھیجا۔ آدم نے بیٹے کا اس سے نکاح پڑھا۔ اس سے چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ ان بیٹیوں کے نکاح شیث کے چار بیٹوں سے ہوئے اور یوں نسلِ انسانی جاری ہوئی۔ انسانوں میں جو خوبصورتی نظر آتی ہے وہ

حور سے ملی ہے اور انسانی حلم حضرت آدم سے بطور میراث ملا ہے اور انسانوں میں جو بُغض و کینہ پایا جاتا ہے وہ جنات سے ملا ہے۔

۱۳- کتاب علل الشرائع میں مرقوم ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ حضرت آدم، حوا سے پیدا ہوئے تھے یا حوا، آدم سے پیدا ہوئی تھیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: نہیں، حوا آدم سے پیدا ہوئی تھیں۔ اگر آدم حوا سے پیدا ہوتے تو طلاق کا اختیار عورتوں کے ہاتھوں میں ہوتا اور مرد طلاق دینے کے قابل نہ ہوتے۔

سائل نے کہا: یہ بتائیں کہ حوا، آدم کے سارے وجود سے پیدا ہوئی یا اس کے بعض حصّہ سے پیدا ہوئی تھی؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: بعض حصّہ سے پیدا ہوئی۔ اگر عورت آدم کے کل حصّہ سے پیدا ہوتی تو عورتوں سے بھی مردوں کی طرح قصاص لیا جاتا۔

سائل نے کہا: یارسولؐ اللہ! یہ فرمائیں کہ وہ آدم کے ظاہری حصّہ سے پیدا ہوئی یا باطنی حصّہ سے پیدا ہوئی تھی؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: وہ باطنی حصّہ سے پیدا ہوئی تھی۔ اگر عورت کی تخلیق ظاہری حصّہ سے ہوتی تو ان کے لیے پردہ ضروری نہ ہوتا۔ مردوں کی طرح سے وہ بھی پردہ کے بغیر ہوتیں۔

سائل نے کہا: یارسولؐ اللہ! یہ فرمائیں حوا آدم کے دائیں حصّہ سے پیدا ہوئی یا بائیں حصّہ سے پیدا ہوئیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: وہ بائیں حصّہ سے پیدا ہوئی۔ اگر عورت دائیں حصّہ سے پیدا کی جاتی تو میراث میں اس کا حصّہ مردوں کے برابر ہوتا۔ عورت چونکہ بائیں حصّہ سے پیدا ہوئی ہے اسی لیے میراث میں اس کا ایک حصّہ ایک تہائی اور مرد کا دو تہائی ہے۔ اور دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے۔

سائل نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! وہ کس چیز سے پیدا ہوئی؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: حضرت آدم کی بائیں پسلی کی بچی ہوئی مٹی سے پیدا ہوئی۔

سائل نے کہا: محمدؐ! آپ نے بالکل درست فرمایا۔

۱۴- حضرت علی علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا کہ آپؐ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور اس کی بچی ہوئی مٹی سے حوا کو پیدا کیا''۔

۱۵- الکافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی اور پانی سے پیدا کیا اسی لیے آدم کے بیٹوں کو مٹی اور پانی سے پیار ہے اور حوا کو آدم سے پیدا کیا۔ اسی لیے حوا زادیوں کو مردوں کا اشتیاق رہتا ہے۔ لہٰذا انھیں گھروں میں پابند رکھو۔

۱۶- امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

''مردوں کو زمین سے پیدا کیا گیا اسی لیے انھیں زمین کا اشتیاق رہتا ہے اور عورت کو مردوں سے پیدا کیا اسی لیے اسے مردوں کا اشتیاق رہتا ہے لہٰذا اے گروہ مردم! اپنی عورتوں کی خصوصی نگہبانی کرو۔

۱۷- اہلِ جبل کے ایک شخص نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجوسی مذہب کے لوگ اپنی سگی بہنوں سے نکاح کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں اگر بہن سے نکاح حرام ہوتا تو آدم کے بیٹوں کا نکاح بہنوں سے کیوں ہوتا؟

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: مجوسی تمھارے سامنے یہ دلیل پیش نہیں کر سکتے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب آدم کا فرزند ہبۃ اللہ جوان ہوا تو حضرت آدم نے خدا سے درخواست کی کہ خدایا! میرے بیٹے کی شادی کا انتظام فرما۔

اللہ تعالیٰ نے شیث ہبۃ اللہ کے لیے جنت سے حور بھیجی جس سے ان کا نکاح ہوا اور اس سے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ جب آدم کے چاروں پوتے جوان ہوئے تو انھوں نے خدا سے درخواست کی کہ پروردگار! میرے پوتوں کی شادی کا انتظام فرما۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمھارے قریب ایک مسلمان جن رہتا ہے۔ اس کی چار بیٹیاں ہیں۔ تم اس سے اپنے پوتوں کے لیے رشتہ طلب کرو۔

آدم علیہ السلام نے جن سے اس کی بیٹیوں کا رشتہ طلب کیا۔ اس نے اپنی بیٹیاں آدم کے بیٹوں سے بیاہ دیں۔ ان سے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں اور پھر ان کے آپس میں رشتے ہوئے اور یوں انسانی نسل جاری ہوئی۔ انسانوں میں جو حلم و جمال دکھائی دیتا ہے وہ حور اور نبوت کی وجہ سے ہے اور جو حماقت اور سختی نظر آتی ہے وہ جنات سے منتقل ہوئی ہے۔

۱۸- تفسیر عیاشی میں ایک طویل حدیث کے ضمن میں سلیمان بن خالد سے منقول ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ نسلِ آدم کیسے چلی۔ کیا حوا کے علاوہ کوئی اور عورت تھی اور کیا آدم کے علاوہ کوئی دوسرا مرد تھا؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا کے شکم سے قابیل پیدا کیا۔ اس کے بعد خدا نے انھیں ہابیل عطا کیا۔ جب قابیل جوان ہوا تو اللہ نے اس کے لیے ایک جنّی عورت کو انسانی شکل وصورت میں متشکل کر کے روانہ کیا اور اللہ نے

آدم کو وحی فرمائی کہ اس سے قابیل کی شادی کر دیں۔ آدم نے اللہ کے فرمان پر عمل کیا اور قابیل بھی راضی ہو گیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد ہابیل جوان ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایک حور کو نازل کیا اور حضرت آدم نے حکم الٰہی کے تحت ہابیل کا اس سے نکاح کیا۔ قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔ اس وقت اس کی بیوی حاملہ تھی۔ اس حور کے بطن سے خدا نے ایک لڑکا پیدا کیا جس کا نام حضرت آدم نے ہبۃ اللہ رکھا۔

اللہ تعالیٰ نے آدم کو وحی کی کہ وہ وصیت اور اسم اعظم ہبۃ اللہ کو تعلیم کریں۔ اس کے بعد خدا نے حوا کو ایک بیٹا عطا کیا جس کا نام حضرت آدم نے شیث رکھا۔ جب شیث جوان ہوا تو اللہ نے اس کے لیے آسمان سے ایک حور کو بھیجا اور حضرت آدم کو وحی کی کہ وہ شیث کا نکاح اس حور سے کریں۔ حضرت آدم نے شیث کا نکاح حور سے کیا۔ اس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام آدم نے ”حورہ“ رکھا۔ پھر جب حورہ جوان ہوئی تو آدم علیہ السلام نے اس کا نکاح ہبۃ اللہ بن ہابیل سے کیا اور یوں نسلِ آدم جاری ہوئی۔

۱۹- احتجاج طبرسی میں ابوحمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ میں نے امامؑ زین العابدین علیہ السلام سے سنا‘ آپ ایک قرشی سے فرما رہے تھے:

”جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی تو اس کے بعد انھوں نے حوا سے مقاربت کی۔ اس سے قبل انھوں نے کبھی اپنی بیوی سے مقاربت نہیں کی تھی۔ حضرت آدم بیت اللہ کی تعظیم کرتے تھے اور اس کے گردوپیش کے علاقہ کا بھی احترام کرتے تھے۔ اس کے بعد جب کبھی وہ اپنی بیوی سے مقاربت کا ارادہ کرتے تو حدودِ حرم سے باہر نکل کر ”مقام حِل“ میں آ کر مقاربت کرتے تھے۔ میاں بیوی غسل جنابت کر کے سرزمینِ حرم میں قدم رکھتے تھے اور بیت اللہ کے صحن میں آ کر بیٹھتے تھے۔ حضرت حوا کو بیس بیٹے اور بیس بیٹیاں پیدا ہوئیں اور ہر حمل میں انھیں جڑواں بیٹا اور بیٹی پیدا ہوتی تھی۔ حضرت حوا کو سب سے پہلے ہابیل اور اس کی جڑواں بہن ”اقلیما“ پیدا ہوئی۔ دوسری بار قابیل اور اس کی جڑواں بہن ”لوزا“ پیدا ہوئی۔ لوزا آدم کی تمام بیٹیوں سے زیادہ حسین تھی۔

جب اولادِ آدم جوان ہوئی تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ وہ کہیں بگڑ نہ جائیں۔ چنانچہ آپ نے انھیں جمع کیا اور آپ نے فرمایا:

ہابیل! میں تیرا نکاح لوزا سے کرنا چاہتا ہوں اور قابیل سے کہا کہ میں تیرا نکاح اقلیما سے کرنا چاہتا ہوں۔

قابیل نے کہا: مجھے یہ نکاح نامنظور ہے۔ آپ میرا نکاح ہابیل کی بدصورت بہن سے کر رہے ہیں اور ہابیل کا نکاح

میری خوبصورت بہن سے کر رہے ہیں!!

حضرت آدم نے کہا: میں تمھارے لیے قرعہ ڈالتا ہوں اگر تیرا قرعہ لوزا پر نکلا تو تیرا نکاح لوزا سے کر دوں گا اور اگر اقلیما کے لیے نکلا تو تمھیں اقلیما سے نکاح کرنا ہوگا۔

آدم کے دونوں بیٹوں نے کہا: ہمیں منظور ہے۔ اب جو قرعہ ڈالا تو ہابیل کا قرعہ قابیل کی بہن پر اور قابیل کا قرعہ ہابیل کی بہن اقلیما پر نکلا۔ حضرت آدم نے ان کی قرعہ کے مطابق شادی کی۔ پھر اللہ نے بہن بھائی کا نکاح حرام کر دیا۔

قرشی نے کہا تو کیا ان سے اولاد بھی ہوئی تھی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں ان سے اولاد ہوئی تھی۔

یہ سن کر قرشی نے کہا: مجوسی بھی تو یہی کرتے ہیں پھر ان کا کیا گناہ ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

مجوسیوں نے حرمت نکاح کے بعد اس پر عمل کیا ہے۔ لہٰذا ان کا فعل ہر لحاظ سے حرام ہے۔ تمھیں اس پر تعجب نہیں کرنا چاہیے کیونکہ شریعتوں کے احکام منسوخ بھی ہوتے رہے ہیں۔ کیا اللہ نے آدم کی زوجہ کو اس سے پیدا کر کے اس کے لیے حلال نہیں کیا تھا؟

وہ فعل اس وقت جائز تھا بعد میں خدا نے اسے حرام کر دیا۔

۲۰- تفسیر مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ مفسرین نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے فرمایا:

''حضرت آدم کی بیوی کے شکم سے ہر بار جڑواں لڑکا اور لڑکی پیدا ہوتے تھے۔ پہلی بار انھیں قابیل یا باختلاف روایت قابین اور اس کی جڑواں بہن اقلیما پیدا ہوئی۔ دوسری بار ہابیل اور اس کی جڑواں بہن ''یہودا'' پیدا ہوئی۔ جب وہ جوان ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آدم کو حکم دیا کہ وہ قابیل کا نکاح ہابیل کی جڑواں بہن ''یہودا'' سے کریں اور ہابیل کا نکاح قابیل کی جڑواں بہن اقلیما سے کریں۔

ہابیل اس نکاح پر راضی تھا اور قابیل نے یہ رشتہ ٹھکرا دیا اور کہا کہ میری بہن زیادہ حسین ہے۔ لہٰذا میرا نکاح میری اپنی جڑواں بہن سے ہی ہونا چاہیے۔

حضرت آدم نے جب قابیل سے اصرار کیا تو اس نے کہا: خدا نے آپ کو یہ حکم نہیں دیا۔ یہ آپ کی ذاتی رائے ہے۔ پھر اللہ نے انھیں حکم دیا کہ اگر انھیں یہ فیصلہ قبول نہیں ہے تو وہ اللہ کے حضور اپنی اپنی قربانی پیش کریں جس کی قربانی

خدا منظور کرلے تو اس کا نکاح اقلیما سے کیا جائے گا...... الی آخر الحدیث“۔

۲۱- کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

”جب حضرت آدم علیہ السلام نے شجرہ ممنوعہ کا پھل کھایا تو انھیں زمین پر اتارا گیا اور یہاں حضرت حوا کو پہلے حمل پر ہابیل اور اس کی جڑواں بہن پیدا ہوئی اور دوسرے حمل پر قابیل اور اس کی جڑواں بہن پیدا ہوئی۔ جب آدم کے یہ دونوں بیٹے جوان ہوئے تو آدم نے دونوں کو قربانی پیش کرنے کا حکم دیا۔ ہابیل بھیڑیں چرایا کرتے تھے۔ انھوں نے ایک موٹا تازہ دنبہ قربانی کے لیے کھڑا کیا اور قابیل جو کہ کاشتکار تھا اس نے اپنے کھیت میں سے کچھ بیکار خوشے قربانی کے لیے لاکر رکھ دیئے۔ اللہ نے ہابیل کی قربانی منظور کرلی اور قابیل کی قربانی مسترد کردی۔ اور یہی وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا کا مطلب ہے۔

صلہ رحمی

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ①

”اس خدا سے ڈرتے رہو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ و تعلقات کو بگاڑنے سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تمھارا نگران ہے“۔

۲۲- اصول کافی میں جمیل بن دراج سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیت وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ① کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

”اس سے لوگوں کی رشتہ داریوں کے تعلقات مراد ہیں۔ اللہ نے ان کے جوڑنے اور قائم رکھنے کا حکم دیا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے اپنے تقویٰ کے ساتھ ساتھ رشتہ داریوں کے تعلقات قائم رکھنے کا حکم دیا ہے“۔

۲۳- تفسیر عیاشی میں اصبغ بن نباتہ سے منقول ہے کہ میں نے امیر المومنین علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا:

”تم میں بعض لوگ غصہ میں آتے ہیں تو وہ راضی ہونے میں نہیں آتے۔ تم میں سے جب کسی شخص کو اپنے رشتہ دار پر غصہ آئے تو اس کے قریب ہو جاؤ اور اس کے جسم سے اپنا جسم مس کرے کیونکہ جب ایک رشتہ دوسرے رشتہ سے ملتا ہے تو اسے سکون آجاتا ہے۔ رِحم عرش سے معلق ہے اور وہ ہمیشہ کہتا رہتا ہے: خدایا! جو مجھے ملائے تو بھی اسے ملا اور جو مجھے قطع کرے تو بھی اس کو قطع کر اور اسی حقیقت کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اشارہ کیا ہے: وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ

تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ①

۲۴- تفسیر علی بن ابراہیم میں ابوالجارود کی روایت میں منقول ہے کہ اس آیت مجیدہ میں لفظ ''رقیب'' محافظ و نگران کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

۲۵- اصول کافی میں امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''صلہ رحمی کرو اگرچہ سلام کے ذریعہ سے ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ①

۲۶- امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

''ائمہ آلِ محمدؑ کا رحم عرش سے **معلق** ہے اور وہ خدا سے درخواست کرتا رہتا ہے: خدایا! جو مجھے جوڑے تو بھی اسے جوڑ اور جو مجھے قطع کرے تو بھی اسے قطع کر''۔

اور ارحام مومنین کا بھی یہی حکم ہے۔ اس کے بعد آپ نے وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ کی آیت تلاوت فرمائی۔

۲۷- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ وَالْاَرْحَامَ کا معنی یہ ہے کہ قطع رحمی نہ کرو۔

آیت کا یہی مفہوم ابن عباس، قتادہ، مجاہد، ضحاک اور زجاج سے منقول ہے اور امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی یہی مفہوم منقول ہے۔

۲۸- عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کو تین چیزوں سے ملایا ہے۔ اللہ نے اپنے تقویٰ کو صلہ رحمی سے ملایا ہے جو صلہ رحمی نہیں کرتا تو وہ خدا کے تقویٰ سے بھی محروم ہے''۔

۲۹- حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جب مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو میں نے عرش سے **معلق** ایک رِحم کو دوسرے رِحم کی شکایت کرتے ہوئے سنا۔ میں نے اس سے پوچھا جس کی تو شکایت کر رہا ہے اس کے اور تیرے درمیان کتنی نسلوں کا فاصلہ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہمارے درمیان چالیس نسلوں کا فاصلہ ہے اور چالیسویں جگہ ہم جا کر ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں''۔

اموالِ یتامیٰ کے تحفظ کا حکم

وَاٰتُوا الْیَتٰمٰۤی اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ ۠ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤی اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِیْرًا ②

’’اور یتیموں کو ان کا مال دے دو اور ان کے اچھے مال کو اپنے برے اعمال سے تبدیل نہ کرو اور ان کے مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے‘‘۔

۳۰۔ مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ جب وَاٰتُوا الْیَتٰمٰۤی اَمْوَالَهُمْ کی آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے یتیم پروری اور انھیں اپنے اندر خلط ملط کرنے کو ناپسند کیا اور انھیں یہ حکم بہت گراں محسوس ہوا۔ انھوں نے رسولؐ خدا سے اس کی شکایت کی۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَیَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْیَتٰمٰی ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَیْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ (البقرہ: ۲۲۰) ’’اور وہ آپ سے یتیموں کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیں کہ ان کی اصلاح اچھا عمل ہے اگر تم انھیں اپنے اندر مخلوط کر لو تو وہ تمھارے بھائی ہیں‘‘۔

امام محمد باقر اور جعفر صادق علیہما السلام سے یہی مفہوم منقول ہے۔

۳۱۔ تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادق علیہ السلام اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ حُوْبًا كَبِیْرًا زمین سے برآمد ہونے والی بھاری چیز کو کہا جاتا ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ
مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا
فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَلَّا تَعُوْلُوْا ؕ ③
وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ
مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا ④ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ
اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا

وَّاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۵ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى
حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا
اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا
ؕ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ
بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ
ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝٦ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ
وَالْاَقْرَبُوْنَ ۪ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ
وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝۷
وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ
فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۸ وَلْيَخْشَ
الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۪
فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝۹ اِنَّ الَّذِيْنَ
يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ
وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝۱۰ ع

''اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیموں کے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے تو جو عورتیں تم کو پسند آئیں تو

ان میں سے دو دو تین تین چار چار سے نکاح کر لو۔ لیکن اگر تمھیں خوف ہو کہ بیویوں کے درمیان عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو۔ یا ان عورتوں کو بیوی بنالو جو تمھارے قبضے میں آئی ہوں۔ یہ بات بے انصافی سے بچنے کے لیے زیادہ قرین صواب ہے۔

اور عورتوں کے مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کرو۔ البتہ اگر وہ خود اپنی خوشی سے تمھیں مہر کا کچھ حصّہ معاف کر دیں تو تم اسے خوش گوار سمجھ کر کھاؤ۔

اور اپنے وہ مال جنھیں خدا نے تمھارے لیے زندگی کے قائم رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے، نادان لوگوں کے حوالے نہ کرو۔ اسی مال میں سے انھیں کھانا کھلاؤ اور انھیں اس میں سے لباس پہناؤ اور ان سے اچھے طریقہ سے بات کرو۔

اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں۔ اگر تمھیں ان میں صلاحیت محسوس ہو تو ان کے (موروثی) مال ان کے سپرد کر دو اور اسراف کرتے ہوئے ان کا مال نہ کھاؤ اور ان کے بڑا ہونے کا خوف محسوس کر کے جلدی جلدی مال نہ کھاؤ۔ یتیم کا جو سرپرست دولت مند ہو تو اسے ان کے مال سے بے نیازی کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور جو غریب ہو وہ معروف طریقے سے کھائے اور جب ان کا مال انھیں واپس کرو تو اس وقت گواہ بنالو اور حساب لینے کے لیے اللہ کافی ہے۔

مردوں کے لیے اس مال میں حصّہ ہے جسے ان کے والدین اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصّہ ہے جسے ان کے والدین اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، مال خواہ کم ہو یا زیادہ، یہ حصّہ اللہ کی طرف سے مقرر ہے۔

اور جب میراث کی تقسیم کے وقت رشتہ دار، یتامیٰ اور مساکین آئیں تو اس میں سے

انھیں بھی کچھ دو اور ان سے طریقہ کے مطابق گفتگو کرو۔

لوگوں کو یہ سوچ کر ڈرنا چاہیے کہ اگر وہ خود چھوٹی اولاد چھوڑ کر مرتے تو انھیں ان کے لیے کتنے تفکرات لاحق ہوتے۔ انھیں چاہیے کہ خدا کا خوف کریں اور پختہ بات کریں۔

یقیناً جو لوگ ظلم کے ساتھ یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے شکموں میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں جلیں گے"۔

۳۲- تفسیر عیاشی میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"ہر چیز میں اسراف ہے مگر عورتوں سے نکاح کرنے میں اسراف نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ "جو عورتیں تمھیں پسند آئیں تو ان میں سے دو دو تین تین اور چار چار سے نکاح کرلو"۔

ایک وضاحت: اسلوبِ قرآن سے نابلد افراد بعض اوقات یہ کہتے ہیں کہ سورۂ نساء کی اس آیت وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ کا آپس میں باہمی ارتباط نہیں ہے۔

ایسے افراد غلط فہمی کا شکار ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ آیت مجیدہ یتیم لڑکیوں کے سیاق و سباق میں نازل ہوئی۔ بعض اوقات ایسا ہوتا تھا کہ کوئی یتیم پرور شخص اپنے گھر میں پرورش پانے والی یتیم لڑکی سے اس کے مال و جمال کی وجہ سے نکاح کرنے کا ارادہ کرتا تھا لیکن وہ اسے یتیم سمجھ کر اسے بہت کم حق مہر دیتا تھا اور شادی کے بعد اس کی پرواہ تک نہ کرتا تھا۔ ایسے ہی افراد کو اللہ تعالیٰ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ "اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے ساتھ انصاف کا سلوک قائم نہ کرسکو گے تو اس صورت میں تم ان سے نکاح نہ کرو ان کی بجائے کسی دوسری جگہ جو تمھیں پسند ہو ایک سے لے کر چار عورتوں تک نکاح کرلو"۔

لوگوں نے اس آیت کے نزول کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق فتویٰ طلب کیا تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ

الّٰتِیۡ لَا تُؤۡتُوۡنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرۡغَبُوۡنَ اَنۡ تَنۡكِحُوۡهُنَّ ...... (النساء: ۱۲۷)

''لوگ تم سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ اللہ تمھیں ان کے متعلّق فتویٰ دیتا ہے اور ساتھ ہی وہ احکام یاد دلاتا ہے جو پہلے سے تم کو اس کتاب میں سنائے جارہے ہیں۔ یعنی وہ احکام جو ان یتیم لڑکیوں کے متعلّق ہیں جن کے حق تم ادا نہیں کرتے اور لالچ کی بنا پر تم ان سے نکاح کرلینا چاہتے ہو......''

چنانچہ اس آیت مجیدہ میں یتیم عورت کے وہ احکام جو پہلے سے سنائے جارہے تھے' اس سے مراد یہی حکم ہے کہ جن یتیم لڑکیوں سے نکاح کر کے تم انصاف نہیں کرسکتے تو سرے سے ان سے نکاح کی نوبت ہی پیدا نہ ہونے دو۔ اس کی بجائے جہاں تمھارا جی چاہے ایک سے لے کر چار تک نکاح کرلو۔

اس آیت مجیدہ کے تحت تمام مفتہائے اُمت کا اجماع ہے کہ اس کے ذریعے سے عورتوں کی تعداد کو محدود کیا گیا ہے کہ ایک شخص ایک وقت میں صرف چار بیویاں رکھ سکتا ہے اور اس میں بھی عدل شرط ہے۔ اگر کوئی شخص بیویوں کے درمیان عدل نہ کرسکے تو وہ ایک سے زیادہ بیویاں نہیں رکھ سکتا۔ (اضافۃ من المترجم)

۳۳- تفسیر علی بن ابراہیم میں درج بالا مفہوم کو واضح کیا گیا ہے۔

۳۴- الکافی میں مرقوم ہے کہ مشہور زندیق ابن ابی العوجاء نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے ایک شاگرد ہشام بن الحکم سے کہا کہ کیا خدا حکیم نہیں ہے؟

ہشام نے کہا: کیوں نہیں' خدا صاحبِ حکمت ہے۔

زندیق نے کہا: خدا نے ایک مقام پر فرمایا: فَانۡكِحُوۡا مَا طَابَ لَكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَةً۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص بیویوں میں عدل کرسکتا ہو تو اُسے چار تک عورتیں رکھنے کی اجازت ہے۔ جب کہ دوسری ایک آیت میں فرمایا ہے:

وَلَنۡ تَسۡتَطِيۡعُوۡۤا اَنۡ تَعۡدِلُوۡا بَيۡنَ النِّسَآءِ وَلَوۡ حَرَصۡتُمۡ فَلَا تَمِيۡلُوۡا كُلَّ الۡمَيۡلِ فَتَذَرُوۡهَا كَالۡمُعَلَّقَةِ ؕ (النساء: ۱۲۹) ''خواہ تم کتنی ہی کوشش کرو پھر بھی تم بیویوں کے درمیان عدل نہیں کرسکو گے لہٰذا کسی ایک عورت کی طرف مکمل جھک نہ جاؤ کہ دوسری کو معلق بنا کر چھوڑ دو''۔

کیا کوئی صاحبِ حکمت ایسی کلام کرسکتا ہے جو ایک دوسرے سے متضاد ہو؟

ابن ابی العوجاء کا سوال سن کر ہشام چکرا گیا اور اس سے کوئی جواب نہ بن آیا۔ اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے رہنمائی حاصل کرنے کے لیے مدینہ کا رخ کیا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام علیہ السلام نے ہشام سے فرمایا کہ حج وعمرہ کے بغیر تم ہمارے پاس کیسے آ گئے؟

ہشام نے کہا: مولاً! ابن ابی العوجاء کے ایک سوال نے مجھے چکرا کر رکھ دیا اور میں اس کا جواب حاصل کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

یہ کہہ کر اس نے امام علیہ السلام کے سامنے دونوں آیات کی تلاوت کی۔ امامؑ نے فرمایا:

ان آیات کے درمیان کوئی تناقض نہیں ہے۔ پہلی آیت میں نان ونفقہ مراد ہے اور مقصد آیت یہ ہے کہ بیویوں کے ساتھ نان ونفقہ میں برابری کا سلوک کرو اور دوسری آیت کا تعلق دل سے ہے۔

جب ہشام نے یہ جواب سنا تو وہ اپنے وطن واپس چلا گیا اور اس نے معترض کو اس کے اعتراض کا جواب سنایا۔

ابن ابی العوجاء نے جواب سن کر کہا: خدا کی قسم! یہ جواب تیرا پیدا کردہ نہیں ہے۔

۳۵- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

”غیرت مردوں میں پائی جاتی ہے جب کہ عورتوں میں حسد پایا جاتا ہے۔ اسی لیے عورت کے لیے صرف ایک شوہر حلال کیا گیا جب کہ مرد کے لیے چار بیویاں حلال کی گئیں۔ اگر خدا نے عورت میں غیرت کا جذبہ رکھا ہوتا تو اس کی موجودگی میں باقی تین عورتیں مرد کے لیے جائز قرار نہ دیتا“۔

۳۶- محمد بن مسلم نے صادقین علیہما السلام میں سے کسی ایک بزرگوار سے پوچھا: کیا غلام چار آزاد عورتوں سے نکاح کرسکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں وہ دو آزاد عورتوں سے نکاح کرسکتا ہے۔ البتہ اسے چار کنیزوں سے نکاح کرنے کا حق ہے۔

۳۷- عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام کا ایک طویل خط مرقوم ہے جسے آپ نے محمد بن سنان کے خط کے جواب میں تحریر کیا تھا اور آپ نے اس خط میں کچھ احکام شریعت کے علل واسباب بیان کیے تھے۔ چنانچہ اس میں یہ کلمات بھی مرقوم ہیں۔

مرد کے لیے بشرط عدل چار بیویاں بیک وقت حلال ہیں جب کہ عورت کے لیے ایک وقت میں صرف ایک ہی شوہر حلال ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مرد کے پاس چار عورتیں ہوں تو ان عورتوں سے جتنے بھی بچے ہوں گے وہ اسی

مرد کی طرف منسوب ہوں گے۔ اگر بالفرض کسی عورت کے بیک وقت دو یا زیادہ شوہر ہوں تو پھر پتہ نہ چلے گا کہ پیدا ہونے والا بچہ کس کا ہے۔ اس سے نسب، میراث اور قومیت کی پہچان ختم ہو جائے گی۔

غلام کو دو آزاد عورتوں سے زیادہ عورتیں رکھنے کا حق نہیں ہے کیونکہ غلام نصف فرد شمار ہوتا ہے اور وہ اپنی جان و مال کا مختار نہیں ہوتا۔ اس کے تمام اخراجات اس کے آقا کے ذمہ ہوتے ہیں اور غلام کے لیے اس واسطے بھی کم نکاح رکھے گئے تاکہ اس کے پاس اپنے آقا کی خدمت کا وقت بچ سکے۔

حق مہر خوش دلی سے ادا کرو

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ

”عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے فرض سمجھ کر دو“۔

۳۸- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ مفسرین کا اس امر میں اختلاف ہے کہ اس آیت کا روئے سخن کس کی طرف ہے۔

ایک قول تو یہ ہے کہ یہ شوہر سے خطاب ہے کہ وہ اپنی عورت کا حق مہر خوشی سے فرض سمجھ کر ادا کرے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ آیت کا خطاب عورت کے ولی سے ہے۔ کیونکہ عرب معاشرہ میں یہ رواج تھا کہ کنیز کا اگر کسی سے عقد ہوتا تو اس کے حق مہر کی رقم اس کا سرپرست لے کر رکھا جاتا تھا۔ اس آیت کے ذریعہ سے اللہ نے لوگوں کو اس سے منع کیا۔ چنانچہ ابوالجارود نے امام محمد باقر علیہ السلام سے یہی مفہوم نقل کیا۔

۳۹- عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام کے خط میں یہ جملے مرقوم ہیں:

”حق مہر مرد پر واجب ہے۔ اللہ نے عورت پر حق مہر واجب نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے عورت کا نان ونفقہ مرد پر واجب ہے اور نکاح کے ذریعہ سے عورت گویا اپنے آپ کو فروخت کر رہی ہوتی ہے اور مرد خرید کر رہا ہوتا ہے اور بیع وشراء میں رقم کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں عورتیں تجارت کے لیے بھی باہر آ جا نہیں سکتیں“۔

۴۰- علل الشرائع میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

”حق مہر صرف مرد پر فرض ہے عورت پر نہیں ہے۔ اگرچہ نکاح سے دونوں کو ہی جنسی تسکین فراہم ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حق زوجیت کی ادائیگی کے دوران مرد کو انزال ہو جائے تو وہ کھڑا ہو جاتا ہے اور بیوی کے انزال کا

انتظار نہیں کرتا۔ جب کہ عورت ایسا نہیں کرتی۔ اسی وجہ سے حق مہر بھی مرد پر واجب کیا گیا ہے۔

۴۱- الکافی میں سعید بن یسار سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر کوئی بیوی اپنے شوہر کو اپنا کچھ مال دے کر کہے کہ اس سے کاروبار کرو اور یہ بھی کہے اگر تمھیں کوئی حادثہ پیش آ جائے جس کی وجہ سے نقصان ہو جائے یا تم مر جاؤ تو میں تم سے اپنا مال واپس نہیں لوں گی۔ کیا بیوی کے لیے ایسا کرنا جائز ہے؟

آپؑ نے فرمایا: سعید! مسئلہ دوبارہ بیان کرو۔

سعید کہتے ہیں کہ میں نے مسئلہ دوبارہ بیان کرنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ وہ شخص خود حاضر ہو گیا جس نے مجھ سے مسئلہ پوچھنے کا کہا تھا۔ اس نے بھی آپؑ کے سامنے یہی مسئلہ پیش کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

اگر تم جانتے ہو کہ اس نے اپنا مال خوش دلی سے اور بغیر کسی جبر و اکراہ کے تمھارے حوالے کیا ہے تو تمھارے لیے اس کا لینا حلال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے: فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ۝ ''اگر وہ اپنی خوشی سے تمھیں کچھ معاف کر دیں تو تم اسے خوشگوار سمجھ کر کھاؤ''۔

۴۲- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

مرد جو کچھ اپنی بیوی کو دے دے تو اس کا واپس لینا ناجائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَا تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا ''تم جو کچھ بیویوں کو دے چکے ہو اس میں سے تم کچھ بھی واپس نہ لو''۔

اسی طرح سے عورت جو کچھ اپنے شوہر کو دے چکی ہو اسے بھی شوہر سے واپس لینے کا حق نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ۝ ''اگر وہ خوشی سے تمھیں کچھ دے دیں تو اسے خوشگوار سمجھ کر کھاؤ''۔ اور آیت کا اطلاق حق مہر اور ہبہ دونوں پر ہوتا ہے۔

۴۳- تفسیر عیاشی میں سماعہ بن مہران سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ ...... هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ۝ کی آیت کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اس سے ان کی زیر ملکیت دولت مراد ہے۔

۴۴- مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ ایک شخص امیر المومنینؑ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ میرے پیٹ میں درد رہتا ہے۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: کیا تمھارے ہاں بیوی ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: اس سے کچھ رقم طلب کرو اور اگر وہ خوش دلی سے تمھیں رقم دے دے تو اس سے شہد خرید کرو اور شہد میں بارش کا پانی ملا کر پی لو۔ خدا نے چاہا تو شفا ہو گی کیونکہ میں نے یہ آیت سنی ہے: وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا ''ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا''۔ اللہ نے شہد کے متعلق فرمایا: يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ''شہد کی مکھی کے پیٹ سے مختلف رنگوں کا شربت برآمد ہوتا ہے جس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے''۔

عورتوں کے حق مہر کے متعلق خدا کا فرمان ہے: فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ''اگر وہ تمھیں خوش دلی سے کچھ دے دیں تو اسے خوشگوار سمجھ کر کھاؤ''۔ اور جب برکت، شفا اور خوشگواریت آپس میں مل جائیں گی تو تمھیں شفا مل جائے گی۔

اس شخص نے حضرتؑ کے فرمان پر عمل کیا اور تندرست ہو گیا۔

مال بے وقوفوں کے حوالے نہ کرو

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۝

''تم اپنے وہ مال جنھیں خدا نے تمھارے لیے قیامِ زندگی کا ذریعہ بنایا ہے، بے وقوفوں کے حوالے نہ کرو۔ اس مال میں سے انھیں کھانا کھلاؤ اور انھیں اس میں سے لباس پہناؤ اور ان سے اچھے طریقہ سے بات کرو''۔

۴۵- تفسیر عیاشی میں یونس بن یعقوب سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ...... کی آیت کا مطلب پوچھا تو آپؑ نے فرمایا:

''سفہاء'' (نادان) سے مراد وہ ہیں جن پر تمھیں بھروسہ نہ ہو۔ (یعنی ان کی رشد فکری پر اعتماد نہ ہو)

۴۶- ابراہیم بن عبدالحمید کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ کا مطلب پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: ہر نشہ باز سفیہ کے زمرہ میں شامل ہے۔

۴۷- علی بن ابی حمزہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ کے متعلق

پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد یتیم ہیں اور فرمانِ الٰہی کا مقصد یہ ہے کہ جو یتیم تمھاری کفالت میں ہیں جب تم دیکھو کہ فکری طور پر باشعور ہو چکے ہیں تو ان کے والدین کا ترکہ جو کہ تمھارے پاس امانت ہے وہ ان کے حوالے کر دو۔

سائل کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ وہ ترکہ تو یتیم کے باپ کا تھا اور اس کا حق دار یتیم ہے۔ اس کے باوجود خدا نے ان کے مال کو اَمْوَالَکُمْ (تمھارا مال) کیوں کہا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ اس صورت میں ہے جب تو ان کا وارث ہو۔

۴۸- قرب الاسناد میں مرقوم ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دفعہ ایک تجارتی قافلہ یمن جا رہا تھا۔ میں نے اپنے والد سے عرض کیا: اگر آپ اجازت دیں تو میں اس قافلہ میں شامل فلاں شخص کو کچھ رقم دے دوں تا کہ وہ واپسی پر یمنی چادریں لے آئے؟

آپؑ نے فرمایا: ایسا مت کرو۔

میں نے عرض کیا: ابا جان آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: بیٹا وہ شخص شرابی ہے اور شرابی سے بڑا نادان اور کون ہو سکتا ہے۔ اگر اس نے تمھارا مال ضائع کر دیا تو تمھیں خدا کی طرف اس کا نہ تو اجر ملے گا اور نہ ہی خدا تمھارے اس نقصان کی تلافی کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو فرما دیا ہے:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا ”جس مال کو خدا نے تمھارے لیے قیامِ زندگی بنایا ہے وہ نادانوں کے سپرد نہ کرو“۔

۴۹- من لایحضرہ الفقیہ میں امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

”عورت کو وصی بنانا درست نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمْ ”اپنا مال نادانوں کے سپرد نہ کرو“۔

۵۰- امام محمد باقر علیہ السلام سے اسی آیت کے متعلق پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

”اپنا مال عورتوں اور شرابیوں کے سپرد نہ کرو اور شرابی سے بڑا نادان اور کون ہو سکتا ہے؟“

۵۱- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ”سفہاء“ (نادانوں) کے متعلق بہت سے اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے عورتیں اور بچے مراد ہیں۔ ابوالجارود نے امام محمد باقر علیہ السلام سے یہ قول نقل کیا ہے۔

ایک اور قول یہ ہے کہ اس سے ہر سفیہ مراد ہے خواہ وہ بچہ ہو یا دیوانہ ہو یا اسے حاکم کی طرف سے مالی تصرف سے روک دیا گیا ہو۔ اسی مفہوم کے قریب امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ روایت منقول ہے۔

آپؑ نے فرمایا: شرابی سفیہ ہے اور جو اس جیسا ہو وہ بھی سفیہ ہے۔

اور اَمْوَالَكُمْ کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ اس سے اَمْوَالَهُمْ مراد ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ان کے مال ہمارے مال کیسے بن سکتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: یہ اس شکل میں ہے جب تم اس کے وارث ہو۔

۵۲، ۵۳- اصول کافی میں ابوالجارود سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک دفعہ فرمایا کہ میں جب بھی کوئی گفتگو کروں تو تم مجھ سے قرآن مجید سے اس کی سند پوچھ سکتے ہو۔

(مقصد یہ ہے کہ میری ہر بات قرآن حکیم کے دائرہ میں ہوتی ہے) پھر آپؑ نے دورانِ گفتگو فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے قیل قال، فساد مال اور کثرتِ سوال سے منع کیا ہے۔

جب آپ نے یہ جملہ فرمایا تو ایک شخص نے کہا: فرزندِ رسولؐ! قرآن مجید میں یہ بات کہاں لکھی ہے جو ابھی آپ نے کی ہے؟

آپ نے فرمایا: سنو، میری پہلی بات کہ خدا کو عام قیل قال ناپسند ہے تو اس کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ط (النسآء:۱۱۴) (لوگوں کی خفیہ سرگوشیوں میں اکثر و بیشتر کوئی بھلائی نہیں ہوتی۔ ہاں اگر کوئی پوشیدہ طور پر صدقہ و خیرات کی تلقین کرے یا کسی نیک کام کے لیے یا لوگوں کے معاملات میں اصلاح کرنے کے لیے کسی سے کچھ کہے تو یہ البتہ بھلی بات ہے)

میں نے دوسری بات یہ کہی کہ اللہ کو مال کا ضائع کرنا ناپسند ہے تو اس کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا ”جس مال کو خدا نے تمھارے لیے قیامِ زندگی کا سبب بنایا ہے، وہ نادانوں کے سپرد نہ کرو“۔

میں نے تیسری بات یہ کہی ہے کہ اللہ کو کثرتِ سوال ناپسند ہے تو اس کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ (المائدہ:۱۰۱) ”ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمھیں ناگوار محسوس ہوں“۔

۵۴- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ شرابی کو امین نہ بنانا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمْ ...... (اپنا مال نادانوں کے سپرد نہ کرو) اور شرابی سے بڑھ کر اور نادان کوئی کیا ہو سکتا ہے؟

۵۵- تفسیر علی بن ابراہیم میں منقول ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جب شرابی گفتگو کرے تو تم اس کی تصدیق نہ کرو۔ اگر وہ رشتہ طلب کرے تو اسے رشتہ نہ دو۔ اگر وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کے لیے نہ جاؤ۔ اور اگر وہ مرجائے تو اس کے جنازہ میں شرکت نہ کرو۔ اگر کوئی شخص اپنا مال شرابی کے پاس بطور امانت رکھے اور وہ اسے کھا جائے تو خدا اس مال کا نہ تو اجر دے گا اور نہ ہی اس کے نقصان کی تلافی کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے: وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمْ (اپنے مال نادانوں کے حوالے نہ کرو) اور شرابی سے بڑا نادان اور کون ہو سکتا ہے؟

۵۶- امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ میں نے ایک بار ارادہ کیا کہ ایک شخص کو رقم دے کر یمن سے کچھ سامان منگواؤں اور اسے مدینہ میں فروخت کروں۔ میں نے اپنے والد علیہ السلام سے مشورہ کیا کہ فلاں شخص کو رقم دے کر یمن سے کچھ سامان منگوانا چاہتے ہیں اس کے لیے آپ کی کیا رائے ہے؟

میرے والد علیہ السلام نے فرمایا:

"اگر تم نے اسے رقم دی اور رقم ڈوب گئی یا ضائع ہوگئی تو خدا تمھیں اس کا کوئی اجر نہیں دے گا اور نہ ہی تمھارے نقصان کی تلافی کرے گا۔ کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ شراب پیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا "جس مال کو خدا نے تمھارے لیے قیامِ زندگی بنایا ہے وہ نادانوں کے سپرد نہ کرو اور کیا شرابی سے بھی کوئی بڑا نادان تمھیں معلوم ہے؟"

۵۷- ابی الجارود بیان کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

"اگر کسی شخص کو علم ہو کہ اس کی بیوی اور اس کا بیٹا نادان ہیں تو اسے چاہیے کہ اپنی دولت ان کے سپرد نہ کرے البتہ فرمانِ خداوندی کے تحت ان کو نان و نفقہ فراہم کرے اور انھیں لباس پہنائے اور ان سے قول معروف کے مطابق گفتگو کرے یعنی ان کی تسلی کے لیے ان سے وعدے کرتا رہے۔

جب یتیم میں رشدِ فکری پیدا ہو جائے تو اس کا مال اسے واپس کر دینا چاہیے

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ

”اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں۔ اگر تمھیں ان میں صلاحیت محسوس ہو تو ان کے (موروثی) مال ان کے سپرد کر دو“۔

یتیم کی کفالت کرنے والے افراد کو اللہ تعالیٰ نے یہ تعلیم دی ہے کہ جب تک یتیم جوان نہ ہو جائے اور شادی کی عمر کو نہ پہنچ جائے تو اس وقت تک اس کا موروثی مال اس کے سپرد نہ کریں۔ جب یتیم اپنے بچپنے کی سرحد سے نکل جائے اور اسے احتلام ہونے لگے تو اس پر شریعت کی ذمہ داریاں واجب ہو جاتی ہیں اور حدود شرعیہ اس پر نافذ ہوتی ہیں۔ اگر یتیم جوان ہونے کے بعد مال کو ضائع کرنے والا اور شرابی و زانی نہ ہو اور عقل و شعور رکھنے والا ہو تو ان کا جو مال کفالت کرنے والے کے پاس موجود ہو تو وہ ان کے سپرد کر دینا چاہیے۔ اور جب اس کا مال اس کے سپرد کیا جائے تو گواہوں کے روبرو ایسا کرنا چاہیے۔ اگر کسی کے بالغ ہونے کا پتہ نہ چلے تو پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا اسے زیر ناف بال اُگ آئے ہیں یا نہیں اور اس کی بغل میں بو پیدا ہوئی ہے یا نہیں؟

اگر اس میں بلوغت کی یہ علامات پیدا ہو چکی ہوں اور وہ عقل و شعور رکھنے والا ہو تو اس کا مال اسے واپس کر دینا چاہیے اور مال واپس کرنے کے لیے خواہ مخواہ کے عذر اور بہانوں سے کام نہیں لینا چاہیے اور یہ نہ کہنا چاہیے کہ فی الحال وہ چھوٹا ہے اسی لیے میں اسے اس کے والد کا ترکہ واپس نہیں کرنا چاہتا۔

۵۸- من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا...... (اگر تمھیں ان میں صلاحیت محسوس ہو تو ان کے مال انھیں واپس کر دو) احساسِ صلاحیت سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے مال کی حفاظت کی صلاحیت مراد ہے۔

۵۹- اسی آیت مجیدہ کی تفسیر میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب تمھیں یتیموں میں مال کی حفاظت کی صلاحیت نظر آئے تو ان کا مال ان کو واپس کر دو اور اگر دیکھو کہ ہمارے زیر سایہ پل کر جوان ہونے والا بچہ آلِ محمدؐ سے محبّت کرتا ہے تو اس کا احترام بھی کرو۔

۶۰- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ قول قوی کے مطابق ”رشد“ سے عقل اور اصلاحِ مال کی صلاحیت ہے اور امام محمد باقر علیہ السلام سے یہی مفہوم منقول ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا ''اسراف کرتے ہوئے ان کا مال نہ کھاؤ''۔ یعنی غیر شرعی اور غیر مباح طریقوں سے یتیموں کا مال نہ کھاؤ۔

اس فرمان کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ یتیم کی کفالت کرنے والے شخص کو چاہیے کہ وہ اپنی احتیاج سے زیادہ یتیم کا مال نہ کھائے۔ البتہ ولی یتیم اگر محتاج ہو اور مالِ یتیم کی نگرانی میں کوشاں رہتا ہو تو وہ بطور اُجرت اپنی غذا کی مقدار کے برابر یتیم کا مال کھا سکتا ہے۔

اس کے برعکس ایک قول یہ بھی ہے کہ مالِ یتیم کو کسی بھی حالت میں کھانا اِسراف میں شامل ہے۔

قول اوّل ہمارے مذہب کے مطابق ہے کیونکہ محمد بن مسلم نے صادقین علیہما السلام میں سے ایک بزرگوار سے یہ روایت کی۔ اس نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ ایک شخص کے پاس یتیم بھتیجا پرورش پا رہا ہے جب کہ یتیم پرور شخص کے پاس کچھ اپنے چوپائے ہیں اور کچھ چوپائے یتیم کی ملکیت ہیں تو کیا وہ شخص یتیم کے جانوروں سے استفادہ کر سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر وہ یتیم کے چوپایوں کی حفاظت کرتا ہے اور ان کے پانی پینے کے حوض کو درست کرتا ہے او گلے سے جدا ہونے والے جانور کو واپس گلے میں شامل کرتا ہے تو وہ ان مویشیوں کا دودھ پی سکتا ہے لیکن اس میں بھی اعتدال کے تقاضوں پر عمل کرے اور یتیم کو نقصان نہ پہنچائے۔

فرمانِ خداوندی ہے: وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ''یتیم کی کفالت کرنے والا اگر غریب ہو تو وہ معروف طریقہ سے یتیم کا مال کھائے''۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو یتیم کی کفالت کرنے والا غریب ہو تو وہ اپنی ضرورت کے مطابق قرض کے عنوان سے یتیم کا مال کھائے اور جب اس کے ہاتھ میں کچھ آ جائے تو وہ اس کے قرض کو ادا کرے۔ امام محمد باقر علیہ السلام اور سعید بن جبیر سے یہی مفہوم منقول ہے۔

۶۱- تفسیر عیاشی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے: جب یتیم کا مربی یتیم کے مال کی نگہبانی میں اتنا مصروف ہو جائے کہ اپنے ذاتی کام کاج کا بھی اس کے پاس وقت نہ رہے تو وہ معروف طریقہ سے یتیم کا مال کھانے کا حق دار بن جاتا ہے۔

۶۲- ابوبصیر بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ (یتیم کی کفالت کرنے والا اگر دولت مند ہو تو اسے مالِ یتیم سے بے نیازی کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور جو

غریب ہو وہ معروف طریقے سے کھائے) کی آیت مجیدہ پڑھ کر فرمایا:

اس سے مراد وہ کفیل یتیم ہے جو غریب ہو اور یتیم کے مال اور چوپایوں کی نگہبانی میں اپنے آپ کو مصروف رکھتا ہو تو اسے اجازت ہے کہ وہ معروف طریقے سے اس کے مال میں کھا سکتا ہے۔ البتہ وہ ان درہموں اور دیناروں میں تصرف نہیں کر سکتا جو اس کے پاس رکھے ہوئے ہوں۔

۶۳- رفاعہ کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہا کہ میرے والد علیہ السلام فرماتے تھے کہ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ کی آیت منسوخ ہے۔

۶۴- الکافی میں سماعہ سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ کی آیت پڑھ کر فرمایا:

''جو شخص یتیم کا کفیل ہو اور اس کے مال کی نگہبانی کرتا ہو اور اگر وہ ضرورت مند ہو تو اپنی ضرورت کے مطابق یتیم کا مال کھا سکتا ہے۔ اور اگر یتیم کے مال کی نگہبانی اسے اپنے ذاتی کاروبار سے مانع نہیں ہے تو وہ اپنے دامن کو یتیم کے مال سے آلودہ نہ کرے''۔

۶۵- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ کی آیت پڑھی اور فرمایا:

''معروف'' سے مراد صرف کھانا ہی ہے اور یہ اجازت صرف اس شخص کو ہے جسے کسی نے اپنے یتیم بچے کا وصی مقرر کیا ہو یا جو یتیم کے مال کی حفاظت اور ان کی ضروریاتِ زندگی کی فراہمی کے لیے کوشاں ہو''۔

۶۶- عیسیٰ بن موسیٰ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا:

''اگر کوئی شخص یتیم کی پرورش کر رہا ہو اور اس کے پاس یتیم کی اُونٹنیاں ہوں تو کیا وہ اس کی اُونٹنیوں سے استفادہ کر سکتا ہے؟''

آپؑ نے فرمایا: اگر وہ ان کے پانی پینے کے حوضوں کی درستی کرتا ہو اور گم ہونے والے جانوروں کو تلاش کرتا ہو اور خارشتی اُونٹوں کو تارکول لگاتا ہو تو اسے ان کے دودھ پینے کا اختیار ہے لیکن اس میں بھی اعتدال شرط ہے۔ اتنا دودھ نہ دوہے کہ ان کے بچے ہی مر جائیں۔

۶۷- امام جعفر صادق علیہ السلام نے وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ کی آیت پڑھ کر فرمایا:

''اجازت اس شخص کے لیے ہے جو یتیم کے مال کی حفاظت میں اتنا مصروف ہو جائے کہ اپنا ذاتی کاروبار نہ

کرسکے۔ اگر وہ یتیم کے مال کی اصلاح میں مصروف رہتا ہو تو اسے اس میں سے بقدر ضرورت کھانے کا حق حاصل ہے۔ اگر یتیم کا مال تھوڑا ہو تو پھر اس میں سے کچھ نہ کھائے“۔

۶۸- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى...... کی آیت کے منسوخ یا محکم ہونے کے متعلق اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت محکم ہے منسوخ نہیں ہے اور یہی بات امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے۔

۶۹- تفسیر عیاشی میں ابوبصیر سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ (اور جب میراث کی تقسیم کے وقت رشتہ دار، یتامیٰ اور مساکین آئیں تو اس میں سے انھیں بھی کچھ دو) کی آیت منسوخ ہے۔ اسے آیت فرائض نے منسوخ کیا ہے۔

۷۰- عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام کا ایک خط مرقوم ہے جس میں آپؑ نے کچھ احکام شرعیہ کے علل و اسباب بیان فرمائے۔ اور اس خط میں آپؑ نے ازراہِ ظلم یتیم کا مال کھانے کے متعلق تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے ازروئے ظلم مالِ یتیم کھانے کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ اس میں بگاڑ کی بہت سی صورتیں پائی جاتی ہیں:

۱- جو شخص ظلم کرکے یتیم کا مال کھاتا ہے تو گویا وہ یتیم کے قتل کا ارتکاب کرتا ہے کیونکہ یتیم اپنے مسائل حل کرنے کے قابل نہیں ہوتا اور وہ بے وارث ہوتا ہے اور اس کے سر پر ماں باپ کا سایہ نہیں ہوتا اسی لیے جو اس کا مال کھاتا ہے تو گویا وہ اس کے قتل کا سامان پیدا کرتا ہے اور اسے فقر و فاقہ میں دھکیلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرمایا کہ ایسے لوگ اپنے شکم میں آگ کے انگارے بھرتے ہیں اور ایسے لوگوں کو خدا نے متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:

> وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ
>
> ”لوگوں کو یہ سوچ کر ڈرنا چاہیے اگر وہ خود چھوٹی اولاد چھوڑ کر مرتے تو انھیں ان کے لیے کتنے تفکرات لاحق ہوتے اسی لیے انھیں خدا سے ڈرنا چاہیے اور پختہ بات کرنی چاہیے“۔

علاوہ ازیں امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ یتیم کا ناحق مال کھانے والے کے لیے اللہ نے دو سزائیں مقرر کی ہیں۔ ایک سزا دنیا میں ملے گی اور دوسری سزا آخرت میں ملے گی۔

اللہ تعالیٰ نے یتیم کا مال کھانے کو حرام قرار دے کر یتیموں کو زندگی دی ہے اور انھیں اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کا سہارا فراہم کیا ہے اور جو شخص مالِ یتیم سے پرہیز کرے گا خدا اس کی اولاد کو داغِ یتیمی سے محفوظ رکھے گا۔

یتیم کا مال کھانے میں ایک قباحت یہ بھی ہے کہ جب یتیم جوان ہوگا تو وہ اس سے بدلہ لے گا اور یوں معاشرے میں کدورتیں اور نفرتیں پیدا ہوں گی اور مرتے دم تک یہ دشمنی جاری رہے گی۔

۷۱۔ کتاب ثواب الاعمال میں سماعہ بن مہران سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:

"اللہ نے یتیم کا مال کھانے والے سے دو سزاؤں کا وعدہ کیا ہے۔ ایک سزا کا تعلق آخرت سے ہے۔ چنانچہ ایسا شخص دوزخ میں جائے گا اور اسے وہاں سخت عذاب دیا جائے گا۔ ایک دنیاوی سزا بھی خدا نے مقرر کی ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے:

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ "اور لوگوں کو یہ سوچ کر ڈرنا چاہیے کہ وہ خود چھوٹی اولاد چھوڑ کر مرتے تو انھیں ان کے لیے کتنے تفکرات لاحق ہوتے اسی لیے انھیں خدا سے ڈرنا چاہیے اور پختہ بات کرنی چاہیے"۔

مقصد یہ ہے کہ جو لوگ آج یتیموں کا حق کھا رہے ہیں کل کلاں ان کی اولاد بھی یتیم ہو سکتی ہے اور ان کے ساتھ بھی یہ لوگ وہی سلوک کریں گے جو یہ دوسروں سے کر رہے ہیں۔

۷۲۔ معلّی بن خنیس کا بیان ہے کہ ہم امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؑ نے ازخود آغازِ گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

"جو بھی یتیم کا مال کھائے تو اس پر یا اس کی اولاد پر اللہ کسی ظالم کو مسلط کر دے گا"۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۠ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ⑨

"لوگوں کو یہ سوچ کر ڈرنا چاہیے کہ اگر وہ خود چھوٹی اولاد چھوڑ کر مرتے تو انھیں ان کے لیے کتنے تفکرات لاحق ہوتے لہٰذا انھیں خدا سے ڈرتے رہنا چاہیے اور پختہ بات کرنی چاہیے"۔

۷۳۔ اصول کافی میں عبدالاعلیٰ مولیٰ آلِ سام سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ازخود آغازِ گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: جو یتیم پر ظلم کرے تو خدا اس پر یا اس کی اولاد پر یا اس کی اولاد کی اولاد پر کسی نہ کسی ظالم کو مسلط کر دے گا۔

میں نے عرض کیا: ظلم ایک شخص کرتا ہے اور ظالم اس کے بیٹوں یا پوتوں پر مسلط ہوتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کیا تو نے اللہ کا یہ فرمان نہیں پڑھا: وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا

عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ⑨ ”لوگوں کو یہ سوچ کر ڈرنا چاہیے کہ اگر وہ خود چھوٹی اولاد چھوڑ کر مرتے تو انھیں ان کے لیے کتنے تفکرات لاحق ہوتے لہٰذا انھیں خدا سے ڈرتے رہنا چاہیے اور پختہ بات کرنی چاہیے“۔

۷۴- کتاب ثواب الاعمال میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

”کتاب علی میں مرقوم ہے کہ یتیم کا مال کھانے والے کی اولاد دنیا میں اس کا خمیازہ اٹھائے گی اور وہ خود آخرت میں اس کا خمیازہ اٹھائے گا۔ دنیاوی خمیازہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ⑨ ”لوگوں کو یہ سوچ کر ڈرنا چاہیے کہ اگر وہ خود چھوٹی اولاد چھوڑ کر مرتے تو انھیں ان کے لیے کتنے تفکرات لاحق ہوتے لہٰذا انھیں خدا سے ڈرتے رہنا چاہیے اور پختہ بات کرنی چاہیے“۔ اور آخرت کی سزا کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ⑩ ”یقیناً جو لوگ ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں، وہ اپنے شکموں میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں جلیں گے“۔

۷۵- من لا یحضرہ الفقیہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

”مال یتیم کھانے والے کو دنیا و آخرت میں اس کا خمیازہ اٹھانا پڑے گا۔ دنیاوی خمیازہ اس کی نسل اٹھائے گی اور انھیں بھی داغِ یتیمی سہنا پڑے گا اور لوگ ان کا بھی مال ہڑپ کریں گے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ⑨ ”لوگوں کو یہ سوچ کر ڈرنا چاہیے کہ اگر وہ خود چھوٹی اولاد چھوڑ کر مرتے تو انھیں ان کے لیے کتنے تفکرات لاحق ہوتے لہٰذا انھیں خدا سے ڈرتے رہنا چاہیے اور پختہ بات کرنی چاہیے“۔ اور آخرت کا خمیازہ یہ ہے کہ اللہ نے ایسے افراد کے لیے فرمایا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ⑩ ”یقیناً جو لوگ ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں، وہ اپنے شکموں میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں جلیں گے“۔

۷۶- تفسیر علی بن ابراہیم میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

”جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ ”جو لوگ ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے شکموں میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں جلیں گے۔ اس حکم کے بعد جس بھی شخص کے گھر میں کوئی یتیم پرورش پا رہا تھا تو اس نے یتیم کو اپنے گھر سے باہر نکال دیا اور لوگوں نے رسول اکرمؐ سے ان کے نکالنے کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے

یہ آیت نازل فرمائی:

وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْیَتٰمٰی ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَیْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ (البقرہ: ۲۲۰)

''اور وہ پوچھتے ہیں کہ یتیموں کے ساتھ کیسا معاملہ کیا جائے؟ آپ کہہ دیں جس طرزِ عمل میں ان کے لیے بھلائی ہو وہی اختیار کرنا بہتر ہے۔ اگر تم اپنا اور ان کا خرچ اور رہنا سہنا مشترک رکھو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ آخر وہ تمھارے بھائی بند ہی تو ہیں اور برائی اور بھلائی کرنے والے دونوں کا حال خدا کو معلوم ہے۔ (البقرہ: ۲۲۰)

۷۷۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا:

جب مجھے آسمان کی سیر کرائی گئی تو میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ان کے پیٹ میں آگ کے انگارے بھرے جا رہے تھے اور وہ ان کے مقعد سے نکل رہے تھے۔ میں نے جبریلؑ امین سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟

جبریلؑ نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں۔

۷۸۔ تفسیر عیاشی میں ہے کہ محمد بن مسلم نے صادقین علیہما السلام میں سے کسی ایک بزرگوار سے پوچھا: یتیم کا کتنا مال کھانے سے انسان دوزخ کا حق دار بن جاتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ دو درہم کھانے سے انسان دوزخ کا حق دار بن جاتا ہے۔

۷۹۔ سماعہ بن مہران کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک شخص نے یتیم کا مال کھایا ہے تو کیا اس کے لیے بھی توبہ کی گنجائش ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اسے چاہیے کہ وہ مال اس مالک کو لوٹا دے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ﴿۱۰﴾ ''یقیناً جو لوگ ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں، وہ اپنے شکموں میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں جلیں گے''۔

۸۰۔ عبید بن زرارہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے میں نے گناہانِ کبیرہ کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: ان میں سے ظلم سے یتیم کا مال کھانا بھی شامل ہے۔

اس کی حرمت کے متعلق ہمارے اصحاب میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۸۱- ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا:

اللہ آپ کی اصلاح فرمائے یہ فرمائیں وہ کون سا چھوٹا عمل ہے، جس کی وجہ سے انسان دوزخ میں جا سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جو یتیم کا ایک درہم کھائے اور ہم یتیم ہیں۔

۸۲- ابو ابراہیم کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر کسی شخص نے ایک شخص کا قرض ادا کرنا ہو اور قرض خواہ مر جائے اور وہ اپنے پیچھے یتیم بچے چھوڑ جائے اور اگر مقروض ان کے والد کے قرض کی رقم بچوں کے حوالے نہ کرے تو کیا وہ بھی ان لوگوں میں شمار کیا جائے گا جو ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر اس کی نیت قرض ادا کرنے کی ہو تو وہ ان میں شمار نہیں ہوگا۔

۸۳- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ کسی نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ یتیم کی کتنی رقم کھانے والا شخص اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا ...... کے دائرہ میں داخل ہو جاتا ہے؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

اس میں قلیل و کثیر کا کوئی فرق نہیں ہے۔ جب اس کی نیت واپس کرنے کی نہ ہو تو وہ اس آیت کی وعید میں شامل ہے۔

۸۴- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کچھ لوگ اپنی قبروں سے اس طرح اٹھائے جائیں گے کہ ان کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے۔

لوگوں نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہوں گے؟

اس کے جواب میں آپؐ نے اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ۝۱۰ کی آیت تلاوت فرمائی۔

مقصد یہ ہے کہ وہ یتیم کا مال کھانے والے لوگ ہوں گے۔

۸۵- اصولِ کافی کی ایک طویل حدیث کے ضمن میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے: یتیم کا ناحق مال کھانے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ۝۱۰ ”یقیناً جو لوگ ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں، وہ اپنے شکموں میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں جلیں گے“۔

یتیم کا مال کھانے والا قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے پیٹ میں آگ بھڑک رہی ہوگی یہاں تک کہ اس کے شعلے اس کے منہ سے نکلنے لگ جائیں گے۔ اس کی یہ کیفیت دیکھ کر تمام اہلِ محشر جان لیں گے کہ یہ مالِ یتیم کھانے والا شخص ہے۔

۸۶- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''جس نے اپنے بھائی کا مال ظلم سے کھایا اور اسے واپس نہ کیا تو قیامت کے دن اسے آگ کا انگارہ کھلایا جائے گا''۔

۸۷- الکافی میں عجلان بن صالح سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے مال یتیم کھانے والے کے متعلّق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: اس کے متعلّق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: الَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی ...... وَسَیَصۡلَوۡنَ سَعِیۡرًا ۠﴿۱۰﴾ ''یقیناً جو لوگ ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں، وہ اپنے شکموں میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں جلیں گے''۔

پھر میرے پوچھے بغیر آپؑ نے فرمایا: جو شخص کسی یتیم کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے یا وہ مستغنی ہو جائے تو اللہ نے اس کے لیے بھی جنت کا اسی طرح سے وعدہ کیا ہے جس طرح سے یتیم کا مال کھانے والے سے دوزخ کا وعدہ کیا ہے۔

۸۸- محمد بن ابی نصر کہتے ہیں کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص کے پاس کئی یتیموں کا مال ہو اور وہ محتاج ہو جائے اور وہ یتیموں کے مال کی طرف ہاتھ بڑھا کر اس نیت سے کھائے کہ وہ ان کا مال واپس کرے گا تو کیا اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر مجبور ہو جائے تو حدِ اعتدال میں رہ کر خرچ کرے اور کسی بھی صورت میں اسراف نہ کرے اور اگر اس کی نیت یہ ہو کہ وہ یتیموں کی رقم واپس نہیں کرے گا تو وہ الَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی ظُلۡمًا کے دائرہ میں شامل ہو جائے گا۔

۸۹- علی بن مغیرہ کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا:

میری ایک یتیم بھتیجی میرے پاس پرورش پا رہی ہے۔ بعض اوقات اس کے پاس کسی گھر سے کوئی کھانے کی چیز بطور ہدیہ بھیجی جاتی ہے۔ میں اس میں سے کچھ کھا لیتا ہوں اور پھر میں وہ چیز اسے کھانے کے لیے دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ خدایا

یہ چیز اس طعام کے بدلے میں ہے جو میں اسے کھلا رہا ہوں تو کیا اس میں کوئی قباحت ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

۹۰۔ احتجاج طبرسی میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ غدیر مرقوم ہے: اس میں یہ جملہ بھی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ”میری اہلِ بیتؑ کے دشمن دوزخ میں جلیں گے“۔

يُوۡصِيۡكُمُ اللّٰهُ فِيۡۤ اَوۡلَادِكُمۡ ق لِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَيَيۡنِ ۚ
فَاِنۡ كُنَّ نِسَآءً فَوۡقَ اثۡنَتَيۡنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنۡ
كَانَتۡ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصۡفُ ؕ وَلِاَبَوَيۡهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا
السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنۡ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنۡ لَّمۡ يَكُنۡ لَّهٗ
وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنۡ كَانَ لَهٗۤ اِخۡوَةٌ
فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصِيۡ بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ ؕ
اٰبَآؤُكُمۡ وَاَبۡنَآؤُكُمۡ لَا تَدۡرُوۡنَ اَيُّهُمۡ اَقۡرَبُ لَكُمۡ نَفۡعًا ؕ
فَرِيۡضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ⑪ وَلَكُمۡ
نِصۡفُ مَا تَرَكَ اَزۡوَاجُكُمۡ اِنۡ لَّمۡ يَكُنۡ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنۡ
كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ
يُّوۡصِيۡنَ بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ ؕ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكۡتُمۡ اِنۡ لَّمۡ
يَكُنۡ لَّكُمۡ وَلَدٌ ۚ فَاِنۡ كَانَ لَكُمۡ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا

تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَاِنْ كَانَ
رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ
وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ
شُرَكَآءُ فِى الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ
مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ؕ (۱۲) تِلْكَ
حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ
تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ
الْعَظِيْمُ (۱۳) وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ
يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (۱۴) ع

''اللہ تمھاری اولاد کے متعلّق تمھیں وصیّت کرتا ہے کہ مرد کا حصّہ دو عورتوں کے برابر ہے۔ اگر (میت کی وارث) دو سے زائد لڑکیاں ہوں تو انھیں ترکے کا دو تہائی حصّہ دیا جائے گا اور اگر ایک ہی لڑکی وارث ہو تو آدھا ترکہ اس کا ہے اور مرنے والے کے ماں باپ کے لیے ہر ایک کے لیے چھٹا حصّہ ہے۔ اور اگر وہ صاحبِ اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہوں تو ماں کو تیسرا حصّہ دیا جائے گا اور اگر میت کے بہن بھائی بھی ہوں تو ماں کو چھٹا حصّہ دیا جائے گا۔ یہ سب حصّے میت کی وصیّت اور قرض کی ادائیگی کے بعد نکالے جائیں گے۔ یہ تمھارے ہی ماں باپ اور اولاد ہیں مگر تم نہیں جانتے کہ

تمھارے حق میں زیادہ نفع رساں کون ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے فریضہ ہے اور اللہ صاحبِ علم وحکمت ہے۔ اور اگر تمھاری بیویاں بے اولاد ہوں تو ان کے ترکہ کا نصف حصّہ تمھیں ملے گا۔ اور اگر وہ صاحبِ اولاد ہوں تو ان کے ترکہ میں سے تمھیں چوتھا حصّہ ملے گا۔ یہ حصّہ تمھیں وصیّت کے اجراء اور قرض کی ادائیگی کے بعد ملے گا اور بیویاں تمھارے ترکہ میں سے میراث میں چوتھائی حاصل کریں گی۔ اگر تمھاری اولاد نہ ہو اور اگر تم صاحبِ اولاد ہو تو پھر ان کو آٹھواں حصّہ ملے گا۔ اس سے قبل تمھاری وصیّت کا اجراء ہوگا اور قرض کی ادائیگی ہوگی۔

اگر وہ مرد یا عورت (جس کی میراث تقسیمِ طلب ہے) اور اس کے ماں باپ زندہ نہ ہوں مگر اس کا ایک بھائی یا ایک بہن موجود ہو تو بھائی اور بہن ہر ایک کو چھٹا حصّہ ملے گا۔ اور اگر بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو وہ کل ترکہ کے ایک تہائی میں وہ سب شریک ہوں گے جب کہ وصیّت جو کی گئی ہو پوری کردی جائے اور میت نے جو قرض چھوڑا ہو ادا کر دیا جائے بشرطیکہ وہ ضرر رساں نہ ہو۔ یہ خدا کی طرف سے ہدایت ہے اور اللہ علم وحکمت رکھنے والا ہے۔

یہ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حدود ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو اللہ اسے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان باغات میں ہمیشہ رہے گا اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے اور اس کے حدود سے تجاوز کرے تو اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے رُسوا کرنے والا عذاب ہے“۔

۹۱- احتجاج طبرسی میں ہے کہ جب حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی میراث پر قبضہ ہوا تو آپ دربارِ خلافت میں تشریف لائیں اور سربراہِ حکومت کو خطاب کر کے فرمایا:

اے ابن ابی قحافہ! کیا کتاب اللہ میں یہ کہیں لکھا ہوا ہے کہ تو اپنے باپ کی میراث پائے اور میں اپنے باپ کی میراث سے محروم رہوں؟ تو نے ایسا کر کے خدا اور رسول پر افتراپردازی کی ہے۔ کیا تم نے جان بوجھ کر کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیا ہے؟ جب کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ ۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ”اللہ تمھیں تمھاری اولاد کے متعلّق وصیّت کرتا ہے کہ مرد کا حصّہ دو عورتوں کے برابر ہے“۔

حضرت سیدہؑ کا خطبہ طویل ہے۔ ہم نے بقدرِ ضرورت اس میں سے نقل کیا ہے۔

۹۲- تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا نے اپنی میراث کے اثبات کے لیے دربارِ خلافت میں یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ …… کی آیت سے استدلال کیا تھا۔

۹۳- الکافی میں یونس بن عبدالرحمٰن سے منقول ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ آخر بیٹے کو میراث میں دو حصّے اور بیٹی کو ایک حصّہ کیوں دیا جاتا ہے جب کہ بیٹی، بیٹے کی بہ نسبت زیادہ کمزور ہوتی ہے۔ آخر انھیں برابر میراث کیوں نہیں ملتی؟

آپؑ نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے اور عورتوں کے اخراجات مردوں کے ذمہ ہوتے ہیں۔

۹۴- فہفکی نے حضرت ابومحمد علیہ السلام سے پوچھا: یہ فرمائیں کہ عورت بیچاری مسکین اور کمزور ہوتی ہے۔ اسلام میں اس کے لیے ایک حصّہ ہے جب کہ مرد طاقت ور ہے مگر اس کے لیے دو حصّے ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: عورت پر نہ تو جہاد واجب ہے اور نہ ہی اس پر کسی کا نان ونفقہ فرض ہے اور نہ ہی اسے کسی کی دیت دینا پڑتی ہے۔ یہ تمام چیزیں مردوں پر واجب ہیں۔ اسی لیے مرد کو دو حصّے اور عورت کو ایک حصّہ دیا گیا ہے۔

جب میں نے امام علیہ السلام کا یہ جواب سنا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ اعتراض دراصل ابن ابی العوجاء کا پیدا کردہ ہے اور امامؑ جعفر صادق علیہ السلام نے بھی اسے یہی جواب دیا تھا۔ جواب امام علیہ السلام نے مجھے دیا ہے۔

اس وقت امام علیہ السلام نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: جی ہاں، یہ ابن ابی العوجاء کا پیدا کردہ سوال ہے اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس کا یہی جواب دیا تھا جو میں نے ابھی دیا ہے۔ چونکہ مسئلہ ایک ہے۔ اسی لیے ہم سب کا

جواب بھی ایک ہے۔ ہم سب کے علم کا ماخذ و منبع ایک ہے۔ البتہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السلام کو ہم پر فضیلت حاصل ہے۔

۹۵- من لا یحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ (مشہور زندیق) ابن ابی العوجاء نے محمد بن نعمان احول سے کہا: بھلا اس کی کیا وجہ ہے کہ کمزور عورت کے لیے اسلام میں ایک حصّہ ہے اور طاقتور مرد کے لیے دو حصّے ہیں؟

احول نے اس کا سوال امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے پیش کیا تو آپؑ نے فرمایا:

عورت کو دیت میں شراکت نہیں کرنی پڑتی، اس پر کسی کا نفقہ واجب نہیں ہے اور اس پر جہاد بھی نہیں ہے۔ یہ تمام چیزیں مردوں کے ذمہ ہیں۔ اسی لیے عورت کے لیے ایک حصّہ ہے اور مرد کے لیے دو حصّے ہیں۔

۹۶- علی بن سالم کا بیان ہے کہ میرے والد نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ لڑکی کے لیے میراث میں ایک تہائی اور لڑکے کے لیے دو تہائیاں کیوں ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: آدم و حوا نے جنت میں کُل اٹھارہ دانے کھائے تھے جن میں سے حضرت آدمؑ نے بارہ اور حضرت حوا نے چھ دانے کھائے تھے۔ اسی لیے میراث میں مرد کے لیے دو حصّے اور عورت کے لیے ایک حصّہ مقرر کیا گیا۔

۹۷- عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ میراث میں مرد کے دو حصّے اور عورت کا ایک حصّہ کیوں مقرر کیا گیا؟

آپؑ نے فرمایا: اس کی تلافی حق مہر سے کر دی گئی ہے۔

۹۸- عیون الاخبار میں حضرت علی اور شامی کی گفتگو منقول ہے اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں: شامی نے حضرتؑ سے پوچھا کہ میراث میں مرد کو دو اور عورت کو ایک حصّہ کیوں ملتا ہے؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

”جنت میں خوشہ پر تین دانے تھے۔ حوا آگے بڑھیں اور انھوں نے ایک دانہ خود کھایا اور دو دانے آدم علیہ السلام کو کھلائے۔ اسی لیے عورت کے لیے میراث میں ایک تہائی اور مرد کے لیے دو تہائیاں مقرر کی گئی ہیں“۔

۹۹- کتاب علل الشرائع میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

اولاد کے ساتھ والدین شوہر بیوی میراث حاصل کریں گے۔ اولاد اور بھائی ماں کو تیسرا حصّہ حاصل کرنے سے روک دیں گے یعنی اولاد اور بھائیوں کی موجودگی میں ماں کو تہائی حصّہ نہیں ملے گا۔ شوہر کو نصف سے زیادہ حصّہ نہیں دیا

جائے گا اور چوتھائی سے کم حصّہ نہیں دیا جائے گا۔ اور بیوی کو چوتھائی سے زیادہ حصّہ نہیں ملے گا اور آٹھویں سے کم نہیں ملے گا۔ اگر بیویاں چار یا اس سے کم کچھ ہوں تو وہ اپنے حصّہ کو آپس میں تقسیم کریں گے۔ مادری بھائیوں کو تہائی سے زیادہ حصہ نہیں ملے گا اور چھٹے سے کم حصّہ نہیں ملے گا۔ اس میں مرد اور عورت برابر ہیں۔ اور بیٹا اور والدان کے لیے تہائی حصہ لینے سے حاجب ہوگا اور دیت بھی میراث کی طرح سے حق داروں میں تقسیم کی جائے گی۔

۱۰۰- عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام کا وہ رسالہ مرقوم ہے جو آپؑ نے مامون کی فرمائش پر تحریر کیا تھا اور اس میں آپؑ نے اسلام کے بنیادی اصول وضوابط بیان کیے تھے۔ اس رسالہ میں حضرتؑ نے یہ بھی لکھا:

"فرائض کی تقسیم وہی ہے جو اللہ نے اپنی کتاب میں نازل فرمائی ہے اور اس میں "عول" کو کوئی دخل نہیں ہے۔ اولاد اور والدین کی موجودگی میں زوجین ہی میراث حاصل کریں گے اور جس کا حصّہ مقرر شدہ ہے وہ اس سے زیادہ مستحق ہے جس کا حصّہ مقرر نہیں ہے۔ خدا کے دین میں "عصبہ" کا کوئی تعلّق نہیں ہے"۔

۱۰۱- الکافی میں محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"جب بھتیجے یا چار بہنیں نہ ہوں تو ماں کے ایک تہائی میراث حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے"۔

۱۰۳- تفسیر عیاشی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ (اگر بہن کے بھائی ہوں تو ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے) اس سے پدری اور مادری دونوں بھائی مراد ہیں۔

۱۰۴- ابوالعباس کا بیان ہے کہ ایک بھائی یا ایک بہن ماں کے تہائی حصہ سے حاجب نہیں بن سکتا۔ حاجب تب بنیں گے جب بھائی دو ہوں گے یا ایک بھائی اور دو بہنیں ہوں گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ "اگر میت کے بھائی ہوں تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا"۔

۱۰۵- من لایحضرہ الفقیہ میں محمد بن مسلم سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھے وہ صحیفہ فرائض پڑھوایا جسے رسولؐ خدا نے لکھوایا تھا اور حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ میں نے اس میں یہ عبارت پڑھی:

"عورت مرجائے اور وہ شوہر اور والدین چھوڑ کر مرے تو شوہر کو نصف اور ماں کو تہائی اور باپ کو چھٹا حصہ ملے گا"۔

۱۰۶- مجمع البیان میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

"قرآن مجید میں اگرچہ پہلے وصیّت کا ذکر ہے اور بعد میں قرض کا ذکر ہے مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقسیمِ میراث میں قرض کو مقدم رکھا اور وصیّت کو مؤخر رکھا۔

۱۰۷- کتاب الخصال میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: براء بن معرور انصاری کی وجہ سے تین قانون جاری ہوئے:

۱- اس نے پانی سے استنجا کیا تو اللہ کو یہ طریقہ پسند آیا اور خدا نے إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴿۲۲۲﴾ "اللہ زیادہ توبہ کرنے والوں اور زیادہ پاکیزہ رہنے والوں کو پسند کرتا ہے"۔

۲- اسے مدینہ سے باہر موت آئی تو اس نے کہا: میرا رخ رسولؐ خدا کی طرف کرو۔ اللہ کو اس کی یہ ادا پسند آئی اور حکم دیا کہ احتضار والے شخص کا رخ قبلہ کی طرف کیا جائے۔

۳- اس نے اپنے مال میں سے ایک تہائی کی وصیّت کی تھی اور خدا نے اسے دستور اسلام بنا دیا۔

۱۰۸- تفسیر عیاشی میں محمد بن قیس سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا، انھوں نے فرمایا کہ تقسیم میراث کے وقت پہلے قرضہ ادا کیا جائے پھر وصیّت کا اجرا عمل میں لایا جائے۔ اس کے بعد میراث کی تقسیم کی جائے۔ وارث کے لیے وصیّت درست نہیں ہے۔

۱۰۹- الکافی میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے مدینہ میں شادی کی۔ شادی کے کچھ عرصہ بعد امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس سے فرمایا: تمھاری بیوی کیسی ثابت ہوئی؟

اس نے کہا: جتنی اچھائیوں کی ایک شوہر بیوی سے توقع کرسکتا ہے وہ تمام خوبیاں میری بیوی میں موجود ہیں مگر اس نے مجھ سے خیانت کی ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس نے کیا خیانت کی ہے؟

اس شخص نے کہا کہ اس نے لڑکی جنم دی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: معلوم ہوتا ہے کہ تجھے لڑکی کی پیدائش ناگوار گزری ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا "تمھیں اپنے آباء واجداد اولاد کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہے کہ ان میں سے تمھارے لیے زیادہ نفع رساں کون ہے؟"

میراثِ زوجین

۱۱۰- کتاب الخصال میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے، آپؑ نے فرمایا:

''نکاح تین طرح کی عورتوں سے جائز ہے:

۱- وہ نکاح جس میں میراث ہے (عقد دائمی)

۲- وہ نکاح جس میں میراث نہیں ہے (عقد منقطع)

۳- ملکِ یمین کنیز سے جنسی تمتع حاصل کرنا۔

۱۱۱- عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام کا ایک مکتوب مرقوم ہے جس میں آپؑ نے احکامِ شریعت کے علل واسباب کا تذکرہ کیا ہے۔ میراثِ زوجین کے فلسفہ کے متعلق آپؑ کی تحریر کا ماحصل یہ ہے:

جائیداد دو طرح کی ہوتی ہے: ایک جائیداد وہ ہے جس کو اِدھر اُدھر نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ زمین ہے۔ چنانچہ یہ جائیداد غیر منقولہ ہے اور دوسری جائیداد وہ ہے جسے اِدھر اُدھر کیا جاسکتا ہے مثلاً مال مویشی، سونا چاندی اور روپے پیسے۔ چنانچہ یہ جائیداد منقولہ ہے۔

جائیداد کی طرح سے رشتے بھی دو قسم کے ہیں۔ ایک رشتہ وہ ہے جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ مثلاً والد اور اولاد کا رشتہ اور دوسرا رشتہ وہ ہے جو جُڑ بھی سکتا ہے اور کٹ بھی سکتا ہے جیسے شوہر بیوی کا رشتہ۔

چنانچہ وہ رشتہ جو ہر صورت میں قائم رہتا ہے اسے منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد میں سے حصّہ دیا جائے گا اور جو رشتہ بن بھی سکتا ہے اور منقطع بھی ہوسکتا ہے تو اس کی جائیداد منقولہ میں سے حصّہ دیا جائے گا اور اسے جائیداد غیر منقولہ میں سے حصّہ نہیں دیا جائے گا۔ اسی لیے بیوی کو شوہر کی جائیداد منقولہ میں سے چوتھا یا آٹھواں حصّہ دیا جائے گا اور زمین میں سے اسے حصّہ نہیں دیا جائے گا۔

۱۱۲- من لایحضرہ الفقیہ میں ابی ولاد الحناط سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے بیماری کی حالت میں نکاح کیا۔

آپؑ نے فرمایا: اگر اس نے حقوقِ زوجیت ادا کیے اور بیماری میں مرگیا تو عورت اس کی جائیداد سے میراث حاصل کرے گی اور اگر اس نے حقوقِ زوجیت ادا نہیں کیے تو عورت اس کی میراث میں سے کچھ حاصل نہ کرے گی اور اس کا نکاح باطل ہے۔

۱۱۳- ابوالعباس کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''جب کوئی شخص اپنی بیماری کے ایام میں بیوی کو طلاق جاری کرے اور اگر وہ اس مرض میں مرجائے تو عورت اس

کی وارثت حاصل کرے گی۔ اگرچہ اس کی عدت ختم بھی ہوگئی ہو۔ ہاں اگر بیماری سے صحیح ہونے کے بعد مرے تو عورت وارث نہیں ہوگی۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: اگر مرض طویل ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر طلاق سے ایک سال کے اندر مرے تو عورت وراثت حاصل کرے گی۔

۱۱۴- حلبی کا بیان ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک شخص موت کے وقت بیوی کو طلاق دیتا ہے تو کیا اس کی طلاق جائز ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، عورت اس کے ترکہ میں سے میراث حاصل کرے گی اور اگر عورت مر جائے تو شوہر اس کا وارث نہیں ہوگا۔

کلالہ کے احکام

۱۱۵- کتاب معانی الاخبار میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''کلالہ'' سے مراد وہ مرنے والا ہے جس کا والد اور اولاد موجود نہ ہو۔

۱۱۶، ۱۱۷- الکافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ''کلالہ'' وہ ہے جس کا باپ اور اولاد نہ ہو۔

۱۱۸- بکیر بن اعین کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک عورت مر گئی اور اس نے ایک شوہر اور کچھ مادری اور کچھ پدری بھائی چھوڑے۔ اس کی میراث کیسے تقسیم کی جائے گی؟

آپؑ نے فرمایا:

اس کی میراث کے تین حصّے کیے جائیں گے اور اس کی نصف جائیداد شوہر کو ملے گی اور اس کے مادری بہن بھائیوں کو تیسرا حصّہ ملے گا اس میں مذکر و مؤنث کو برابر حصّہ دیا جائے گا اور جو ایک حصّہ باقی بچے وہ اس کے پدری بہن بھائیوں کو اس ترتیب سے ملے گا کہ مرد کو دو حصّے اور عورت کو ایک حصّہ دیا جائے گا۔

حصوں میں ''عول'' درست صحیح نہیں ہے۔ شوہر کو نصف سے کم حصّہ نہیں ملے گا اور مادری بھائیوں کو تہائی سے کم نہیں ملے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَإِنْ كَانُوٓا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ فَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا السُّدُسُ ''اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو وہ تہائی میں شریک ہوں گے اور اگر ایک ہو تو اس کے لیے چھٹا حصّہ ہے''۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے:

وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلٰلَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَّلَهٗٓ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِنْ كَانُوٓا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ (اگر وہ مرد یا عورت جس کے ماں باپ زندہ نہ ہوں مگر اس کا ایک بھائی یا ایک بہن موجود ہو تو ہر ایک کو چھٹا حصّہ ملے گا اور اگر بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو وہ تمام ترکے کی ایک تہائی میں شریک ہوں گے۔)

اس حکم کا تعلق مادری بہن بھائیوں سے ہے۔

ایک ایسی ہی روایت امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی منقول ہے:

مؤلف کتاب ہذا عرض پرداز ہے کہ میراث کی بہت سی شقیں ہیں اور آیات میں بہت سی تخصیص و تقیید پائی جاتی ہیں جنھیں ہمارے فقہائے کرام نے مدلل انداز سے تفصیلی طور پر بیان کیا ہے۔ مزید تحقیق کے لیے اس موضوع کی کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے۔

وَالّٰتِيْ يَأْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ
أَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَإِنْ شَهِدُوْا فَأَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى
يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ⑮ وَالَّذٰنِ
يَأْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَإِنْ تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوْا
عَنْهُمَا ؕ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ⑯ إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى
اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ
قَرِيْبٍ فَأُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا
حَكِيْمًا ⑰ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰى

اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِیْنَ
یَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ⑱
یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ
وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ
بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ
كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓی اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّیَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ
خَیْرًا كَثِیْرًا ⑲ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ
وَّاٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْـًٔا ؕ
اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا ⑳ وَكَیْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ
وَقَدْ اَفْضٰی بَعْضُكُمْ اِلٰی بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّیْثَاقًا
غَلِیْظًا ㉑

"اور تمھاری عورتوں میں سے جو عورتیں بدکاری کا ارتکاب کریں تو ان پر اپنے چار آدمیوں کی گواہی لے لو۔ اگر چار آدمی گواہی دے دیں تو انھیں گھروں میں محبوس کر دو یہاں تک کہ انھیں موت آ جائے یا اللہ ان کے لیے کوئی راستہ نکال دے۔

اور تم میں سے جو اس فعل کا ارتکاب کریں تو ان دونوں کو تکلیف دو۔ پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں تو انھیں چھوڑ دو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق صرف ان کے لیے ہے جو نادانی کی وجہ سے کوئی برا فعل کر گزرتے ہیں۔ اس کے بعد جلد ہی توبہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی اللہ توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ صاحب حکمت و صاحبِ علم ہے۔

توبہ ان لوگوں کے لیے نہیں جو برائیاں کرتے رہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو اس وقت کہتا ہے کہ میں اب توبہ کر رہا ہوں۔ اسی طرح توبہ ان لوگوں کے لیے بھی نہیں ہے جو کافر ہو کر مریں۔ ایسے لوگوں کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ایمان والو! تمھارے لیے عورتوں کا زبردستی وارث بننا حلال نہیں ہے اور نہ یہ حلال ہے کہ انھیں مجبُور کر کے ان کے حق مہر کا کچھ حصّہ اُڑا لینے کی کوشش کرو جو تم انھیں دے چکے ہو۔ البتہ اگر وہ کسی صریح بدچلنی کا ارتکاب کریں تو دوسری بات ہے۔ ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے زندگی بسر کرو۔ اور اگر وہ تمھیں ناپسند ہوں تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تمھیں ایک چیز ناپسند ہو مگر اللہ اس میں بہت سی بھلائی رکھ دے۔

اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لانے کا ارادہ کر ہی لو تو خواہ تم نے اسے ڈھیر سارا مال ہی کیوں نہ دیا ہو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ کیا تم بہتان اور صریح ظلم سے واپس لو گے؟

تم ان سے دیا ہوا مال کس منہ سے واپس لو گے جب کہ تم ایک دوسرے سے لطف اندوز ہو چکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں؟!“

بدکار جوڑے کا حکم

۱۱۹- اصول کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ قرآن مجید میں بدکار جوڑے کے لیے دو حکم نازل ہوئے۔ پہلا حکم سورۂ نساء میں یہ نازل ہوا:

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ …… اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ⑮

”تمھاری عورتوں میں سے جو عورتیں بدکاری کا ارتکاب کریں تو ان پر اپنے چار آدمیوں کی گواہی لے لو۔ اگر چار آدمی گواہی دے دیں تو انھیں گھروں میں محبوس کر دو یہاں تک کہ انھیں موت آجائے یا اللہ ان کے لیے کوئی راستہ نکال دے“۔

اس آیت مجیدہ میں اللہ نے یہ فرمایا تھا کہ یہ حکم ابدی نہیں ہے یہ عارضی حکم ہے۔ اس کے بعد اللہ ان کے لیے کوئی راستہ نکال دے گا۔ چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور نازل فرمائی اور اس میں اس فعل قبیح کی مستقل سزا کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِیْهَآ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ① اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ② (النور)

”یہ ایک سورہ ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے اور اسے ہم نے فرض کیا ہے۔ اس میں ہم نے صاف صاف ہدایات نازل کی ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرسکو۔ زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے دین کے معاملے میں تمھیں دامن گیر نہ ہونا چاہیے۔ اگر تم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور ان کو سزا دیتے وقت اہلِ ایمان کا ایک گروہ موجود رہے“۔

۱۲۰- عوالی اللئالی میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا:

”لوگو! اپنا دین مجھ سے حاصل کرو۔ اگر غیر شادی شدہ مرد غیر شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو اسے سو کوڑے مارے جائیں اور سال کے لیے جلاوطن کیا جائے اور اگر دونوں شادی شدہ ہوں تو انھیں ایک سو کوڑے اور رجم کی سزا ملنی چاہیے“۔

۱۲۱- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ اس آیت کا حکم جمہور مفسرین کے نزدیک منسوخ ہے اور امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے بھی یہی منقول ہے۔

۱۲۲- تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِکُمْ ...... کی آیت منسوخ ہے۔

اور جب تک یہ آیت نافذ العمل تھی اس وقت تک یہ دستور رائج تھا کہ جب کسی عورت کی بدکاری چار گواہوں کے بیانات سے ثابت ہو جاتی تھی تو اسے ایک گھر میں محبوس کر دیا جاتا تھا اور اس سے کوئی بھی فرد گفتگو نہیں کرتا تھا۔ البتہ اسے کھانا پانی وقت پر دے دیا جاتا تھا اور مرتے دم تک اس سے یہی سلوک جاری رہتا تھا۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے اس قانون کے متعلّق یہ فرما دیا تھا کہ یہ ابدی قانون نہیں ہے۔ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا یا اللہ ان کے لیے کوئی اور راستہ مقرر کرے گا۔ پھر اللہ نے سورۂ نور میں اپنے وعدے کے مطابق بدکاری کی مستقل سزا نازل کی اور بدکار افراد کے لیے کوڑوں اور رجم کی سزا مقرر کی گئی۔

اس سے قبل کنواری اور شوہر دار عورت کی بس ایک ہی سزا ہوا کرتی تھی۔ انھیں گھروں میں بند کر دیا جاتا تھا۔ البتہ توبہ اور اصلاح کی صورت میں ان سے اعراض و درگزر کیا جاتا تھا۔

توبہ کب تک ہوسکتی ہے؟

۱۲۳- زرارہ بیان کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

”جب سانس حلق تک پہنچ جائے تو اس وقت عالم کی توبہ قبول نہیں ہوتی البتہ جاہل کی توبہ قبول ہو جاتی ہے“۔

۱۲۴- اصول کافی میں جمیل بن درّاج سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:

”جب سانس حلق تک پہنچ جائے (یہ کہہ کر آپ نے حلق کی طرف اشارہ کیا) تو اس وقت عالم کے لیے توبہ کا وقت ہو جاتا ہے۔ پھر آپؑ نے یہ آیت پڑھی:

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ”اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو نادانی کی وجہ سے کوئی برا فعل کر گزرتے ہیں“۔

۱۲۵- نہج البلاغہ میں امیر المومنین علی علیہ السلام کا یہ قول مرقوم ہے:

''جسے توبہ نصیب ہوئی وہ قبولیت سے محروم نہ رہا کیونکہ اللہ کا فرمان ہے:

اِنَّمَا التَّوۡبَةُ عَلَى اللّٰهِ ...... عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ⑰ ''اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو نادانی کی وجہ سے کوئی برا فعل کر گزرتے ہیں پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی توبہ اللہ قبول کرتا ہے اور اللہ صاحبِ علم اور صاحبِ حکمت ہے''۔

۱۲۶- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ لفظ بِجَهَالَةٍ کے مفہوم کے متعلّق کئی اقوال منقول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ہر فعل معصیت اگرچہ جان بوجھ کر بھی کیوں نہ ہو جائے وہ ''جہالت'' میں شامل ہے۔ کیونکہ ہر غلط فعل کی محرک جہالت ہی ہوتی ہے اور جہالت ہی فعل قبیح کو آراستہ کر کے پیش کرتی ہے۔ یہی مفہوم امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔

آپؑ نے فرمایا: ہر گناہ جس کا ارتکاب انسان کرتا ہے اگرچہ وہ عالم بھی کیوں نہ ہو پھر بھی ارتکابِ گناہ کے وقت جاہل ہوتا ہے کیونکہ خدا کی نافرمانی جہالت کی ہی پیداوار ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کا وہ قول نقل کیا ہے جو انھوں نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا: هَلۡ عَلِمۡتُمۡ مَّا فَعَلۡتُمۡ بِيُوۡسُفَ وَاَخِيۡهِ اِذۡ اَنۡتُمۡ جٰهِلُوۡنَ ⑲ (سورہ یوسف)

''کیا تمھیں معلوم ہے کہ تم نے جاہل بن کر یوسفؑ اور اس کے بھائی سے کیا سلوک کیا تھا؟''

حضرت یوسفؑ نے ان کی سرکشی کے عمل کو ''جہالت'' سے تعبیر کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی جہالت کا ہی ثمر ہے۔

۱۲۷- امیر المومنین علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ اگر کوئی شخص توبہ کر کے پھر گناہ کرے اور پھر توبہ کرے تو اس کا کیا بنے گا؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ اسے معاف کر دے گا۔

سائل نے کہا کہ کتنی بار انسان کے لیے توبہ کی گنجائش موجود ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جب تک شیطان آزاد ہے اس وقت تک توبہ کی گنجائش موجود ہے۔

۱۲۸- من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آخری خطبہ میں فرمایا:

''جو مرنے سے ایک سال قبل توبہ کرے تو خدا اس کی توبہ قبول کرے گا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: سال بڑا عرصہ ہے جو اپنی موت سے ایک ماہ پہلے توبہ کرے تو خدا اس کی توبہ قبول کرے گا۔

پھر آپؐ نے فرمایا: مہینہ بڑا عرصہ ہے جو اپنی موت سے ایک دن قبل توبہ کرے تو خدا اس کی توبہ قبول کرے گا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: ایک دن بھی بڑا عرصہ ہے جو اپنی موت سے ایک ساعت قبل توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ ایک ساعت بھی بڑا وقت ہے جو جان حلق تک پہنچنے کے وقت توبہ کرے تو اس کی بھی توبہ قبول کرے گا۔

ثعلبی نے بھی یہی روایت اپنی اسناد کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کی ہے البتہ روایت کے آخر میں یہ الفاظ مرقوم ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ''ایک ساعت بھی بڑا عرصہ ہے جو سکرات لگنے سے قبل توبہ کرلے تو بھی اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا''۔

۱۲۹- ابلیس نے خدا سے کہا تھا: مجھے تیری عزت وعظمت کی قسم! میں ابن آدم کو نزع کے وقت تک نہیں چھوڑوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنی عزت وعظمت کی قسم! میں بھی سکرات لگنے تک اپنی توبہ کا دروازہ بند نہیں کروں گا۔

۱۳۰- تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''جب موت سامنے آجائے تو اس وقت کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ پھر آپؑ نے یہ آیت پڑھی: وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْئٰنَ ...... ''توبہ ان لوگوں کے لیے نہیں ہے جو برائیوں میں محو رہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت آئے تو کہے کہ میں اب توبہ کر رہا ہوں''۔

۱۳۱- تفسیر علی بن ابراہیم میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہمارے ایک مشہور دشمن ''زعلون'' نے بھی موت کے وقت توبہ کی تھی لیکن اس وقت کی توبہ اس کے لیے غیر مفید تھی۔

۱۳۲- من لایحضرہ الفقیہ میں ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''موت کے وقت کی توبہ اس لیے قابلِ قبول نہیں ہے کیونکہ اس وقت حجاب ہٹ جاتے ہیں اور انسان عالمِ آخرت کے مناظر آنکھوں سے دیکھنے لگ جاتا ہے۔ پھر امام علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی: وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْئٰنَ ...... ''توبہ ان لوگوں کے لیے نہیں ہے جو برائیوں میں محو رہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت آئے تو کہے کہ میں اب توبہ کر رہا ہوں''۔

۱۳۳- نہج البلاغہ میں امیر المومنین علی علیہ السلام سے یہ کلمات منقول ہیں:

''اعمال بجا لاؤ ابھی جب کہ تم زندگی کی فراخی اور وسعت میں ہو۔ اعمال نامے کھلے ہوئے اور[۱] توبہ کا دامن پھیلا ہوا

ے۔ اللہ سے رخ پھیرنے والے کو پکارا جا رہا ہے اور گناہ گاروں کو اُمید دلائی جا رہی ہے۔ اس سے قبل کہ عمل کی روشنی گل ہوجائے اور ہاتھ سے مہلت جاتی رہے اور مدت ختم ہو جائے اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے اور ملائکہ آسمان پر چڑھ جائیں''۔

عورتوں پر جبر کر کے حق مہر واپس نہ لو

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ

''ایمان والو! تمھارے لیے عورتوں کا زبردستی وارث بننا حلال نہیں ہے اور نہ یہ حلال ہے کہ انھیں مجبور کر کے ان کے حق مہر کا کچھ حصّہ اُڑا لینے کی کوشش کرو جو تم انھیں دے چکے ہو''۔

۱۳۴- تفسیر علی بن ابراہیم میں اس آیت مجیدہ کے ضمن میں مرقوم ہے:

''کسی شخص کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ جس عورت کو ناپسند کرتا ہو اس سے نکاح کر لے اور پھر اسے خود حق مہر سے ات بردار ہونے پر مجبور کرے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس روش سے منع کیا ہے البتہ صریح بے حیائی کی صورت علیحدہ ہے''۔

۱۳۵- امام محمد باقر علیہ السلام نے يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ...... کی آیت مجیدہ کے ضمن میں فرمایا کہ اسلام سے پہلے عربوں میں یہ رواج تھا اور ابتدائے اسلام میں بھی یہ رواج رہا تھا کہ جب کوئی مرد مرتا تو اس کا وارث اس کی بیوی پر کپڑا ڈال کر کہتا کہ اب یہ میری میراث میں آ گئی ہے اور اس کے لیے کوئی نیا حق مہر مقرر نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ ابوقبیس بن اسلت مرا تو اس کے بیٹے محصن بن ابی قبیس نے اس کی عورت پر کپڑا ڈال کر کہا کہ اب یہ میری لکیت ہے۔ اس عورت کا نام کبیشہ بنت معمر بن معبد تھا۔ بیٹے نے باپ کی عورت پر قبضہ کر لیا مگر نہ تو اس سے جنسی تعلقات ائم کیے اور نہ ہی اس کو نان ونفقہ فراہم کیا۔

چنانچہ عورت تنگ ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا:

''یارسولؐ اللہ! میرا شوہر ابوقبیس بن اسلت مر چکا ہے۔ اب اس کے بیٹے محصن نے مجھ پر قبضہ کر لیا ہے۔ اب نہ تو مجھ سے جنسی تعلقات قائم کرتا ہے اور نہ ہی مجھے نان ونفقہ فراہم کرتا ہے تو کیا میں اپنے خاندان میں واپس چلی جاؤں؟''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''فی الحال تو اپنے گھر لوٹ جا جیسے ہی خدا نے تیرے متعلق کوئی حکم نازل کیا تو میں تجھے اس سے آگاہ کر دوں گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ۭ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾

''اپنے باپ کی منکوحہ عورتوں سے نکاح نہ کرو سوائے اس کے جو گزر چکا یہ انتہائی برائی اور خدا کی ناراضگی کا ذریعہ ہے اور برا راستہ ہے''۔

اس آیت کے نزول کے بعد وہ عورت اپنے خاندان کے پاس چلی گئی۔ مدینہ میں بھی کبیشہ کی طرح سے کئی عورتیں میراث میں لوگوں کے پاس موجود تھیں مگر ان میں اور کبیشہ میں یہ فرق تھا کہ کبیشہ پر بیٹے نے قبضہ کیا تھا اور مدینہ کی عورتوں پر مرنے والوں کے باپ قابض تھے ان کے لیے اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَاۗءَ كَرْهًا ۭ ''ایمان والو! تمھارے لیے عورتوں کا زبردستی وارث بننا حلال نہیں ہے''۔

۱۳۶- تفسیر عیاشی میں ابراہیم بن میمون سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَاۗءَ كَرْهًا کی آیت کس سیاق وسباق میں نازل ہوئی؟

آپؑ نے فرمایا:

''یہ ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جن کے گھروں میں یتیم لڑکیاں پرورش پا رہی تھیں اور وہ جوان ہونے پر بھی ان کے نکاح کرانے پر راضی نہ تھے اور عملی طور پر انھیں نقصان پہنچا رہے تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں خطاب کر کے فرمایا کہ تمھارے لیے عورتوں کا زبردستی وارث بننا حلال نہیں ہے''۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کی: وَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْھُنَّ کی آیت کا پس منظر کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جو عورتوں پر جسمانی تشدد کرتے تھے تاکہ وہ حق مہر سے دست بردار ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس آیت کے ذریعے سے اس حرکت سے منع کیا اور فرمایا: تمھارے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ تم انھیں مجبور کر کے اپنے دیئے ہوئے حق مہر میں سے کچھ حصہ اُڑا لو۔

۱۳۷- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ اس آیت کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جو اپنی عورتوں کو ناپسند کرتے تھے اور انھیں صرف اس لیے اپنے ہاں روکے ہوئے تھے کہ یہ مریں تو ان کی میراث حاصل کریں۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے یہی مفہوم منقول ہے۔

اور اس ممانعت کا خطاب کس سے ہے۔ اس کے متعلق چار اقوال منقول ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت سے اللہ نے شوہروں کو نصیحت کی کہ اگر انھیں اپنی بیوی کی کوئی ضرورت نہ ہو تو خواہ مخواہ اسے اپنے حبالہِ عقد میں نہ رکھیں اور انھیں آزاد کردیں اور فدیہ حاصل کرنے کی غرض سے اپنے پاس نہ روکیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہی قول منقول ہے۔

اِلَّآ اَنۡ يَّاۡتِيۡنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ (البتہ وہ صریح بے حیائی کریں تو اور بات ہے)

”صریح بے حیائی“ کے متعلق دو قول منقول ہیں۔ ایک قول تو یہ ہے کہ اس سے زنا مراد ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے شوہر کی نافرمانی مراد ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ اسے ہر طرح کی معصیت پر محمول کیا جائے اور یہی بات امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔

قِنۡطَارًا کی مقدار کے متعلق اختلاف ہے کہ قنطار کتنی دولت کو کہا جاتا ہے۔ اس کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ بیل کی کھال میں سونے کی جتنی مقدار سما سکتی ہے اس مقدار کو قنطار کہا جاتا ہے اور امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے یہی قول منقول ہے۔

۱۳۸- عوالی اللئالی میں مفضل بن عمر سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ حق مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار کیا ہے جس سے مومن کو تجاوز نہیں کرنا چاہیے؟

آپؑ نے فرمایا: سنت محمدیہؐ کے تحت حق مہر پانچ سو درہم ہے۔ جو اس سے زیادہ ہو اسے سنت کی طرف پلٹا دینا چاہیے۔ پانچ سو درہم سے زیادہ حق مہر نہیں ہونا چاہیے۔

یہ روایت من لایحضرہ الفقیہ میں بھی مرقوم ہے۔

۱۳۹- مجمع البیان میں وَّاَخَذۡنَ مِنۡكُمۡ مِّيۡثَاقًا غَلِيۡظًا ۝۲۱ (انھوں نے تم سے پختہ عہد لیا ہے) کے تحت مرقوم ہے کہ پختہ عہد سے مراد یہ ہے کہ شوہر نکاح کے وقت احکامِ نکاح کی پابندی کے تحت اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ وہ یا تو اسے شریفانہ طور پر اپنے گھر میں ٹھہرائے گا یا اسے آبرومندانہ طور پر آزاد کردے گا۔ یہی مفہوم امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے۔

۱۴۰- الکافی میں برید سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے وَّاَخَذۡنَ مِنۡكُمۡ مِّيۡثَاقًا غَلِيۡظًا ۝۲۱ کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

”میثاق سے وہ کلمات مراد ہیں جن سے نکاح کا انعقاد ہوا ہے“۔

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ط اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ط وَسَآءَ سَبِيْلًا ع ﴿۲۲﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ز فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ز وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ لا وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا لا ﴿۲۳﴾

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ج كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ج وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ط فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ط وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا

حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ
الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ
الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ
فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ
مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ
اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى
الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ
وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾ ع يُرِيْدُ اللّٰهُ
لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ
عَلَيْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾

جن عورتوں سے تمھارے باپ نکاح کر چکے ہیں ان سے نکاح نہ کرو مگر جو پہلے ہو چکا وہ ہو چکا۔ یہ ایک بے حیائی اور خدا کے غضب کا ذریعہ اور بدترین راستہ ہے۔

تم پر حرام کی گئیں تمھاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں اور تمھاری وہ مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور تمھاری دودھ شریک بہنیں، اور تمھاری بیویوں کی مائیں اور تمھاری ان بیویوں کی لڑکیاں جنھوں نے تمھاری گود میں پرورش پائی ہے، جن سے تمھارے جنسی تعلقات قائم ہوئے ہوں اور اگر تم نے ان سے

جنسی تعلّق قائم نہ کیا ہو تو (انھیں چھوڑ کر ان کی لڑکیوں سے نکاح کر لینے میں) تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ تمھارے صلبی بیٹوں کی بیویاں اور دو بہنوں کا ایک ساتھ جمع کرنا سب حرام ہے۔ مگر جو پہلے ہو گیا سو ہو گیا۔ یقیناً اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

اور شادی شدہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں علاوہ ان کے جو تمھاری کنیزی میں آ جائیں۔ یہ اللہ کا قانون ہے جس کی پابندی تمھارے لیے لازم کر دی گئی ہے۔ ان کے ماسوا جتنی عورتیں ہیں انھیں اپنے اموال کے ذریعے سے حاصل کرنا تمھارے لیے حلال کر دیا گیا ہے بشرطیکہ انھیں حصارِ نکاح میں محفوظ کرو۔ صرف شہوت رانی مقصود نہ ہو۔ پس ان میں سے جن عورتوں سے تم نے تمتع کیا ہے ان کی اُجرت بطور فرض ان کو ادا کرو۔ مہر کی قرارداد کے بعد باہمی رضامندی سے تمھارے درمیان سمجھوتہ ہو جائے تو اس میں تمھارے لیے کوئی حرج نہیں ہے۔ بے شک اللہ علیم و حکیم ہے۔

جس کے پاس آزاد مومن عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی وسعت نہ ہو تو وہ مومنہ کنیز عورت سے نکاح کر لے۔ خدا تمھارے ایمان سے باخبر ہے۔ تم سب ایک ہی گروہ سے تعلّق رکھتے ہو۔ لہٰذا ان کے سرپرستوں کی اجازت سے ان کے ساتھ نکاح کر لو اور معروف طریقہ سے ان کا مہر ادا کرو تاکہ وہ حصار نکاح میں محفوظ ہو کر رہیں۔ آزاد شہوت رانی نہ کرتی پھریں اور نہ چوری چھپے آشنائیاں کریں۔ پھر جب وہ حصار نکاح میں محفوظ ہو جائیں اور اس کے بعد بدچلنی کریں تو ان پر اس سزا کی بہ نسبت آدھی سزا ہے جو آزاد عورتوں کے لیے مقرر ہے۔ یہ اجازت ان لوگوں کے لیے ہے جنھیں یہ خدشہ ہو کہ شادی نہ ہونے سے ان کی عفت کا بند ٹوٹ جائے گا۔ اگر تم صبر کرو تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

خدا چاہتا ہے کہ وہ تمھارے لیے واضح احکام بیان کردے اور تمھیں تم سے پہلے والوں کے راہ دکھلائے اور تمھاری توبہ قبول کرے۔ اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے"۔

۱۴۱- آباء واجداد کی منکوحہ عورتیں اولاد پر حرام ہیں۔ لہٰذا والد کی منکوحہ اور دادا کی منکوحہ اور نانا کی منکوحہ عورتیں ہیں۔ اسی لیے الکافی میں صادقین علیہما السلام میں سے کسی ایک بزرگوار سے منقول ہے، انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ازواجِ پیغمبر کے لیے یہ نص صریح نازل فرمائی: وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا (احزاب: ۵۳) "تمھارے لیے یہ جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو اذیت پہنچاؤ اور ان کے بعد کبھی بھی تم ان کی بیویوں سے نکاح نہیں کرسکتے"۔

چنانچہ اس آیت مجیدہ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اعلان کردیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج ے لوگوں کا نکاح حرام ہے۔ اگر بالفرض قرآن کریم میں یہ آیت مجیدہ نہ بھی ہوتی تو بھی وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ کی آیت کے تحت حسنؑ وحسینؑ کے لیے ازواج رسولؐ سے نکاح حرام ہوتا کیونکہ آباء واجداد کی منکوحہ سے نکاح حرام ہے۔

۱۴۲- تفسیر عیاشی میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"ہمارے لیے ازواجِ رسولؐ دو آیات کی وجہ سے حرام ہیں: پہلی آیت وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا "تمھارے لیے پیغمبر کے بعد ان کی ازواج سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے"۔ دوسری آیت وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ "ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمھارے آباء واجداد نے نکاح کیا ہے"۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے جد تھے اس لیے ازواجِ پیغمبرؐ ہمارے لیے حرام ہیں۔

۱۴۳- عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام کی زبانی حبیبؐ خدا کی حدیث انا من الذبیحین کی تشریح کے ضمن میں مذکور ہے کہ عبدالمطلب نے پانچ سنتیں ایسی جاری کی تھیں جنھیں اسلام آنے کے بعد خدا نے بھی جاری رکھا۔ ان میں ایک بات یہ تھی کہ انھوں نے باپ کی منکوحہ کو بیٹے پر حرام قرار دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی تائید کی اور فرمایا: وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ "ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمھارے آباء واجداد نے نکاح کیا ہے"۔

۱۴۴- الخصال میں یہی روایت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی مرقوم ہے۔

۱۴۵- روضہ کافی میں ابوالجارود کی زبانی منقول ہے۔ اس نے کہا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

ابوالجارود! لوگ حسنؑ و حسینؑ کے متعلّق کیا کہتے ہیں؟

میں نے کہا کہ لوگ انھیں فرزندِ رسولؐ تسلیم نہیں کرتے؟

آپؑ نے فرمایا: میں تجھے ایک ایسی دلیل بتانا چاہتا ہوں جس سے کوئی کافر ہی انکار کرے گا۔

میں نے عرض کیا کہ مولاؑ ضرور بیان فرمائیں۔

آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ عورتوں کی حرمت کا اعلان کیا ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ ”تمھارے صلبی بیٹوں کی بیویاں تم پر حرام ہیں“۔ اور جو لوگ حسنین کریمینؑ کو فرزندِ رسولؐ نہیں مانتے ذرا ان سے پوچھو کہ کیا حسنین کریمینؑ کی بیویوں سے رسولؐ خدا نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں؟

اگر وہ اثبات میں جواب دیں تو وہ جھوٹے ہیں اور اگر ان کا جواب نفی میں ہو تو پھر اس کا مفہوم یہ ہے کہ حسنینؑ رسولؐ خدا کے فرزند ہیں۔

آل اور اُمت کا واضح فرق

۱۴۶- عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام کی زبانی ایک حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے اُمت اور اہلِ بیتؑ کے درمیان بارہ فرق اُجاگر کیے۔ چنانچہ آپؑ نے اپنے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

”آلِ محمدؐ اور اُمتِ محمدؐ میں دسواں فرق اس آیت میں بیان کیا گیا ہے: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ ...... تم پر تمھاری مائیں اور بیٹیاں حرام ہیں“۔

علمائے اسلام! مجھے یہ بتاؤ اگر بالفرض رسولؐ خدا زندہ ہوتے تو کیا میری بیٹی، میری پوتی اور میری نواسی سے ان کے لیے نکاح حلال ہوتا یا حرام؟

دربارِ مامون میں بیٹھے ہوئے علماء نے جواب میں کہا: حلال نہ ہوتا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اگر بالفرض رسولؐ خدا زندہ ہوتے تو کیا ان کا تمھاری بیٹیوں سے نکاح حلال ہوتا یا حرام؟

علماء نے کہا کہ حلال ہوتا۔

یہ جواب سن کر آپؑ نے فرمایا: اس سے ثابت ہوا کہ میں رسول اکرمؐ کی آل ہوں اور تم اُن کی اُمت ہو۔ اگر تم بھی آلِ رسول ہوتے تو رسولؐ خدا کے لیے تمھاری بیٹیاں بھی میری بیٹیوں کی طرح سے حرام ہوتیں۔ یہ آل اور اُمت کا فرق

ے اور اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ آل، رسولؐ خدا کا جزو ہے اور جب اُمت آل میں سے نہ ہو تو وہ رسولؐ خدا کا جزو نہیں ہے۔

رام عورتیں

۱۴۷- کتاب الخصال میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ میرے والد سے پوچھا گیا کہ کتاب و نت کی رو سے کتنی شرم گاہیں مرد کے لیے حرام ہیں؟

اس کے جواب میں میرے والد نے کہا کہ چونتیس قسم کی شرم گاہیں حرام ہیں۔ (ان میں سے کچھ تو ہمیشہ کے لیے حرام ہیں اور کچھ وقتی حرام ہیں) اٹھارہ شرم گاہیں قرآن نے حرام کی ہیں اور سولہ شرم گاہیں سنت نے حرام کی ہیں جنھیں رآن نے حرام کیا ہے وہ یہ ہیں:

۱- زنا۔ اللہ نے فرمایا: وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى ''اور زنا کے قریب مت جانا''۔

۲- باپ کی منکوحہ سے بیٹے کا نکاح۔ ارشاد خداوندی ہے: وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ ''جن عورتوں سے ھارے آباء نے نکاح کیا تھا ان سے نکاح نہ کرو''۔

۳- مائیں، ۴- بیٹیاں، ۵- بہنیں، ۶- پھوپھیاں، ۷- خالائیں، ۸- بھتیجیاں، ۹- بھانجیاں، ۱۰- رضاعی مائیں، ۱۱- رضاعی بہنیں، ۱۲- ساس۔

۱۳- جن بیویوں سے جنسی تعلّق قائم ہوا ہو اس کی ربیبہ بیٹیاں۔

۱۴- صلبی بیٹوں کی بیویاں۔

۱۵- بیک وقت دو بہنوں کا جمع کرنا۔

۱۶- پہلے سے شادی شدہ عورت جو کسی کے عقد نکاح میں ہو۔

۱۷- حائض سے جماع حرام ہے جب تک پاک نہ ہو جائے۔ جیسا کہ فرمان خداوندی ہے: وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ''جب تک وہ حیض سے پاک نہ ہو جائیں ان سے جماع نہ کرو''۔

۱۸- اعتکاف میں مباشرت حرام ہے جیسا کہ فرمانِ قدرت ہے: وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ ''عورتوں سے اس وقت مباشرت نہ کرو جب تم مسجد میں اعتکاف میں بیٹھے ہوئے ہو''۔

سنت میں یہ شرم گاہیں حرام ہیں:

۱- ماہ رمضان میں دن کے وقت مجامعت کرنا۔ ۲-لعان کے بعد لعان والی عورت سے نکاح کرنا۔ ۳-عدت میں نکاح کرنا۔ ۴- احرام میں نکاح کرنا اور نکاح کرانا۔ ۵- ظہار کے کفارہ سے قبل مجامعت کرنا۔ ۶-مشرکہ سے نکاح کرنا۔ ۷- جس عورت کو نو طلاقیں دے چکا ہو اس سے پھر نکاح کرنا۔ ۸- آزاد عورت کی موجودگی میں کنیز سے نکاح کرنا۔ ۹-مسلم عورت کی موجودگی میں ذمی عورت سے نکاح کرنا۔ ۱۰- پھوپھی کی موجودگی میں بھتیجی اور خالہ کی موجودگی میں اس کی بھانجی سے نکاح کرنا۔ ۱۱-کنیز کے سرپرست کی اجازت کے بغیر اس سے نکاح کرنا۔ ۱۲- جو آزاد عورت سے شادی کرنے کی قدرت رکھتا ہو اس کا کنیز سے نکاح کرنا۔ ۱۳- مالِ غنیمت کی تقسیم سے قبل غنیمت میں آنے والی عورت سے نکاح کرنا۔ ۱۴-مشرک کنیز سے نکاح کرنا۔ ۱۵-زرخرید کنیز سے استبرائے رحم سے قبل نکاح کرنا۔ ۱۶-جس عورت نے مکاتبت کا معاہدہ کیا ہو اور کچھ حصّہ ادا بھی کر چکی ہو تو اس سے بھی جنسی تعلّق قائم نہیں رکھا جا سکتا۔

۱۴۸- کتاب علل الشرائع میں مردان بن دینار سے منقول ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ دو بہنوں سے بیک وقت نکاح حلال کیوں نہیں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اسلام نہیں چاہتا کہ دو بہنیں ایک دوسرے کو جنسی ضرورت میں مصروف دیکھیں۔ جب کہ دوسرے ادیان میں یہ چیز موجود نہیں ہے۔

۱۴۹- الکافی میں منصور بن حازم سے منقول ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا مگر وہ حقوقِ زوجیت سے پہلے مرگئی تو کیا وہ اس کی ماں سے نکاح کرسکتا ہے؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہم میں سے ایک شخص نے ایسا کیا تھا۔ ہم نے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا......الی اخر الحدیث۔

۱۵۰- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''جب ماں اور بیٹی سے زفاف نہ ہوا ہو تو دونوں یکساں ہیں۔ یعنی اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور زفاف نہ ہوا ہو اور وہ اس کو طلاق دے دے تو وہ اس کی بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے۔ اسی طرح سے اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور اس سے خلوت نہ کی ہو اور خلوت سے قبل اسے طلاق جاری کر دے تو اس کی ماں سے نکاح کرسکتا ہے''۔

۱۵۱- احمد بن محمد بن ابی نصر کا بیان ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت

ے متعہ کرے تو کیا وہ ممتوعہ کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں۔

۱۵۲- محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے صادقین علیہما السلام میں سے ایک بزرگوار سے پوچھا کہ ایک شخص نے ایک ورت سے نکاح کیا اور اس نے اس کے جسم کے مخفی اعضاء پر نظر کی (بعد میں خلوت کیے بغیر اسے طلاق جاری کر دی) تو کیا وہ شخص اس عورت کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جب وہ جسم کے ان اعضاء کو دیکھ چکا ہے جسے شوہر کے علاوہ اور کسی کو دیکھنے کی اجازت نہیں ہے تو وہ اس کی بیٹی سے نکاح نہیں کر سکتا۔

(مؤلف کتاب ہذا عفی عنہ عرض پرداز ہے کہ جن روایات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر بیٹی سے دخول نہ ہوا ہو تو انسان اس کی ماں سے نکاح کر سکتا ہے، ایسی تمام روایات کی شیخ طوسی نے تردید کی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ شاذ روایات ہیں اور یہ کلام الٰہی کے ظاہر کی مخالف ہیں اسی لیے ان پر عمل کرنا جائز نہیں ہے اور حضرت رسول اکرمؐ اور ائمہ ہدیٰ علیہم السلام ے یہ بات ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جب تمھارے سامنے ہماری کوئی حدیث پیش کی جائے تو اسے کتاب اللہ کے سامنے پیش کرو اور اگر وہ کتاب اللہ کے موافق ہو تو اسے قبول کرو اور جو روایت کتاب اللہ کے خلاف ہو تو اس کو چھوڑ دو یا اس کا علم ہماری طرف لوٹا دو۔ اسی لیے شیخ قدس سرہ نے اپنی کتاب میں ظاہر قرآن پر انحصار کیا ہے اور اسے اپنے مؤقف کی تائید میں پیش کیا ہے۔)

۱۵۳- حضرت علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ جن بیویوں سے تم نے جنسی تعلقات قائم کیے ہیں تو ان کی ربیبہ بیٹیاں حرام ہیں خواہ انھوں نے تمھارے گھر پرورش پائی ہو یا کسی اور جگہ پر پرورش پائی ہو......الی اخر الحدیث۔

۱۵۴- حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

”جب کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور اس سے جنسی استفادہ کرے تو اس کی بیٹی سے نکاح حرام ہے۔ اور اگر اس سے جنسی استفادہ نہیں کیا تو اس کی بیٹی سے نکاح جائز ہے۔ اور اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے تو خواہ اس نے جنسی استفادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اس کی ماں سے نکاح نہیں کر سکتا“۔

پھر آپؑ نے فرمایا: ربیبہ عورتیں حرام ہیں خواہ تمھاری گود میں پلی ہوں یا کہیں اور جگہ پر پلی ہوں۔

۱۵۵- ابو بصیر کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا:

ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ پھر جنسی استفادہ کیے بغیر اسے طلاق جاری کر دی؟

آپؑ نے فرمایا: وہ اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے لیکن اس کی ماں اس کے لیے حلال نہیں ہے۔

۱۵۶- الکافی میں مذکور ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور وہ عورت کئی دن تک اس کے گھر میں رہی لیکن مرد کو اس سے جنسی استفادہ کی استطاعت نہ ہوئی البتہ اس نے عورت کے جسم کے وہ اعضا دیکھے جنھیں شوہر کے علاوہ دوسرے دیکھ نہیں سکتے (پھر اس نے اس عورت کو طلاق دے دی) کیا وہ شخص اس عورت کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ کیونکہ وہ عورت کے مخفی اعضاء کو دیکھ چکا ہے۔

۱۵۷- محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا:

ایک شخص کے پاس ایک کنیز تھی۔ اس شخص نے اس کنیز کو آزاد کر دیا۔ کنیز نے آزادی کے بعد کسی مرد سے نکاح کر لیا اور اس سے اسے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ کیا اس کے پہلے آقا کے لیے اس کی بیٹی سے نکاح کرنا حلال ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ وہ اس کے لیے حرام ہے۔ وہ تو اس کی بیٹی ہے اور اس مسئلہ میں آزاد اور مملوکہ برابر ہیں۔

پھر آپؑ نے یہ آیت پڑھی: وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِىْ فِىْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِىْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ”تمھاری وہ عورتیں جن سے تم نے دخول کیا ہے ان کی ان ربیبہ لڑکیوں سے نکاح نہ کرو“۔

۱۵۸- عبید بن زرارہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کے پاس کنیز تھی۔ اس نے اس سے جنسی تعلقات قائم کیے تو کیا وہ مرد اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں وہ بھی ان ربیبہ عورتوں کی طرح ہے جن سے نکاح جائز نہیں ہے۔

۱۵۹- ابوبصیر کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور وہ اس سے آزاد ہو گئی۔ اگر اس عورت کی بیٹی مملوکہ ہو تو کیا وہ شخص اسے خرید کر اس سے جنسی تقاضے پورے کر سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں۔

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے پھر پوچھا کہ ایک شخص کے پاس ایک مملوکہ عورت اور اس کی بیٹی رہتی ہیں۔ اس نے ایک سے ہم بستری کی وہ مر گئی اور دوسری باقی ہے تو کیا وہ دوسری سے جنسی استفادہ کر سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں۔

۱۶۰- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ خوارج کی نگاہ میں زن مدخولہ کی صرف وہ ربیبہ بیٹیاں حرام ہیں جو اپنی اں کے ساتھ کسی گھر میں پرورش پاتی رہی ہوں اور اگر انھوں نے کسی اور گھر میں پرورش پائی ہو تو ایسی ربیبہ سے نکاح لال ہے جب کہ امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ زنِ مدخولہ کی ربیبہ کسی طرح سے بھی حلال نہیں ہے۔

۱۶۱- من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ امام صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے شوہر دار عورتیں مراد ہیں۔

۱۶۲- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ کے متعلّق قول مشہور یہ ہے کہ اس سے شوہر دار ورتیں مراد ہیں۔ اِلَّا مَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ (علاوہ ان کے جو تمھاری کنیزی میں آجائیں) اس سے مراد وہ قیدی عورتیں ہیں جو کفار سے جنگ کے نتیجے میں ہاتھ آئیں اور وہ پہلے سے شوہر دار ہوں۔

یہی مفہوم حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے۔ بعض علماء نے ابوسعید خدری کی روایت کو بطور استدلال پیش کیا ہے کہ یہ آیت غزوۂ اوطاس کے قیدیوں کے متعلّق نازل ہوئی۔ مسلمانوں نے کفار کی عورتوں کو گرفتار کیا اور اپنے ساتھ لے آئے جب کہ دارالحرب میں ان کے شوہر موجود تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولؐ خدا کی طرف سے ایک منادی نے یہ ندا دی۔ حاملہ عورتوں سے جنسی تعلّق پیدا نہ کیا جائے یہاں تک کہ وہ بچوں کو جنم دیں اور غیر حاملہ کو مَس نہ کیا جائے یہاں تک کہ ایک ماہواری سے ان کے رحم کا استبراء ہو جائے۔

جن علماء کو اس بات سے اتفاق نہیں ہے وہ اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اوطاس کی قیدی عورتیں بت پرست تھیں اور وہ اسلام میں داخل نہیں ہوئی تھیں اور بت پرست عورت سے نکاح ناجائز ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ خبر اسلام قبول کرنے کے بعد پر محمول ہے...... الی آخرہ۔

۱۶۳- الکافی میں محمد بن مسلم نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:

پھوپھی کی موجودگی میں بھتیجی اور خالہ کی موجودگی میں بھانجی سے ان کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کرنا چاہیے۔ البتہ بھتیجی کی موجودگی میں پھوپھی اور بھانجی کی موجودگی میں خالہ سے نکاح کے لیے بھتیجی اور بھانجی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۶۴- ابی عبیدہ حذاء کا بیان ہے کہ پھوپھی کی موجودگی میں بھتیجی اور خالہ کی موجودگی میں بھانجی سے نکاح ان کی

اجازت سے کرنا چاہیے۔

۱۶۵- تہذیب الاحکام میں علی بن جعفر صادقؑ کا بیان مرقوم ہے کہ میں نے اپنے بھائی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا کوئی شخص پھوپھی یا خالہ کی موجودگی میں اس کی بھتیجی یا بھانجی سے نکاح کرسکتا ہے تو آپؑ نے فرمایا: ان کی اجازت سے نکاح کیا جاسکتا ہے لیکن بھتیجی یا بھانجی کے بعد اس کی پھوپھی یا خالہ سے نکاح کے لیے پہلی بیوی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ اور جہاں اجازت کی ضرورت ہے وہاں اگر کوئی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے۔

نکاحِ متعہ

۱۶۶- الکافی میں عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ سے منقول ہے کہ ابوحنیفہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے متعہ کے متعلّق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: تم کون سے متعہ کی بات کرتے ہو۔ متعۃ الحج کے متعلّق پوچھنا چاہتے ہو یا متعۃ النساء کے متعلّق معلوم کرنا چاہتے ہو؟

اس نے کہا کہ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا متعۃ النساء حق ہے؟

آپؑ نے فرمایا: سبحان اللہ! کیا تو نے قرآن حکیم کی یہ آیت نہیں پڑھی:

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ ”جن عورتوں سے تم نے تمتع کیا ہے ان کا حق مہر فرض سمجھ کر ادا کرو“۔

جب ابوحنیفہ نے یہ جواب سنا تو کہنے لگا کہ مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے یہ آیت میں نے آج پڑھی ہو۔

۱۶۷- ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے متعہ کے متعلّق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا:

”متعہ کی حلّت قرآن مجید میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ ”جن عورتوں سے تم نے تمتع کیا ہے ان کا حق مہر فرض سمجھ کر ادا کرو“۔

۱۶۸- محمد بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اس آیت کا کیا مفہوم ہے: وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ (مہر کی قرارداد کے بعد باہمی رضامندی سے تمھارے درمیان سمجھوتہ ہوجائے تو اس میں تمھارے لیے کوئی حرج نہیں ہے) آپؑ نے فرمایا:

نکاح کے بعد اگر میاں بیوی باہمی رضامندی سے حق مہر کے متعلّق کوئی نیا سمجھوتہ کرلیں تو اس میں کوئی حرج نہیں

۴-جب کہ نکاح سے قبل ایسا کرنا درست نہیں ہے۔

۱۶۹- تفسیر عیاشی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں شرکت کی تھی۔ آپؐ نے ہمارے لیے متعہ حلال کیا تھا اور بعد میں آپؐ نے اسے حرام نہیں کیا تھا۔ بعد میں حضرت عمر نے اسے ممنوع قرار دیا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کہا کرتے تھے۔ اگر مجھ سے پہلے ابن خطاب نے اسے ممنوع قرار نہ دیا ہوتا تو کسی بدبخت کے علاوہ کوئی شخص زنا نہ کرتا۔

ابن عباس اس آیت کو یوں پڑھا کرتے تھے: فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ ”الی اجل مسمی“ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً۔
ابن عباس کہا کرتے تھے کہ رسولؐ خدا نے متعہ حلال کیا تھا۔ آنحضرتؐ نے اسے حرام نہیں کیا تھا۔

۱۷۰- فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۭ کی آیت مجیدہ کے متعلق امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

”یہ آیت متعہ کے متعلق نازل ہوئی اور اس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ انھوں نے جن عورتوں سے متعہ کیا ہے وہ انھیں ان کا حق مہر فرض سمجھ کر ادا کریں اور اگر متعہ کی میعاد پوری ہو جائے تو زوجین کو اختیار ہے کہ وہ باہمی رضامندی سے مدت میں توسیع کر سکتے ہیں اور جب متعہ کی میعاد مکمل ہو جائے تو ممتوعہ عورت اس وقت تک دوسرے کے لیے حلال نہیں ہوگی جب تک وہ دوبار ماہواری نہ دیکھ لے“۔

۱۷۱- ابوبصیر کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام اس آیت کو یوں پڑھا کرتے تھے: فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ (الی اجل مسمی) فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۭ اور فرماتے تھے کہ متعہ کی میعاد زوجین کی باہمی رضامندی سے بڑھائی جا سکتی ہے۔

۱۷۲- عبدالسلام کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ آپؑ متعہ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟
آپؑ نے فرمایا: متعہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ (الی اجل مسمی) فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۭ ۔
سائل نے کہا کہ کیا متعہ بھی چار عورتوں تک محدود ہے؟
آپؑ نے فرمایا: نہیں، یہ تو ایک طرح کا اجارہ ہے۔

۱۷۳- الکافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

”آج ایک آزاد مرد کو مملوکہ عورت سے نکاح نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ،

”جس کے پاس آزاد مومن عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی وسعت نہ ہو تو وہ مومنہ کنیز عورت سے نکاح کرلے“۔

کنیزوں سے نکاح کی اجازت اس لیے دی گئی تھی کہ آزاد عورتوں کا حق مہر زیادہ تھا اور آج آزاد عورتوں کا حق مہر کنیزوں کے لیے برابر ہو چکا ہے بلکہ اس سے بھی کچھ کم ہے۔

۱۷۴- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

”کنیز کی موجودگی میں آزاد عورت سے نکاح ہو سکتا ہے مگر آزاد عورت کی موجودگی میں کنیز سے نکاح نہیں ہو سکتا اور جو شخص آزاد عورت کی موجودگی میں کنیز سے نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے“۔

۱۷۵- ابوبصیر کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کنیز کے نکاح کے متعلّق سوال کیا۔

آپؑ نے فرمایا: کنیز کی موجودگی میں آزاد عورت سے نکاح جائز ہے۔ مگر آزاد عورت کی موجودگی میں کنیز سے نکاح ناجائز ہے۔ اور اگر تیرے عقد میں آزاد اور کنیز جمع ہو جائیں تو آزاد عورت کے لیے دو دن ہیں اور کنیز کے لیے ایک دن ہے۔ کنیز سے اس کے سرپرست کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہیں ہے۔

۱۷۶- زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کنیز کے نکاح کے متعلّق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: جو مجبور ہو جائے تو اس سے نکاح کرے ورنہ نہیں۔

۱۷۷- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

”اگر آزاد شخص آزاد عورت سے نکاح کرنے کی استطاعت رکھتا ہو تو اسے کنیز سے نکاح نہیں کرنا چاہیے اور آزاد عورت کی موجودگی میں اسے کنیز سے نکاح نہیں کرنا چاہیے۔ البتہ کنیز کی موجودگی میں آزاد عورت سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص کنیز کی موجودگی میں آزاد عورت سے نکاح کرے تو وہ آزاد عورت کے پاس دو دن رہے اور کنیز کے پاس ایک دن رہے“۔

۱۷۸- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا کا معنی یہ ہے کہ جسے آزاد عورت سے نکاح کرنے کی قدرت نہ ہو اور یہی مفہوم امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے۔

کنیزوں سے نکاح کی اجازت

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ
فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ
وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ

”اور جس کے پاس آزاد مومن عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی وسعت نہ ہو تو وہ مومنہ کنیز عورت سے نکاح کرلے۔ خدا تمھارے ایمان سے باخبر ہے تم سب ایک ہی گروہ سے تعلّق رکھتے ہو۔ لہٰذا ان کے سرپرستوں کی اجازت سے ان کے ساتھ نکاح کرو اور ان کا مہر معروف طریقہ سے ادا کرو تاکہ وہ نکاح کے حصار میں محفوظ ہو جائیں۔ آزاد شہوت رانی نہ کرتی پھریں اور نہ چوری چھپے آشنائیاں کریں“۔

۱۷۹- من لایحضرہ الفقیہ میں ابوالعباس بقباق سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا:
”کیا کوئی مرد کسی کنیز سے اس کے سرپرست کی اجازت کے بغیر نکاح کرسکتا ہے؟“

آپؑ نے فرمایا: یہ زنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ ”ان سے ان کے سرپرستوں کی اجازت سے نکاح کرو“۔

۱۸۰- استبصار میں احمد بن محمد بن ابی نصر سے منقول ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا: کیا کسی کنیز سے اس کے سرپرست کی اجازت سے متعہ کیا جاسکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ ”ان کے سرپرستوں کی اجازت سے ان سے نکاح کرو“۔

۱۸۱- تہذیب الاحکام میں داؤد بن فرقد سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص کسی کنیز سے اس کے سرپرست کی اجازت سے نکاح کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر کنیز کسی عورت کی ملکیت ہو تو درست ہے۔ اور اگر کسی مرد کی ملکیت ہے تو درست نہیں ہے۔

۱۸۲- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:
”اگر کوئی شخص کسی عورت کی کنیز سے متعہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر کنیز کسی مرد کی ملکیت ہو تو پھر اس کے

سرپرست کی اجازت ضروری ہے"۔

۱۸۳- تفسیر علی بن ابراہیم میں لکھا ہے کہ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ کا معنی ہے کہ وہ دوست بنانے والی نہ ہوں۔

کنیزوں پر حد شرعی نصف ہے

فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَیْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ

"پھر جب وہ نکاح کے حصار میں محفوظ ہو جائیں اور اس کے بعد بدچلنی کریں تو ان پر اس سزا کی بہ نسبت آدھی سزا ہے جو آزاد عورتوں کے لیے مقرر ہے"۔

۱۸۴- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اس سے مراد غلام اور کنیزیں ہیں۔ جب وہ زنا کریں تو ان پر نصف حد جاری ہوگی۔ سات بار تک ان پر نصف حد جاری ہوتی رہے گی۔ اگر وہ آٹھویں مرتبہ بھی بدکاری کا ارتکاب کریں تو انھیں قتل کر دیا جائے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ غلام و کنیز کو یہ رعایت اس لیے دی گئی کہ خدا نہیں چاہتا کہ ان کے گلے میں غلامی کا پٹہ بھی ہو اور انھیں سزا بھی آزاد انسان کی دی جائے۔

۱۸۵- تفسیر عیاشی میں قاسم بن سلیمان سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَیْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ کا کیا مقصد ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

اس سے مراد یہ ہے کہ قید نکاح میں آجانے کے بعد اگر وہ بدکاری کریں تو انھیں آزاد عورت کی نصف سزا ملنی چاہیے۔

۱۸۶- عبداللہ بن سنان کا قول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ فَاِذَآ اُحْصِنَّ جب "احصان" میں آجائیں۔ یہ فرمائیں کہ "احصان" سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

مراد یہ ہے کہ ان سے دخول وقوع ہو۔

میں (راوی) نے کہا: اگر ان سے دخول نہ ہوا ہو اور وہ بدکاری کر بیٹھیں تو ان پر حد شرعی جاری کی جائے گی؟

آپ نے فرمایا: جی ہاں۔ ان پر آزاد عورت کی نصف حد جاری کی جائے گی۔ اور اگر وہ ''احصان'' کے بعد بدکاری کا ارتکاب کریں تو انھیں رجم کیا جائے گا۔

۱۸۷- محمد بن مسلم راوی ہیں کہ میں نے صادقین علیہما السلام سے پوچھا کہ فَاِذَآ اُحْصِنَّ کا کیا معنی ہے؟

انھوں نے فرمایا کہ اس سے دخول مراد ہے۔

میں نے کہا: اگر دخول نہ ہوا ہو اور وہ دخول سے قبل بدکاری کریں تو کیا ان پر کوئی حد نہیں ہوگی؟

آپ نے فرمایا:

جی ہاں ان پر کوئی حد نہیں ہوگی۔

۱۸۸- عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کنیز شوہر دار عورتوں کے متعلّق پوچھا۔

آپؑ نے فرمایا: اس سے مسلمان عورتیں مراد ہیں۔

۱۸۹- حریز کہتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملا اور میں نے ان سے پوچھا کہ ''محصن'' کسے کہا جاتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جس کے پاس جنسی تسکین کے لیے بیوی موجود ہو۔

۱۹۰- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ مرد مسلم کو کنیز سے اس وقت نکاح کرنا چاہیے جب وہ یہ محسوس کرے کہ اگر اس کا نکاح نہ ہوا تو وہ جنسی بے راہ روی کا شکار ہو جائے گا اور ایک سے زیادہ کنیز سے نکاح حلال نہیں ہے۔

۱۹۱- اصول کافی میں مرقوم ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''مجھے لوگوں کے حال پر تعجب ہے کہ وہ چند قطرات پر گزارہ کر رہے ہیں اور عظیم نہر کو چھوڑے ہوئے ہیں!

کسی نے کہا کہ فرزندِ رسولؐ! وہ عظیم نہر کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: رسولؐ خدا علم کی عظیم نہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک ان کے لیے تمام انبیاء کے سنن جمع کیے تھے۔

آپؑ سے پوچھا گیا کہ ''سنن'' سے آپ کی کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

تمام انبیاء کا انھیں علم دیا گیا۔ رسول اکرمؐ نے وہ سارا علم امیر المومنینؑ کے سپرد کیا تھا۔

ایک شخص نے کہا: فرزند رسولؑ! یہ بتائیں کہ امیر المومنینؑ کے پاس زیادہ علم تھا یا بعض انبیاء کے پاس زیادہ علم تھا؟

آپؑ نے فرمایا:

اس کی بات بھی سنو، خدا جس کے چاہتا ہے کان کھول دیتا ہے۔ میں نے اسے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کا علم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کیا اور رسول اکرمؐ نے وہ علم امیر المومنینؑ کے حوالے کیا۔ اس کے باوجود بھی یہ مجھ سے پوچھ رہا ہے کہ وہ بڑے عالم تھے یا بعض انبیاء بڑے عالم تھے!!

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ قف وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ
الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿٢٧﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ
عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿٢٨﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا
تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً
عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ قف وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ
رَحِيْمًا ﴿٢٩﴾ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ
نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿٣٠﴾ اِنْ تَجْتَنِبُوْا
كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ
مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿٣١﴾ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ
عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ
مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ

شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ
وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾ ع اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى
النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ
اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ
اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي
الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ
سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ
بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ
يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا
خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ
اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي
الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ
وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا
فَخُوْرَا ۨ ﴿۳۶﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ

وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ
عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ (۳۷) وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا
يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ
قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا (۳۸) وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ
عَلِيْمًا (۳۹) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ
حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا (۴۰) فَكَيْفَ
اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ
شَهِيْدًا ؕ (۴۱) يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ
تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ع (۴۲)

”اور اللہ چاہتا ہے کہ تمھاری توبہ قبول کرے اور خواہشات کے پیروکار چاہتے ہیں کہ تم راہِ راست سے ہٹ کر دُور نکل جاؤ۔ اللہ چاہتا ہے کہ تمھارے لیے تخفیف کا سامان کرے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ۔ مگر یہ کہ باہمی رضامندی سے لین دین ہو اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ یقیناً اللہ تم پر مہربان ہے۔

جو شخص ظلم و زیادتی سے ایسا اقدام کرے گا تو ہم اس کو ضرور آگ میں جھونکیں گے اور یہ

اللہ کے لیے یہ کام بڑا آسان ہے۔

اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچتے رہے جن سے تمھیں روکا جا رہا ہے تو ہم تمھاری چھوٹی موٹی خطاؤں کو تمھارے حساب سے ساقط کر دیں گے اور تم کو عزت کے مقام میں داخل کریں گے اور خدا نے بعض افراد کو بعض سے کچھ زیادہ دیا ہے۔ اس کی تمنا اور آرزو نہ کرنا جو کچھ مردوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصّہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصّہ ہے۔ اللہ سے اس کے فضل کی درخواست کرتے رہو۔ یقیناً اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

ہم نے ہر اس ترکے کے حق دار مقرر کیے ہیں جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں اور جن سے تم نے عہد و پیمان کیا ہے، ان کا حصّہ بھی انھیں دے دو۔ بے شک اللہ ہر چیز پر نگران ہے۔

مرد عورتوں کے حاکم اور نگران ہیں۔ ان فضیلتوں کی بنا پر جو خدا نے بعض کو بعض پر دی ہیں اور اس بنا پر کہ انھوں نے عورتوں پر اپنا مال خرچ کیا ہے پس جو نیک عورتیں ہیں وہ اطاعت شعار ہوتی ہیں اور ان کی غیبت میں ان چیزوں کی حفاظت کرتی ہیں جن کی خدا نے حفاظت چاہی ہے۔ اور جن عورتوں سے تمھیں نافرمانی کا اندیشہ ہو انھیں نصیحت کرو اور خواب گاہوں میں ان سے علیحدہ رہو اور مارو۔ اس کے بعد اگر وہ تمھاری اطاعت کرنے لگیں تو زیادتی کی کوئی راہ تلاش نہ کرو۔ یقیناً خدا بہت بلند و بالا ہے۔

اگر تمھیں میاں بیوی کے تعلقات کی تلخی کا خوف ہو تو ایک حکم مرد کے رشتہ داروں میں سے ایک اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو۔ وہ دونوں اصلاح کرنا

چاہیں گے تو خدا ان کے درمیان موافقت کی راہ نکال دے گا۔ اللہ علیم اور خبیر ہے۔

اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو اور قرابت داروں کے ساتھ اور یتیموں، مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرو اور پڑوسی رشتہ دار، اجنبی ہمسایہ، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے اور ان لونڈی غلاموں سے جو تمھارے قبضہ میں ہوں، احسان کا معاملہ رکھو۔ اللہ مغرور اور متکبر لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔

جو خود کنجوسی کریں اور دوسروں کو بھی بخل کا حکم دیں اور جو کچھ خدا نے انھیں دیا ہے وہ اسے چھپائیں۔ ہم نے کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کیا ہے۔

وہ لوگ بھی اللہ کو ناپسند ہیں جو اپنے مال محض لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور درحقیقت نہ تو ان کا اللہ پر ایمان ہے اور نہ ہی روزِ آخرت پر۔ جس کا رفیق شیطان ہو تو اسے بہت بری رفاقت میسر آئی۔

اور اگر یہ اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لے آئیں اور خدا کے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کریں تو اس میں ان کا کیا نقصان ہے۔ اللہ انھیں بہتر جانتا ہے۔ اللہ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔ اگر کوئی ایک نیکی کرے تو اللہ اسے دو چند کر دیتا ہے۔ پھر اسے اپنی طرف سے اجرِ عظیم عطا کرتا ہے۔

اس وقت ان کی کیا حالت ہوگی جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان سب کا گواہ بنا کر لائیں گے۔ اس وقت وہ سب لوگ جنھوں نے رسول کی بات نہیں مانی تھی اور نافرمانی کرتے رہے تھے، تمنا کریں گے کہ اے کاش! ان کے لیے زمین پھٹ جاتی اور وہ اس میں سما جاتے۔ وہ خدا سے کوئی بات نہ چھپا سکیں گے"۔

ناجائز طریقوں سے مال کھانے کی ممانعت

یَاۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ......

"ایمان والو! ایک دوسرے کا مال آپس میں باطل طریقوں سے نہ کھاؤ......"

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کا مال ناحق کھانے سے منع کیا ہے مثلاً جوا اور سود جیسے غیر شرعی ذرائع سے ایک دوسرے کا مال مت کھائیں۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ آیت محکم ہے اور اسے خدا نے منسوخ نہیں کیا۔

تجارت کے لین دین سے جو نفع حاصل ہوتا ہے وہ حلال ہے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ اس حکم کا ایک مقصد تو یہ ہے کہ ایک دوسرے کو قتل نہ کرو کیونکہ اسلام میں پوری اُمت کو نفس واحدہ تصور کیا جاتا ہے اسی لیے فرمایا کہ اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ مقصد یہ ہے کہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو ناحق قتل نہ کرو۔

اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ خودکشی نہ کرو۔ خودکشی بعض اوقات ظاہر ہوتی ہے مثلاً ایک شخص آگ میں کود کر اپنی جان ختم کرتا ہے۔ اور کوئی دریا میں چھلانگ لگا کر اپنے آپ کو ہلاک کرتا ہے۔ خودکشی کی ظاہری صورت بھی حرام ہے اور خودکشی کی باطنی صورت بھی ہوتی ہے مثلاً ایک شخص اپنے آپ کو منشیات میں مبتلا کرتا ہے جس کا نتیجہ موت ہے تو یہ باطنی صورت بھی حرام ہے۔ اسی طرح سے کسی کو قتل کرنے کے قصاص میں بھی انسان کو قتل ہونا پڑتا ہے تو جو شخص کسی دوسرے کو قتل کر رہا ہوتا ہے وہ بھی دراصل اپنے آپ کو قتل کر رہا ہوتا ہے۔ یہ بھی خودکشی کی باطنی شکل ہے اور یہ بھی حرام ہے۔ اسی طرح سے ارتداد کی وجہ سے انسان واجب القتل قرار پاتا ہے اور جب شادی شدہ شخص بدکاری کرے تو وہ رجم کا مستحق قرار پاتا ہے۔ یہ بھی اپنے آپ کو قتل کرانے کے مقدمات ہیں۔ اسلام میں یہ بھی حرام ہیں۔ علاوہ ازیں وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ کی ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ اپنے اہلِ معاشرہ کی لوٹ کھسوٹ کر کے انھیں معاشی طور پر قتل نہ کرو۔

الغرض دوسروں کا مال کھانے کے جتنے بھی ناجائز ذرائع ہیں وہ سب کے سب حرام ہیں۔ کسی کا قرض واپس نہ کرنا بھی مال کھانے کے ناجائز ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے اور یہ بھی ممنوع ہے۔ جیسا کہ حسب ذیل روایت میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ (اضافة من المترجم)

۱۹۲- الکافی میں سماعہ بن مہران سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص

مقروض ہو اور اس کے پاس تھوڑی سی دولت ہو جس سے بصد مشکل اپنی گزر اوقات کر رہا ہو، کیا وہ اپنے بچوں کو کھانا کھلائے یا قرض ادا کرے۔ اگر وہ قرض واپس کرتا ہے تو اسے لوگوں سے مزید قرض لینا پڑتا ہے یا پھر اسے مجبوراً صدقہ قبول کرنا پڑتا ہے۔ ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

اسے چاہیے کہ وہ قرض ادا کرے اور لوگوں کا مال نہ کھائے یا اس کے پاس اتنا سرمایہ ہو جس سے لوگوں کے حقوق ادا کر سکتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ "ایک دوسرے کا مال آپس میں باطل طریقوں سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ باہمی رضامندی سے لین دین ہو"۔

انسان کو چاہیے کہ وہ اتنا ہی قرض لے جسے وہ ادا بھی کر سکے۔ ایسا نہ ہو کہ لوگوں کے دروازوں پر بھیک مانگنے کی نوبت آ جائے اور لوگوں کے دروازوں پر جا کر ایک یا دو لقمے مانگتا پھرے یا پھر اس کا ولی ہونا چاہیے جو اس کے بعد اس کا قرض ادا کرے۔ ہم میں سے جو بھی مرتا ہے تو اللہ اس کا کوئی نہ کوئی ایسا وارث بنا دیتا ہے جو اس کے وعدوں کو پورا کرتا ہے اور اس کا قرض ادا کرتا ہے۔

۱۹۳- مجمع البیان میں ہے کہ مال کھانے کے باطل ذرائع کے متعلّق دو قول منقول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اس سے سود، جوا، کم تولنا اور ظلم جیسے ذرائع مراد ہیں اور امام محمد باقر علیہ السلام سے یہی مفہوم منقول ہے۔

۱۹۴- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے: وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ (اپنے آپ کو قتل نہ کرو) کے الفاظ سے کچھ تیز طبیعت مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کیونکہ دور نبوی جنگ کے موقع پر کچھ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت کے بغیر ہی تن تنہا دشمنوں پر حملہ کر دیتے تھے اور کفار کے ہاتھوں مارے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فرمان کے ذریعے سے مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع کیا اور حکم پیغمبر کے بغیر تن تنہا لڑنے سے روک دیا۔

۱۹۵- مجمع البیان میں ہے کہ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ کے مفہوم کے متعلّق چار اقوال منقول ہیں اور چوتھا قول جو کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ اللہ نے ان الفاظ سے مسلمانوں کو تنبیہ کی ہے کہ وہ میدانِ جنگ میں اپنے سے زیادہ طاقت ور حریف کے ساتھ پنجہ آزمائی کر کے اپنے آپ کو خطرہ میں نہ ڈالیں۔

۱۹۶- تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے رسولؐ خدا سے پوچھا: اگر کسی شخص کا کوئی عضو ٹوٹ

پکا ہوا اور اس پر پٹی بندھی ہوئی ہو تو وہ وضو اور غسل کے لیے کیا کرے؟

رسولِ خدا نے فرمایا: وہ جنابت اور وضو کے وقت پٹی پر ہاتھ پھیر دے۔ اس کے لیے یہی کافی ہے۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا: اگر سخت سردی ہو اور انسان کو پانی ڈالنے سے اپنی جان کا خطرہ ہو تو وہ کیا کرے؟

رسولِ خدا نے جواب میں یہ آیت پڑھی: وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾ (اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے)

۱۹۷- امام جعفر صادق علیہ السلام نے وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ...... کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

"بعض اوقات کچھ جذباتی مسلمان دشمنوں کی کمین گاہوں میں داخل ہو جاتے تھے اور ان کے دشمن انھیں پکڑ کر اپنے تشدد کا نشانہ بناتے اور انھیں اپنی مرضی سے قتل کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس حکم کے ذریعے سے مسلمانوں کو اس طرح کی جذباتی حرکات سے منع کیا۔

مقصد یہ ہے کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ممنوع ہے خواہ وہ براہِ راست ہو یا بالواسطہ ہو۔

گناہانِ کبیرہ

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَاۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ۝

"اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچتے رہے جن سے تمھیں روکا جا رہا ہے تو ہم تمھاری چھوٹی موٹی خطاؤں کو تم سے ساقط کر دیں گے اور تم کو عزت کے مقام میں داخل کریں گے"۔

۱۹۸- تفسیر عیاشی میں میسر سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ مَیں، علقمہ حضرمی، ابو حسان العجلی، عبداللہ بن عجلان امام محمد باقر علیہ السلام کی زیارت کے لیے گئے۔ ہم آپؑ کے دروازے پر بیٹھ کر آپؑ کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔ آپؑ ہمارے پاس تشریف لائے اور آپؑ نے ہم سے فرمایا:

"تمھیں خوش آمدید ہو، مجھے تمھاری خوشبو اور ارواح سے محبّت ہے تم لوگ اللہ کے دین پر ہو"۔

علقمہ نے کہا: مولاؑ! تو کیا جو اللہ کے دین پر ہو اس کے جنتی ہونے کی آپ ضمانت دیتے ہیں؟

یہ سن کر آپؑ کچھ دیر تک خاموش رہے۔ پھر فرمایا کہ اپنے نفوس کو منور کرو۔ اگر تم نے گناہانِ کبیرہ کا ارتکاب نہیں کیا ہے تو میں تمھیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

ہم نے کہا: گناہانِ کبیرہ کون سے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: کتاب اللہ میں سات گناہوں کو گناہانِ کبیرہ کہا گیا ہے۔

ہم نے عرض کیا: آپؑ ہمیں بتائیں وہ کون سے گناہ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: وہ یہ ہیں: ١- اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ٢- یتیم کا مال کھانا، ٣- سود کھانا، ٤- والدین کی نافرمانی، ٥- جہاد سے فرار، ٦- قتلِ مومن، ٧- شریف عورت پر الزام تراشی۔

ہم نے عرض کیا: ہم ان تمام گناہوں سے آزاد ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: پھر تم جنتی ہو۔

١٩٩- ثواب الاعمال میں احمد بن عمر حلبی سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿٣١﴾ کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

''جو شخص ایسے امور سے باز رہے جن کے متعلق اللہ نے دوزخ کا وعدہ کیا ہے تو وہ شخص مومن ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی چھوٹی موٹی برائیوں کو ساقط کر دے گا اور اسے عزت کے مقام میں داخل کرے گا۔ دوزخ کا سبب بننے والے یہ سات گناہ ہیں: ١- کسی کو ناحق قتل کرنا، ٢- والدین کی نافرمانی کرنا، ٣- سود کھانا، ٤- ہجرت کے بعد دارالحرب میں رہائش اختیار کرنا، ٥- کسی شریف عورت پر الزام تراشی کرنا، ٦- یتیم کا ناحق مال کھانا، ٧- میدانِ جہاد سے فرار کرنا۔

٢٠٠- امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

''جو شخص ان افعال سے پرہیز کرے جن پر خدا نے دوزخ کا وعدہ کیا ہے تو وہ شخص مومن ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی باقی خطائیں ساقط کر دے گا''۔

٢٠١- کتاب التوحید میں محمد بن ابی عمیر سے منقول ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سنا، آپؑ فرمایا کرتے تھے:

''اللہ تعالیٰ اہلِ کفر و انکار اور اہلِ ضلال و شرک کو ہمیشہ دوزخ میں رکھے گا۔ جو مومن گناہانِ کبیرہ سے پرہیز کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے گناہانِ صغیرہ کے متعلق سوال نہیں کرے گا''۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿٣١﴾ ''اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچتے رہے جن سے تم کو روکا جا رہا ہے تو ہم تمھاری چھوٹی موٹی خطائیں ساقط کر

دیں گے اور تمہیں مقامِ عزت میں داخل کریں گے۔

۲۰۲۔ اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ گناہانِ کبیرہ وہ ہیں جن کے متعلق اللہ نے دوزخ کا وعدہ کیا ہے۔ پھر آپؑ نے اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ ...... کی آیت تلاوت فرمائی۔

۲۰۳۔ نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام سے یہ کلمات منقول ہیں:

”کچھ بڑے گناہ ہیں جن پر اللہ نے دوزخ کا وعدہ کیا ہے اور کچھ صغیرہ ہیں جن کی بخشش کی نوید سنائی ہے“۔

۲۰۴۔ روضہ کافی میں فضیل سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

فضیل! خدا کی قسم، تمہارے علاوہ کوئی حاجی نہیں ہے اور تمہارے علاوہ کسی دوسرے کے گناہ معاف نہیں کیے جائیں گے اور تمہارے علاوہ کسی کے اعمال قبول نہ کیے جائیں گے اور تم لوگ ہی اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا (۳۱) کے مصداق ہو۔

گناہانِ کبیرہ از روئے قرآن

گناہانِ کبیرہ کی بحث کی تکمیل کے لیے ہم عیون اخبار الرضا علیہ السلام سے یہ جامع حدیث نقل کرتے ہیں۔

امام علی رضا علیہ السلام کا بیان ہے کہ مشہور متکلم عمرو بن عبید بصری امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام دعا کے بعد اس نے یہ آیت پڑھی: وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ (شوریٰ:۳۷) ”وہ جو گناہانِ کبیرہ سے پرہیز کرتے ہیں“۔ یہاں تک پڑھ کر وہ خاموش ہو گیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس سے فرمایا: خاموش کیوں ہو گئے ہو؟

اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ میں قرآن کی زبانی گناہانِ کبیرہ جان سکوں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہاں سنو! گناہانِ کبیرہ میں سے سب سے بڑا گناہ خدا کے ساتھ شرک ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

> اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (۷۲)
>
> ”جو کوئی خدا سے شرک کرے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کی ہے اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کے لیے مددگار نہیں ہیں“۔ (المائدہ:۷۲)

۲- خدا کی تدبیر سے بے خوف ہونا بھی گناہِ کبیرہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ (اعراف:۹۹)

''اللہ کی تدبیر سے خسارہ اٹھانے والے ہی بے خوف رہتے ہیں''۔

۳- خدا کی رحمت سے مایوس ہونا بھی گناہِ کبیرہ ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾

''خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہونا کیونکہ کافروں کے علاوہ اللہ کی رحمت سے کوئی بھی مایوس نہیں ہوا کرتا''۔ (یوسف:۸۷)

۴- والدین کی نافرمانی بھی گناہِ کبیرہ ہے۔ والدین کے نافرمان کو جبار شقی کہا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ الفاظ کہے تھے:

وَّبَرًّا بِوَالِدَتِيْ ؗ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿۳۲﴾ (مریم:۳۲)

''اللہ نے مجھے میری والدہ سے نیکی کی ہدایت کی ہے اور اس نے مجھے جبار شقی نہیں بنایا''۔

۵- قتل ناحق بھی گناہِ کبیرہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾ (النساء:۹۴)

''اور جو کوئی جان بوجھ کر مومن کو قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ اس پر غضب ناک ہوا اور خدا نے اس پر لعنت کی ہے اور اس کے لیے دردناک عذاب تیار کیا ہے''۔

۶- شریف عورتوں پر الزام تراشی کرنا گناہِ کبیرہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ﴿۲۳﴾ (النور:۲۳)

''وہ لوگ جو شادی شدہ غافل مومن عورتوں پر الزام تراشی کرتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لیے عذابِ عظیم ہے''۔

۷- یتیم کا مال کھانا گناہِ کبیرہ ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۟ؑ

"یقیناً جو لوگ ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے شکموں میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں جلیں گے"۔ (النساء: ۱۰)

۸- میدانِ جہاد سے فرار کرنا گناہِ کبیرہ ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ (انفال: ۱۶)

"جس نے ایسے موقع پر پیٹھ پھیری سوائے اس کے کہ جنگی چال کے طور پر ایسا کرے یا کسی فوجی دستے سے جاملنے کے لیے ایسا کرے تو وہ اللہ کے غضب میں گھر جائے گا۔ اس کا ٹھکانا جہنّم ہوگا اور بہت بُری جائے بازگشت ہے"۔

۹- سود کھانا گناہِ کبیرہ ہے۔ سود خوروں کے متعلّق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِیْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ

"جو لوگ سود کھاتے ہیں ان کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باؤلا کر دیا ہو"۔ (البقرہ: ۲۷۵)

۱۰- جادو کرنا بھی گناہِ کبیرہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۛ (البقرہ: ۱۰۲)

"اور انھیں معلوم تھا کہ جادو کے خریدار کے لیے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں ہے"۔

۱۱- زنا گناہِ کبیرہ ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝۶۸ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝۶۹ (الفرقان: ۶۸-۶۹)

"اور وہ اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے۔ اللہ کی حرام کی ہوئی جان کو ناحق قتل نہیں کرتے اور زنا نہیں کرتے۔ یہ کام جو کوئی کرے وہ اپنے گناہوں کا بدلہ پائے گا قیامت کے دن اس کو

دوگنا عذاب دیا جائے گا اور وہ اسی میں ہمیشہ ذلت کے ساتھ پڑا رہے گا"۔

۱۲- جھوٹی قسم کھانا گناہِ کبیرہ ہے جیسا کہ فرمانِ قدرت ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ (آل عمران: ۷۷)

"وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ اللہ روزِ قیامت ان سے کلام نہ کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر (کرم) کرے گا اور نہ ہی انھیں پاک کرے گا ان کے لیے دردناک عذاب ہے"۔

۱۳- خیانت کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (آل عمران: ۱۶۱)

"اور جو کوئی خیانت کرے وہ خیانت سمیت حاضر ہوگا"۔

۱۴- واجب زکوٰۃ ادا نہ کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔ مانعینِ زکوٰۃ کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ۝ (التوبہ: ۳۵)

"جس دن سونے چاندی کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا اور اس سے ان کی پیشانیوں پہلوؤں اور پشتوں پر داغ دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا یہ وہی ہے جسے تم نے اپنے لیے ذخیرہ کیا تھا اب اپنے ذخیرہ کا ذائقہ چکھو"۔

۱۵، ۱۶- غلط گواہی دینا اور سچی گواہی کو چھپانا بھی گناہِ کبیرہ ہے۔ چنانچہ رب العزت کا فرمان ہے: وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ (الفرقان: ۷۲) "اور وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے"۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (البقرہ: ۲۸۳) وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ "اور جو کوئی سچی گواہی چھپائے تو اس کا دل گناہ گار ہے"۔

اسی طرح سے شراب نوشی اور جوئے بازی کو بھی اللہ نے شیطان کا فعل قرار دیا ہے اور نماز فریضہ اور خدا کے دیگر فرائض کی ادائیگی نہ کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ عہد توڑنا اور قطع رحمی کرنا بھی گناہانِ کبیرہ میں شامل ہے اور ان کے لیے اللہ نے فرمایا ہے:

اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعۡنَةُ وَلَهُمۡ سُوۡٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ (الرعد: ۲۵) "ان کے لیے لعنت اور بُرا گھر ہے"۔

جب امام جعفر صادق یہاں تک پہنچے تو عمرو بن عبید بصری روتا ہوا اٹھا اور کہنے لگا:

"وہ شخص ہلاک ہوا جس نے اپنی رائے سے کچھ کہا اور علم و فضل میں تم سے جھگڑا کیا"۔ (اضافۃ من المترجم)

۲۰۵- من لایحضرہ الفقیہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے' آپؑ نے فرمایا:

جو گناہانِ کبیرہ سے پرہیز کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے باقی گناہ ساقط کر دے گا جیسا کہ اللہ نے خود فرمایا ہے: اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا كَبٰٓئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ وَنُدۡخِلۡكُمۡ مُّدۡخَلًا كَرِيۡمًا ﴿۳۱﴾ "اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچے رہے جن سے تمھیں روکا جا رہا ہے تو ہم تمھاری چھوٹی موٹی غلطیاں ساقط کر دیں گے اور تمھیں عزت کے مقام میں داخل کریں گے"۔

ایک دوسرے کے مقام کی تمنا نہ کرو

وَلَا تَتَمَنَّوۡا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعۡضَكُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ ؕ

"خدا نے بعض افراد کو بعض افراد سے کچھ زیادہ دیا ہے' اس کی تمنا اور آرزو مت کرو"۔

۲۰۶- اس آیت مجیدہ کے متعلق مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ کسی کو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ اے کاش' مجھے بھی فلاں کی طرح سے دولت' نعمت اور حسین بیوی ملی ہوتی۔ کیونکہ یہ حسد ہے اس کی بجائے اسے خدا سے یہ درخواست کرنی چاہیے کہ پروردگارا جیسا تو نے اسے نعمت عطا کی ہے ویسی نعمت مجھے بھی عطا کر۔ امام جعفر صادق علیہ السلام اور ابن عباس سے یہی منقول ہے۔

۲۰۷- ابن مسعود راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ سے اس کے فضل کی درخواست کرو۔ اللہ کو سوال پسند ہے اور بہترین عبادت بھلے دنوں کا انتظار کرنا ہے"۔

۲۰۸- کتاب الخصال میں امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا:

"ہر آدمی کو تین آفتوں سے واسطہ پڑتا ہے اور وہ ہیں: تکبر' بدشگونی اور تمنا"۔

جب کسی کو بدشگونی سے واسطہ پڑے تو اسے نظر انداز کر دے اور اس کی طرف توجہ نہ دے اور خدا کو یاد کرے۔ اور جب بھی کسی کے ذہن میں تکبر آنے لگے تو اسے چاہیے کہ اپنے نوکروں اور غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائے اور بکری کو

اپنے ہاتھوں سے دوہنا شروع کرے۔ اور جب کسی کے ذہن میں تمنا کروٹیں لینے لگے تو اللہ سے اس کی گزگرا کر درخواست کرے اور نفس کی خواہش میں آ کر گناہ میں اپنے آپ کو آلودہ نہ کرے۔

۲۰۹- حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جب کوئی کسی چیز کی تمنا کرے اور اس میں اللہ کی رضا بھی مضمر ہو تو وہ دنیا سے اس وقت تک رحلت نہیں کرے گا جب تک اس نعمت کو حاصل نہ کرلے''۔

۲۱۰- اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا:

''جو خدا سے اس کے فضل کا سوال نہیں کرے گا وہ فقر میں مبتلا ہو جائے گا''۔

۲۱۱- میسر بن عبدالعزیز کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

''میسر! خدا سے دعا مانگتے رہو۔ یہ نہ کہنا کہ تقدیر کے تحت معاملات کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور اب دعا بے سود ہے۔ یاد رکھو! اللہ کے پاس ایک منزلت ہے جسے سوال کیے بغیر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اگر آدمی اپنا منہ بند رکھے اور سوال ہی نہ کرے تو اسے کچھ بھی نہیں ملے گا۔ لہٰذا سوال کرو' مراد پاؤ۔

میسر! یاد رکھو' جب کسی دروازہ پر بار بار دستک دی جائے تو آخر کار وہ کھل ہی جائے گا''۔

۲۱۲- الکافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا:

''ہر جاندار کے لیے اللہ نے کچھ نہ کچھ رزق حلال مقرر کیا ہے جو اسے خیر و عافیت سے مل سکتا ہے اور اس کے مقابلے میں رزقِ حرام بھی رکھا گیا ہے۔ جب کوئی شخص حرام طریقہ سے رزق حاصل کرتا ہے تو اس کے مقدر میں جو حلال لکھا ہوا ہے اتنا ہی رزقِ حلال اس میں سے نفی کر دیا جاتا ہے۔ جب کہ گناہ اور نافرمانی علیحدہ شمار ہوتی ہے اس لیے اللہ نے انسانوں کو حکم دیا ہے: وَسْئَلُوا اللهَ مِنْ فَضْلِهٖ ''خدا سے اس کا فضل طلب کرو''۔

۲۱۳- من لایحضرہ الفقیہ میں حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے' آپؐ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے ایک چیز کو اپنے لیے پسند کیا ہے اور اسے اپنی مخلوق کے لیے ناپسند کیا ہے۔ اللہ کو پسند ہے کہ بندے اس سے سوال کریں اور اسے یہ بات ناپسند ہے کہ بندے بندوں سے سوال کریں۔ لہٰذا تمھیں خدا سے سوال کرتے ہوئے ہرگز نہیں شرمانا چاہیے۔ اگر تمھیں جوتی کا تسمہ بھی مطلوب ہو تو بھی اپنے خدا سے مانگو''۔

۲۱۴- تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے وَسْئَلُوا اللهَ مِنْ فَضْلِهٖ (خدا سے اس کے فضل کا سوال

کرو) کی آیت مجیدہ نازل کی اور صحابہ کرام نے یہ آیت سنی تو وہ آپس میں کہنے لگے کہ فضل سے کیا مراد ہے؟ کسی کو رسول اکرمؐ سے پوچھنے کی جسارت نہ ہوئی۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں رسولؐ خدا سے پوچھتا ہوں۔ چنانچہ انھوں نے رسول اکرمؐ سے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! فضل کیا ہے جس کے سوال کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے اپنی جتنی مخلوق پیدا کی ہے اس کے لیے رزق حلال بھی مقرر کیا ہے اور اتنا حرام بھی علیحدہ رکھا ہے۔ جو کوئی حرام میں سے حصّہ لے گا تو اسی مقدار میں اس کے رزق حلال میں سے کٹوتی کی جائے گی اور اس سے اس کا حساب لیا جائے گا"۔

۲۱۵- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے بندوں میں رزق تقسیم کیا اور لوگوں کو ایک دوسرے پر فضیلت دی۔ اسی لیے لوگوں سے حسد کرنے کے بجائے براہِ راست اللہ سے طلب کرو۔

۲۱۶- حسین بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ نماز فجر کے بعد سونا مکروہ ہے کیونکہ اس وقت رزق تقسیم ہوتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: رزق تو تقسیم ہو چکے ہیں البتہ اللہ تعالیٰ طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک اپنا فضل تقسیم کرتا ہے اور اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَسۡـَٔلُوا اللّٰهَ مِنۡ فَضۡلِهٖ "اللہ سے اس کا فضل طلب کرو"۔

پھر آپؑ نے فرمایا: طلوعِ فجر کے بعد اللہ کا ذکر طلبِ رزق کے لیے اتنا مؤثر ہے کہ رزق کے لیے کہیں جانا بھی اتنا مؤثر نہیں ہے۔

اللہ نے ہر ایک کے وارث مقرر کیے ہیں

وَلِكُلٍّ جَعَلۡنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الۡوَالِدٰنِ وَالۡاَقۡرَبُوۡنَ ؕ وَالَّذِيۡنَ عَقَدَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ فَاٰتُوۡهُمۡ نَصِيۡبَهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيۡءٍ شَهِيۡدًا ۝۳۳ ع

"ہم نے ہر اس ترکے کے وارث مقرر کیے ہیں جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں اور جن سے تم نے عہد و پیمان کیا ہے ان کا حصّہ بھی انھیں دے دو۔ بے شک اللہ ہر چیز پر نگران ہے"۔

اس آیت مجیدہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر والدین کی اولاد اور قریبی رشتہ دار وارث ہوتے ہیں۔ اس کے بعد

خدا نے فرمایا کہ جن سے تم نے عہد و پیمان کیا ہے انھیں بھی میراث میں ان کا حصہ دو۔

مفسرین کی اکثریت کے نزدیک آیت کا دوسرا حصہ جس کا تعلّق حلیفوں سے ہے منسوخ ہے اور وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ (انفال:۷۵) ”یعنی کتاب اللہ (خدا کے قانون) کے تحت رشتہ دار ہی ایک دوسرے کی میراث کے زیادہ حق دار ہیں“ کی آیت اس کی ناسخ ہے۔

اہلِ عرب میں عہد و پیمان کی تین صورتیں رائج تھیں: اسلام سے قبل جب کوئی کسی کا حلیف بنتا تو وہ کہتا تھا کہ آج سے تیرا خون میرا خون، تیری صلح میری صلح، تیری جنگ میری جنگ ہوگی۔ تو میری میراث پائے گا اور میں تیری میراث پاؤں گا۔ میں تیری طرف سے دیت دوں گا اور تو میری طرف سے دیت دے گا۔ چنانچہ اس طرح کے حلیف کو میراث میں سے چھٹا حصہ دیا جاتا تھا۔

۲- کچھ لوگ کسی کو اپنا متبنّٰی بنا کر اپنا وارث بنا لیتے تھے اور مسلمانوں میں انھیں ”ادعیاء“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور متبنّٰی گیری کی وجہ سے متبنّٰی وہی میراث حاصل کرتا تھا جو کہ سگے بیٹے کو ملتی تھی۔

۳- نبی اکرمؐ نے ہجرت کے بعد مسلمانوں میں ”عقد مواخات“ قائم کیا تھا اور صحابہ کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا تھا اور عقد مواخات کے تحت بھی کچھ عرصہ تک میراث چلتی رہی۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے وَاُولُوا الْاَرْحَامِ کی آیت نازل کی تو عہد و پیمان کی وجہ سے ملنے والی میراث منسوخ ہوگئی۔

کچھ مفسرین یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور وہ کہتے ہیں کہ تقدیر آیت یہ ہے: وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ یعنی اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ والدین، قرابت دار اور تمھارے حلیف جو کچھ بھی چھوڑ جائیں، ہم نے سب کے وارث مقرر کر دیے ہیں۔ تم وارثوں کو ان کی میراث دے دو۔ (اضافۃ من المترجم)

البتہ اس عہد و پیمان کی تاویلی طور پر کچھ روایات ائمہ سے مروی ہیں جیسا کہ حسب ذیل روایت ہے۔

۲۱۷- اصول کافی میں حسن بن محبوب سے منقول ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُكُمْ کا مطلب پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: اس سے ائمہ مراد ہیں۔ اللہ نے ان سے تمھارا عہد و پیمان کیا ہے۔

۲۱۸- الکافی میں زرارہ سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ کی آیت پڑھ کر فرمایا:

''اس سے میراث پانے والے رشتہ دار مراد ہیں۔ اس سے اولیائے نعمت مراد نہیں ہیں۔ کوئی شخص میت سے جتنا قریب ہوگا اتنا ہی وہ میراث کا مستحق ہوگا''۔

۲۱۹- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُکُمْ فَاٰتُوْھُمْ نَصِیْبَھُمْ (جن سے تم نے عہد و پیمان کیا ہے انھیں میراث کا حصّہ دے دو) کی آیت کے حکم کو قرآن مجید کی آیت وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُھُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتٰبِ اللّٰہِ (کتاب اللہ کی رو سے رشتہ دار ایک دوسرے کی میراث کے حق دار ہیں) نے منسوخ کیا ہے۔

۲۲۰- مجمع البیان میں مرقوم ہے: وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُکُمْ فَاٰتُوْھُمْ نَصِیْبَھُمْ کی آیت مجیدہ کے متعلق مجاہد نے کہا کہ اس کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ جن سے تم نے عہد و پیمان کیا ہے، عہد کے مطابق ان کی بھرپور مدد کرو البتہ میراث اس میں شامل نہیں ہے۔

اگر آیت مجیدہ کا وہی مفہوم مراد لیا جائے جو کہ مجاہد نے بیان کیا ہے تو پھر آیت منسوخ نہیں ہے اور اس مفہوم کی تائید سورۂ مائدہ کی ابتدائی آیت سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ''عہد و پیمان پورا کرو''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا تھا کہ زمانۂ جاہلیت میں جتنے معاہدے ہوئے ہیں ان پر قائم رہو۔ اسلام نے معاہدوں کو ختم نہیں کیا بلکہ ان میں شدت پیدا کی ہے۔ البتہ اسلام میں نئے معاہدے قائم نہ کرو۔

۲۲۱- عبدالرحمٰن بن عوف کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میں اپنے بچپن میں چچاؤں کے ساتھ ''حلف مطیبین'' میں شریک ہوا تھا۔ سرخ رنگ کے اونٹوں کے عوض بھی میں اس معاہدہ کو توڑنا پسند نہیں کرتا۔''

وضاحت: زمانۂ جاہلیت میں بنی ہاشم، بنی زہرہ اور بنی تمیم کے سرکردہ افراد کا ابن جدعان کے گھر میں اجلاس ہوا تھا اور انھوں نے ایک تھال میں خوشبو رکھ دی تھی۔ شرکاء نے خوشبو اپنے ہاتھوں کو لگا کر یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ ظالم کی مخالفت کریں گے اور مظلوم کی حمایت کریں گے۔ عربی زبان میں خوشبو کو ''طیب'' کہا جاتا ہے اور خوشبو لگانے والے کو ''مطیب'' کہا جاتا ہے۔ شرکائے معاہدہ نے چونکہ خوشبو لگا کر یہ معاہدہ کیا تھا اسی لیے اس معاہدہ کو ''حلف المطیبین'' کا نام دیا گیا۔

مرد عورتوں کے نگران اور قیم ہیں

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ

''مرد عورتوں کے حاکم اور نگران ہیں۔ ان فضیلتوں کی بنا پر جو خدا نے بعض کو بعض پر دی ہیں اور اس بنا پر بھی کہ انھوں نے عورتوں پر اپنا مال خرچ کیا ہے''۔

''قوام'' صفت مبالغہ ہے اور اس کے معنی ہیں بہت زیادہ امر کے قائم کرنے والا اور ''قیم المرأۃ وقوامھا'' کے لفظ کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جو کسی عورت کے امور کا نگہبان ومحافظ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں کا حاکم مقرر کیا ہے اور اس حقِ حکومت کی دو وجوہات بیان فرمائی ہیں۔ پہلی وجہ تو یہ ہے بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ کہ خدا نے انھیں فضیلت دی ہے۔ مردوں کو عورتوں پر خدا نے بہت سی فضیلتیں دی ہیں جن میں کچھ حقیقی صفات ہیں اور کچھ احکام شرعی ہیں۔

حقیقی فضائل کا دارومدار علم وقدرت پر ہے اور اس میں کسی شک وشبہہ کی گنجایش نہیں ہے کہ مردوں میں عقل وعلم عورتوں کی بہ نسبت زیادہ موجود ہے۔ خدا نے انھیں مشکل کاموں سے نمٹنے کی زیادہ صلاحیت وقوت عطا کی ہے۔ اسی لیے مرد عورتوں سے زیادہ عقل مند، زیادہ محتاط، زیادہ قوی ہیں اور مرد عورتوں سے بہتر جنگجو، شاہسوار اور نشانہ باز ہوتے ہیں۔ خدا نے اسی صنف میں انبیاء وعلماء پیدا کیے اور مردوں کو ہی اللہ نے امامت کبریٰ کا تاج پہنایا اور جمعہ وجماعت کی امامت اور اذان، خطبہ، حدود وقصاص کی گواہی مردوں کے سپرد کی گئی اور نسب کا تعلّق بھی مردوں سے ہی خدا نے قائم کیا ہے۔

مردوں کی فضیلت کی دوسری بنیاد خدا نے یہ بیان کی ہے: وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ''اور اس وجہ سے بھی کہ انھوں نے اپنا مال خرچ کیا ہے۔ یعنی مرد عورت سے اس لیے افضل ہے کہ وہ حق مہر دیتا ہے اور عورت لیتی ہے۔ مرد نان ونفقہ فراہم کرتا ہے اور عورت گھر میں بیٹھ کر کھاتی ہے۔ اسی لیے مرد عورت کا حاکم ہے اور اس سے افضل ہے۔ (اضافۃ من المترجم)

ذیل میں اسی سلسلہ کی احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

۲۲۲- عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام کا وہ خط مرقوم ہے جو آپ نے محمد بن سنان کے مسائل کے جواب میں لکھا تھا اور اس میں آپ نے اسلامی احکام کے علل واسباب تحریر کیے تھے۔ چنانچہ اس خط میں آپ نے یہ بھی لکھا:

''میراث میں عورت کو مرد کی بہ نسبت نصف حصّہ دیا گیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب عورت کی شادی ہوجاتی ہے تو اس کے نان ونفقہ کی ذمہ داری اس کے شوہر پر عائد ہوجاتی ہے۔ مرد نے چونکہ بیوی کو نان ونفقہ فراہم کرنا ہوتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اسے میراث میں زیادہ حصّہ عطا کیا۔ اور اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ عورت کی کفالت مرد کی ذمہ داری ہوتی ہے جب کہ عورت پر مرد کی کفالت فرض نہیں ہے اور بوقت ضرورت عورت پر واجب نہیں ہے کہ وہ مرد کی کفالت کرے۔ اسی لیے اللہ

تعالیٰ نے مرد کو میراث میں زیادہ حصّہ دیا اور عورتوں کو کم حصّہ دیا اور اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یوں بیان کیا ہے: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ''مرد عورتوں کے قیم و نگران ہیں کیونکہ اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ انھوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں''۔

۲۲۳- کتاب علل الشرائع میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں یہودیوں کا ایک گروہ حاضر ہوا اور ان کے بڑے عالم نے رسول اکرمؐ سے پوچھا: مردوں کو عورتوں پر کیا فضیلت حاصل ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مردوں کو عورتوں پر اتنی ہی فضیلت ہے جتنی کہ آسمان کو زمین پر ہے اور جتنی پانی کو زمین پر ہے۔ پانی زمین کو زندگی دیتا ہے اسی طرح سے مرد بھی عورتوں کو زندگی دیتے ہیں اگر دنیا میں مرد نہ ہوتے تو اللہ عورتوں کو پیدا ہی نہ کرتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ''مرد عورتوں کے حاکم ہیں کیونکہ خدا نے ایک صنف کو دوسری صنف پر برتری دی ہے اور اس لیے بھی وہ حاکم ہیں کیونکہ انھوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں''۔

یہودی عالم نے عرض کیا: آخر ایسا کیوں ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور اس کی بچی ہوئی مٹی سے حوا کو پیدا کیا۔ عورتوں کی اطاعت سب سے پہلے آدم نے کی تھی اسی لیے اللہ نے اسے جنت سے باہر نکال دیا تھا۔ اللہ نے دنیا میں عورتوں پر مردوں کی فضیلت کو واضح کیا ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ عورتوں کو ماہواری آتی ہے جس کی وجہ سے وہ عبادت سے قاصر رہ جاتی ہیں جب کہ مرد اس طرح کی نجاست سے محفوظ ہیں''۔

آپ کا جواب سن کر یہودی نے کہا: محمدؐ! آپ نے سچ کہا ہے۔

نیک بیویوں کی صفت

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ

’’نیک عورتیں وہ ہیں جو اطاعت شعار ہوں اور شوہر کی عدم موجودگی میں اس کی حفاظت کریں جس کی حفاظت خدا نے چاہی ہے‘‘۔

عورتوں کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم اطاعت شعار عورتوں کی ہے جن کی صفت ان الفاظ سے بیان کی گئی ہے۔ عورتوں کی دوسری قسم نافرمان عورتوں پر مشتمل ہوتی ہے جن کے لیے احکام آگے بیان کیے گئے ہیں۔

۲۲۴- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ’’قٰنِتٰتٌ‘‘ سے اطاعت شعار عورتیں مراد ہیں۔

۲۲۵- تہذیب الاحکام میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا:

’’نعمتِ اسلام کے بعد کسی مسلم کے لیے سب سے بڑی نعمت ایسی مسلمان بیوی ہے جب وہ اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوشیاں دے اور اس کے حکم کی اطاعت کرے اور جب شوہر موجود نہ ہو تو اپنی عفت اور شوہر کی دولت کی حفاظت کرے‘‘۔

نافرمان عورتوں سے کیسے نمٹا جائے؟

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۝۳۴

’’جن عورتوں سے تمھیں نافرمانی کا اندیشہ ہو تو انھیں نصیحت کرو اور خواب گاہوں میں ان سے علیحدہ رہو اور انھیں مارو۔ اس کے بعد اگر وہ تمھاری اطاعت کرلیں تو ان کے خلاف زیادتی کی کوئی راہ تلاش نہ کرو۔ یقیناً خدا بہت بلند و بالا ہے‘‘۔

جب کسی مرد کو اپنی بیوی کی نافرمانی کا خوف ہو تو اس کے لیے پہلا مرحلہ یہ ہے کہ وہ بیوی کو وعظ و نصیحت کرے اور اس سے کہے کہ خوفِ خدا کر۔ تجھ پر میرے حقوق ہیں اور تجھ پر میری اطاعت واجب ہے۔ اگر بیوی شوہر کی نصیحت سے متاثر ہو کر نافرمانی چھوڑ دے تو بہتر ورنہ اس کا دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ شوہر اس سے خواب گاہ میں جدا ہو جائے اور اس سے کلام کرنا بند کر دے۔ اگر اسے شوہر کی ضرورت ہوگی تو وہ اپنا رویہ تبدیل کر دے گی اور اگر ان دونوں مرحلوں میں بھی وہ اپنی اصلاح نہ کرے تو پھر شوہر کو اختیار ہے کہ وہ اسے مار پیٹ کرے لیکن مارنے میں بھی خاصی احتیاط کرے؛ اسے زخمی نہ کرے اور اس کی ہڈیاں نہ توڑے۔

امیرالمومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ ''مرد کو چاہیے کہ پہلے زبان سے سمجھائے' اگر عورت نافرمانی سے باز آجائے تو اس کے خلاف کوئی بھی دوسری راہ تلاش نہ کرے۔ اور اگر عورت زبانی سمجھانے پر باز نہ آئے تو مرد اس کے بستر پر سونا چھوڑ دے اور اگر پھر بھی اس کی نافرمانی جاری رہے تو اسے مار پیٹ کرے۔ اگر اس کے باوجود بھی وہ اپنی اصلاح نہ کرے تو حکمین مقرر کرے''۔ ان تمام باتوں کے آخر میں اللہ نے انسان کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا کہ اللہ علی و کبیر ہے اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ خدا کا علو از لحاظ جہت نہیں اور اس کا کبیر ہونا بلحاظِ جثہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے دو اوصاف بیان کر کے دراصل شوہروں کو بیویوں پر ظلم کرنے سے باز رہنے کی دعوت دی ہے۔

۱- اللہ تعالیٰ نے درحقیقت مردوں کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا ہے کہ یہ سچ ہے تم اپنی بیوی سے طاقتور ہو اور وہ تمہارا ظلم اپنے سے دُور کرنے کی قدرت نہیں رکھتی مگر تمھیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ خدا کو تم پر مکمل قدرت حاصل ہے۔ وہ ان کا تم سے انتقام لینے کی مکمل طاقت رکھتا ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ علی و کبیر ہے مگر اس کے باوجود اس نے تمھیں طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی لہٰذا تمھیں بھی چاہیے کہ اپنی عورتوں کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دو۔

۳- خدا علی و کبیر ہے مگر اس کے باوجود جب ضعیف بندہ اس کے حضور توبہ کرتا ہے تو وہ معاف کر دیتا ہے۔ تمھیں بھی چاہیے جب عورت اپنی نافرمانی سے توبہ کرے تو تم بھی اسے معاف کر دو۔

۴- اللہ تعالیٰ علو و کبریائی رکھتے ہوئے بھی ظاہر پر اکتفا کرتا ہے تمھیں بھی عورت کے ظاہری حال پر اکتفا کرنا چاہیے اور اس کے دل کی گہرائیوں کو ماپنا نہیں چاہیے۔ (اضافۃ من المترجم)

عورتوں کی مار پیٹ کے لیے حسب ذیل روایت پڑھیں۔

۲۲۶- مجمع البیان میں وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ (خواب گاہ میں ان سے علیحدگی اختیار کرو) کے متعلّق لکھا ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ مرد کو چاہیے عورت کی طرف پشت کر کے سو جائے۔ وَاضْرِبُوْهُنَّ (اور انھیں مار پیٹ کرو) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: انھیں مسواک سے مارو۔

حکمین کا تقرر

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا

يُوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۝۳۵

''اور اگر تمھیں میاں بیوی کے تعلقات کی تلخی کا خوف ہو تو ایک حکم مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک حکم عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو۔ اگر وہ دونوں اصلاح کے خواہش مند ہوئے تو اللہ ان میں موافقت کی راہ نکال دے گا۔ اللہ علیم اور خبیر ہے''۔

۲۲۷- الکافی میں علی بن ابی حمزہ سے منقول ہے کہ میں نے امام عبد صالح (امام موسیٰ کاظمؑ) سے اس آیت کے متعلّق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا:

''حکمین یہ شرط تسلیم کرائیں گے کہ انھیں میاں بیوی کو جمع کرنے اور جدا کرنے کا اختیار ہوگا اور جب دونوں فریق انھیں اس کا اختیار دے دیں تو اگر وہ انھیں جمع کریں تو بھی جائز ہے اور اگر وہ انھیں ایک دوسرے سے جدا کریں تو بھی جائز ہے''۔

۲۲۸، ۲۲۹- حلبی کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا کی آیت مجیدہ کے متعلّق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا:

''حکمین جب تک فریقین سے جمع وتفریق کا اختیار حاصل نہ کرلیں تو اس وقت تک وہ جدائی کا فیصلہ کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ البتہ اگر فریقین انھیں اختیار دے دیں تو وہ اگر جمع کریں تو بھی ان کا فیصلہ نافذ العمل ہوگا اور اگر وہ میاں بیوی کو ایک دوسرے سے جدا کریں تو بھی ان کا فیصلہ نافذ العمل ہوگا''۔

۲۳۰- سماعہ بن مہران کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا (ایک حکم مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک حکم عورت کے رشتہ داروں میں سے روانہ کرو) اب اگر وہ دونوں حکم مرد و عورت سے یہ اختیار حاصل کریں کہ ہمیں تمھارے جمع کرنے اور جدا کرنے کا حق حاصل ہوگا اور زوجین بھی انھیں یہ حق گواہوں کے روبرو تفویض کردیں تو اس اختیار کا حاصل ہونے کے بعد اگر وہ زوجین کی جدائی کا فیصلہ کریں تو کیا ان کا فیصلہ نافذ العمل ہوگا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں، لیکن یہ ضروری ہے کہ عورت حالتِ طہر میں ہو اور شوہر نے اس سے جماع نہ کیا ہو۔

میں (راوی) نے عرض کیا: اچھا یہ فرمائیں اگر ایک حکم کہے کہ میں ان کی جدائی کا اعلان کرتا ہوں اور دوسرا کہے کہ

میں ان کی جدائی کا اعلان نہیں کرتا تو پھر حکم شرعی کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جب تک دونوں حکم جدائی کے فیصلے کا اعلان نہ کریں اس وقت تک جدائی واقع نہ ہوگی۔ جب دونوں جدائی کے فیصلہ کا اعلان کریں تو ان کی جدائی کا فیصلہ نافذ العمل ہوگا۔

۲۳۱- محمد بن مسلم نے صادقین علیہما السلام میں سے ایک بزرگوار سے فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا کے متعلق سوال کیا۔ آپؑ نے فرمایا:

”جب تک زوجین انھیں جدائی کے فیصلہ کا حق تفویض نہ کریں اس وقت تک انھیں جدا کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے“۔

۲۳۲- مجمع البیان میں ہے کہ اس امر میں اختلاف ہے کہ حکمین مقرر کرنے کا حق کس کو ہے؟

اس سلسلہ کا ایک قول یہ ہے کہ حق سلطان کو حاصل ہے۔ جب زوجین اس کے پاس اپنے تنازعہ کے فیصلہ کے لیے رجوع کریں تو اسے چاہیے کہ وہ دو حکم مقرر کرے۔ ایک حکم مرد کے رشتہ داروں میں سے ہو اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے ہو اور وہ جو فیصلہ کر دیں ان کے فیصلہ کو تسلیم کرنا چاہیے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول روایات سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔

۲۳۳- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے پاس شوہر بیوی آئے اور انھوں نے آپؑ کے سامنے اپنا جھگڑا پیش کیا۔ آپؑ نے ایک حکم مرد کے رشتہ داروں میں سے مقرر کیا اور ایک حکم عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کیا۔ آپؑ نے حکمین سے فرمایا:

”تمھیں اختیار ہے چاہو تو انھیں جمع کر دو اور چاہو تو ان میں جدائی ڈال دو“۔

شوہر نے کہا: میں جدائی پر راضی نہیں ہوں اور میں اسے طلاق بھی نہیں دوں گا۔

حضرت علیؑ نے شوہر پر عورت کا نان ونفقہ واجب کیا اور اسے مجامعت سے روک دیا۔

۲۳۴- کتاب احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ نافع بن ازرق (خوارج کے ایک گروہ کا سربراہ) امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے آپ سے حلال وحرام کے کچھ مسائل دریافت کیے۔

امام علیہ السلام نے مسائل کے دوران اس سے فرمایا کہ اس گروہ خوارج سے پوچھو کہ آخر تم نے امیر المومنینؑ کا ساتھ چھوڑنا کیوں پسند کیا جب کہ تم نے ان کی نصرت و امداد کے لیے پہلے تو اپنی جانی قربانیاں پیش کی تھیں؟ جب تم ان

سے یہ سوال کرو گے تو وہ تمھیں یہی جواب دیں گے کہ حضرت علیؑ نے حکمین مقرر کیے تھے اسی لیے ہم نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔

اگر وہ یہ کہیں تو ان سے کہو اگر حکم مقرر کرنا غلط فعل ہے تو اللہ تعالیٰ نے شوہر بیوی کے فیصلہ کے لیے حکم کیوں مقرر کیے اور یہ کیوں فرمایا: فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا (ایک حکم مرد کے رشتہ داروں اور ایک حکم عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو)

خدا کی عبادت کرو اور والدین، رشتہ داروں وغیرہ سے حسنِ سلوک سے پیش آؤ

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ﴿۳۶﴾

"اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو اور پڑوسی رشتہ دار، اجنبی ہمسایہ، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے اور ان لونڈی غلاموں سے جو تمھارے قبضہ میں ہوں، احسان کا معاملہ رکھو۔ اللہ مغرور اور متکبر لوگوں کو پسند نہیں کرتا"۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت اور شرک سے بچنے کے لیے والدین سے بھلائی کو بڑی اہمیّت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا: وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ "اور تیرے رب نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کرو"۔

جہاں جسمانی والدین کے ساتھ بھلائی ضروری ہے وہاں روحانی والدین کے ساتھ بھی بھلائی ضروری ہے جیسا کہ بعض روایات میں رسولؐ خدا اور حضرت علیؑ کو اُمت کے روحانی والدین قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا جسمانی اور روحانی دونوں طرح کے والد کی اطاعت کرنا چاہیے۔ (اضافۃ من المترجم)

حسب ذیل روایات میں جناب رسول خدا اور حضرت علی علیہما السلام کو روحانی والد بیان کیا گیا ہے۔

۲۳۵۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

"رسول خدا اور حضرت علی علیہما السلام دونوں (روحانی) والدین ہیں"۔

راوی نے کہا کہ قرآن مجید میں یہ کہاں لکھا ہے؟

آپ نے فرمایا: یہ آیت پڑھو: وَاعۡبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡـًٔا وَّبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ”اور تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور والدین سے احسان کرو“۔

٢٣٦- ابو بصیر کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وَّبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا کی آیت نازل فرما کر والدین کے ساتھ احسان کرنے کی تعلیم دی ہے۔ اس سے جہاں جسمانی والدین مراد ہیں وہاں روحانی والدین یعنی رسول اکرم اور حضرت علی علیہما السلام بھی مراد ہیں۔

٢٣٧- من لا یحضرہ الفقیہ میں امام زین العابدینؑ کا ”رسالۃ الحقوق“ نقل کیا گیا ہے اور اس رسالہ میں آپؑ نے فرمایا:

”تیرے ہمسائے کا تجھ پر یہ حق ہے کہ جب وہ غائب ہو تو اس کے گھر اور مال کی نگہبانی کرو اور جب موجود ہو تو اس کا احترام کرو۔ اور جب وہ مظلوم ہو تو اس کی مدد کرو اور اس کی لغزشوں کو تلاش نہ کرو۔ اگر تمھیں اس میں کوئی برائی معلوم ہو تو اسے چھپاؤ اور اگر تم یہ سمجھو کہ وہ تمھاری نصیحت قبول کرتا ہے تو تنہائی میں اس کو نصیحت کرو۔ کسی مشکل میں اسے تنہا نہ چھوڑو اور اس کی لغزش سے درگزر کرو اور اس سے حسنِ معاشرت قائم کرو۔

ساتھی کا حق یہ ہے کہ اس سے مودت و انصاف کے تقاضوں کے ساتھ صحبت رکھو اور جتنا وہ تمھارا احترام کرے اتنا ہی اس کا احترام کرو اور کوشش کرو کہ وہ کسی بھلائی میں تم سے سبقت نہ کرنے پائے۔ اگر وہ کسی بھلائی میں تم سے سبقت کر جائے تو تم اس کے احسان کا بدلہ دو۔ اور اگر وہ کسی معصیت کا ارادہ کرے تو اسے اس سے روکو اس کے لیے رحمت بنو اور عذاب نہ بنو“۔

٢٣٨- کتاب معانی الاخبار میں معاویہ بن عمار سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ہمسائیگی کی حدود کیا ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: ہر طرف سے چالیس ہاتھ تک ہمسائیگی کی حدود ہیں۔

٢٣٩- اصول کافی میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

”آگے پیچھے، دائیں اور بائیں ہر طرف سے چالیس گھروں تک ہمسائیگی کی حدود ہیں“۔

٢٤٠- جمیل بن دراج نے امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی یہی روایت نقل کی ہے۔

۲۴۱- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک مرتبہ امیر المومنین علیہ السلام اتفاق سے ایک ذمی کے ہم سفر ہوئے۔ ذمی نے آپؑ سے فرمایا: بندۂ خدا! آپ کہاں جائیں گے؟

آپؑ نے فرمایا: میں کوفہ جانا چاہتا ہوں۔

جب ذمی کا راستہ جدا ہوا تو امیر المومنینؑ ذمی کے راستے پر چل پڑے۔ ذمی نے حیران ہو کر کہا کہ آپؑ نے تو کوفہ جانا تھا؟

حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا: جی ہاں مجھے کوفہ ہی جانا ہے۔

ذمی نے کہا: تو پھر آپؑ نے کوفہ کا راستہ کیوں چھوڑ دیا' کوفہ کا راستہ تو دوسرا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: مجھے بھی معلوم ہے لیکن حسنِ صحبت کا تقاضا ہے کہ انسان اپنے ساتھی کو کچھ دُور تک رخصت کرنے کے لیے جائے۔ ہمارے نبی اکرمؐ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔

ذمی نے حیران ہو کر کہا: کیا واقعی تمھارے رسول کی یہی تعلیم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں' ہمارے نبیؐ کی واقعی یہی تعلیم ہے۔

ذمی نے کہا: تو پھر اس کا مقصد یہ ہے کہ جن لوگوں نے تمھارے نبی کی پیروی کی ہے انھوں نے ان کے اخلاقِ عالیہ کی وجہ سے ہی ان کی پیروی کی ہے اور میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں آپؑ کے دین کو قبول کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر ذمی آپ کے ساتھ کوفہ کی طرف چل پڑا۔ جب راستہ میں اسے معلوم ہوا کہ آپؑ مسلمانوں کے خلیفہ ہیں تو اس نے آپؑ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

اسلام میں یتیم پروری پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ حدیث میں پیغمبر اسلامؐ سے منقول ہے' آپؐ نے فرمایا:

''جو شخص یتیم کی دیکھ بھال کرے اور اس کے اخراجات برداشت کرے وہ شخص اور میں جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح اکٹھے ہوں گے۔ یہ کہہ کر آپؐ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کیا''۔

دوسری حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص یتیم کو اپنے اہل و عیال میں داخل کرے اور اس کا خرچ برداشت کرتا رہے یہاں تک کہ وہ خود مستغنی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت واجب کر دے گا''۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

''جو مومن مرد و عورت کسی یتیم پر رحم کرتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ پھیرے تو اللہ تعالیٰ اسے ہر اس بال کے بدلے میں جس پر اس کا ہاتھ گزرا ہے ایک نیکی لکھ دیتا ہے''۔

دوسری روایت کے مطابق اس کے لیے ہر بال کے مقابلے میں قیامت کے دن اس کو ایک نور عطا کرے گا۔

(اضافۃ من المترجم)

بخیلوں کی سزا

الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَ یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ۚ﴿۳۷﴾

''وہ لوگ جو کنجوسی کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو کچھ خدا نے انھیں دیا ہے وہ اسے چھپاتے ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا ہے''۔

۲۴۲- کتاب الخصال میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

ہمارے شیعوں میں تین خصلتیں نہیں ہوں گی:

۱- وہ ہاتھ پھیلا کر کسی سے سوال نہیں کریں گے۔ ۲- وہ بخیل نہیں ہوں گے۔ ۳- لواطت نہیں کرائیں گے۔

۲۴۳- احمد بن سلیمان کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام طواف میں مصروف تھے کہ ایک شخص نے آپؑ سے کہا کہ مجھے سخی کے متعلق خبر دیں۔

آپؑ نے فرمایا: تیری گفتگو کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ اگر تم مخلوق میں سے جاننا چاہتے ہو کہ ان میں سخی کون ہے تو سن لو سخی وہ ہے جو خدا کے فرائض ادا کرے اور بخیل وہ ہے جو خدا کے فرائض کی ادائیگی میں کنجوسی کرے۔

اور اگر تم خالق کے متعلق پوچھنا چاہتے ہو تو سن لو اگر وہ کسی کو عطا کرے تو بھی وہ سخی ہے اور اگر کسی سے کچھ روک لے تو بھی وہ سخی ہے۔ کیونکہ جب وہ بندے کو کچھ عطا کرتا ہے تو بندے کو استحقاق کے بغیر عطا کرتا ہے۔ اگر کسی سے کچھ روکتا ہے تو وہ اس چیز کے حاصل کرنے کا حق دار ہی نہیں ہوتا۔

۲۴۴- ابوسعید خدری سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مسلمان میں بخل اور بد خلقی کی دو خصلتیں جمع نہیں ہوں گی''۔

۲۴۵- من لایحضرہ الفقیہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے آپؐ نے فرمایا:

''جو شخص اپنے مال میں سے فرضِ زکوٰۃ ادا کرے اور مشکل کے وقت اپنی قوم کی مدد کرے، تو وہ بخیل نہیں ہے۔ بخیل وہ شخص ہے جو اپنے مال میں سے واجب زکوٰۃ ادا نہ کرے اور مشکل کے وقت اپنی قوم کی مدد نہ کرے اور باقی الّلوں تللوں میں دولت خرچ کرتا پھرے''۔

۲۴۶- مفضل بن ابی قرہ سمندی کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: جانتے ہو کہ ''شحیح'' کون ہے؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں، بخیل کو ہی شحیح کہا جاتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: نہیں ''شح'' بخل سے بلند درجہ کو کہا جاتا ہے۔ بخیل وہ ہے جو اپنی دولت خرچ کرنے میں بخل کرے جب کہ ''شحیح'' وہ ہے کہ جو کسی دوسرے کو دولت خرچ کرتے ہوئے دیکھ لے تو اسے تکلیف محسوس ہو۔ اور ''شحیح'' کی خواہش ہوتی ہے کہ پوری دنیا کا رزق اس کے ہاتھ میں ہونا چاہیے خواہ وہ جائز طریقہ سے آئے خواہ وہ ناجائز ذرائع سے آئے اور وہ اللہ کے عطا کردہ رزق پر قناعت نہیں کرتا۔

۲۴۷- امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

''خدا کو جس کی ضرورت نہیں ہوتی وہ بخل سے ابتدا کرتا ہے''۔

۲۴۸- تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ اگر بخیل لوگ اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے اس کی راہ میں خرچ کرتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ مَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ۝ ''اگر وہ اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لے آتے اور خدا کے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے تو اس میں ان کا کیا نقصان تھا؟ اور اللہ انھیں بخوبی جاننے والا ہے''۔

ہر اُمت پر گواہ ہوگا اور رسول کریمؐ سب پر گواہ ہوں گے

۲۴۹- کتاب التوحید میں امیر المومنین علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے۔ اس کے ضمن میں آپؑ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ اہلِ محشر کو جمع کرے گا۔ اس دن حالت یہ ہوگی کہ لوگ ایک دوسرے کا سامنا کرنے سے بھاگتے پھر رہے ہوں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یَوۡمَ یَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِیۡهِ ○ وَاُمِّهٖ وَاَبِیۡهِ ○ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیۡهِ ''اس دن انسان اپنے بھائی اور اپنی ماں، اپنے باپ، اپنی بیوی اور اولاد سے بھاگ رہا ہوگا''۔

اللہ تعالیٰ اس عالم میں ان سے بولنے کے لیے کہے گا: لَّا یَتَکَلَّمُوۡنَ اِلَّا مَنۡ اَذِنَ لَهُ الرَّحۡمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ''پس وہ کلام نہ کریں گے بس وہی کلام کرے گا جسے خدا اجازت دے گا اور صحیح گفتگو کرے گا''۔

اس وقت رسول اُٹھ کر اپنی امتوں کی گواہی دیں گے اور اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے بیان کیا ہے: فَکَیۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ کُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیۡدٍ وَّجِئۡنَا بِكَ عَلٰی هٰۤؤُلَآءِ شَهِیۡدًا (۴۱) ''اس وقت کیا حالت ہوگی جب ہم ہر اس اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو سب کا گواہ بنا کر لائیں گے''۔

۲۵۰- اصول کافی میں سماعہ سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: فَکَیۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ کُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیۡدٍ وَّجِئۡنَا بِكَ عَلٰی هٰۤؤُلَآءِ شَهِیۡدًا (۴۱) کی آیت مجیدہ اُمت محمد کے لیے مخصوص ہے۔ ہمارے خاندان کا امام اُمت کا گواہ ہوگا اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گواہ ہوں گے۔

۲۵۱- احتجاج طبرسی میں امیر المومنین علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپ نے حالاتِ قیامت کے متعلق گفتگو کی ہے۔ اس حدیث میں آپؑ نے فرمایا:

''انبیاء ورسل کو اٹھا کر پوچھا جائے گا کہ ہم نے پیغام پہنچا دیا تھا اور یہی سوال ان کی اُمتوں سے پوچھا جائے گا تو وہ انکار کریں گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَلَنَسۡـَٔلَنَّ الَّذِیۡنَ اُرۡسِلَ اِلَیۡهِمۡ وَلَنَسۡـَٔلَنَّ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ''ہم اُمتوں سے ضرور سوال کریں گے اور رسولوں سے بھی ضرور سوال کریں گے''۔

اس کے جواب میں اُمت کے افراد کہیں گے: مَا جَآءَنَا مِنۡۢ بَشِیۡرٍ وَّلَا نَذِیۡرٍ ''ہمارے پاس کوئی بشیر ونذیر نہیں آیا تھا''۔

اس وقت انبیاء رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہیں گے کہ وہ ان کی صداقت کی گواہی دیں۔ رسول اکرمؐ ان انبیاء کی صداقت کی گواہی دیں گے اور انبیاء کا انکار کرنے والوں کی تکذیب کریں گے۔ آنحضرتؐ کی گواہی کے بعد اُمتوں سے کہا جائے گا: ''جی ہاں، تمھارے پاس بشیر ونذیر آئے ہیں۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یعنی اللہ کے پاس یہ قدرت موجود ہے کہ وہ تمھارے اعضاء وجوارح سے بھی گواہی دلوا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اکرمؐ کی گواہی کے متعلق فرمایا:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝٤١ ''اس وقت کیا حالت ہوگی جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو سب کا گواہ بنا کر لائیں گے''۔

اُمم سابقہ جب آنحضرتؐ کی گواہی سنیں گی تو انھیں آپ کی تردید کی جسارت نہ ہوگی کیونکہ انھیں یہ خطرہ لاحق ہوگا کہ اگر انھوں نے حبیبؐ خدا کی گواہی کو جھٹلایا تو ان کے اعضاء و جوارح گواہی دینے لگ جائیں گے۔

حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت کے منافقین و کفار کے خلاف گواہی دیں گے اور خدا کے حضور ان کی عہد شکنی اور سنت کی تبدیلی کا شکوہ کریں گے اور آپ عرض کریں گے کہ خدایا! میری اُمت نے میری اہل بیتؑ پر ظلم کیے اور انھوں نے سابقہ انبیاء کی اُمتوں کی پیروی کی۔

اس وقت اُمت کے بدکار افراد کہیں گے: رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَ كُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ۝ ''پروردگارا! ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی تھی اور ہم گمراہ لوگ تھے''۔

۲۵۲- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے رسولؐ خدا کے سامنے فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا کی آیت پڑھی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگ گئے۔

قیامت کے دن کافر کیا خواہش کریں گے؟

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ۭ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۝٤٢

''اس دن وہ سب لوگ جنھوں نے رسولؐ کی نافرمانی کی تھی اور کفر کیا تھا یہ تمنا کریں گے کہ اے کاش! ان کے لیے زمین پھٹ جاتی اور وہ اس میں سما جاتے وہ خدا سے کوئی بات نہ چھپا سکیں گے''۔

۲۵۳- آیت بالا کے ایک مورد کے متعلق تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے:

''جن لوگوں نے رسولؐ خدا کے ان فرامین کی مخالفت کی جو آپ نے امیر المومنینؑ کے متعلق فرمائے تھے۔ قیامت کے دن وہ یہ خواہش کریں گے کہ اے کاش! جس دن ہم علیؑ کے حق کو غصب کرنے کے لیے جمع ہوئے تھے اس دن زمین پھٹ گئی ہوتی اور ہم اس میں سما گئے ہوتے اور ہم نے رسولؐ خدا کے فرامین کو نہ چھپایا ہوتا تو آج ہمیں یہ دن نہ دیکھنا پڑتا''۔

۲۵۴- تفسیر عیاشی میں امیر المومنینؑ سے احوالِ قیامت کے متعلّق ایک خطبہ منقول ہے جس میں آپؑ نے فرمایا: "قیامت کے دن منہ پر مہر لگا دی جائے گی، زبانیں بول نہ سکیں گی۔ اس وقت انسان کی کھال اور ہاتھ پاؤں انسان کے تمام افعال کی گواہی دیں گے اور خدا کے سامنے کوئی بات نہ چھپا سکیں گے"۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى
تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى
تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ
مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً
فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا
مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا
السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ
وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ
عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ
مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ
قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ

وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا
قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا
مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا
عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ
اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ
مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى
اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ
اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۴۹﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ
يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۰﴾ ع اَلَمْ
تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ
وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ
يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ؕ﴿۵۲﴾ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ
الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ۙ﴿۵۳﴾ اَمْ يَحْسُدُوْنَ
النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ

اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾ فَمِنْهُمْ
مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ
سَعِيْرًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ
كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا
الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫
وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا
الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ
تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾

”اے صاحبانِ ایمان! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک تمھیں ہوش نہ آ جائے کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور جنابت کی حالت میں بھی نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک تم غسل نہ کر لو مگر یہ کہ راستہ سے گزر رہے ہو۔ اگر کبھی ایسا ہو کہ تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص رفعِ حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے لمس کیا ہو اور تمھیں (وضو اور غسل کے لیے) پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمّم کر لو اور اپنے ہاتھوں

اور چہروں پر مسح کرلو بے شک خدا بہت معاف کرنے والا اور بہت بخشنے والا ہے۔

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب کا حصّہ دیا گیا ہے وہ گمراہی کا کاروبار کررہے ہیں اور وہ یہ خواہش رکھتے ہیں کہ تم بھی راستہ سے بھٹک جاؤ۔

اللہ تمھارے دشمنوں کو اچھی طرح سے جانتا ہے اور تمھاری سرپرستی اور مدد کے لیے اللہ ہی کافی ہے۔ یہودیوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو الفاظ کو ان کے محل و مقام سے پھیر دیتے ہیں اور دین کے خلاف طعنہ زنی کے لیے اپنی زبانوں کو توڑ مروڑ کر کہتے ہیں سَمِعۡنَا وَعَصَيۡنَا (ہم نے سنا اور نافرمانی کی) اور اِسۡمَعۡ غَيۡرَ مُسۡمَعٍ (آپ ہماری بات سنیں جب کہ آپ کی بات سننے کے لائق نہیں) اور رَاعِنَا (ہمارا چرواہا) حالانکہ اگر وہ اس کی بجائے سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا (ہم نے سنا اور اطاعت کی) اور اِسۡمَعۡ (آپ ہماری بات سنیں) اُنۡظُرۡنَا (آپ ہم پر نظر کرم کریں) کہتے تو ان کے لیے زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب ہوتا لیکن ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان پر لعنت کی ہے ان میں سے قلیل افراد ہی ایمان لائیں گے۔

اے وہ لوگو جنھیں کتاب دی گئی ہے۔ ہمارے نازل کیے ہوئے قرآن پر ایمان لاؤ جو اس کتاب کی تصدیق کرتا ہے جو تمھارے پاس موجود ہے۔ قبل اس کے کہ ہم چہرے بگاڑ کر پشت کی طرف پھیر دیں یا ان پر اس طرح لعنت کریں جس طرح سے ہم نے اصحاب سبت پر لعنت کی ہے اور اللہ کا حکم جاری ہو کر ہی رہتا ہے۔

بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اس کے علاوہ جسے چاہے معاف کردے اور جس نے خدا کے ساتھ شرک کیا تو اس نے بہت بڑا جھوٹ تراشا ہے۔

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے نفس کی پاکیزگی کا اعلان کرتے ہیں حالانکہ اللہ جس کو چاہتا ہے پاکیزگی عطا کرتا ہے اور بندوں پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

آپ دیکھیں وہ کس طرح سے خدا پر جھوٹ تراش رہے ہیں ان کے گناہ گار ہونے کے لیے یہی واضح گناہ کافی ہے۔

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب کا کچھ حصّہ دیا گیا ہے۔ وہ شیطان اور بتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور کافروں کے لیے کہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں سے تو یہی زیادہ سیدھے راستے پر ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور جس پر خدا لعنت کردے آپ اس کا مددگار نہیں پائیں گے۔

کیا ان کا بھی ملک وحکومت میں کوئی حصّہ ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو یہ دوسروں کو پھوٹی کوڑی بھی نہ دیتے۔ پھر کیا یہ لوگ دوسرے لوگوں سے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے اپنے فضل سے انھیں نوازا ہے۔ (اگر ان کا یہی معیار ہے تو) ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب وحکمت عطا کی ہے اور ہم نے ان کو ملکِ عظیم دیا ہے۔

ان میں سے کچھ اس پر ایمان لائے ہیں اور کچھ نے منہ موڑا ہے۔ منہ موڑنے والوں کے لیے جہنّم کافی ہے۔ بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا عنقریب ہم انھیں دوزخ میں جھونک دیں گے۔ جب ان کی ایک کھال پک جائے گی تو ہم اس کی جگہ دوسری کھال تبدیل کردیں گے تاکہ عذاب کا ذائقہ چکھتے رہیں۔ بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ہم انھیں ایسے باغات میں داخل کریں گے جہاں نہریں بہہ رہی ہوں گی جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ جنت میں ان کے لیے پاکیزہ

بیویاں ہوں گی اور ہم انھیں گھنی چھاؤں میں داخل کریں گے۔

بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں تک پہنچاؤ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے کرو، اللہ تمھیں بہترین نصیحت کرتا ہے بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے''۔

نشہ کی حالت میں نماز کی ممانعت

۲۵۵- تفسیر عیاشی میں حلبی سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے یَاۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی (ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ) کی آیت مجیدہ کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا:

''اس آیت مجیدہ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو یہ سبق دیا ہے کہ وہ نیند کے نشہ میں چور ہو کر نماز نہ پڑھیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم قیام، رکوع وسجود میں جو کچھ پڑھو اس کا تمھیں پتہ تک نہ چلے۔ اس سے مراد شراب کا نشہ نہیں ہے جیسے یہ لوگ کہتے ہیں کہ مومن شراب پی کر نماز پڑھتے تھے۔

یاد رکھو! مومن کبھی نشہ نہیں پیتا۔ وہ نشہ میں مدہوش ہوتا ہے''۔

۲۵۶- کتاب علل الشرائع میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''خبردار! سستی کی حالت میں نماز کے لیے نہ اٹھو اور نہ ہی جمائیاں لیتے ہوئے اور نہ ہی ثقیل ہو کر نماز کے لیے آؤ کیونکہ یہ منافقت کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو نشہ کی حالت میں نماز کے قریب آنے سے منع کیا ہے۔ اللہ نے اہلِ ایمان کو منع کیا ہے کہ وہ نیند کے نشہ میں نماز کے قریب نہ جائیں''۔

۲۵۷- الکافی میں ابی اسامہ زید الشحام سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے یَاۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی کی آیت پڑھی تو آپؑ نے فرمایا: اس سے نیند کا نشہ مراد ہے۔

۲۵۸- من لایحضرہ الفقیہ میں زکریا نقاص سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے یَاۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی کے حکم میں نیند کا نشہ بھی شامل ہے۔

۲۵۹- مجمع البیان میں مرقوم ہے: وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی کے متعلّق دوقول مروی ہیں۔ ایک قول جو کہ ابن عباس، مجاہد اور قتادہ سے منقول ہے، وہ یہ ہے کہ اس سے شراب کا نشہ مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مجیدہ کے ذریعہ سے شراب کو اوقاتِ نماز میں ممنوع قرار دیا۔ اور پھر کچھ عرصہ بعد اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ...... کی آیت سے شراب کو ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دیا۔ یہی مفہوم امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے بھی منقول ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے نیند کی خماری مراد ہے۔ گویا خدا نے اہلِ ایمان کو حکم دیا ہے کہ جب ان پر نیند کا خمار طاری ہو تو نماز نہ پڑھیں۔ یہ قول ضحاک اور امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے۔

۲۶۰- کتاب الخصال میں ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

یاد رکھو نشہ چار طرح کا ہے: ۱- شراب کا نشہ ۲- دولت کا نشہ ۳- نیند کا نشہ ۴- حکومت کا نشہ۔

۲۶۱- کتاب علل الشرائع میں زرارہ اور محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ ہم نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا جنابت وحیض کی حالت میں مسجد میں جانا صحیح ہے یا نہیں؟

آپؑ نے فرمایا: حائض اور مجنب مسجد سے گزر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا "جنابت کی حالت میں نماز کے قریب نہ آؤ البتہ مقامِ نماز سے گزر سکتے ہو"۔

۲۶۲- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے جنب اور حائض کے متعلّق پوچھا گیا کہ کیا وہ مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

آپؑ نے فرمایا: وہ مسجد میں بیٹھنے کے لیے داخل نہیں ہو سکتے البتہ مسجد میں سے گزر سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ "جنابت کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ" سوائے اس کے کہ جائے نماز سے گزر کرو۔ جنب اور حائض مسجد میں کچھ رکھ سکتے ہیں اٹھا نہیں سکتے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا بھلا یہ کیا بات ہوئی کہ کچھ رکھ سکتے ہیں اٹھا نہیں سکتے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ کچھ رکھنے کے لیے انھیں داخل ہونے کی ضرورت نہیں ہے بس ہاتھ بڑھا کر رکھ سکتے ہیں جب کہ کچھ اٹھانے کے لیے ان کو اندر داخل ہونے کی ضرورت ہے۔

۲۶۳- کتاب احتجاج طبرسی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے یہ الفاظ بھی فرمائے:

”جنابت بھی ایک طرح سے حیض کی مانند ہے کیونکہ جب انسان پر جنابت طاری ہوتی ہے تو انسان کے وجود سے بدبو آنے لگتی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جنابت کا غسل واجب کیا تا کہ انسان کے وجود سے بدبو کے بھبوکے نہ آئیں۔ علاوہ ازیں خدا نے غسل کو بندوں کی آزمائش کا بھی ذریعہ بنایا ہے“۔

۲۶۴- مجمع البیان میں ہے کہ وَاِنْ کُنْتُمْ مَّرْضٰۤی (اگر تم مریض ہو تو تیمّم کر لو) کی آیت کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت ایک انصاری صحابی کے متعلّق نازل ہوئی جو بیماری کی وجہ سے وضو کرنے سے قاصر تھا۔ ابن عباس، ابن مسعود، سدی، ضحاک، مجاہد اور قتادہ کا قول ہے کہ جس شخص کو زخم لگا ہوا ہو، چوٹ آئی ہوئی ہو اور اس کے تیماردار پانی سے خطرہ محسوس کریں تو اسے تیمّم کر لینا چاہیے۔

مریض کے متعلّق ایک قول یہ ہے کہ ہر اس بیمار کو تیمّم کرنا چاہیے جس کی بیماری میں پانی کی وجہ سے اضافہ ہونے کا امکان ہو۔ یا جہاں مریض کو کوئی پانی بھر کر دینے والا موجود نہ ہو۔ یہ قول حسن اور ابن زید سے مروی ہے۔

حسن زخمی کے لیے تیمّم کا قائل نہیں تھا جب کہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام نے مذکورہ تمام صورتوں میں تیمّم کو جائز قرار دیا ہے اور لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ سے جماع مراد ہے۔

۲۶۵- الکافی میں حلبی سے منقول ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ کے متعلّق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

”اس سے جماع مراد ہے البتہ اللہ پردہ پوشی قائم کرنا چاہتا ہے اور اس نے اس عمل کو بڑے پردے میں بیان کیا ہے تمھاری طرح سے بے پردہ اس کا ذکر نہیں کیا“۔

۲۶۶- تفسیر عیاشی میں ابی مریم سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ ”اور تم عورتوں کو مس کرو تو غسل کرو“۔ اب یہ فرمائیں کہ ایک شخص وضو کرتا ہے پھر اپنی کنیز کو بلا کر کہتا ہے کہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے در مسجد پر لے جاؤ۔ تو کیا اس لمس کی وجہ سے اس پر غسل یا وضو واجب ہو جائے گا جب کہ ہمارے پاس کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جو اسے ”ملامست“ قرار دیتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور بعض دفعہ میں خود بھی ایسا کرتا ہوں اس سے میاں بیوی کا ملاپ مراد ہے۔

۲۶۷- منصور بن حازم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے، آپؑ نے فرمایا: ”لمس“ سے جماع مراد ہے۔

۲۶۸- قیس بن رمانہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرے لیے حکم شرعی کیا ہے۔ میں وضو کرکے کنیز کو بلاتا ہوں وہ مجھے سہارا دے کر کھڑا کرتی ہے تو میں نماز پڑھتا ہوں۔ اب "لمس" تو ہوگیا کیا میں دوبارہ وضو کروں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، خدا کی قسم! لمس سے جماع مراد ہے۔ میرے والد امام محمد باقر علیہ السلام جب بوڑھے ہوگئے تھے تو آپ وضو کرتے تھے۔ اس کے بعد کنیز کو صدا دیتے تھے وہ آپ کا ہاتھ پکڑتی تھی اور اس کے بعد آپ کھڑے ہوکر نماز پڑھتے تھے۔

تیمّم

۲۶۹- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جسے پانی میسر نہ آئے تو اس کے لیے تیمّم بھی تالاب سے وضو کرنے کی مانند ہے۔ کیا اللہ نہیں فرما رہا۔ فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا "پاک مٹی پر تیمّم کرو"۔

راوی نے کہا: اگر کوئی شخص تیمّم کرکے نماز پڑھ لے اور ابھی نماز کا کچھ وقت باقی ہو کہ اسے پانی مل جائے تو کیا وہ وضو کرکے نماز دوبارہ پڑھے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کی نماز ہوچکی ہے۔

راوی نے کہا تو کیا دوسری نماز بھی تیمّم سے پڑھے۔

آپؑ نے فرمایا: اگر پانی دکھائی دے اور وہ اس پر قدرت بھی رکھتا ہو تو تیمّم ختم کرکے وضو کرلے۔

۲۷۰- کتاب معانی الاخبار میں مرقوم ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

لفظ "صعید" کے معنی بلند جگہ کے ہیں اور "طیب" اس جگہ کو کہا جاتا ہے جہاں سے پانی گرتا ہے۔

اہلِ کتاب کی زیادتیاں

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا

السَّبِيْلَ ؕ

''کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب کا کچھ حصّہ دیا گیا ہے وہ گمراہی کا کاروبار کر رہے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی گمراہ ہو جاؤ''۔

۲۷۱- تفسیر علی بن ابراہیم میں لکھا ہے کہ اس آیت کی ایک تاویل یہ ہے کہ اہلِ کتاب امیرالمومنینؑ کے متعلق بھٹک گئے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ دوسرے مسلمان بھی ولایت علیؑ سے جو کہ صراطِ مستقیم ہے، بھٹک جائیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۫ وَّ كَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ...... کی آیت یہود کے متعلق نازل ہوئی۔

چہرے بگڑنے سے قبل ایمان لے آؤ

۲۷۲- تفسیر عیاشی میں جابر جعفی سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

جابر! سب سے پہلے شام کے علاقہ میں تباہی آئے گی۔ آخری زمانہ میں یہاں سے تین پرچم بلند ہوں گے۔ ایک پرچم ''اصہب'' بلند کرے گا اور ایک پرچم ''ابقع'' اٹھائے گا اور ایک پرچم سفیانی کا ہوگا۔

سفیانی، اصہب و ابقع سے جنگ کرے گا اور وہ ان دونوں پر فتح حاصل کرے گا۔ پھر سفیانی عراق کی طرف کوچ کرے گا۔ قرقیا پہنچ کر ایک لاکھ سرکشوں کو قتل کرے گا۔ پھر وہ ستر ہزار کا لشکر لے کر کوفہ آئے گا اور اہلِ کوفہ کو قتل کرے گا۔ انھیں صلیب پر چڑھائے گا اور انھیں قید کرے گا۔ اسی اثنا میں خراسان سے سیاہ پرچم نمودار ہوں گے ان میں امام مہدیؑ کے اصحاب ہوں گے جو تیزی سے سفر کریں گے۔ غلاموں میں سے ایک شخص کچھ کمزور افراد کو ساتھ ملا کر خروج کرے گا لیکن سفیانی کا سپہ سالار اسے حیرہ اور کوفہ کے درمیان قتل کر دے گا۔ سفیانی مدینہ کی طرف اپنا لشکر روانہ کرے گا۔ اس وقت حضرت مہدیؑ حضرت موسیٰؑ کی طرح خاموشی سے مدینہ چھوڑ کر مکہ چلے جائیں گے۔ جب سفیانی کے سپہ سالار کو معلوم ہوگا کہ مہدیؑ مدینہ سے مکہ چلا گیا ہے تو وہ بھی اپنا لشکر لے کر مکہ کی جانب روانہ ہوگا۔ راستے میں وہ ایک صحرا میں پڑاؤ کرے گا کہ آسمان سے صدا آئے گی:

''اے صحرا ان لوگوں کو فنا کر دے''۔

اس وقت صحرا ان سب کو نگل لے گا بس تین آدمی بچ جائیں گے جن کے چہرے پشت کی جانب مڑے ہوں گے

اور ان کا تعلق بنی کلب سے ہوگا اور انھی کے متعلق اللہ نے ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝۴۷

”اے اہلِ کتاب (اس کتاب) پر ایمان لے آؤ جسے ہم نے نازل کیا ہے جو کہ تمھاری اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو تمھارے پاس موجود ہے۔ اس سے قبل کہ ہم چہروں کو بگاڑ کر پسِ پشت پھیر دیں یا ان پر ایسی ہی لعنت بھیجیں جیسا کہ ہم اصحاب السبت پر بھیج چکے ہیں اور خدا کا فرمان پورا ہو کر رہتا ہے“۔

۲۷۳٬۲۷۴- تفسیر عیاشی اور اصول کافی کی دو علیحدہ علیحدہ روایات میں امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے آیت بالا کی تاویل میں منقول ہے کہ جس کتاب کی تعلیمات پر اہلِ کتاب کو ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے اس میں حضرت علی علیہ السلام کی ولایت بھی شامل ہے۔

۲۷۵- مجمع البیان میں مرقوم ہے: مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ کے مفہوم میں کئی اقوال منقول ہیں ان میں سے دوسرا قول یہ ہے کہ ہم انھیں ہدایت سے ہٹا دیں گے اور پس پشت کر دیں گے۔ مقصد یہ ہے کہ تمھارا رخ ہدایت کی بجائے ہمیشہ گمراہی کی طرف رہے گا اور تم ہمیشہ کے لیے فلاح و کامیابی سے محروم ہو جاؤ گے۔ ابوالجارود نے یہی مفہوم امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔

شرک ناقابلِ معافی جرم ہے

۲۷۶- کتاب التوحید میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ (بے شک اللہ شرک کو کبھی معاف نہیں کرے گا اور اس کے علاوہ جس کے لیے چاہے، معاف کر دے) کی آیت پورے قرآن حکیم کی آیات سے مجھے زیادہ پیاری ہے۔

۲۷۷- حضرت ابوذر غفاری راوی ہیں کہ ایک رات میں گھر سے باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ رسولؐ خدا تن تنہا جا رہے تھے۔ آپؐ کے ساتھ کوئی انسان نہیں تھا۔ میں نے سمجھا کہ آپؐ کو اس وقت کسی کا ساتھ لے کر چلنا پسند نہیں ہے۔ چنانچہ میں چاندنی میں آہستہ آہستہ آپؐ کے پیچھے چلنے لگا۔ کچھ دیر بعد آپؐ میری طرف متوجہ ہوئے اور دیکھ کر

فرمایا: کون ہے؟

میں نے عرض کیا: میں ابوذر ہوں۔

آپؐ نے فرمایا: ابوذر! آؤ۔

میں نے آپؐ کے ساتھ چلنا شروع کیا۔ آپؐ نے فرمایا:

آج جن کے پاس دولت کے ڈھیر ہیں قیامت کے دن یہ مفلس ہوں گے۔ آخرت کے افلاس سے وہی محفوظ رہے گا جو اپنی دولت کو دونوں ہاتھوں سے خدا کی راہ میں خرچ کرے گا اور اسے نیکی کے کاموں میں صرف کرے گا۔

اس کے بعد میں کچھ اور دیر تک آپؐ کے ساتھ چلتا رہا۔ کچھ دیر چلنے کے بعد ایک صاف جگہ پر آپؐ نے مجھے بیٹھنے کا حکم دیا اور فرمایا: جب تک میں نہ آؤں تم یہاں بیٹھے رہو۔

یہ کہہ کر آپؐ چلے گئے اور میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ پھر کافی دیر کے بعد آپؐ واپس آئے اور آپؐ اپنے آپؐ سے کہہ رہے تھے: اگر چہ چوری کرے اور زنا کرے؟ جب آپؐ قریب پہنچے تو میں خاموش نہ رہ سکا۔ میں نے عرض کیا:

میں آپؐ پر قربان جاؤں' آپؐ کس سے مخاطب تھے۔ مجھے تو یہاں کوئی دوسرا شخص دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: وہ جبریلؑ تھے۔ وہ یہاں آئے اور انھوں نے مجھ سے کہا:

آپؐ اپنی اُمت کو یہ بشارت دے دیں جو اس حال میں مرا کہ خدا کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ جنت یں داخل ہوگا۔

میں نے کہا: جبریلؑ چاہے وہ زنا کرے اور چوری کرے؟

جبریلؑ نے کہا: جی ہاں' چاہے وہ زنا کرے اور چوری کرے۔

میں نے پھر کہا: خواہ وہ زنا کرے اور چوری کرے۔

جبریلؑ نے کہا: جی ہاں' خواہ وہ شراب بھی کیوں نہ پیئے۔

۲۷۷۔ اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے متعلق منقول ہے کہ آپؑ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ” بے شک اللہ شرک معاف نہیں کرتا اس کے علاوہ جس کو چاہے معاف کر دے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: خدا چاہے تو گناہانِ کبیرہ معاف کر دے۔

راوی نے کہا: کیا گناہانِ کبیرہ قابلِ معافی ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: شرک کے علاوہ باقی تمام گناہ اگر خدا چاہے تو معاف کر سکتا ہے۔

۲۷۸- اسحاق بن عمار کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا: کیا گناہانِ کبیرہ قابلِ معافی ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں جس کے لیے خدا چاہے۔

۲۷۹- تفسیر علی بن ابراہیم میں ہشام سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا:

کیا گناہانِ کبیرہ قابلِ بخشش ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

۲۸۰- تفسیر عیاشی کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"ولایت علیؑ کا انکار نا قابلِ معافی جرم ہے اور محبانِ علیؑ کے جن گناہوں کو خدا چاہے معاف کر دے گا"۔

۲۸۱- ابی العباس کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: مشرک بننے کی کم از کم حد کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جو اپنی طرف سے کوئی رائے قائم کرے اور اُسی کو معیار بنا کر محبت و نفرت کرے۔

۲۸۲- قتیبہ الأعشی کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے یہ آیت پڑھی:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ ۚ

آپؑ نے فرمایا: شرک کے علاوہ باقی تمام گناہ قابلِ مغفرت ہیں۔

۲۸۳- نہج البلاغہ میں امیر المومنین علیہ السلام کا یہ فرمان مرقوم ہے:

"جس ظلم کو معاف نہیں کیا جائے گا وہ خدا کے ساتھ شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ "بے شک اللہ معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے"۔

۲۸۴- من لا یحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اللہ کا فرمان ہے: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ تو کیا اس فرمانِ الٰہی کے تحت گناہانِ کبیرہ بھی اللہ کی مشیت میں داخل ہو جاتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں یہ اس کی مشیت پر موقوف ہے چاہے تو عذاب دے چاہے تو بخش دے۔

۲۸۵- امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

میں نے اپنے حبیب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپؐ فرمایا کرتے تھے: ’’دنیا سے رخصت ہوتے وقت اگر کسی مومن کے ذمہ تمام اہلِ زمین کے گناہ بھی ہوئے تو موت اس کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گی‘‘۔

پھر آپؐ نے فرمایا: جس نے دل کی گہرائیوں سے ’’لا الٰہ الا اللہ‘‘ کہا تو وہ شرک سے آزاد ہوگیا اور جو دنیا سے اس حالت میں رخصت ہوا کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَیَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ (بے شک اللہ معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اس کے علاوہ جسے چاہے معاف کردے) البتہ خدا یہ مغفرت وبخشش تیرے محبوں اور شیعوں کو عطا کرے گا۔

اس وقت میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! یہ میرے شیعوں کے لیے ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: جی ہاں (ملخصا بقدر الحاجۃ)

۲۸۶- کتاب ثواب الاعمال میں عبید بن زرارہ سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپؑ مجھے گناہانِ کبیرہ کے متعلّق بتائیں۔

آپؑ نے فرمایا: ان کی تعداد پانچ ہے اور یہ وہ گناہ ہیں جن پر اللہ نے دوزخ کو واجب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ ’’بے شک اللہ معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے‘‘۔

۲۸۷- عیون الاخبار میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے‘ آپؐ نے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات سے حساب لے گا مگر جس نے خدا کے ساتھ شرک کیا ہوگا اس سے حساب نہیں لے گا اور اس کے لیے حکم جاری کرے گا کہ اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے‘‘۔

۲۸۸- مجمع البیان میں اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ کے ضمن میں مرقوم ہے:

’’اس آیت مجیدہ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے مومنین کو امید وخوف اور فضل وعدل کے درمیان لاکر کھڑا کیا اور یہی مومن کی صفت ہے۔ اسی لیے امام صادق علیہ السلام نے فرمایا تھا: ’’اگر مومن کے خوف اور اُمید کا وزن کیا جائے تو دونوں کا پلڑا برابر ہوگا‘‘۔

اپنے آپ کو پاکیزہ قرار دینے والے

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ یُزَکُّوۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ ؕ بَلِ اللّٰہُ یُزَکِّیۡ مَنۡ یَّشَآءُ وَلَا یُظۡلَمُوۡنَ فَتِیۡلًا ﴿۴۹﴾ اُنۡظُرۡ

كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ ع

''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے نفس کی پاکیزگی کا اعلان کرتے ہیں حالانکہ وہ جسے چاہتا ہے پاکیزگی عطا کرتا ہے۔ بندوں پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ آپ دیکھیں وہ کس طرح سے خدا پر جھوٹ تراش رہے ہیں۔ ان کے گناہ گار ہونے کے لیے یہی واضح گناہ کافی ہے''۔

۲۸۹- مجمع البیان میں آیت ہذا کے ضمن میں مرقوم ہے کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے متعلق نازل ہوئی کیونکہ انھوں نے اپنے لیے بلند بانگ دعوے کیے تھے۔ انھوں نے اپنے متعلق یہ دعویٰ کیا تھا کہ ہم ''ابناء اللہ'' اور ''محبوبانِ خدا'' ہیں اور ان کی جسارت اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ وہ یہ کہتے تھے کہ جنت میں صرف یہودی اور نصرانی ہی جائیں گے۔

آیت بالا کا یہ مفہوم امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔

۲۹۰- نہج البلاغہ میں اوصاف متقین کے متعلق امیر المومنین علیہ السلام سے ایک طویل خطبہ منقول ہے۔ اس خطبہ میں آپؑ نے یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے:

''وہ اپنے اعمال کی کم مقدار سے مطمئن نہیں ہوتے اور زیادہ کو زیادہ نہیں سمجھتے۔ وہ اپنے ہی نفسوں پر (کوتاہیوں) کا الزام رکھتے ہیں اور اپنے اعمال سے خوف زدہ رہتے ہیں اور جب ان میں سے کسی کو (اصلاح و تقویٰ کی بنا پر) سراہا جاتا ہے تو وہ اپنے حق میں کہی ہوئی باتوں سے لرز اُٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں دوسروں سے اپنے نفس کو زیادہ جانتا ہوں اور میرا پروردگار مجھ سے بھی زیادہ میرے نفس کو جانتا ہے۔ خدایا! ان کی باتوں پر میری گرفت نہ کرنا اور میرے متعلق یہ جو حسنِ ظن رکھتے ہیں مجھے اس سے بہتر قرار دینا اور میرے ان گناہوں کو بخش دینا جو ان کے علم میں نہیں ہیں''۔

۲۹۱- تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ وہ لوگ جنھوں نے اپنے لیے صدیق و فاروق جیسے پاکیزہ نام خود منتخب کیے ہیں تو یہ اپنے آپ کو پاکیزہ بنانے کے عمل کا مظاہرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے ہیں: وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝ کھجور کی گٹھلی پر جو باریک سی جھلی ہوتی ہے اسے ''فتیل'' کہا جاتا ہے اور خدا کسی پر ''فتیل'' کے برابر بھی ظلم نہیں کرے گا۔

اپنے منہ اپنی پاکیزگی کا اعلان کرنے والے مفتری ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ ع ''ذرا دیکھو کہ یہ خدا پر کس طرح سے جھوٹ تراش رہے ہیں اور ان کے گناہ گار ہونے کے لیے یہی واضح گناہ کافی ہے''۔

یہود کی باطل نوازی

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِیۡبًا مِّنَ الۡکِتٰبِ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡجِبۡتِ وَ الطَّاغُوۡتِ وَیَقُوۡلُوۡنَ لِلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا هٰۤؤُلَآءِ اَهۡدٰی مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا سَبِیۡلًا ﴿۵۱﴾

''کیا آپ نے ان لوگوں کونہیں دیکھا جن کو کتاب کا کچھ حصّہ دیا گیا ہے۔ وہ شیطان اور بتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ کافروں کے لیے کہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں سے تو یہ زیادہ سیدھے راستے پر ہیں''۔

۲۹۲- تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ یہ آیت یہود کے متعلق نازل ہوئی جب ان سے مشرکین عرب نے پوچھا کہ تم لوگ تو اہلِ کتاب ہو بتاؤ ہمارا دین افضل ہے یا محمدؐ کا دین افضل ہے؟

اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ تمھارا دین افضل ہے۔

ان لوگوں کے متعلق خدا نے اپنا حتمی فیصلہ یہ سنایا۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنۡ یَّلۡعَنِ اللّٰهُ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ نَصِیۡرًا ﴿۵۲﴾ؕ اَمۡ لَهُمۡ نَصِیۡبٌ مِّنَ الۡمُلۡکِ فَاِذًا لَّا یُؤۡتُوۡنَ النَّاسَ نَقِیۡرًا ﴿۵۳﴾ۙ

''ایسے ہی لوگوں پر خدا نے لعنت کی ہے اور جس پر خدا لعنت کردے تو آپ کو اس کا کوئی مددگار نہیں ملے گا۔ کیا ملک واقتدار میں ان کا بھی کوئی حصّہ ہے۔ اگر ان کا ملک واقتدار میں کوئی حصّہ ہوتا تو لوگوں کو پھوٹی کوڑی بھی نہ دیتے''۔

اَمۡ یَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰی مَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ۚ فَقَدۡ اٰتَیۡنَاۤ اٰلَ اِبۡرٰهِیۡمَ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ وَاٰتَیۡنٰهُمۡ مُّلۡکًا عَظِیۡمًا ﴿۵۴﴾

''پھر کیا یہ لوگ دوسرے لوگوں سے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انھیں اپنے فضل سے نوازا ہے۔ ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب وحکمت عطا کی ہے اور ہم نے ان کو ملک عظیم دیا ہے''۔

اللہ تعالٰی نے آلِ ابراہیم کو کتاب وحکمت سے نوازا اور آلِ ابراہیم سے ہی سید الانبیاء کا انتخاب کیا اور آنحضرتؐ کے بعد اللہ نے خلافت وامامت بھی آلِ ابراہیم میں رکھی۔

۲۹۲- حنان کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ فَقَدۡ اٰتَیۡنَاۤ اٰلَ اِبۡرٰهِیۡمَ الۡکِتٰبَ

وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ۝ کا کیا مطلب ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کتاب سے مراد نبوت اور حکمت سے مراد فہم و فیصلہ اور ملک عظیم سے مراد واجب اطاعت ہے۔

۲۹۳- اصول کافی میں برید العجلی سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے قرآن حکیم کی آیت اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اور ان صاحبانِ امر کی اطاعت کرو جو تم میں سے ہیں) کے متعلّق سوال کیا۔

آپؑ نے جواب میں یہ آیت پڑھی: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۝۵۱ ''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب کا ایک حصّہ دیا گیا ہے۔ وہ شیطان اور بتوں پر ایمان رکھ رہے ہیں اور کافروں کے متعلّق کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان والوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں''۔

اور یہی حال ہم سے منحرف افراد کا ہے کہ وہ گمراہی کے رہبروں کی اطاعت کر کے اس پر فخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے یہ امام آلِ محمدؑ کے ائمہ سے بہتر ہیں۔ ''ام لھم نصیب من الملك'' کیا ان کا بھی ملک وحکومت میں کوئی حصّہ ہے۔

اس کی ایک تاویل یہ بھی ہے کہ کیا آلِ محمدؑ کے سیاسی حریفوں کا خلافت وامامت الٰہیہ میں بھی کوئی حصّہ ہے۔ اگر ان کا کچھ حصّہ ہوتا تو وہ لوگوں کو پھوٹی کوڑی کا محتاج رکھتے۔ ''نقیر'' دراصل اس درمیانی نقطہ کو کہا جاتا ہے جو کھجور کی گٹھلی کے بیرونی حصّہ پر درمیان میں ہوتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ لوگوں کو ''نقیر'' برابر بھی کچھ نہ دیتے۔

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ

''پھر کیا یہ دوسرے لوگوں سے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے اپنے فضل سے انھیں نوازا ہے''۔

وہ محسود لوگ ہم ہی ہیں جنھیں خدا نے امامت کے عہدہ سے نوازا ہے جس کی وجہ سے لوگ ہم سے حسد کرتے ہیں۔

فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ۝۵۴

''ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب وحکمت دی اور انھیں ملک عظیم عطا کیا''۔

اللہ تعالیٰ نے آلِ ابراہیم پر بڑا فضل کیا اللہ نے اس خاندان میں انبیاء ورسل اور ائمہ مبعوث فرمائے۔ تعجب ہے کہ لوگ آلِ ابراہیمؑ کی امامت کو تو مان لیتے ہیں لیکن آلِ محمدؑ کی امامت کو ماننے پر آمادہ نہیں ہے!!

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۭ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ۝۵۵ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا

سَوۡفَ نُصۡلِيۡهِمۡ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتۡ جُلُوۡدُهُمۡ بَدَّلۡنٰهُمۡ جُلُوۡدًا غَيۡرَهَا لِيَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيۡزًا حَكِيۡمًا ﴿٥٦﴾

”ان میں سے کچھ اس پر ایمان لائے ہیں اور کچھ نے منہ موڑا ہے۔ ان کو جلانے کے لیے دوزخ کافی ہے۔ بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا ہم عنقریب ان کو دوزخ میں جھونک دیں گے۔ جب ان کی کھال پک جائے گی تو ہم اس کی جگہ دوسری کھال تبدیل کر دیں گے تا کہ عذاب کا ذائقہ چکھتے رہیں۔ اللہ غالب و حکیم ہے“۔

۲۹۴- امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَاٰتَيۡنٰهُمۡ مُّلۡكًا عَظِيۡمًا ﴿٥٤﴾ کا مفہوم پوچھا گیا تو فرمایا: اس سے خدا کی طرف سے واجب کردہ اطاعت مراد ہے۔

۲۹۵- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

”ہم وہ ہیں جن کی اطاعت کو اللہ نے فرض کیا اور ہمارے لیے ”انفال“ اور ”صفو المال“ مقرر کیا اور راسخین فی العلم ہم ہیں اور ہم ہی وہ محسود ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَمۡ يَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ”کیا وہ لوگوں سے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انھیں اپنے فضل سے نوازا ہے“۔

۲۹۶- امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

”اَمۡ يَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ کی آیت مجیدہ میں لفظ ”الناس“ کے مصداق ہم ہیں اور لوگ شان و عزت دیکھ کر ہم سے حسد کرتے ہیں“۔

۲۹۷- حمران بن اعین کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: فَقَدۡ اٰتَيۡنَاۤ اٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاٰتَيۡنٰهُمۡ مُّلۡكًا عَظِيۡمًا ﴿٥٤﴾ کا مفہوم دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

”کتاب سے مراد نبوت ہے اور حکمت سے مراد فہم اور قوتِ فیصلہ ہے اور ”ملک عظیم“ سے مراد اطاعت ہے“۔

۲۹۸- ابی الصباح کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: اَمۡ يَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ابی الصباح! خدا کی قسم، ہم ہی محسود افراد ہیں۔

۲۹۹- امام محمد باقر علیہ السلام نے اَمۡ يَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ۚ فَقَدۡ اٰتَيۡنَاۤ اٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ

كِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ۝ کی آیت مجیدہ پڑھ کر فرمایا:

"تعجب ہے کہ آلِ ابراہیم کی خصوصیات کو تو لوگ مان لیتے ہیں لیکن جب بات آلِ محمدؑ کی ہوتی ہے تو اس کا اقرار کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ "ملک عظیم" سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے ایسے امام مقرر کیے ہیں جن کی اطاعت خدا کی اطاعت اور جن کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے"۔

۳۰۰۔ مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ کی آیت مجیدہ کے لفظ "الناس" کے متعلق اختلاف ہے کہ اس سے کیا مراد ہے؟ چنانچہ اس کے متعلق کئی اقوال منقول ہیں۔ ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ لفظ "الناس" سے نبی اکرمؐ مراد ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ آخر لوگ رسولؐ خدا سے حسد کیوں کرتے ہیں۔ ہم نے ان پر اپنا فضل کرتے ہوئے انھیں نبوت عطا کی اور ان کی آل کو امامت عطا کی ہے۔

۳۰۱۔ احتجاج طبرسی میں امیرالمومنین علیہ السلام کا ایک خطبہ مرقوم ہے جس میں آپ نے یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے۔

آل ابراہیم کتاب وحکمت کی وارث ہے۔ اللہ نے انھیں یہ نعمات عطا کی ہیں۔ لوگوں نے ان سے حسد کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

> اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ۝ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۭ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ۝
>
> "پھر کیا یہ لوگ دوسروں سے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انھیں اپنے فضل سے نوازا ہے۔ ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب وحکمت عطا کی ہے اور ہم نے ان کو ملکِ عظیم دیا ہے۔ ان میں سے کچھ اس پر ایمان لائے ہیں اور کچھ نے منہ موڑا ہے اور منہ موڑنے والوں کے لیے جہنّم کافی ہے"۔

ہم آلِ ابراہیم ہیں۔ لوگ ہم سے اسی طرح سے حسد کرتے ہیں جیسا کہ انھوں نے ہمارے آباء سے حسد کیا تھا۔

۳۰۲۔ عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام سے ایک خطبہ منقول ہے جس میں آپ نے شانِ امام اور اوصافِ امام کو بیان کیا ہے۔ اس خطبہ میں یہ کلمات بھی شامل ہیں:

"اللہ تعالیٰ انبیاء وآئمہ کو اپنی توفیق سے مالا مال کرتا ہے اور انھیں اپنے اس پوشیدہ علم وحکم سے آگاہی عطا کرتا ہے

جو کہ ان کے علاوہ اور کسی کو معلوم نہیں ہوتی۔ چنانچہ ان کا علم ان کے معاصر لوگوں سے کہیں زیادہ ہوتا ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۗ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ (۳۵) (سورہ یونس)

"کیا وہ جو حق کی ہدایت کرتا ہے، اتباع کے زیادہ حق دار ہے اور یا وہ جسے خود ہی راستہ معلوم نہ ہو جب تک اس کی رہنمائی نہ کی جائے۔ تمھیں کیا ہوگیا ہے، کیسے فیصلے کرتے ہو؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر اکرمؐ سے فرمایا: وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (۱۱۳) "آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے رسولؐ خدا کے لیے ائمہ اہلِ بیتؑ کے متعلق فرمایا:

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا (۵۴) فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۭ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا (۵۵)

"پھر یہ کیا لوگ دوسروں سے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انھیں اپنے فضل سے نوازا ہے۔ ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب وحکمت عطا کی ہے اور ہم نے ان کو ملک عظیم دیا ہے۔ ان میں سے کچھ اس پر ایمان لائے ہیں اور کچھ نے منہ موڑا ہے اور منہ موڑنے والوں کے لیے جہنّم کافی ہے"۔

۳۰۳- امام علی رضا علیہ السلام سے ایک مرتبہ مامون نے پوچھا کہ کیا اللہ نے حضرت پیغمبرؐ کو باقی لوگوں پر فضیلت دی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں عترت کی فضیلت کو بیان کیا ہے۔

مامون نے کہا: کتاب اللہ میں ان کی فضیلت کا تذکرہ کس آیت مجیدہ میں کیا گیا ہے؟

امام علی رضا علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (۳۳) ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (۳۴) (آل عمران)

"بے شک اللہ نے آدمؑ، نوحؑ، آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کا تمام جہانوں سے انتخاب کیا۔ یہ ایک دوسرے کی اولاد تھے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا:

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾

”کیا یہ لوگ دوسروں سے حسد کرتے ہیں کہ خدا نے انھیں اپنا فضل عطا کیا ہے۔ بے شک ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب وحکمت دی اور ہم نے انھیں ملکِ عظیم عطا کیا“۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو خطاب کر کے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ

”اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اور جو تم میں سے صاحبانِ امر ہوں، ان کی اطاعت کرو“۔

مقصد یہ ہے کہ آلِ ابراہیم جنھیں ہم نے کتاب وحکمت اور ملک عظیم عطا کیا ہے تم ان کی اطاعت کرو۔ اور یہ وہی خاندان ہے جن سے لوگ حسد کر رہے ہیں۔ اس آیت میں ملک عظیم سے ان کی اطاعت مراد ہے۔

۳۰۴۔ کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے، جس میں آپؑ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے علم کو جہالت کے ساتھ مخلوط نہیں کیا اور اس نے اپنا امر کسی ملک مقرب اور نبی مرسل کے سپرد نہیں کیا۔ اس کی بجائے اللہ نے ملائکہ میں سے کچھ فرشتوں کو پیغام رساں بنا کر اپنے نبی کے پاس بھیجا اور اس سے کہا کہ آپ یہ کام کریں اور فرشتوں کو بتایا کہ مجھے فلاں کام پسند ہیں اور فلاں کام ناپسند ہیں اور فرشتوں کو اس کے آغاز وانجام کا علم تعلیم کیا۔ فرشتوں نے وہ علم انبیاء، اولیاء، اصفیاء کو تعلیم کیا اور ان کے خاندان میں سے ان کے آباء اور ان کے بھائیوں کو س کی تعلیم دی۔ اسی چیز کی طرف خداوند عالم نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾

”ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب وحکمت عطا کی اور ہم نے انھیں ملک عظیم عنایت فرمایا“۔

چنانچہ کتاب سے نبوت مراد ہے اور حکمت کا مقصد یہ ہے کہ ہم نے انبیاء واصفیاء کو دانش عطا فرمائی۔

اسی حدیث کے ضمن میں آپؑ نے فرمایا: ”خدا نے آلِ ابراہیم کو حجت مقرر کیا۔ کیونکہ اللہ نے ان کے لیے فرمایا:

فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾ اور انبیاء اور ان کے اہل بیت قیامت تک حجت رہیں گے"۔

۳۰۵- روضہ کافی میں بھی یہ روایت انھی الفاظ سے منقول ہے۔

دوزخیوں کی کھال بدل دی جائے گی

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾

"بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا ہے ہم انھیں عنقریب دوزخ میں جھونک دیں گے جب ان کی ایک کھال پک جائے گی تو ہم اس کی جگہ دوسری کھال تبدیل کر دیں گے تا کہ وہ عذاب کا ذائقہ چکھتے رہیں۔ بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے"۔

۳۰۶- تفسیر علی بن ابراہیم کے ایک بیان کا ماحصل یہ ہے کہ آیاتِ الٰہی کے تمام منکروں کو دوزخ میں بھیجا جائے گا۔ حضرت امیر المومنینؑ اور ائمہ ہدیٰ بھی خدا کی آیات میں شامل ہیں۔ جب آگ ان کی کھال کو جلا دے گی تو اس کی جگہ انھیں دوسری کھال پہنا دی جائے گی تا کہ ان کے عذاب میں تسلسل قائم رہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ان کی کھالیں کیسے تبدیل کی جائیں گی؟

آپؑ نے فرمایا: اس کی مثال یوں سمجھو کہ اگر ایک اینٹ کو تم توڑ کر مٹی میں تبدیل کر دو پھر اس مٹی کو قالب میں رکھ کر نئے سرے سے اینٹ بنا دو تو کیا وہ وہی اینٹ نہ ہوگی؟ اینٹ وہی ہوگی البتہ وہ نئے سرے سے وجود میں لائی گئی ہوگی۔

۳۰۷- احتجاج طبرسی میں حفص بن غیاث سے منقول ہے کہ میں مسجد الحرام میں گیا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس مشہور زندیق ابن ابی العوجاء بیٹھا ہوا تھا اور وہ آپ سے سوال کر رہا تھا۔ اس نے آپ سے پوچھا کہ قرآن مجید میں یہ آیت موجود ہے:

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ (جب ان کی کھالیں دوزخ کی آگ سے پک جائیں گی تو ہم انھیں اور کھالیں دے دیں گے تا کہ وہ عذاب کا ذائقہ چکھتے رہیں) آپ یہ بتائیں کہ دوزخی نے گناہ تو ایک کھال میں کیا تھا۔ اسے تو اللہ نے دوزخ کا عذاب دیا تو اچھا کیا۔ جب وہ جل بھن گئی تو اس کی جگہ دوزخی کو اور کھال پہنا

ر عذاب کو جاری رکھا گیا۔ اب دوسری کھال تو گناہ میں شریک ہی نہیں تھی۔ اس بے چاری کو عذاب کیوں دیا جائے گا؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

دوسری کھال وہی پہلی کھال ہوگی اور وہ اس سے جدا بھی ہوگی۔

ابن ابی العوجاء نے کہا: آپ مثال دے کر اپنے مفہوم کو واضح کریں۔

آپؑ نے فرمایا: اگر کوئی شخص ایک اینٹ اُٹھا کر توڑ دے اور پھر اسی مٹی سے نئی اینٹ بنا لے تو نئی اینٹ اگرچہ ظاہری طور پر جدا ہوگی لیکن حقیقت میں وہ پرانی اینٹ کی ہی نئی شکل ہوگی۔

۳۰۸- اصول کافی میں سماعہ بن مہران سے منقول ہے کہ مجھ سے کلبی نسابہ نے بیان کیا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ آیا چمڑے کے موزوں پر مسح حلال ہے؟

آپؑ مسکرا دیے اور مجھ سے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا اللہ ہر چیز کے اجزا کو اس کے اصل کی طرف لوٹا دے گا اور بکری کی کھال کے موزے بھی بکری کو لوٹا دیئے جائیں گے۔ مجھے بتاؤ جو لوگ موزوں پر مسح کر رہے ہیں ان کے وضو کہاں جائیں گے؟

۳۰۹- عیون الاخبار میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا:

"حسینؑ بن علیؑ کا قاتل آگ کے صندوق میں ہوگا۔ نصف اہلِ دنیا کا عذاب اس کے لیے مخصوص ہوگا۔ اس کے ہاتھ پیر دوزخ کی آگ کی زنجیروں سے بندھے ہوں گے۔ اس کی صندوق دوزخ میں پلٹتے پلٹتے آخرکار دوزخ کے نچلے حصہ میں جا گرے گی اور اس سے ایسی بدبو کے بھبھوکے اٹھیں گے کہ تمام دوزخی اس بدبو کی خدا کے سامنے شکایت کریں گے اور وہ ہمیشہ عذاب الیم میں مبتلا رہے گا۔ اس کے ساتھ دوسرے قاتلانِ حسینؑ بھی ہوں گے۔ جب ان کی کھالیں جل جائیں گی تو انھیں نئی کھالیں پہنا دی جائیں گی تاکہ عذاب کا سلسلہ جاری و ساری رہے۔ ان سے ایک لمحہ کے لیے بھی عذاب نہیں ہٹایا جائے گا اور انھیں دوزخ کا اُبلتا ہوا پانی پلایا جائے گا۔ عذابِ دوزخ کی وجہ سے ان پر ہلاکت ہو"۔

ادائے امانت کا حکم

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿۵۱﴾

''بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں تک پہنچاؤ! اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے کرو۔ اللہ تمھیں بہترین نصیحت کرتا ہے۔ بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے''۔

۳۱۰- کتاب معانی الاخبار میں یونس بن عبدالرحمٰن سے منقول ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے سامنے اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہۡلِہَا کی آیت پڑھی تو آپؑ نے فرمایا:

''اس آیت میں ہمیں خصوصی طور پر مخاطب کیا گیا ہے۔ اس آیت کے تحت ہر امام کی شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ بعد والے امام کی طرف وصیّت کر کے دنیا سے روانہ ہو۔ ویسے اس آیت میں باقی بھی تمام امانات شامل ہیں۔ مجھ سے میرے والد نے اپنے والد کی سند سے امام زین العابدین علیہ السلام کا یہ قول نقل کیا ہے۔ انھوں نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

''تمھیں امانت کی ادائیگی کرنی چاہیے۔ اگر میرے والد امام حسین علیہ السلام کا قاتل میرے پاس وہ تلوار امانت میں رکھے جس سے اس نے میرے والد کو شہید کیا تھا تو میں اس کی امانت بھی واپس کر دوں گا''۔

۳۱۱، ۳۱۲- اصول کافی میں احمد بن عمر سے منقول ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہۡلِہَا کے متعلّق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

''اس آیت کے تحت ہم ائمہ پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہر امام اپنے جانشین کا اعلان کر کے جائے اور غیر مستحق کو امامت کا عہدہ دے کر نہ جائے''۔

۳۱۳- معلّٰی بن خنیس کی زبانی امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی یہی روایت منقول ہے۔

۳۱۴- ابی کہمس کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے انھیں عبداللہ بن ابی یعفور کے سلام پہنچائے۔ آپؑ نے فرمایا:

''اس پر بھی سلام ہو اور تجھ پر بھی سلام ہو۔ اب جب تم عبداللہ کے پاس جاؤ تو اس سے کہنا کہ جعفر بن محمد تم سے یہ کہہ رہے تھے کہ غور کرو کہ محمد مصطفیٰ کی نظر میں علیؑ کو اتنا بڑا مقام کیوں ملا؟ انھیں یہ مقام سچ بولنے اور امانت کی ادائیگی کی وجہ سے ملا''۔

۳۱۵- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''کسی شخص کے طویل رکوع و سجود کو مت دیکھو۔ بعض اوقات کچھ لوگوں کو اس کی لت پڑ جاتی ہے۔ اگر وہ نماز نہ پڑھیں تو انھیں عجیب سا لگتا ہے۔ کسی کی شخصیت کو جانچنے کے لیے اس کی راست گفتاری اور ادائے امانت کو دیکھو''۔

۳۱۶- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر حضرت علی علیہ السلام کا قاتل بھی بالفرض میرے پاس وہ تلوار امانت کے طور پر رکھے جس سے اس نے میرے دادا علیؑ کو شہید کیا تھا اور اگر میں اس کی امانت قبول کرلوں اور مجھ سے نصیحت و مشورہ طلب کرے تو میں نہ تو اس کی امانت میں خیانت کروں گا اور نہ ہی غلط مشورہ دوں گا''

۳۱۷- مجمع البیان میں مرقوم ہے: اس آیت کی تفسیر میں کئی اقوال منقول ہیں۔ ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ ''اس سے ہر طرح کی امانت مراد ہے جس کے پاس کوئی شخص کوئی امانت رکھے تو اسے امانت ضرور ادا کرنی چاہیے۔ کچھ امانتیں اللہ کی ہیں اور کچھ بندوں کی ہیں۔ اللہ کی امانتیں اس کے اوامر و نواہی ہیں اور بندوں کی امانتیں وہ اشیاء ہیں جو وہ ایک دوسرے کے پاس رکھتے ہیں۔ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے یہی مفہوم منقول ہے''۔

۳۱۸- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کی ادائیگی بھی امانت کا حصّہ ہے''۔

۳۱۹- معصومین علیہم السلام سے مروی ہے کہ دو آیات ایک دوسرے سے متصل ہیں۔ ایک کا تعلّق ہم سے ہے اور دوسری کا تعلّق تم سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ

پھر اللہ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ

۳۲۰- اصول کافی میں برید العجلی سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ کا مفہوم کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ''ویسے تو آیت عام ہے اور ہر امانت کی ادائیگی کو مشتمل ہے۔ اس آیت کے تحت ہر امام پر فرض ہوا ہے کہ وہ کتب، علم اور ہتھیار اپنے جانشین کے سپرد کرے''۔

اس کے بعد اللہ نے اطاعت اولی الامر کی آیت نازل فرما کر تمام مومنین کو ہماری اطاعت کا حکم دیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ

تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾

''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحبِ امر ہوں۔ پھر اگر تمھارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی بہتر اور انجام کے لحاظ سے احسن طریقہ ہے''۔

۳۲۱- عیون الاخبار میں فضل بن شاذان کا جمع کردہ ایک رسالہ مرقوم ہے۔ اس میں احکام کے علل واسباب مذکور ہیں اور فضل بن شاذان کا بیان ہے کہ اس نے یہ علل واسباب امام علی رضا علیہ السلام کی زبانی سنے تھے۔ چنانچہ اس رسالہ میں یہ کلمات بھی مذکور ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ ''اولی الامر'' کے تقرر کی کیا ضرورت ہے اور اس کی اطاعت کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟

اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس کی کئی وجوہات ہیں:

۱- مخلوق کے لیے کچھ حدود مقرر کیے گئے ہیں اور انھیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ حدود سے تجاوز نہ کریں کیونکہ حدود سے تجاوز کرنے میں معاشرتی اقدار کو نقصان پہنچ سکتا ہے اور حدود کی پاسداری اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک کوئی امین مقرر نہ کیا جائے جو لوگوں کو حدود سے تجاوز کرنے سے منع کر سکے۔ اگر کسی کو امین اور نگہبان مقرر نہ کیا جائے تو کوئی بھی شخص حدود کی پاسداری نہیں کرے گا کیونکہ کوئی بھی اپنے ذاتی مفاد اور لذت سے رضا کارانہ طور پر دست بردار ہونے پر آمادہ نہیں ہے۔ اسی لیے ''اولی الامر'' کو مقرر کیا گیا تاکہ وہ حدودِ الٰہی کا نگہبان ہو اور احکام کو نافذ کر سکے اور ہر کسی کو حدود کے اندر رہنے پر مجبور کرے۔

۲- دنیا کی کوئی بھی ملت اور قوم کسی نگران و سالار کے بغیر قوم کہلانے کی مستحق نہیں ہوتی۔ ملت اسلامیہ کے لیے کسی نگران کا ہونا فطرت کا تقاضا ہے۔ ملت اسلامیہ کے لیے ایسے نگران کی ضرورت ہے جو ان کے شیرازے کو متحد رکھ سکے اور انھیں انتشار سے محفوظ رکھے اور اُمت کے افراد جس کے زیرِ فرمان دشمنوں سے جنگ کر سکیں اور وہ غنائم کو تقسیم کرے۔ کمزور طبقہ کو طاقتور گروہ کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رکھ سکے۔

۳- اگر اُمت اسلامیہ کا نگران اور قیم نہ ہو تو ملت کا شیرازہ بکھر جائے گا اور دین وسنت کا نام ونشان مٹ جائے گا۔ سنت کے احکام بدل دیئے جائیں گے اور بدعتی افراد دین میں اضافہ کریں گے اور باطل پرست دین کے احکام میں کمی

کریں گے اور دین کی حقانیت کو مشکوک کرنے کے لیے نت نئے شبہات پیدا کریں گے جب کہ لوگ ناقص العلم ہیں۔ کسی طرح سے بھی کامل نہیں ہیں اور ہر ایک کی خواہشات جداگانہ ہیں۔ اگر تعلیمات پیغمبر کا کوئی وارث ہی نہ ہو۔ شریعت تبدیل ہو جائے گی اور احکام و شرائع کا حلیہ ہی بدل دیا جائے گا۔

اگر یہ کہا جائے کہ ایک وقت میں دو یا دو سے زیادہ امام کیوں نہیں ہو سکتے؟

اس سوال کے جواب میں یہ کہا جائے گا:

۱۔ فردِ واحد کے فعل اور تدبیر میں اختلاف نہیں ہوتا اور دو افراد کے افعال اور ان کی تدبیر میں اتفاق نہیں ہوتا۔ دو افراد کی ہمتیں اور ارادے ہمیشہ مختلف ہوتے ہیں۔ لہٰذا اگر بیک وقت امام دو ہوں اور دونوں مفترض الطاعۃ ہوں اور ان دونوں کی ہمت و تدبیر ایک دوسرے سے جدا ہو تو اس کی وجہ سے معاشرہ میں خللِ عظیم واقع ہوگا اور لوگوں میں اختلاف و انتشار پیدا ہوگا اور جو شخص ایک کی اطاعت کرے گا وہ دوسرے کا نافرمان شمار کیا جائے گا۔ اور اطاعت کا جذبہ مفقود ہو جائے گا اور اختلاف و انتشار کا سارا الزام خدا پر ہی عائد ہوتا کہ اس نے دو مختلف الارادہ افراد کو بیک وقت امام بنا کر لوگوں کو آزمائش میں ڈالا ہے اور اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوتا کہ تمام حقوق، احکام اور حدود معطل ہو جاتے۔

۳۔ اگر بیک وقت دو امام ہوں اور دونوں کی امامت یکساں طور پر فرض ہو تو دونوں پر واجب ہوگا کہ بیک وقت امرونہی کے احکام جاری کریں اور جب ایک خاموش ہو تو دوسرے پر بھی خاموشی واجب ہوگی اور جب یہ نوبت آ جائے تو حقوق و احکام معطل ہو جائیں گے اور امام کا وجود اور عدم برابر ہو جائے گا۔

اگر یہ کہا جائے کہ اگر امام خاندان رسول سے نہ ہو تو آخر اس میں نقصان ہی کیا ہے؟

اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس کی بھی چند وجوہات ہیں:

۱۔ کسی بھی مفترض الطاعت امام کے لیے کسی ایسی نشانی کا ہونا ضروری ہے جس سے اس کی تمیز اور پہچان ہو سکے اور سب سے بڑی نشانی مشہور قرابت اور ظاہری وصیّت ہے۔

۲۔ اگر امام نسل رسولؐ سے نہ ہو تو اس کا یہ مفہوم برآمد ہوگا کہ غیر رسول رسول سے افضل قرار پائے گا۔ مثلاً اگر ابوجہل یا ابولہب کی نسل سے تعلّق رکھنے والا شخص امام ہو اور اولاد پیغمبرؐ اس کی پیروکار ہو تو اس سے بڑی عجیب اور مضحکہ خیز صورت جنم لے گی۔

۳۔ امام کا اولادِ رسولؐ میں سے ہونا اس لیے بھی ضروری ہے کہ ہر کلمہ گو رسولؐ خدا کو اپنے سے افضل مانتا ہے۔

اسی لیے ہر کلمہ گو اولادِ رسولؐ کی فضیلت کو تو آسانی سے برداشت کر سکتا ہے، دوسرے افراد کی فضیلت کو تسلیم کرنا انتہائی مشکل دکھائی دیتا ہے۔ اور اگر امام اولادِ رسولؐ سے نہ ہو تو رعیت کے دل میں ہر وقت یہ خیال موجود رہے گا کہ وہ اس امام سے افضل ہیں۔ جب رعایا کے ذہن میں یہ تصور ہو تو پھر اطاعت کی جگہ نافرمانی لے لے گی اور معاشرہ میں نظم وضبط قائم نہیں رہے گا۔

۳۲۲- کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں مرقوم ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ کی آیت پڑھ کر فرمایا: ائمہ قیامت تک اولادِ علیؑ اور نسلِ فاطمہؑ سے ہوں گے۔

۳۲۳- حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ کی آیت نازل ہوئی تو میں نے رسولؐ خدا کی خدمت میں عرض کیا:

یارسولؐ اللہ! ہم اللہ اور اس کے رسول کو پہچان چکے ہیں یہ بتائیں کہ وہ ''اولی الامر'' کون ہیں جن کی اطاعت کو اللہ نے آپؐ کی اطاعت کے ساتھ شامل کیا ہے؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جابر! وہ میرے خلفاء ہیں اور میرے بعد وہ مسلمانوں کے امام ہیں۔ ان میں سے پہلا علی بن ابی طالبؑ ہے، پھر حسن ہیں پھر حسین ہیں پھر علی بن الحسین ہیں پھر محمد بن علی ہیں جن کا تورات میں لقب ''باقر'' ہے (اور جابر تم ان سے ملاقات کرو گے۔ جب تمھاری ان سے ملاقات ہو تو میری طرف سے انھیں سلام کہنا) پھر جعفر صادقؑ بن محمدؑ ہیں، پھر موسیٰ بن جعفرؑ ہیں، پھر علیؑ بن موسیٰؑ ہیں، پھر محمدؑ بن علیؑ ہیں پھر علیؑ بن محمدؑ ہیں، پھر حسنؑ بن علیؑ ہیں پھر وہ امام ہوں گے جو میرے ہم نام اور میرے ہم کنیت ہوں گے۔ وہ زمین پر خدا کی حجت اور بندوں میں خدا کا بقیہ ہوں گے۔ اور وہ حسن بن علی کے فرزند ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں پر مشارق ومغارب کو فتح کرے گا۔ وہ اپنے دوستوں اور شیعوں سے غیبت اختیار کریں گے۔ زمانۂ غیبت میں ان کی امامت کے عقیدہ پر وہی قائم رہے گا جس کے دل کا خدا نے امتحان لیا ہوگا''۔

جابر نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! کیا ان کے زمانۂ غیبت میں ان کے شیعہ اس سے مستفید ہو سکیں گے؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جی ہاں! اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبوت دے کر مبعوث کیا۔ ان کے دور کے شیعہ ان کے وجود سے ایسے ہی روشنی حاصل کریں گے جیسا کہ لوگ سورج سے روشنی حاصل کرتے ہیں جب کہ وہ بادلوں کی اوٹ میں چھپا ہوا ہو۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جابر! یہ خدا کا مخفی راز ہے اور اس کا پوشیدہ علم ہے۔ اسے نا اہلوں سے چھپانا۔

۳۲۴- تفسیر عیاشی میں ابان سے منقول ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ کی آیت مجیدہ کے متعلق سوال کیا۔

آپؑ نے فرمایا: وہ علیؑ بن ابی طالب ہیں۔ یہ کہہ کر آپؑ خاموش ہو گئے۔ جب آپؑ کی خاموشی طویل ہوئی تو میں نے پوچھا کہ ان کے بعد کون اولی الامر ہے؟

آپؑ نے فرمایا: حسن مجتبیٰ علیہ السلام۔

پھر آپؑ خاموش ہو گئے اور جب آپؑ کی خاموشی طویل ہوئی تو میں نے پوچھا کہ ان کے بعد کون اولی الامر ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: ان کے بعد امام حسین علیہ السلام اولی الامر ہیں۔

یہ کہہ کر آپؑ خاموش ہو گئے۔ پھر میں نے آپؑ سے پوچھا کہ ان کے بعد کون اولی الامر ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: ان کے بعد علی بن الحسینؑ اولی الامر ہیں۔ اور یوں آپؑ خاموش رہ رہ کر ایک ایک اولی الامر کا ام لیتے گئے یہاں تک کہ آپ نے تمام ائمہ ہدیٰ کے نام بیان کیے۔

۳۲۵- عمران الحلبی کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا' آپؑ فرمایا کرتے تھے کہ اس مسئلہ کو اس کی بنیاد سے حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا یعنی جب تک تم کتاب اللہ اور عترت اہل بیتؑ سے متمسک رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے"۔

لہٰذا تمھیں قولِ خدا اور قولِ رسول سے ہی تمسک رکھنا چاہیے۔ فلاں' فلاں کے اقوال کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیے۔

۳۲۶- عبداللہ بن عجلان کا بیان ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ کی آیت علیؑ اور ائمہؑ کے متعلق نازل ہوئی جنھیں خدا نے انبیاء کا قائم مقام بنایا ہے البتہ وہ کسی چیز کو حلال اور حرام کرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔

۳۲۷- سلیم کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا:

''مولا! میں آپؑ پر قربان جاؤں، یہ فرمائیں کہ اولی الامر کون ہیں جن کی اطاعت کا اللہ نے حکم دیا ہے؟''

آپؑ نے فرمایا: ''وہ علیؑ بن ابی طالبؑ، حسنؑ، حسینؑ، علیؑ بن الحسینؑ، محمدؑ بن علیؑ اور جعفر علیہم السلام ہیں۔ تم اپنے خدا کی حمد بجالاؤ جس نے تمہیں اپنے ائمہ کی معرفت عطا کی جب کہ دوسرے لوگوں نے ان کا انکار کیا ہے''۔

۳۲۸- کتاب الخصال میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپ نے شرائع دین کا تذکرہ کیا۔ آپ نے اس حدیث میں یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے:

''اللہ اپنے بندوں پر اس کی اطاعت فرض نہیں کرتا جس کے متعلق اسے علم ہو کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرے گا۔ اللہ اپنی رسالت کے لیے کسی ایسے شخص کو منتخب نہیں کرتا جس کے متعلق اسے علم ہو کہ وہ کفر کرے گا اور اسے چھوڑ کر شیطان کی عبادت کرے گا۔ اللہ کا دستور ہے کہ وہ خلق پر معصوم کے علاوہ کسی کو حجت نہیں بناتا۔ انبیاء و اوصیاء معصوم ہوتے ہیں ان کی زندگی میں کوئی گناہ اور لغزش نہیں ہوتی''۔

۳۲۹- سلیم بن قیس ہلالی کہتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین علیہ السلام سے سنا، آپ فرما رہے تھے: اپنے دین کو بچاؤ...... یہاں تک کہ آپؑ نے فرمایا: خدا کے نافرمان کی اطاعت جائز نہیں۔ اطاعت اللہ، رسولؐ اور صاحبانِ امر کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسولؐ کی اطاعت کا حکم اس لیے دیا کہ آپؐ معصوم تھے اور پاکیزہ تھے۔ آپؐ کسی معصیت کا حکم نہیں دیتے تھے۔ ''اولی الامر'' کی اطاعت کا حکم بھی خدا نے اسی لیے دیا کہ وہ معصوم و مطہر ہیں اور وہ کسی معصیت کا حکم نہیں دیتے۔

۳۳۰- کتاب التوحید میں امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''اللہ کو اللہ کی حیثیت سے پہچانو اور رسولؐ کو رسالت سے پہچانو اور اولی الامر کو نیکی، عدل اور احسان سے پہچانو''۔

۳۳۱- کتاب علل الشرائع میں جبر بن یزید جعفی سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ نبی و امام کی ضرورت کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تاکہ جہاں قائم رہ سکے، جب زمین پر نبی و امام موجود ہو تو اللہ اس کے وجود کی برکت سے اہل زمین پر عذاب نازل نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ''اللہ انہیں عذاب نہیں دے گا جب تک آپ ان میں موجود رہیں گے''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

النجوم امان لاھل السماء واھل بیتی امان لاھل الارض ''ستارے آسمان والوں کے لیے باعثِ امان ہیں اور میری اہلِ بیت اہلِ زمین کے لیے باعثِ امان ہے۔ جب آسمان سے ستارے چلے گئے تو آسمان والوں پر وہ چیز آئے گی جس کو وہ ناپسند کرتے ہوں گے اور جب زمین سے میری اہلِ بیت رخصت ہوگئی تو زمین والوں پر وہ چیز آجائے گی جسے وہ ناپسند کرتے ہوں گے''۔

اہلِ بیتؑ سے وہ ائمہ مراد ہیں جن کی اطاعت کو اللہ نے اپنی اطاعت سے متصل کیا ہے اور ان کے لیے فرمایا ہے:

> يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ
>
> ''ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اور جو تم میں صاحبانِ امر ہوں ان کی اطاعت کرو''۔

اولی الامر معصوم اور مطہر ہیں وہ کبھی گناہ نہیں کرتے اور خدا کی نافرمانی نہیں کرتے۔ وہ مؤید، موفق اور خدا کی طرف سے مسدّد ہوتے ہیں۔ اللہ ان کی وجہ سے بندوں کو رزق دیتا ہے اور شہروں کو آباد رکھتا ہے اور ان کی وجہ سے آسمان سے بارش ہوتی ہے اور ان کی وجہ سے زمین کی برکات ظہور پذیر ہوتی ہیں اور ان کی وجہ سے نافرمانوں کو مہلت دی جاتی ہے اور ان پر جلد سزا نازل نہیں ہوتی۔ روح القدس ان سے علیحدہ نہیں ہوتا اور وہ روح القدّس سے علیحدہ نہیں ہوتے اور نہ وہ قرآن سے جدا ہوتے ہیں اور نہ قرآن ان سے جدا ہوتا ہے۔ صلوات اللہ علیھم اجمعین!

۳۳۲۔ کتاب معانی الاخبار میں سلیم بن قیس الہلالی العامری سے منقول ہے کہ میں نے امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ انسان کی گمراہی کے لیے قریب ترین نکتہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: گمراہ ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ انسان اس کو نہ پہچانے جس کی اطاعت کا خدا نے حکم دیا ہے اور جس کی ولایت کو خدا نے فرض کیا ہے اور جسے اللہ نے اپنی زمین پر حجت قرار دیا ہے اور جسے خدا نے اپنی مخلوق کا گواہ مقرر کیا ہے۔

میں نے عرض کیا: امیر المومنین! وہ کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: وہ وہی ہیں جن کو خدا نے اپنے اور اپنے نبی کے ساتھ ملاتے ہوئے فرمایا ہے: يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۔

اس وقت میں نے اٹھ کر آپؑ کے سر کو بوسہ دیا اور میں نے کہا: آپؑ نے وضاحت کر دی اور کھول کر بیان کر دیا اور میرے دل کے تمام شک آپؑ نے دُور کر دیئے۔

۳۳۳۔ اصول کافی میں حسین بن ابی العلاء سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اوصیاء کی اطاعت فرض ہے (کیا اس عقیدہ کی کوئی سند بھی ہے؟)

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (اہل ایمان اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اور جو تم میں صاحبانِ امر ہوں، ان کی اطاعت کرو) اور اولی الامر وہی ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

> اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ ۝ (المائدہ:۵۵)
>
> ''تمھارا ولی بس اللہ اور اس کا رسول ہے اور وہ اہلِ ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں''۔

۳۳۴۔ ابوبصیر کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:

یہ آیت حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ اور حسن و حسین علیہما السلام کے متعلق نازل ہوئی۔

میں (راوی) نے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا نے علی اور اس کی اہلِ بیتؑ کا اپنی کتاب میں ذکر کیوں نہیں کیا؟

آپؑ نے فرمایا: تم ان سے کہو کہ رسولؐ خدا پر اللہ نے نماز کی آیت نازل فرمائی لیکن خدا نے پورے قرآن میں کہیں نہیں فرمایا کہ تین رکعت نماز پڑھو، چار رکعت نماز پڑھو (اللہ نے تو صرف اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کی آیت نازل فرمائی) رسولؐ خدا نے رکعات کی تفصیل بتائی۔

اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا لیکن قرآن مجید میں یہ بیان نہیں کیا کہ چالیس درہم میں ایک درہم زکوٰۃ ہے۔ رسولؐ خدا نے ہی زکوٰۃ کی تفصیل بیان فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے حج کا حکم نازل فرمایا لیکن یہ نہیں بتایا کہ بیت اللہ کے گرد سات بار چکر لگاؤ۔ حج کی تفصیل رسولؐ خدا نے ہی لوگوں کو بتائی۔

اسی طرح سے اللہ نے اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ کی علیؑ اور حسن و حسین علیہم السلام کے لیے آیت نازل فرمائی۔ رسولؐ خدا نے علیؑ کے متعلّق فرمایا: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ ''جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے''۔ اور رسولؐ خدا نے فرمایا:

> اوصیکم بکتاب اللّٰہ عزوجل واھل بیتی فانی سالت اللّٰہ عزوجل ان لا یفرق بینھما حتی یوردھما علی الحوض فاعطانی ذلك لا تعلموھم فانھم اعلم منکم ، انھم لن یخرجوکم من باب ھدی ولن یدخلوکم فی باب ضلالة –
>
> ''میں تمھیں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اپنی اہلِ بیتؑ کے متعلّق وصیّت کرتا ہوں۔ میں نے اللہ سے درخواست کی ہے کہ وہ قرآن اور اہلِ بیت کو ایک دوسرے سے جدا نہ کرے جب تک وہ میرے پاس حوض پر نہ پہنچ جائیں۔ اللہ نے میری یہ درخواست قبول کی ہے''۔

اگر رسولؐ خدا نے اپنی اہلِ بیت کی وضاحت نہ کی ہوتی تو فلاں فلاں کی آل اس کا دعویٰ کر لیتی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبرؐ کی تصدیق کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی:

> اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾
>
> ''اے اہلِ بیت! خدا کا بس یہی ارادہ ہے کہ وہ تم سے ہر طرح کی ناپاکی کو دُور رکھے اور تمھیں یوں پاکیزہ رکھے جیسا کہ پاکیزہ رکھنے کا حق ہے''۔

رسولؐ خدا نے علیؑ، حسنؑ، حسینؑ اور فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہم اجمعین کو اُم سلمہؓ کے گھر میں چادر میں داخل کیا اور پھر فرمایا:

> ''پروردگار! ہر نبی کے اہل اور ثِقل ہوتے ہیں اور یہ میرے اہلِ بیت اور ثِقل ہیں''۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اَلَسْتُ مِنْ اَهْلِكَ؟ ''کیا میں آپ کے اہل میں سے نہیں ہوں؟''

آپؐ نے فرمایا: اِنَّكَ اِلٰى خَيْرٍ وَلٰكِنْ هٰؤُلَآءِ اَهْلِيْ وَثِقْلِيْ ''تیرا انجام بھلائی کی طرف ہے لیکن یہ میرے اہل اور ثِقل ہیں''۔

حدیث کافی طویل ہے۔ ہم نے بقدر ضرورت اسے نقل کیا ہے۔

۳۳۵۔ عیسیٰ بن سری ابی الیسع بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: آپ مجھے اسلام کی وہ بنیادی باتیں تعلیم فرمائیں جن کے متعلّق کوئی کوتاہی قابلِ قبول نہ ہو اور جن میں سے کسی چیز میں کمی رہ جائے تو

دین فاسد ہو جائے اور عمل قبول نہ ہوں اور جو انھیں جان کر عمل بجا لائے تو اس کے عمل قبول ہوں اور ان کی موجودگی میں اگر کسی اور چیز سے ناواقف رہ جائے تو اس کی ناواقفیت اس کے لیے نقصان دہ ثابت نہ ہو؟

یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا: لا الہ الا اللہ کی گواہی اور محمدؐ رسول اللہ پر ایمان اور یہ اقرار کرنا کہ آپ نے جو کچھ بھی پیش کیا ہے خدا کی طرف سے کیا ہے۔ مال کا حق یعنی زکوٰۃ کی ادائیگی اور ولایت آلِ محمدؐ کا عقیدہ رکھنا جس کا خدا نے حکم دیا ہے۔

میں نے عرض کیا: کیا ولایت کی کوئی واضح پہچان بھی ہے جس کے ماننے والے اسے دیکھ کر ولایت کے حدود کا تعین کر سکے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول تھے اور ان کے بعد علیؑ ان کے جانشین تھے۔ لوگوں نے کہا کہ علی جانشینِ پیغمبرؐ نہیں تھے بلکہ معاویہ جانشینِ پیغمبرؐ تھا اور حضرت علیؑ کے بعد حسن و حسین علیہما السلام رسولؐ خدا کے جانشین تھے۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں یزید بن معاویہ خلیفہ رسول تھا۔ جب کہ علیؑ و معاویہ برابر نہیں تھے اور حسینؑ و یزید برابر نہ تھے۔

۳۳۶- عیسیٰ بن سری سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا:

آپؑ یہ بیان فرمائیں کہ اسلام کی عمارت کے کون سے ستون ہیں جن پر اسلام کی عمارت تعمیر ہوئی ہے تاکہ اگر میں انھیں اپنے پلّے باندھ لوں تو باقی چیزوں کی ناواقفیت سے مجھے کوئی نقصان نہ پہنچے؟

آپؑ نے فرمایا: لا الہ الا اللہ کی گواہی دینا، اور محمد رسول اللہ کی گواہی دینا اور اس کے ساتھ یہ اقرار کرنا کہ آپ نے جو کچھ بھی پیش کیا ہے خدا کی طرف سے پیش کیا ہے اور مال میں سے حق زکوٰۃ کا ادا کرنا اور ولایت آلِ محمدؐ کا عقیدہ رکھنا جس کا خدا نے حکم دیا ہے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: من مات ولا یعرف امامه مات میتة جاهلیة، ”جو اس حال میں مرے کہ اپنے امام کو نہ پہچانتا ہو تو وہ جاہلیّت کی موت مرا“۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ پہلے اولی الامر علیؑ تھے، ان کے بعد حسنؑ، ان کے بعد حسینؑ، ان کے بعد علیؑ بن الحسینؑ، ان کے بعد محمدؑ بن علیؑ اور یوں یہ سلسلہ چلتا رہا۔ زمین امام کے بغیر صحیح نہیں

رہ سکتی اور جو امام کی پہچان کے بغیر مرے تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے اور امام کی معرفت کی اشد ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب سانس حلق میں آ جاتی ہے۔

۳۳۷- کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں سلیم بن قیس ہلالی سے منقول ہے کہ میں نے علی علیہ السلام سے سنا، انھوں نے کہا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

یا علیؑ! میں نے تیرے اور تیرے شریک کار افراد کے لیے خدا کے حضور جو دعا کی تھی اس کے متعلّق مجھے خدا نے خبر دی ہے کہ اس نے اس دعا کو قبول کرلیا ہے۔

میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میرے بعد میرے شریکِ کار کون ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: وہی تیرے شریک کار ہیں جن کا ذکر اللہ نے اپنے اور میرے ساتھ کیا ہے اور جن کے متعلّق اس نے فرمایا ہے: اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ۔

میں نے عرض کیا: وہ کون ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: وہ میری آل کے اوصیاء ہیں جو میرے پاس حوض پر ہادی و مہدی بن کر وارد ہوں گے جو انھیں چھوڑ دے وہ ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ وہ قرآن کے ساتھ ہوں گے اور قرآن ان کے ساتھ ہوگا۔ قرآن ان سے جدا نہ ہوگا اور وہ قرآن سے الگ نہ ہوں گے۔ ان کی وجہ سے میری اُمت کی مدد کی جائے گی اور ان کی وجہ سے بارانِ رحمت کا نزول ہوگا۔ ان کی وجہ سے بلائیں دُور ہوں گی اور دعائیں قبول ہوں گی۔

میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپ مجھے ان کے نام بتائیں۔

آپؐ نے فرمایا: میرا یہ بیٹا! یہ کہہ کر آپؐ نے حسنؑ کے سر پر ہاتھ رکھا۔ پھر آپؐ نے حسینؑ کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: میرا یہ بیٹا۔ اس سے ایک بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام علیؑ ہوگا اور وہ تیری زندگی میں پیدا ہوگا، اسے میرا سلام کہنا اور یوں بارہ امام ہوں گے۔

میں (سلیم بن قیس) نے امیر المومنین علی علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ مجھے ان سب کے نام بتائیں۔

آپؑ نے فرمایا: بنی ہلال سے تعلّق رکھنے والے! ہمارے ہی خاندان سے اُمت کا مہدی ہوگا جو کہ ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے پُر کرے گا، میں اسے بھی جانتا ہوں جو رکن و مقام کے درمیان اس کی بیعت کرے گا اور میں اس کے مددگاروں کے نام اور ان کے قبائل کے نام بھی جانتا ہوں۔

۳۳۸- سلیم بن قیس الہلالی راوی ہیں کہ خلافت عثمان کے دور میں امیر المومنین علیہ السلام نے مسجد نبوی میں مہاجرین وانصار کے مجمع میں ارشاد فرمایا:

کیا تم جانتے ہو کہ یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ کی آیت نازل ہوئی اور جب اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ۝ (سورۃ المائدہ) کی آیت نازل فرمائی اور جب وَلَمْ یَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیْجَةً (جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے علاوہ کسی کو رازدان نہیں بنایا) کی آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے کہا:

یارسولؐ اللہ! یہ کچھ خاص مومنین کے لیے ہے یا عام مومنین کے لیے ہے؟

اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ لوگوں کو ان کے اولی الامر کا تعارف کرائیں اور انھیں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی طرح سے مسئلہ ولایت سے بھی متعارف کرائیں۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے غدیر خم میں مجھے اپنا جانشین اور اُمت کا امام مقرر کیا۔

یہ سن کر صحابہ نے کہا: جی ہاں، ہم نے رسولؐ خدا سے یہ باتیں سنی تھیں اور ہم وہاں موجود تھے۔

کچھ صحابہ نے کہا: جو کچھ آپؑ نے فرمایا: اس کا بڑا حصّہ ہم کو یاد ہے البتہ ہمارے افاضل صحابہ کو آنحضرتؐ کا پورا خطبہ یاد ہے۔

۳۳۹- عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام کی وہ تقریر مرقوم ہے جو آپؑ نے دربارِ مامون میں فرمائی تھی اور اسی میں آپؑ نے اُمت اور عترت کے فرق کو واضح کیا تھا۔ آپؑ کے اس خطبہ میں یہ کلمات بھی موجود ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا: اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَیْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَیْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِیْمًا ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا: اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ یعنی ان کی اطاعت کرو جنھیں کتاب وحکمت دی گئی ہے اور جن سے لوگوں نے حسد کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ذوی القربیٰ کو اپنے اور اپنے رسول کے ساتھ خمس میں شامل کیا اور آیت ولایت میں بھی اپنے اور اپنے رسول کے ساتھ شامل کیا اور آیت اطاعت میں بھی خدا نے انھیں اپنے اور اپنے رسول کے ساتھ شامل کیا۔ جیسا کہ ارشاد قدرت ہے: وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی۔

ارشاد خداوندی ہے: اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ

وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ (المائدہ:۵۵)

ارشادِ الٰہی ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔

مذکورہ تینوں آیات میں اللہ نے اہلِ بیتؑ کو اپنے اور اپنے رسول کے ساتھ شامل کیا ہے۔

۳۴۰- امام علی رضا علیہ السلام نے مامون کے لیے ایک رسالہ تالیف کیا تھا جس میں آپؑ نے اسلام کے بنیادی احکام وعقائد تحریر کیے تھے۔ آپؑ نے اس رسالہ میں یہ الفاظ تحریر کیے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ، حسن وحسین علیہما السلام کے لیے وصیت فرمائی تھی اور آنحضرتؐ نے فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ کی آیت مجیدہ کی تفسیر میں فرمایا کہ ائمہ اولادِ علیؑ و فاطمہؑ سے ہوں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔

۳۴۱- روضہ کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک روایت منقول ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ کا مقصد یہ ہے کہ اے اہلِ ایمان! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اور جو تم میں سے صاحبانِ امر ہوں ان کی اطاعت کرو اور اگر تمھارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو۔

اس سے خدا نے مامورین اطاعت کے لیے اولی الامر سے تنازع کو جائز قرار نہیں دیا۔ اس کا مفہوم یہ نہیں کہ اگر تمھارا اولی الامر سے تنازعہ ہو جائے تو پھر اس کو چھوڑ کر خدا اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اولی الامر کی تعیین میں تمھارا آپس میں اختلاف ہو جائے کہ اولی الامر کون ہے، کون نہیں ہے تو اس کی تعیین کے لیے خدا اور رسول کی طرف رجوع کرو وہ جسے اولی الامر قرار دے دیں تو اس کی غیر مشروط اطاعت کرو۔ ورنہ یہ بات ناممکن ہے کہ خدا ان کی اطاعت کا حکم بھی دے اور ان سے جھگڑنے کی بھی اجازت دے دے۔

۳۴۲- نہج البلاغہ میں امیر المومنین علی علیہ السلام کے یہ کلمات مرقوم ہیں:

"جب ان لوگوں نے ہمیں یہ پیغام دیا کہ ہم اپنے درمیان قرآن کو حکم ٹھہرائیں تو ہم ایسے لوگ نہ تھے کہ اللہ کی کتاب سے منہ پھیر لیتے جب کہ حق سبحانہ کا ارشاد ہے:

"اگر تم کسی بات میں جھگڑا کرو تو اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو"۔ اللہ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کی کتاب کے مطابق حکم کریں اور رسولؐ کی طرف رجوع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم ان کی سنت پر چلیں۔ چنانچہ

اگر کتابِ خدا سے سچّائی کے ساتھ حکم لگایا جائے تو اس کی رُو سے سب لوگوں سے زیادہ ہم خلافت کے حق دار ہوں گے اور اگر سنت رسولؐ کے مطابق حکم لگایا جائے تو بھی ہم ان سے زیادہ اس کے اہل ثابت ہوں گے۔

۳۴۳- نہج البلاغہ کے مکاتیب میں سے ایک مکتوب میں آپ نے یہ کلمات تحریر فرمائے:

''جب ایسی مشکلیں تمھیں پیش آئیں کہ جن کا حل نہ ہو سکے اور ایسے معاملات جو مشتبہ ہو جائیں تو ان میں اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو کیونکہ خدا نے جن لوگوں کو ہدایت کرنا چاہی ہے ان کے لیے فرمایا ہے: ''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسولؐ کی اور ان کی جو تم میں سے صاحبانِ امر ہوں''۔ تو اللہ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کتاب کی محکم آیتوں پر عمل کیا جائے اور رسولؐ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے متفق علیہ ارشادات پر عمل کیا جائے جن میں کوئی اختلاف نہیں ہے''۔

۳۴۴- احتجاج طبرسی میں امیر المومنین علیہ السلام کے ایک خطبہ کے ضمن میں یہ کلمات مرقوم ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق پیدا کی اور ان میں سے اپنے پسندیدہ بندوں کا انتخاب کیا اور اپنے خاص بندوں کو ان میں سے چُنا اور ان میں اپنے رسول کو منتخب کیا۔ اس پر اپنی کتاب نازل کی اور اپنے فرائض مقرر کیے۔ ان فرائض میں سے یہ فرض یہ ہے:

''يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ یہ آیت ہم اہلِ بیتؑ کے لیے مخصوص ہے۔ ہمارے علاوہ اس میں کسی کا کوئی حصّہ نہیں ہے۔ مگر تم اُلٹے پاؤں پھر گئے ہو اور تم نے عہد کو توڑ ڈالا ہے۔ تم نے عہد شکنی سے خدا کا کوئی نقصان نہیں کیا۔ اللہ نے تو تمھیں یہ حکم دیا تھا کہ تم معاملات کو اللہ اور اس کے رسول اور علمی استنباط کرنے والے اولی الامر کی طرف لوٹاؤ گے۔ تم نے اقرار کیا تھا اور اقرار کے بعد تم نے انکار کیا ہے''۔

۳۴۵- اصول کافی میں سدیر کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا:

میں آپؑ کے ماننے والوں کو اس حالت میں چھوڑ آیا ہوں کہ ان کا آپس میں اختلاف ہے اور وہ ایک دوسرے سے تبرا کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: تیرا اس سے کیا تعلّق ہے؟ لوگوں کو تین باتوں کا مکلّف بنایا گیا ہے: ۱- ائمہ کی پہچان، ۲- ان کے فرمان کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا، ۳- جس بات میں اختلاف ہو تو اسے ائمہ کی طرف لوٹا دینا۔

۳۴۶- کتاب احتجاج طبرسی میں امیر المومنین علیہ السلام سے یہ کلمات منقول ہیں، آپؑ نے فرمایا:

''اللہ نے علم کے اہل بنائے اور اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ اور وَ لَوْ رَدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤی اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ کہہ کر لوگوں پر ان کی اطاعت کو واجب کیا ہے۔

۳۴۷- احتجاج طبرسی ہی میں منقول ہے کہ سائل نے کہا: حجتیں کون ہیں؟

فرمایا: رسولؐ خدا حجت ہیں اور ان کے وہ جانشین جو خدا کے منتخب ہیں وہ حجت ہیں اور یہ وہی صاحبانِ امر ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ اور یہ وہی ہیں جن کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے: وَلَوْ رَدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤی اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (النساء:۸۳)

سائل نے کہا کہ اولی الامر آخر کس ''امر'' والے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: یہ اسی ''امر'' کے مالک ہیں جسے ملائکہ لے کر شب قدر میں نازل ہوتے ہیں یعنی خلق، رزق، موت، عمل، وقت مقرر، زندگی اور آسمانوں اور زمین کا غیب اور وہ معجزات جو خدا اور اس کے سفراء کو ہی زیب دیتے ہیں۔

۳۴۸- امام حسین علیہ السلام سے ایک طویل خطبہ منقول ہے جس میں آپؑ نے فرمایا:

''ہماری اطاعت کرو کیونکہ ہماری اطاعت فرض ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت سے ملی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَ الرَّسُوْلِ۔

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا: وَ لَوْ رَدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤی اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۸۳﴾

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْۤا اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَیُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ﴿۶۰﴾ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ

اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ
صُدُوْدًا ۚ(٦١) فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ
اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ
اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا (٦٢) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ
فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا (٦٣)
وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ
اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ
الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (٦٤) فَلَا وَرَبِّكَ لَا
يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ
اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (٦٥) وَلَوْ اَنَّا
كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا
فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ
لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۙ(٦٦) وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ
اَجْرًا عَظِيْمًا ۙ(٦٧) وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا (٦٨) وَمَنْ
يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾

''اے پیغمبر! کیا آپ نے اِن لوگوں کو نہیں دیکھا جو یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر ایمان لائے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے اور وہ ان کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ سے پہلے اتاری گئی ہیں مگر چاہتے ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ طاغوت سے کرائیں۔ حالانکہ انھیں طاغوت کے انکار کا حکم دیا گیا ہے۔ شیطان تو انھیں بھٹکا کر راہِ راست سے دُور لے جانا چاہتا ہے۔

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ نے نازل کی ہے اور رسول کی طرف آؤ تو آپ دیکھیں گے کہ منافق آپ کے پاس آنے سے کتراتے ہیں۔ پھر اس وقت کیا ہوتا ہے جب ان کے ہاتھوں کی لائی ہوئی مصیبت ان پر آن پڑتی ہے؟

اس وقت یہ تیرے پاس قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! ہم تو صرف بھلائی چاہتے تھے اور ہماری نیت صرف یہی تھی کہ فریقین میں کسی طرح موافقت ہو جائے۔

اللہ جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے ان سے تعرض مت کرو۔ انھیں سمجھاؤ اور ایسی نصیحت کرو جو ان کے دلوں میں اُتر جائے۔

ہم نے جو بھی رسول بھیجا ہے اسی لیے بھیجا ہے کہ اذنِ خداوندی کی بنا پر اس کی اطاعت کی جائے۔ اگر انھوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہوتا کہ جب یہ اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھے تھے تو تمھارے پاس آ جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے معافی کی

درخواست کرتے تو یقیناً اللہ کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔

نہیں اے محمدؐ، تمھارے رب کی قسم! یہ کبھی مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلاف میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی تنگی نہ محسوس کریں، بلکہ سربسر تسلیم کرلیں۔ اگر ہم نے انھیں حکم دیا ہوتا کہ اپنے آپ کو ہلاک کردو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو ان میں سے کم ہی آدمی اس پر عمل کرتے۔ حالانکہ جو نصیحت انھیں کی جاتی ہے اگر یہ اس پر عمل کرتے تو یہ ان کے لیے زیادہ بہتری اور زیادہ ثابت قدمی کا موجب ہوتا اور جب یہ ایسا کرتے تو ہم انھیں اپنی طرف سے بہت بڑا اجر دیتے اور انھیں سیدھا راستہ دکھا دیتے۔ جو لوگ اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء، صدیقین اور شہداء اور صالحین۔ کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں"۔

سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ لوگ دوسروں سے اس لیے حسد کررہے ہیں کہ ہم نے انھیں اپنا فضل عطا یا ہے۔ اگر یہ لوگ کسی کی فضیلت کو دیکھ کر حسد کرتے ہیں تو کرتے رہیں۔ ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب وحکمت عطا کی اور ہم نے انھیں ملک عظیم عطا کیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ گھرانہ جسے ہم نے کتاب وحکمت اور اطاعت مفروضہ کی شکل میں ملک عظیم عطا کیا ہے وہ قابلِ اطاعت ہیں۔ لہٰذا اہلِ ایمان کو چاہیے کہ وہ خدا کی اطاعت کریں اور رسول اور ان کے بعد ان صاحبانِ امر کی اطاعت کریں جو ان میں سے ہوں۔ اور اگر ان کا تعین اولی الامر میں اختلاف ہوجائے کہ اولی الامر کون ہے اور کون نہیں ہے تو اس کا فیصلہ خدا اور رسول سے کرالینا چاہیے۔ اگر ان کا خدا اور روزِ آخرت پر ایمان ہے۔ یہی بہتر طریقہ ہے اور انجام کے اعتبار سے احسن ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے منافقین کی روش کو واضح کیا کہ وہ ایمان کے دعویٰ کے باوجود خدا، رسول اور اولی الامر سے فیصلہ لینے کی بجائے طاغوت سے فیصلہ کرانا پسند کرتے ہیں اور لفظ "طاغوت" طغیان سے مشتق ہے۔ خدا اور رسول کے

مقابل ہر فیصلہ کرنے والا طاغوت ہے اور اس کی طرف جھکاؤ طاغوتیت ہے۔ اہلِ ایمان کو چاہیے کہ طاغوتی قوانین اور طاغوت کے فیصلوں کے بجائے خدا و رسول اور اولی الامر کی طرف رجوع کریں اور ظالم حکام و قضاۃ کے پاس اپنا مقدمہ پیش نہ کریں۔ (اضافۃ من المترجم)

ذیل میں اس سلسلے کی روایات ملاحظہ فرمائیں۔

۳۴۹- الکافی میں ابوبصیر سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

"ابو محمد! اگر تم نے کسی سے کچھ لینا ہو اور تم اسے عادل حاکم کے پاس چلنے کی دعوت دو اور وہ اس کے پاس جانے کی بجائے اہلِ جور حاکم کے پاس جانے کو ترجیح دے تو یقین رکھو کہ یہ طاغوت سے فیصلہ کرانے کے برابر ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

> اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ
>
> "کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر ایمان لائے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے اور وہ ان کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ سے پہلے نازل ہوئی ہیں۔ اس کے باوجود وہ چاہتے ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ طاغوت سے کرائیں"۔

لفظ "زعم" کا اطلاق جھوٹے خیال پر ہوتا ہے

۳۵۰- عبدالاعلیٰ مولیٰ آل سام کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے ایک بات فرمائی۔ میں نے ان سے کہا کہ کیا ابھی آپ نے یہ زعم (خیال) نہیں کیا کہ معاملہ اس اس طرح سے ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں۔

یہ سن کر مجھے دکھ ہوا۔ میں نے کہا: جی ہاں اللہ کی قسم! آپ نے ایسا ہی "زعم" کیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: نہیں، خدا کی قسم! میں نے کوئی زعم نہیں کیا۔

مجھے یہ سن کر اور دکھ پہنچا اور میں نے کہا: جی ہاں خدا کی قسم! آپ نے یہ بات کہی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، میں نے یہ بات کہی ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ کتابِ خدا میں جہاں بھی لفظ ''زعم'' استعمال ہوا ہے وہ جھوٹے خیال کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ (اسی لیے میں نے ''زعم'' کی تردید کی تھی)

۳۵۱- الکافی میں عمر بن حنظلہ سے مروی ہے اس نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارے ہی ہم عقیدہ دو اشخاص کا کسی قرض یا میراث کے متعلّق تنازعہ ہو جائے اور وہ سلطان یا قاضیوں کے پاس اپنا مقدمہ لے جائیں تو کیا یہ حلال ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جو شخص اپنا مقدمہ طاغوت کے پاس لے جائے اور طاغوت اس کے حق میں فیصلہ کر دے تو جو کچھ وہ حاصل کرے گا وہ ''سحت'' (ناجائز ذرائع سے کمائی ہوئی دولت) شمار کیا جائے گا اگرچہ وہ حق پر بھی کیوں نہ ہو۔ اور اس کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنا حق ''طاغوت'' کے فیصلہ کے تحت لیا ہے جب کہ اللہ نے طاغوت کے انکار کا حکم دیا ہے۔

۳۵۲- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''جس شخص کو اپنے کسی بھائی سے کسی حق میں اختلاف ہو اور وہ اپنے مومن بھائی کو دعوت دے کہ فلاں ایمانی بھائی کے پاس چل کر اپنے مقدمہ کا فیصلہ کرائیں اور دوسرا مومن بھائی کے پاس مقدمہ لے جانے کی بجائے غیر شرعی حکام کے پاس مقدمہ کو ترجیح دے اور فیصلہ کے لیے ان کے پاس مقدمہ لے جائے تو وہ بھی ان لوگوں میں شامل ہوگا جن کے متعلّق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ یَزۡعُمُوۡنَ اَنَّھُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَحَاکَمُوۡۤا اِلَی الطَّاغُوۡتِ وَقَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ یَّکۡفُرُوۡا بِہٖ ؕ کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا جو یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر ایمان لا چکے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے اور ان کتابوں پر بھی ان کا ایمان ہے جو آپ سے پہلے اتاری گئی ہیں مگر اس دعویٰ کے باوجود ان کی حالت یہ ہے کہ طاغوت سے فیصلہ لینا چاہتے ہیں جب کہ انھیں طاغوت کے انکار کا حکم دیا گیا ہے۔

۳۵۳- روضہ کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''جس نے بھی گمراہی کا پرچم بلند کیا تو وہ طاغوت ہے''۔

۳۵۴- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ ایک منافق مسلمان اور یہودی کے درمیان ایک باغ کی ملکیت پر جھگڑا ہوا۔ یہودی نے اس سے کہا کہ آؤ اس کا فیصلہ محمد مصطفیٰ سے کرائیں۔

منافق نے کہا: نہیں اس کا فیصلہ ابن شیبہ یہودی سے کراتے ہیں۔ چنانچہ اسی پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْۤا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا۝ ۚ

”کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر ایمان لائے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے اور وہ ان کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ سے پہلے اتاری گئی ہیں مگر چاہتے ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ طاغوت سے کرائیں۔ حالانکہ انھیں طاغوت کے انکار کا حکم دیا گیا ہے۔ شیطان تو انھیں بھٹکا کر راہِ راست سے دُور لے جانا چاہتا ہے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ نے نازل کی ہے اور رسول کی طرف آؤ تو آپ دیکھیں گے کہ منافق آپ کے پاس آنے سے کنی کتراتے ہیں“۔

۳۵۵- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

”منافقین کو حوضِ کوثر کے کنارے رسولؐ خدا کے سامنے سخت سزا دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ نے فَكَيْفَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ کی آیت میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۳۵۶- روضہ کافی میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا۝٦٣ کی آیت پڑھ کر فرمایا کہ مقصود آیت یہ ہے کہ منافقین کے خلاف بدبختی کا فیصلہ ہو چکا ہے اور ان کے لیے عذاب مقرر ہو چکا ہے۔ اسی لیے آپ ان سے اعراض کریں اور انھیں ایسی نصیحت کریں جو دلوں میں اُتر جائے۔

۳۵۷- امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۝٦٤ کی آیت مجیدہ میں اللہ نے گناہ گاروں کو گناہ معاف کرانے کا طریقہ سمجھایا ہے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ جب کسی سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اسے رسولؐ خدا کے

حضور جانا چاہیے اور اسے چاہیے کہ خدا سے معافی طلب کرے اور رسول سے اپنے گناہوں کی مغفرت کے لیے دعا کرائے۔ جو بھی ایسا کرے گا تو وہ خدا کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پائے گا۔

گناہ گاروں کے لیے حکم ہے کہ رسول کے پاس آئیں اور رسول کے پاس آتے وقت یہ نکتہ ذہن نشین رکھیں کہ رسول کے علم و حکمت کا دروازہ علیؑ ہیں۔ لہٰذا وہ علیؑ اور رسولؐ دونوں کو بخشش کا سہارا سمجھ کر ان کے پاس آئیں۔

اس کے بعد اللہ نے ایمان کی بنیادی شرط بیان کی ہے: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝۶۵ نہیں اے محمدؐ! تیرے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو اپنا فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں۔ پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سربسر تسلیم کر لیں۔

ایمان کی مرکزی شرط یہ ہے کہ انسان اپنے تمام جھگڑوں کے لیے رسولؐ خدا کی طرف رجوع کرے اور آپ کے فیصلہ کو دل و جان سے تسلیم کرے۔

جب رسولؐ خدا کا فیصلہ اہم ہے تو پھر ولایت علیؑ کے متعلق بھی مسلمانوں کو چاہیے کہ آپؐ کے فیصلے کو کھلے دل سے تسلیم کریں اور علیؑ کو اپنا امام اور رہبر مانیں۔

۳۵۸- الکافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

جب مدینہ جاؤ تو حرمِ رسولؐ میں داخل ہونے سے قبل غسل کرو۔ پھر قبر پیغمبر پر جاؤ اور وہاں یہ دعا پڑھو:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا - وَاِنِّيْ اَتَيْتُ نَبِيَّكَ مُسْتَغْفِرًا تَائِبًا عَنْ ذُنُوْبِيْ وَاِنِّيْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكَ لِيَغْفِرَ ذُنُوْبِيْ -

"پروردگار! تو نے فرمایا ہے: ولو انهم اذ ظلموا ...... پروردگار تیرے فرمان کے تحت میں تیرے نبی کے حضور آیا ہوں اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔

اے رسولؐ معظم! میں آپؐ کے واسطے سے اپنے اور اپنے رب کے حضور متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میرے گناہ معاف کر دے"۔

۳۵۹- کتاب المناقب میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات

طیبہ میں ایک شخص سے کوئی گناہ صادر ہوا۔ کئی دن تک تو وہ روپوش رہا۔ پھر مدینہ میں آیا۔ راستے میں اسے حسن و حسین علیہما السلام دکھائی دیئے۔ اس نے دونوں بچوں کو اپنے کندھوں پر اٹھایا اور رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا:

یارسولؐ اللہ! میں ان شہزادوں کے واسطہ سے خدا سے پناہ کا طلب گار ہوں۔

یہ منظر دیکھ کر آنحضرتؐ اتنا مسکرائے کہ آپؐ کے دانتوں کی چمک ظاہر ہوئی۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

جاؤ، تم آزاد ہو۔ اس کے بعد آپؐ نے امام حسن و حسینؑ سے فرمایا:

اس گناہ گار کے متعلق میں نے تمھاری سفارش قبول کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت نازل فرمائی: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

۳۶۰۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''اگر کوئی خدائے واحد کی عبادت کرے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور بیت اللہ کا حج کرے اور ماہِ رمضان کے روزے رکھے اس کے بعد وہ خدا اور رسولؐ کے کسی فیصلہ پر اعتراض کرے اور کہے کہ خدا و رسول نے ایسا کیوں کیا اور اگر ایسا نہ کرتے تو کیا ہو جاتا۔ جو بھی شخص اس طرح کے الفاظ کہے گا وہ مشرک قرار پائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

اس کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تمھیں رسول خدا کا فیصلہ سر بسر تسلیم کرنا چاہیے۔

۳۶۱۔ کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں امام علی زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''ہمارے قائمؑ کی دو غیبتیں ہوں گی: پہلی غیبت چھ دن، یا چھ ماہ یا چھ سال کی ہوگی۔ دوسری غیبت طول پکڑے گی یہاں تک کہ اس کے اکثر ماننے والے بھی اس کا انکار کر دیں گے۔ ان کی امامت کے عقیدہ پر بس وہی ثابت قدم رہے گا جس کا یقین قوی ہوگا اور معرفت صحیح ہوگی اور ہمارے فیصلہ سے دل میں تنگی محسوس نہ کرے گا اور ہم اہلِ بیتؑ کے فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والا ہوگا۔

۳۶۲۔ امام علی زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

''اللہ کے دین کا ادراک ناقص عقلوں، باطل آرا اور فاسد قیاسات سے نہیں ہو سکتا۔ دین ''تسلیم'' سے ہی ملتا ہے۔ جس نے ہمارے سامنے سر تسلیم خم کر دیا تو اس نے سلامتی پائی اور جس نے ہماری اقتداء کی اسی نے ہدایت پائی اور جس نے

دین کی بنیاد قیاس اور رائے پر رکھی تو وہ ہلاک ہو گیا اور ہمارے فرمان کو سن کر جس نے اپنے دل میں تنگی محسوس کی تو اس نے بے خبری میں اس ذات کا انکار کیا جس نے سبع مثانی اور قرآنِ عظیم کے نازل کرنے والے خدا کا انکار کیا۔

۳۶۳- احتجاج طبرسی میں امیر المومنین علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے:

اہلِ قبلہ میں سے شہادتین کا ہر اقرار کرنے والا مومن نہیں ہوتا۔ منافقین بھی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیتے تھے لیکن وہ وصی پیغمبر کے عہد کو ناپسند کرتے تھے اور وہ یہ منصوبہ بندی کرتے رہتے تھے کہ جب بھی ان کو موقع میسر آئے گا نبی کے فرمان ولایت و وصایت کو نہ پہنچنے دیں گے جب کہ ایمان کے لیے سرِ تسلیم خم کرنا ضروری ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ ''پس نہیں تیرے رب کی قسم وہ اس وقت تک مومن نہیں بن سکتے جب تک اپنے تمام جھگڑوں کا آپ کو حَکَم نہ مان لیں۔ پھر اپنے دلوں میں آپ کے فیصلہ کے خلاف کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور سر بسر تسلیم ہو جائیں''۔

۳۶۴- کتاب التوحید میں جابر جعفی سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: وَلَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ ۝ (خدا سے اس کے افعال کے متعلق سوال نہیں کیا جاتا جب کہ مخلوقات سے سوال کیا جائے گا)

آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ خدا اپنے افعال کے لیے جواب دہ کیوں نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ہر فعل حکمت وصواب پر مبنی ہے۔ وہ متکبر، جبار، واحد و قہار ہے۔ اس کے فیصلہ کے خلاف جس کے دل میں تنگی محسوس ہو وہ کافر ہے اور جس نے اس کے کسی فعل کا انکار کیا تو اس نے حق و صداقت کا انکار کیا۔

۳۶۵- اصول کافی میں زید شحام سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارے پاس ایک شخص رہتا ہے جس کا نام ''کلیب'' ہے۔ اس کے سامنے آپ کا جب بھی کوئی فرمان پیش کیا جاتا ہے تو وہ فوراً کہتا ہے کہ میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔ اسی جذبہ تسلیم کی وجہ سے وہ ''کلیب تسلیم'' کے نام سے مشہور ہو گیا ہے۔ آپؑ نے اس کے لیے دعائے خیر فرمائی اور کہا: جانتے ہو کہ تسلیم کیا ہے؟

ہم خاموش رہے۔ آپؑ نے فرمایا: تسلیم خشوع اور جھک جانے کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخۡبَتُوۡۤا اِلٰی رَبِّهِمۡ، ”وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور اپنے رب کے حضور جھک گئے“۔

خدا اور رسول کا اطاعت گزار انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا رفیق ہے

وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيۡقًا ؕ﴿۶۹﴾

”اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور یہ کیسے ہی اچھے رفیق ہیں“۔

مقصد یہ ہے کہ جو شخص خدا اور رسول کے اوامر پر عمل کرے اور جن چیزوں سے انھوں نے روکا ہے، رک جائے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دار کرامت میں جگہ دے گا اور اسے انبیاء و صدیقین، شہداء و صالحین کا رفیق بنائے گا۔

سعید بن جبیر کا بیان ہے کہ ایک انصاری غمگین ہو کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اے فلاں! پریشان کیوں ہو؟

اس نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! میں نے ایک چیز کے متعلّق سوچا تو اس نے مجھے پریشان کر دیا۔

آپؐ نے فرمایا: وہ کیا بات ہے؟

انصاری نے عرض کیا: ہم صبح شام آپ کی خدمت میں حاضری دیتے ہیں اور آپ کے چہرے کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں مگر یہ رفاقت عارضی ہے۔ کل کو آپ انبیاء کے ساتھ بلند درجات میں پہنچ جائیں گے۔ ہم آپ تک پہنچ نہ سکیں گے۔ یہی بات سوچ کر میں پریشان ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ پھر جبریل امینؑ یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ …… رَفِيۡقًا ؕ﴿۶۹﴾

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس انصاری کو طلب کر کے اسے یہ آیت سنا کر بشارت دی۔

اسی طرح کی ایک اور روایت میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا:

یارسولؐ اللہ! آپ مجھے میری جان، میرے اہل وعیال سے زیادہ محبوب ہیں اور کبھی کبھی میں گھر میں بیٹھ کر آپ کو یاد کرتا ہوں تو پھر آپ کی جدائی مجھے گھر میں بیٹھنے نہیں دیتی۔ میں فوراً گھر چھوڑ کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا ہوں اور آپؐ کی زیارت کا شرف حاصل کرتا ہوں۔ پھر جب میں سوچتا ہوں کہ آپ بھی دنیا سے رخصت ہو جائیں گے اور میں بھی مر جاؤں گا آپؐ تو جنت میں داخل ہو کر انبیاء کے پاس چلے جائیں گے اور اگر میں جنت میں چلا بھی گیا تو میں آپ کو دیکھ نہ سکوں گا اور یہی سوچ کر میں پریشان ہو جاتا ہوں۔ اس مسلمان کی یہ التجا سن کر آپؐ خاموش رہے۔ پھر اللہ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ......

مقصود یہ ہے کہ خدا اور رسول کا اطاعت گزار جنت میں انبیاء وصدیقین، شہداء وصالحین کا رفیق ہوگا۔

کعب اسلمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کے لیے پانی پیش کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حبیبؐ خدا نے ان سے فرمایا: کعب! مانگو۔

کعب نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میرا یہی سوال ہے کہ مجھے جنت میں آپؐ کی رفاقت میسر آئے۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا: اس کے علاوہ کوئی اور خواہش؟

کعب نے کہا: نہیں، بس میری یہی آرزو ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: کثرت سجود سے اپنے نفس کی مدد کر۔

ایک شخص آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا:

یارسولؐ اللہ! میں خدا کی الوہیت اور آپ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں اور نماز پنجگانہ ادا کرتا ہوں اور اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہوں اور ماہِ رمضان کے روزے رکھتا ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ایسا کرنے والا شخص اگر اپنے والدین کا نافرمان نہ ہو تو وہ میری ان دو انگلیوں کی طرح سے قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء وصالحین کا رفیق ہوگا۔

آنحضرت کی ایک مشہور حدیث ہے، آپؐ نے فرمایا:

سچ بولنے والا امین تاجر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ (اضافۃ من المترجم)

خاندان مصطفیٰؐ ہی دنیا کا واحد خاندان ہے جس میں چاروں انعام یافتہ طبقات کے افراد موجود ہیں جیسا کہ حسب

ذیل روایت میں اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

۳۶۶- اصول کافی میں اصبغ بن نباتہ حنظلی سے منقول ہے کہ فتح بصرہ کے بعد امیر المومنین علیہ السلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خچر پر سوار ہوئے اور آپؑ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

لوگو! کیا میں تمھیں نہ بتاؤں کہ جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو جمع کرے گا تو ان میں سے افضل افراد کون ہوں گے؟

یہ سن کر ابوایوب انصاری اٹھے اور انھوں نے کہا: امیر المومنین! ضرور بتائیے کیونکہ آپؑ ہمیشہ آنحضرتؐ کے ساتھ رہتے تھے جب کہ ہم غائب ہوجاتے تھے۔

آپؑ نے فرمایا: جس دن اللہ مخلوق کو جمع کرے گا تو پوری مخلوق میں سے سات افراد افضل ہوں گے اور ان سب کا تعلق خاندان عبدالمطلب سے ہوگا اور یہ سات شخصیات وہ ہیں کہ کافر کے علاوہ جن کی فضیلت کا کوئی انکار نہیں کرسکتا اور کسی منکرِ حق کے علاوہ کوئی ان کی فضیلت سے منحرف نہیں ہوسکتا۔

عمار بن یاسر اٹھے اور انھوں نے عرض کیا: امیر المومنینؑ! آپؑ ان کے نام بتائیں تاکہ ہم انھیں پہچان سکیں۔

آپؑ نے فرمایا: جس دن اللہ مخلوقات کو جمع کرے گا تو تمام مخلوقات میں سے اللہ کے رسول سب سے افضل ہوں گے اور تمام رسولوں میں سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل ہوں گے۔ ہر اُمت میں نبی کے بعد اس کا وصی افضل ہوتا ہے یہاں تک کہ کوئی دوسرا نبی آئے۔ آگاہ رہو بزم اوصیاء میں تمھارے نبی کا وصی سب اوصیاء سے افضل ہے۔

مخلوق میں اوصیاء کے بعد شہداء افضل ہیں اور بزمِ شہداء میں حمزہ بن عبدالمطلب اور جعفر بن ابی طالب افضل ہیں جسے خدا نے دو پر عطا کیے ہیں جن کے ساتھ وہ جنت میں پرواز کرتا ہے۔ اللہ نے جعفر کے علاوہ کسی شہید کو اڑنے کے لیے پر عطا نہیں کیے۔ اللہ نے یہ شرف محمد مصطفیٰؐ کی وجہ سے انھیں عطا کیا ہے۔ اور حسنؑ و حسینؑ جو کہ سبط رسولؐ ہیں وہ افضل ہیں اور ان کے بعد حضرت مہدی افضل الخلائق ہیں اور ان کا تعلق بھی ہمارے خاندان سے ہوگا۔

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (۶۹)

۳۶۷- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

”حرام کاموں سے پرہیز کر کے ہماری مدد کرو۔ تم میں سے جو بھی حرام کاموں سے بچ کر خدا کے حضور پیش ہوگا تو خدا کی طرف سے اسے کشائش نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ

عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾

اللہ کا احسان ہے کہ نبی بھی ہمارے خاندان میں ہے اور صدیق بھی ہمارے خاندان میں ہے اور شہداء وصالحین بھی ہمارے خاندان میں ہیں۔

۳۶۸- ربیع بن سعد کا بیان ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

ربیع! جب کوئی آدمی مسلسل سچ بولتا رہے تو اللہ اس کا نام صدیقین میں لکھ دیتا ہے۔

۳۶۹- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

مومن دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک مومن وہ ہوتا ہے جو خدا کی عائد کردہ شرائط کی پابندی کرنے والا ہوتا ہے اور ایسا مومن انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا رفیق ہوگا۔ اسے حق شفاعت دیا جائے گا، اسے اپنے لیے شفاعت کی ضرورت نہیں ہوگی اور وہ دنیا و آخرت کی ہولناکیوں سے محفوظ رہتا ہے اور دوسرا مومن وہ ہوتا ہے جس کے قدم پھسل جاتے ہیں۔ ایسا شخص کمزور پودے کی طرح سے ہوتا ہے۔ ہر طرف کی ہوا اسے اپنے ساتھ جھکا دیتی ہے اور اسے دنیا و آخرت کی ہولناکیوں سے واسطہ پڑتا ہے اور اس کے لیے شفاعت کی جائے گی اور اس کا انجام بھی بہتر ہوگا۔

۳۷۰- روضہ کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے:

کیا تم نے ائمہ ہدیٰ کے پیروکاروں کی فضیلت نہیں سنی جو خدا نے ان کی بیان کی ہے۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾ ”وہ انعام یافتہ گروہ کے ساتھ ہوں گے یعنی وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے رفیق ہوں گے اور وہ کتنے ہی اچھے رفیق ہیں“۔

جب ائمہ کے پیروکاروں کا یہ مقام ہے تو ان کا اپنا مقام اور ان کی اپنی فضیلت کتنی بلند و بالا ہوگی۔

۳۷۱- ابوبصیر کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ابومحمد! اللہ نے اپنی کتاب میں تمہارا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے: فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾

رسولؐ خدا کا تعلق بزمِ انبیاء سے ہے اور ہم صدیقین و شہداء کی بزم کے افراد ہیں اور تم لوگ صالحین ہو۔ جس طرح

ے خدانے تمھیں صالحین کا لقب دیا ہے تم عملی طور پر بھی ''صالحین'' بن کر دکھاؤ۔

۳۷۲- تفسیر عیاشی میں امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ ہمارے دوست کو انبیاء، صدیقین اور شہداء و صالحین کا رفیق بنائے۔

۳۷۳- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

صدیق تین ہیں: ۱-علی بن ابی طالب علیہ السلام، ۲-حبیب نجار، ۳-مومن آلِ فرعون۔

۳۷۴- عیون الاخبار میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا:

ہر اُمت میں صدیق اور فاروق ہوتا ہے اور اس امت کا صدیق اور فاروق، علی بن ابی طالبؑ ہے۔

۳۷۵- کتاب معانی الاخبار میں امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا کہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ کا مفہوم یہ ہے کہ ہمیں ان لوگوں کے راستہ کی ہدایت فرما جنھیں تو نے اپنے دین و اطاعت کی توفیق دے کر انعام کیا ہے اور وہ انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین کا گروہ ہے۔

۳۷۶- بصائر الدرجات میں عباس بن حریش سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

جمعہ کی راتوں میں ہماری خصوصی شان ہوتی ہے۔ پھر آپؑ نے ایک طویل گفتگو کی اور حدیث کے آخر میں ہے کہ راوی نے کہا:

مولاؑ! میرے پاس زیادہ نیکیاں موجود نہیں ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: خدا پر جھوٹ نہ تراش۔ اللہ نے تجھے ''صالح'' کے نام سے یاد کیا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے:

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾

اور صالحین سے وہ لوگ مراد ہیں جو امیر المومنینؑ اور ہم پر ایمان لائے ہیں۔

۳۷۷- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾

رسولؐ خدا کا تعلّق بزمِ انبیاء سے ہے اور حضرت علیؑ بزمِ صدیقین کے افضل فرد ہیں اور حسنؑ و حسینؑ شہداء کے سردار ہیں اور ائمہ ہدیٰ کا تعلّق بزمِ صالحین سے ہے اور قائم آلِ محمدؑ کا تعلّق وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا سے ہے۔

چالیس باتوں پر عمل کرنے والا انبیاء و صدیقین، شہداء و صالحین کا رفیق ہوگا

۳۷۸- حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو بہت سی نصائح فرمائی تھیں اور ان میں ایک نصیحت یہ تھی، آپؐ نے فرمایا:

یا علیؑ! میری اُمت میں سے جو شخص یہ چالیس باتیں ذہن نشین کر لے اور ان پر عمل کرے اور اس کی نیت اللہ کی رضا اور آخرت کی بھلائی کی ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے انبیاء، صدیقین، شہداء و صالحین کے ساتھ محشور کرے گا جو کہ اچھے رفیق ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! وہ کون سی چالیس نصیحتیں ہیں؟

حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

۱- اللہ کی وحدانیت پر ایمان لائے اور یقین رکھے کہ وہ واحدہٗ لاشریک ہے۔ ۲- اللہ کی عبادت کرے اور اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت نہ کرے۔ ۳- کامل وضو کر کے وقت پر نماز پڑھے اور کسی مجبُوری کے بغیر نماز ادا کرنے میں تاخیر نہ کرے کیونکہ نماز کی تاخیر پر اللہ غضب ناک ہوتا ہے۔ ۴- زکوٰۃ ادا کرے۔ ۵- ماہِ رمضان کے روزے رکھے۔ ۶- اگر صاحبِ استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج بجالائے۔ ۷- والدین کی نافرمانی نہ کرے۔ ۸- شراب نہ پیئے اور شراب کے علاوہ کوئی بھی نشہ آور چیز استعمال نہ کرے۔ ۹- زنا سے بچے۔ ۱۰- لواطت سے محفوظ رہے۔ ۱۱- ناحق یتیم کا مال نہ کھائے۔ ۱۲- سود نہ کھائے۔ ۱۳- چغل خوری نہ کرے۔ ۱۴- خدا کے نام کی جھوٹی قسم نہ کھائے۔ ۱۵- اسراف نہ کرے۔ ۱۶- کسی بھی نزدیک و دُور والے کے لیے جھوٹی گواہی نہ دے۔ ۱۷- حق بات خواہ بڑا کہے یا چھوٹا اس کو قبول کرے۔ ۱۸- ظالم اگرچہ قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہو اس کی طرف جھکاؤ نہ کرے۔ ۱۹- خواہشات پر عمل نہ کرے۔ ۲۰- کسی باعفت عورت کے دامن عصمت پر الزام تراشی نہ کرے۔ ۲۱- ریا کاری سے پرہیز کرے کیونکہ معمولی ریا کاری بھی خداوند عالم کے ساتھ شرک ہے۔ ۲۲- کسی کی تحقیر کے لیے کسی چھوٹے قد والے کو ٹھگنا کہہ کر مخاطب کرے اور کسی طویل القامت کو "لمبو" کہہ کر ذلیل نہ کرے۔ ۲۳- خلقِ خدا کا مذاق نہ اڑائے۔ ۲۴- آزمائش اور مصیبت کی گھڑی میں صبر کرے۔ ۲۵- اللہ کی نعمات کا شکر بجا لائے۔ ۲۶- کسی گناہ کے ارتکاب کے وقت عذابِ خدا سے مطمئن نہ رہے۔ ۲۷- اللہ کی رحمت سے مایوسی اختیار نہ کرے۔ ۲۸- اپنے گناہوں سے توبہ کرے کیونکہ توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہوتا ہے جس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔ ۲۹- استغفار کر کے گناہوں پر اصرار نہ کرے کیونکہ یہ خدا اور انبیاء و رسل سے مذاق کے مترادف ہے۔ ۳۰- جو تکلیف پہنچے

تو یہ یقین رکھے کہ یہ اسے پہنچنی ہی تھی اور جس مصیبت کا نشانہ خطا ہو تو یہ یقین کرے کہ یہ اسے پہنچنی ہی نہ تھی۔ ۳۱-مخلوق کو راضی کرنے کے لیے خدا کو ناراض نہ کرے۔ ۳۲-دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دے کیونکہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی رہنے والی ہے۔ ۳۳-جو چیز اس کے بس میں ہو اس کے لیے اپنے بھائیوں سے بخل نہ کرے۔ ۳۴-اپنے باطن کو اپنے ظاہر کا عکاس بنائے۔ ایسا نہ ہو کہ ظاہر حسین ہو اور باطن بدصورت ہو اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ بزمِ منافقین کا فرد ہے۔ ۳۵-جھوٹ نہ بولے اور جھوٹوں سے دوستی نہ رکھے۔ ۳۶-حق بات سن کر ناراض نہ ہو۔ ۳۷-اپنی اور اپنے اہل و عیال اور ہمسائیوں کی مقدور بھر اصلاح کرے۔ ۳۸- اپنے علم پر عمل کرے۔ تمام خلقِ خدا سے حق پر مبنی تعلقات قائم رکھے۔ ۳۹-قریب و بعید سے تواضع سے پیش آئے۔ جبار اور سرکش نہ بنے۔

۴۰-زیادہ سے زیادہ تسبیح، تہلیل، دعا میں مصروف رہے اور ہمیشہ موت کو یاد رکھے اور موت کے بعد کے حالات یعنی قیامت، جنت، دوزخ کو ذہن میں رکھے اور جو سلوک اسے اپنے لیے ناپسند ہو وہی سلوک لوگوں سے بھی روا نہ رکھے اور نیک کاموں سے ملول نہ ہو اور کسی پر بوجھ نہ بنے اور کسی پر نیکی کر کے اس پر احسان نہ جتلائے اور دنیا کو اپنے لیے ایک زندان تصور کرے۔

جو بھی ان نصیحتوں پر قائم رہے گا تو وہ اللہ کی رحمت سے جنت میں جائے گا اور ایسا شخص انبیاء و اوصیاء کے بعد اللہ کو زیادہ محبوب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے انبیاءؑ صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ محشور کرے گا اور وہ ان کا رفیق ہوگا۔

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿۷۰﴾ ع يٰۤاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا
جَمِيْعًا ﴿۷۱﴾ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ
مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ
شَهِيْدًا ﴿۷۲﴾ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ

تَكُنۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ
فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿٧٣﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ
الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٧٤﴾ وَمَا لَكُمْ لَا
تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ
وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ
هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ
وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿٧٥﴾ ؕ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ
الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ
ضَعِيْفًا ﴿٧٦﴾ ع اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ
وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ
اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ
خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ
اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ

وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى قف وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا (۷۷) اَيْنَ مَا
تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ
وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ
تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ
اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا (۷۸)
مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ؗ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ
فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ
شَهِيْدًا (۷۹) مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ
اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ (۸۰) وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ؗ فَاِذَا بَرَزُوْا
مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ؕ وَاللّٰهُ
يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ
وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (۸۱) اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ
مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (۸۲) وَاِذَا
جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ
رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ

يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ
لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا (١٣) فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا
تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ
يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ
تَنْكِيْلًا (١٤) مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا
ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَكَانَ
اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا (١٥) وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا
بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
حَسِيْبًا (١٦) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ع (١٧)

''یہ اللہ کی طرف سے فضل ہے اور حقیقت جاننے کے لیے بس اللہ ہی کا علم کافی ہے۔

اے اہلِ ایمان! مقابلے کے لیے ہر وقت تیار رہو۔ پھر موقع و مقام کی مناسبت سے الگ الگ دستوں کی شکل میں نکلو یا اکٹھے ہوکر۔

تم میں ایسے افراد بھی ہیں جو لڑائی سے جی چراتے ہیں۔ اگر تم پر کوئی مصیبت آئے تو کہتے ہیں کہ اللہ نے مجھ پر کرم کیا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ موجود نہیں تھا۔ اور اگر اللہ کی طرف سے تم پر کوئی فضل ہو تو کہتا ہے اور اس طرح کہتا ہے کہ گویا تمھارے اور اس

کے درمیان محبّت کا کوئی تعلّق ہی نہیں ہے کہ کاش میں بھی ان کے ساتھ ہوتا اور بہت بڑی کامیابی حاصل کرتا۔

راہِ خدا میں ان لوگوں کو جہاد کرنا چاہیے جو آخرت کے بدلے دنیاوی زندگی کو بیچ ڈالتے ہیں۔ جو بھی اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور جہاد میں قتل ہوجائے یا غلبہ حاصل کرلے تو دونوں حالتوں میں ہم اسے اجرِ عظیم عطا کریں گے۔ آخر تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کے لیے جہاد نہیں کرتے جنھیں کمزور بنا کر رکھا گیا ہے جو برابر دعا کرتے ہیں کہ خدایا! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارے لیے کوئی سرپرست اور مددگار مقرر فرما۔

اہلِ ایمان اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور کافر طاغوت کے لیے جنگ کرتے ہیں۔ پس شیطان کے ساتھیوں سے جہاد کرو اور یقین کرو کہ شیطان کی چالیں بہت کمزور ہوتی ہیں۔ کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جن سے کہا گیا کہ ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور جب ان پر جہاد واجب کردیا گیا تو ان میں سے ایک گروہ لوگوں سے اس قدر ڈرتا ہے جیسے خدا سے ڈرتا ہو بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ۔ اور وہ کہتے ہیں: اے ہمارے مالک! تو نے ہم پر جہاد کیوں واجب کردیا۔ کاش تو نے اور کچھ دیر کے لیے جہاد کو مؤخر کیا ہوتا (تو بہتر تھا) آپ کہہ دیں کہ دنیا کا سرمایہ بہت ہی کم ہے اور آخرت صاحبانِ تقویٰ کے لیے بہتر مقام ہے۔ تم پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

تم جہاں بھی چلے جاؤ موت تمھیں پالے گی چاہے مضبوط قلعوں میں کیوں نہ چلے جاؤ؟ اور ان کی حالت یہ ہے کہ اگر انھیں کوئی اچھائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف

سے ہے اور اگر ان کو کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ مصیبت آپ کی وجہ سے ہم پر ٹوٹی ہے۔ آپ کہہ دیں یہ سب کچھ خدا کی طرف سے ہے۔ آخر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ کوئی بات سمجھ ہی نہیں پاتے۔

تم تک جو بھی اچھائی پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو بھی برائی پہنچتی ہے وہ خود تمھاری طرف سے ہے اور ہم نے آپ کو لوگوں کا رسول بنا کر بھیجا ہے اور گواہ کے عنوان سے خدا ہی کافی ہے۔

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل خدا کی اطاعت کی اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے آپ کو ان پر پاسبان بنا کر تو نہیں بھیجا۔ وہ لوگ اطاعت کی بات کرتے ہیں پھر جب آپ کے پاس سے اٹھ کر جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ راتوں کو جمع ہو کر آپ کی باتوں کے خلاف مشورے کرتا ہے۔ اللہ ان کی یہ ساری سرگوشیاں لکھ رہا ہے۔ آپ ان کی پرواہ نہ کریں اور خدا پر بھروسہ رکھیں وہی بھروسہ کے لیے کافی ہے۔

کیا یہ لوگ قرآن میں فکر و تدبر نہیں کرتے۔ اگر قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔ اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے تو وہ اسے پھیلا دیتے ہیں حالانکہ اگر وہ رسول اور اولی الامر کی طرف پلٹا دیتے تو ان سے استفادہ کرنے والے حقیقت حال کا علم پیدا کر لیتے اور اگر تم پر خدا کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو چند افراد کے علاوہ تم سب شیطان کی پیروی کرتے۔

اے نبی! تم اللہ کی راہ میں لڑو۔ تم اپنی ذات کے علاوہ اور کسی کے ذمہ دار نہیں ہو اور مومنین کو جہاد پر آمادہ کریں، بعید نہیں کہ اللہ کافروں کا زور توڑ دے۔ اللہ انتہائی قوت والا اور سخت سزا دینے والا ہے۔

جو شخص اچھی سفارش کرے گا اسے اس کا حصّہ ملے گا اور جو بُری سفارش کرے گا اسے اس میں سے حصّہ ملے گا اور اللہ ہر چیز پر اقتدار رکھنے والا ہے۔ اور جب تمھیں احترام کے ساتھ سلام کیا جائے تو اس کو اس سے بہتر انداز میں جواب دو۔ یا پھر ویسا ہی لوٹا دو۔ بے شک اللہ ہر چیز کا حساب کرنے والا ہے۔

اللہ وہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ تم سب کو قیامت کے دن ضرور جمع کرے گا اور اللہ کی بات سے بڑھ کر سچّی بات اور کس کی ہو سکتی ہے؟

اہلِ ایمان کو ہمیشہ مقابلہ کے لیے تیار رہنا چاہیے

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ⑦١

''اہلِ ایمان مقابلے کے لیے ہمیشہ تیار رہو۔ پھر موقع و مناسبت سے الگ الگ دستوں کی صورت میں نکلو یا اکٹھے ہو کر''۔

یہ اہلِ ایمان کے لیے عام قانون ہے جو ہر دور اور ہر جگہ کے لیے عمومیت رکھتا ہے اور عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کہ اگر زندہ رہنا ہے تو اپنے دفاع کا بھی خیال رکھا جائے۔ جو فرد اور قوم اپنے دفاع سے غافل ہو جائے تو وہ خون آشام دشمنوں کے لیے تر نوالہ ثابت ہوتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تاکید کی کہ وہ ہر وقت دفاع کے لیے تیار رہیں۔ یہ آیت جنگِ احد کے بعد نازل ہوئی تھی۔ جنگِ احد کی شکست کے بعد اطراف و قبائل کی ہمتیں بڑھ گئی تھیں اور وہ مسلمانوں کے خلاف دندان آز تیز کر رہے تھے اور مسلمان ہر طرف سے خطرات میں گھرے ہوئے تھے۔ ان تمام خطرات سے محفوظ رہنے کا راز اسی بات میں مضمر تھا کہ مسلمان اپنے دفاع کو مضبوط کریں تاکہ کوئی دشمن ان کو اپنے لیے نرم چارہ تصور نہ کرے۔ (اضافۃ من المترجم)

۳۷۹۔ مجمع البیان میں اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے کہ اس آیت کے مفہوم کے لیے مفسرین سے دو اقوال منقول ہیں۔ ان میں سے ایک معنی یہ ہے کہ اپنا اسلحہ ہاتھوں میں پکڑ لو۔ اسلحہ و ہتھیار کو ''حذر'' کہا جاتا ہے کیونکہ ہتھیار کسی بھی فرد اور قوم کے لیے بچاؤ کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے یہی مفہوم منقول ہے۔

۳۸۹- ''ثُبَاتٍ'' سے دستے اور ''جمیع'' سے مشترکہ فوج مراد ہے اور امام محمد باقر علیہ السلام سے ان الفاظ کی یہ توضیح منقول ہے۔

اپنی ہی صفوں میں موجود منافقوں سے ہوشیار رہنا چاہیے؟

وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ۝٧٢

''اور تمھارے اندر ایسے افراد بھی ہیں جو لڑائی سے جی چراتے ہیں اور اگر تم پر کوئی مصیبت آئے تو کہتے ہیں کہ اللہ نے مجھ پر کرم کیا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ موجود نہ تھا''۔

۳۹۰، ۳۹۱- تفسیر مجمع البیان اور تفسیر قمی کی الگ الگ روایات میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ منافق چونکہ ظاہری اسلام کا زبان سے اقرار کرتے تھے اسی لیے انھیں ان کے ظاہر کی بنیاد پر اُمت اسلامی کا فرد شمار کیا گیا ہے جب کہ ان کا کردار یہ تھا کہ رسولؐ خدا اور اُمت اسلامیہ پر مصیبت آتی تو وہ کہتے تھے کہ خدا کا مجھ پر کرم ہوا کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا۔ اور یہ کلمات اتنے جسارت آمیز ہیں کہ اگر اہلِ شرق و غرب اور اہلِ سماء و ارض بھی یہی جملہ کہیں تو وہ ایمان سے خارج ہو جائیں گے اور ان کا شمار مشرکین میں کیا جائے گا۔ لیکن ظاہری اقرار کی وجہ سے اللہ نے انھیں اہل ایمان کی جماعت کے افراد کے نام سے متعارف کرایا۔

۳۹۲- تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ منافقین کی عام روش یہ تھی کہ وہ جنگ سے جی چرایا کرتے تھے اور حیلے بہانوں سے اپنے گھروں میں ٹھہر جاتے تھے۔ اگر کسی جنگ میں مسلمانوں کو صدمہ پہنچتا تو یہ خوش ہو کر کہتے تھے کہ خدا کا شکر ہے میں اس جنگ میں ان کے ساتھ شریک نہ تھا۔ اور جب کبھی مسلمانوں کو فتح حاصل ہوتی ہے اور اس کے ساتھ مالِ غنیمت ملتا ہے تو وہ کفِ افسوس مل کر کہتے ہیں کہ کاش میں بھی ان کے ساتھ شامل ہوتا اور میں بھی کامیابی حاصل کرتا۔

شہادت اور غلبہ دونوں حالتوں میں مومن لائقِ اجر ہوتا ہے

وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝٧٣

"جو بھی اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور جہاد میں قتل ہو جائے یا غلبہ حاصل کر لے تو دونوں حالتوں میں ہم اسے اجر عظیم عطا کریں گے"۔

۳۹۳- کتاب الخصال میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا:

"ہر نیکی پر کوئی نہ کوئی نیکی ہوتی ہے یہاں تک کہ انسان راہِ خدا میں قتل ہو جائے اور جب کوئی راہِ خدا میں قتل ہو جائے تو اس سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں ہے"۔

۳۹۴- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"شہادت فی سبیل اللہ ہر گناہ کو دھو ڈالتی ہے سوائے قرض کے۔ کیونکہ قرض کا کفارہ بس اسی کا ادا کرنا ہے کہ مقروض قرض ادا کرے یا قرض خواہ اسے معاف کر دے"۔

۳۹۵- روضہ کافی میں امام زین العابدین علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے یہ کلمات بھی فرمائے:

"حضرت خدیجہؑ ہجرت سے ایک سال قبل فوت ہوئیں۔ ان کی وفات کے کچھ عرصہ بعد حضرت ابوطالبؑ کی وفات ہوئی۔ دونوں شخصیات کے بعد آنحضرتؐ مکہ سے تنگ آ گئے اور آپ کو خطرہ محسوس ہوا کہ قریش آپ کو شہید نہ کر دیں۔ آپؐ نے جبرئیلؑ سے اس کا شکوہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپؐ ظالموں کی اس بستی سے ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں کیونکہ اب مکہ میں آپ کا کوئی مددگار باقی نہیں رہا اور وہاں پہنچ کر مشرکین سے جنگ کے لیے تیاری کریں۔

اس حکم کے بعد آپؐ نے مدینہ ہجرت فرمائی۔

۳۹۷- تفسیر عیاشی اور اصول کافی میں امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے مروی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ جس طرح سے فتح مکہ سے قبل مکہ کے کمزور مرد، عورتیں اور بچے دعا مانگ کر کہتے تھے کہ خدایا! ہمیں ظالموں کے اس قریہ سے نکال اور ہمارے لیے اپنی طرف سے سرپرست اور مددگار مقرر فرما۔ اسی طرح آج ہم اہلِ بیتؑ بھی انھی مستضعفین کی طرح سے بن چکے ہیں۔ ہم بھی آج اپنے لیے کسی سرپرست اور مددگار کی دعائیں مانگ رہے ہیں۔

۳۹۸- اصول کافی میں مرقوم ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام فرمایا کرتے تھے:

"جب علم کی باتیں سنو تو ان پر عمل کرو اور دلوں میں کشادگی محسوس کرو۔ بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ جب کسی کے دل میں علم زیادہ آ جائے اور وہ اسے برداشت نہ کر سکے تو شیطان اس پر قدرت پا لیتا ہے۔ دیکھو جب کبھی شیطان تم

سے جھگڑا کرے تو اس کے سامنے وہ چیزیں پیش کر کے اسے مغلوب کرو جنھیں تم پہچانتے ہو۔ شیطان کا مکر کمزور ہوتا ہے"۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: ہم اپنی کس پہچانی ہوئی چیز سے اس کا مقابلہ کریں۔

آپؑ نے فرمایا: تم اس وقت خدا کی قدرت پیش کر کے اپنے آپ کو شیطانی خیالات و وساوس سے محفوظ رکھو۔

جب تک قوت نہ ہو جنگ سے پرہیز ضروری ہے اور قوت آنے کے بعد جہاد ضروری ہے

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۭ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۣ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾

"کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جن سے کہا گیا کہ ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور جب ان پر جہاد واجب کر دیا گیا تو ان میں سے ایک گروہ لوگوں سے اس قدر ڈرتا ہے جیسے خدا سے ڈرتا ہو بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ۔ اور وہ کہتے ہیں: اے ہمارے مالک! تو نے ہم پر جہاد کیوں واجب قرار دیا۔ کاش تو نے اور کچھ دیر کے لیے جہاد کو مؤخر کیا ہوتا (تو بہتر تھا) آپ کہہ دیں کہ دنیا کا سرمایہ بہت ہی کم ہے اور آخرت صاحبانِ تقویٰ کے لیے بہتر مقام ہے۔ تم پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا"۔

ابتدائے اسلام میں جب کہ مسلمان مکہ میں تھے انھیں نماز و زکوٰۃ کا حکم تھا۔ اس وقت تک زکوٰۃ کا باقاعدہ نصاب مقرر نہیں تھا۔ البتہ انھیں غرباء کی خبر گیری کا حکم دیا گیا تھا اور کفار و مشرکین کی اذیتوں کے مقابلہ میں انھیں صبر و درگزر کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس وقت مکہ کے مسلمان چاہتے تھے کہ خدا کی طرف سے انھیں اذن جہاد ملے تو وہ کفار و مشرکین کو ان کی حرکات کا مزہ چکھائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں مکہ میں جہاد کی اجازت نہ دی کیونکہ مکہ میں مسلمانوں کے لیے حالات سازگار نہیں تھے۔ مسلمان قلت میں تھے اور مشرک کثرت میں تھے۔ علاوہ ازیں مکہ جائے امن ہے اور وہاں اپنی طرف سے جنگ کا آغاز کرنا مناسب نہیں ہے اور جب آنحضرتؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے اور یہاں مسلمانوں کی ایک آزاد ریاست قائم ہوئی اور مسلمانوں کے پاس قوت و طاقت آ گئی تو اللہ نے انھیں جہاد کا حکم دیا لیکن کچھ کمزور اذہان کے مالک ایسے بھی تھے جو حکمِ جہاد سن کر پریشان ہو گئے اور ڈرنے اور لرزنے لگ گئے اور کہنے لگ گئے کہ کاش ابھی حکم جہاد نہ

آیا ہوتا تو بہتر تھا کیونکہ اس کی وجہ سے لوگ قتل ہوں گے۔ بچے یتیم ہوں گے اور عورتیں بیوہ ہوں گی۔

چنانچہ ایسے افراد کے لیے یہ آیات نازل ہوئیں۔ (اضافۃ من المترجم)

اس آیت کی تاویل میں امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے حسب ذیل روایات بھی وارد ہیں۔

۳۹۹۔ اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ کے تحت صرف ہاتھ روکے رہنا ہی مراد نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ زبان کا روکنا بھی شامل ہے۔

۴۰۰۔ روضہ کافی میں مالک الجہنی سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

''مالک! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور ہاتھوں کو روکے رہو اور جنت میں داخل ہو جاؤ''۔

۴۰۱۔ فضیل راوی ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''فضیل! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور اپنی زبانوں کو روکے رکھو اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔ پھر آپؑ نے یہ آیت پڑھی: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ۔

آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! تم لوگ اس آیت کے حق دار ہو۔

۴۰۲۔ تفسیر مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ کی آیت منسوخ ہے اور قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ کی آیت اس کی ناسخ ہے۔ اور ہمارے ائمہ کرام سے یہی مفہوم منقول ہے۔

۴۰۳۔ روضہ کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ حسن بن علی علیہما السلام نے صلح کر کے انتہائی اچھا کام کیا تھا اور انھوں نے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ ...... کی آیت پر عمل کیا تھا۔ اس وقت چند لوگوں نے آپ کی صلح پر اعتراض کیا تھا اور جب امام حسین علیہ السلام نے فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ کے تحت انھیں دعوت دی تو اس وقت وہی اعتراض کرنے والے کہنے لگے کہ پروردگار! تو نے ہم پر جہاد کیوں واجب قرار دیا اور تو نے ہمیں ...... کاش تو نے اس کو مؤخر کیا ہوتا۔

اور اس طرح کے لوگ دراصل زبانِ حال سے یہ کہہ رہے تھے کہ حسینؑ کے ساتھ شامل ہو کر جہاد کرنے میں موت مضمر ہے اور اگر جہاد قائم آلِ محمدؑ کے ساتھ کرتے تو اس میں ظاہری کامیابی یقینی تھی۔

۴۰۴۔ تفسیر عیاشی میں حلبی سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''کُفُّوْٓا اَیْدِیَکُمْ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کی آیت قاعدہ ''جری'' کے تحت امام حسن مجتبٰی علیہ السلام کو شامل ہے اور فلمّا کُتِبَ عَلَیْہِمُ الْقِتَالُ کی آیت امام حسین علیہ السلام کو شامل ہے اور اس آیت کے تحت تمام اہلِ زمین کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شامل ہو کر ظالموں سے جہاد کریں۔

۴۰۵- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کے لیے شہادت مقدر کر دی گئی تھی اور اگر تمام اہلِ ارض بھی ان کے پرچم کے نیچے جہاد کرتے تو سارے کے سارے ہی قتل ہو جاتے۔

۴۰۶- امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت مجیدہ کی تاویل و ''جری'' بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ کا تعلّق امام حسن مجتبٰی علیہ السلام کے دور سے ہے اور فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ کا تعلّق امام حسین علیہ السلام سے ہے اور قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ سے وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے کہا تھا کہ ہم پر اب جہاد کیوں واجب کیا گیا اس کی بجائے جہاد کو مؤخر کر کے امام قائم کی معیت کے جہاد کے لیے ہمیں کیوں نہ کہا گیا۔ کیونکہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شمولیت میں موت ہے اور قائم آلِ محمدؐ کے ساتھ شمولیت میں فتح و نصرت مضمر ہے۔

اس ذہنیت رکھنے والوں سے اللہ نے فرمایا: قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ''آپ کہہ دیں کہ سرمایۂ دنیا انتہائی کم ہے جب کہ آخرت صاحبانِ تقویٰ کے لیے بہتر مقام ہے''۔

۴۰۷- اصول کافی میں امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''فرزندِ آدم! میری مشیت کی وجہ سے تو منصۂ شہود پر آیا ہے۔ اس کے باوجود اپنے لیے تو اپنی مشیتوں کا اظہار کرتا ہے اور میری عطا کردہ قوت سے ہی تو میرے فرائض سرانجام دیتا ہے اور میری نعمات حاصل کر کے میری معصیت کرتا ہے۔ میں نے تجھے سننے دیکھنے کی قوتیں عطا کی ہیں۔ تجھے جو بھی اچھائی پہنچتی ہے وہ میری طرف سے پہنچتی ہے اور تجھے جو بھی تکلیف پہنچتی ہے وہ تیری اپنی پیدا کردہ ہوتی ہے اور تیری بھلائیوں کا تعلّق تجھ سے زیادہ مجھ سے ہے اور تیری مصیبتوں کا سرچشمہ تو خود ہی ہے۔ میں اپنے افعال کا جواب دہ نہیں ہوں جب کہ مخلوق جواب دہ ہے۔

حسنات و سیئات کی دو قسمیں ہیں

۴۰۸- تفسیر علی بن ابراہیم میں صادقین علیہما السلام سے منقول ہے کہ کتاب اللہ میں حسنات (اچھائیوں) کی دو

قسمیں بیان کی گئی ہیں اور سیئات (تکالیف و برائیوں) کی بھی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ صحت، سلامتی، امن اور فراخیِ رزق کو اللہ نے اپنی کتاب میں ''حسنات'' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

جب کہ حسنات کی دوسری قسم میں بندوں کے نیک افعال شامل ہیں جیسا کہ فرمانِ قدرت ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ''جو کوئی ایک نیکی کرے تو اسے دس گنا اجر ملے گا''۔

حسنات کی طرح سے ''سیئات'' کی بھی دو قسمیں ہیں مثلاً خوف، بھوک، تکالیف اور بیماری کا تعلّق سیئات سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ''اگر انھیں کوئی تکلیف پہنچتی تو اسے موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کی نحوست تصور کرتے تھے''۔

سیئات کی دوسری قسم میں بندوں کے وہ بُرے اعمال شامل ہیں جس کی وجہ سے انھیں عذاب دیا جائے گا جیسا کہ فرمانِ خداوندی ہے: وَمَن جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ''اور جو کوئی برائی سرانجام دیں گے تو انھیں اُلٹے منہ دوزخ میں پھینکا جائے گا''۔

۴۰۹- کتاب التوحید میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ فرماتے تھے:

''نعمات کا آغاز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس نے تمھیں نعمات عطا کی ہیں اور ''شر'' کا سرچشمہ خود تم ہی ہو۔ اگرچہ اس میں اسی کی تقدیر بھی شامل کیوں نہ ہو''۔

۴۱۰- علل الشرائع میں امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور ان کے ابدان کو طینت علیین سے پیدا کیا اور مومنین کے دلوں کی تخلیق بھی اسی طینت سے کی جب کہ ان کے ابدان کو اس سے کم تر درجہ کی طینت سے پیدا کیا۔ جب کہ کافروں اور ان کے دلوں اور ان کے اجسام کو ''طینت سجیل'' سے پیدا کیا۔ پھر اللہ نے دونوں طینتوں کو ایک دوسرے سے مخلوط کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ مومن کے گھر کافر پیدا ہو جاتا ہے اور کافر کے گھر میں مومن پیدا ہوتا ہے۔ اور اسی طینت کے اختلاط کی وجہ سے مومن سے برائی سرزد ہو جاتی ہے اور کافر سے نیکی ظہور پذیر ہو جاتی ہے۔ مومنین کے دل اس کی طرف مائل رہتے ہیں جس سے ان کی تخلیق ہوئی ہے اور کافروں کے دل بھی اس کی طرف مائل رہتے ہیں جس سے وہ پیدا ہوئے ہیں۔

۴۱۱- اصول کافی میں ابی اسحاق نحوی سے منقول ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے سنا، آپ فرما رہے تھے:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی تربیت اپنی محبّت پر فرمائی اور ان کے لیے فرمایا:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (بے شک آپ خلق عظیم پر ہیں) پھر اللہ نے اپنے دین کے معاملات ان کے سپرد کر دیے اور فرمایا: وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ''اور رسول جو کچھ تمھیں دے دیں تم اسے لے لو اور جس سے تم کو روک دیں اس سے رک جاؤ''۔

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احکامِ دین علی علیہ السلام کے سپرد کیے اور انھیں امین مقرر کیا۔ تم خوش نصیب ہو کہ تم نے ان کے فرمان کو تسلیم کیا جب کہ دوسروں نے انکار کیا۔ خدا کی قسم! ہمیں تم سے محبّت ہوگی جب ہم بولیں تو تم بھی بولو اور جب ہم خاموش رہیں تو تم بھی خاموش رہو۔ ہم تمھارے اور خداوند عالم کے درمیان واسطہ وسیلہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی ہماری مخالفت کا حق نہیں دیا۔

۴۱۲- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''احکام اسلام میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کے بعد اطاعت امامؑ کو بلند ترین مقام حاصل ہے اور یہی دین کی چابی، اشیاء کا دروازہ اور رحمٰن کی رضامندی کا ذریعہ ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۸۰

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے آپ کو ان پر پاسبان بنا کر تو نہیں بھیجا''۔

۴۱۳- زرارہ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے درج بالا روایت نقل کی ہے۔ البتہ اس کے آخر میں یہ کلمات بیان کیے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

''اگر کوئی شخص رات کو قیام کرے اور دن کو روزہ رکھے اور پوری زندگی میں ہر سال حج کرے اور اگر وہ ولی خدا کی پہچان کر کے اس کی ولایت کو قبول نہ کرے تو اسے اس کے اعمال کا کوئی اجر نہیں ملے گا اور نہ ہی وہ شخص اہلِ ایمان میں سے ہوگا''۔

۴۱۴- روضہ کافی میں امیر المومنین علیہ السلام کا ایک خطبہ مرقوم ہے جسے ''خطبہ وسیلہ'' کہا جاتا ہے۔ اس خطبہ میں آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے:

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سب سے بڑا صدمہ اور سب سے بڑی مصیبت تھی۔ کیونکہ آپؐ کی وفات سے انذار واعذار کا دروازہ بند ہوگیا۔ خدا نے آنحضرتؐ کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان دروازہ مقرر کیا ہے اور آپؐ وہ شاہد ونگران ہیں کہ اللہ وہی عمل قبول کرتا ہے جو آپ کی زیر ہدایت ہو اور آپ کی اطاعت کے بغیر کسی کو مقامِ قرب حاصل نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی محکم کتاب میں فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝۸۰

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے بھی آپ کو ان پر نگران مقرر کر کے روانہ نہیں کیا''۔

اللہ نے اپنی اطاعت کو ان کی اطاعت سے ملایا اور اپنی معصیت کو ان کی معصیت سے وابستہ کیا۔ یہ بات اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ نے احکام دین آپ کے سپرد کیے تھے اور آپ ہی پیروی کرنے اور نافرمانی کرنے والے کے گواہ ہیں اور اللہ نے اس حقیقت کو قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر بیان کیا ہے۔

۴۱۵- کتاب احتجاج طبرسی میں امیر المومنین علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپ نے یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے:

''اللہ تعالیٰ نے بعض اشیاء کو اپنے چنے ہوئے بندوں کے ہاتھوں پر جاری کیا اور ان کے فعل کو اپنا فعل اور ان کے فرمان کو اپنا فرمان قرار دیا جیسا کہ خدا نے فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ''جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے دراصل خدا کی اطاعت کی''۔

۴۱۶- عیون الاخبار میں عبدالسلام بن صالح ہروی سے منقول ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! آپ اس روایت کے متعلق کیا فرماتے ہیں جسے محدثین بیان کرتے ہیں کہ اہلِ ایمان اپنے جنت کے مکانات میں اپنے رب کی زیارت کریں گے؟

آپؑ نے فرمایا: ابوالصلت! اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو تمام ملائکہ وانبیاء پر فضیلت دی ہے اور ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور ان کی بیعت کو اپنی بیعت اور دنیا وآخرت میں ان کی زیارت کو اپنی زیارت قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی''۔

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا: اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ ''جو لوگ آپ کی بیعت کر رہے ہیں وہ دراصل اللہ کی بیعت کر رہے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

من زارنی فی حیاتی او بعد ماتی فقد زار اللّٰہ۔

''جس نے میری زندگی یا موت کے بعد میری زیارت کی تو اس نے اللہ کی زیارت کی''۔

جنت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بلند ترین درجہ ہوگا اور جو آنحضرتؐ کا ان کے درجے میں دیدار کریں گے تو گویا انھوں نے اللہ کی زیارت کی ہے۔

صداقت قرآن کی واضح دلیل

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ وَ لَوۡ کَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَیۡرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوۡا فِیۡہِ اخۡتِلَافًا کَثِیۡرًا ۝

''کیا یہ لوگ قرآن میں فکر و تدبر نہیں کرتے اگر قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے''۔

یہ آیت مجیدہ قرآن حکیم کی صداقت کی ناقابل تردید دلیل ہے۔ کیونکہ قرآن مجید چند صفحات پر مشتمل کتاب نہیں ہے اور کوئی بھی انسان اس بات پر قادر نہیں ہے کہ وہ سالہا سال تک مختلف حالات اور مختلف مواقع پر مختلف مضامین پر تقریریں کرتا رہے اور اوّل سے آخر تک تمام تقریریں ایک دوسرے کی مصدّق ہوں اور ان میں ذرہ برابر بھی اختلاف دکھائی نہ دے۔ جب کہ قرآن حکیم تیئیس برس کے عرصہ تک رسولؐ خدا پر موقع و مقام کی مناسبت سے نازل ہوتا رہا اور تیئیس سال میں وقت اور زمانہ کی ضروریات کے تحت انسان کے افکار بھی بدل جاتے ہیں۔ لیکن قرآن حکیم نے جو بات پہلے دن کہی وہ بات تیئیس سال بعد کہی۔ اور جب نبی اکرمؐ مکہ میں مظلومی و مقہوری کی زندگی بسر کر رہے تھے اس وقت جو قرآن نے پیغام دیا وہی پیغام شہنشاہ عرب بننے کے باوجود بھی قائم رہا۔

علاوہ ازیں اگر کوئی شاعر، مؤلف، کوئی دیوان تصنیف کرے یا کوئی کتاب لکھے تو اس کی پوری کاوش ہر لحاظ سے

شاہکار نہیں ہوتی لیکن یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ سورتیں خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی ان سب میں سلاست، روانی، بلند خیالی اور فصاحت و بلاغت دکھائی دیتی ہے۔ کسی میں بھی کوئی کمی بیشی محسوس نہیں ہوتی۔ (اضافۃ من المترجم)

۴۱۷- نہج البلاغہ میں امیر المومنین علیہ السلام کا یہ فرمان مرقوم ہے:

''کتاب خدا کا بعض حصّہ دوسرے بعض حصّہ کی تصدیق کرتا ہے اور قرآنی آیات میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝

''وہ لوگ قرآن میں غور و تدبر کیوں نہیں کرتے اگر قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں ان کو بہت سا اختلاف دکھائی دیتا''۔

معاملات کو رسول اور اولی الامر کی طرف پلٹاؤ

وَاِذَا جَاۗءَھُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۭ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْھُمْ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو وہ اسے پھیلا دیتے ہیں حالانکہ اگر وہ اسے رسول اور صاحبانِ امر کی طرف پلٹا دیتے تو ان سے استفادہ کرنے والے حقیقت حال کا علم پیدا کر لیتے اور اگر تم پر خدا کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو چند افراد کے علاوہ تم سب شیطان کی پیروی کرتے''۔

۴۱۸- الکافی کی ایک حدیث میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ کلمات منقول ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ''اے اہلِ ایمان! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اور صاحبانِ امر کی جو تم میں سے ہوں اطاعت کرو''۔

اللہ تعالیٰ نے معاملات کو رسول اور اولی الامر کی طرف پلٹانے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ”اگر وہ ان معاملات کو رسول اور صاحبانِ امر کی طرف پلٹا دیتے تو ان میں سے استنباط کرنے والے حقیقت حال کا علم پیدا کر لیتے“۔

۴۱۹- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

”خبردار! معاملات کو عوام الناس میں فاش کرنا انتہائی بُرا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے والوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا: وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ (جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو وہ اسے پھیلا دیتے ہیں)

خبردار! باتوں کو پھیلانے اور فاش کرنے سے پرہیز کرو۔

۴۲۰- کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے فرمایا:

”جس نے ولایت خدا اور علمِ الٰہی کے استنباط کی اہلیّت کو انبیاء کے گھرانوں سے نکال کر دوسرے گھرانوں میں داخل کیا تو اس نے حکمِ خدا کی مخالفت کی اور جاہلوں کو امرِ الٰہی کا والی تسلیم کیا اور ہدایت کے بغیر تکلف وتصنع کرنے والوں کو رہبر تسلیم کیا اور ان کے متعلّق گمان کیا کہ یہ لوگ علمِ الٰہی سے استنباط کرنے والے ہیں۔ ان لوگوں نے خدا پر جھوٹ تراشا ہے اور اللہ کی وصیّت کو فاش کیا ہے۔ انھوں نے خدا کے فضل کو وہاں نہیں رکھا جہاں خدا نے اسے رکھا تھا۔ چنانچہ وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ قیامت کے دن ان کے پاس کوئی حجت نہ ہوگی“۔

پھر آپؑ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ (انعام: ۸۹) ”پس اگر وہ اس کا انکار کریں تو ہم نے ایک قوم کو اس کے لیے مقرر کیا ہے جو اس کی منکر نہیں ہے“۔

اس آیت سے خدا نے اپنے حبیب کریمؐ کو تسلی دی ہے کہ اگر آپ کی اُمت اس کا انکار کرتی ہے تو کرتی رہے ہم نے آپؐ کے اہلِ بیتؑ کو آپؐ کی تعلیمات تسلیم کرنے کے لیے مقرر کر دیا ہے۔ وہ کبھی بھی آپؐ کی تعلیمات کا انکار نہیں کریں گے اور میں اس ایمان کو ضائع نہیں کروں گا جس کی تبلیغ کے لیے میں نے آپؐ کو روانہ کیا ہے۔ میں نے آپ کی اہلِ بیت کو آپؐ کی اُمت کا رہنما مقرر کیا ہے اور میں نے انھیں آپؐ کے بعد والی مقرر کیا ہے اور میں نے انھیں اپنے اس علم کے استنباط کا اہل مقرر کیا ہے جس میں کوئی جھوٹ، بہتان، ریاء اور تکبر کا کوئی دخل نہیں ہے۔

۴۲۱- تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے عبداللہ بن جندب کو خط تحریر کیا جس میں آپؑ نے تحریر فرمایا:

دیکھو تو سہی کہ شیطان نے انھیں کس طرح سے گمراہ کیا ہے اور انھیں شبہات میں مبتلا کیا ہے جب کہ امر دین ان کے سپرد نہیں کیے گئے تھے۔ ان کے لیے فرض یہ ہے جب وہ حیرت میں مبتلا ہوں تو وہ رک جائیں اور جس سے وہ ناواقف ہوں اسے عالم و مستنبط کی طرف پلٹائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ''اگر وہ اسے رسول اور صاحبانِ امر کی طرف پلٹاتے تو استنباط کرنے والے اس سے حقیقت حال جان لیتے''۔

مقصد آیت یہ ہے کہ ان کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ معاملات کو آلِ محمدؐ کی طرف لوٹائیں کیونکہ وہی قرآن سے استنباط کرنے والے ہیں اور وہ حلال و حرام کو جانتے ہیں اور وہ مخلوق پر خدا کی حجت ہیں۔

۴۲۲- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ سے ائمہ مراد ہیں۔

۴۲۳- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ کی آیت میں اللہ کے فضل سے اس کے رسول اور اس کی رحمت سے ولایت ائمہ مراد ہے۔

۴۲۴- امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

''رحمت'' سے رسول اکرمؐ اور ''فضل'' سے علی بن ابی طالبؑ مراد ہیں۔

۴۲۵- ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ کی آیت پڑھ کر عقیدہ جبر و تقدیر کو ثابت کرنے کے لیے استدلال کیا تو آپؑ نے فرمایا:

''تم جبر و قدر کے اثبات کے خواہش مند ہو جب کہ جبر کا نظریہ نہ تو میرے دین میں شامل ہے اور نہ ہی میرے آباء کے دین میں شامل ہے۔ اور نہ ہمارے خاندان میں سے میں نے کسی کو اس نظریہ کا حامل پایا ہے''۔

جہاد کے لیے رسولؐ خدا کو خصوصی حکم

۴۲۶- اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریمؐ کو بہت سی خصوصیات عطا فرمائیں۔ پھر آپؑ نے آنحضرتؐ کی بہت سی خصوصیات شمار کرائیں اور آخر میں فرمایا:

''پھر اللہ نے انھیں وہ ذمہ داری سونپی جو اس نے ان سے قبل کسی نبی کو نہیں سونپی تھی۔ اللہ نے آسمان سے ایک بے نیام تلوار آنحضرتؐ پر نازل کی اور انھیں حکم دیا: فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ ''آپ راہِ خدا میں جہاد کریں اور تم اپنی ذات کے علاوہ کسی کے ذمہ دار نہیں ہو''۔

۴۲۷- اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے رسول اکرمؐ پر وہ شرعی تکلیف عائد کی ہے جو نہ تو آپؐ سے پہلے کسی پر عائد کی تھی اور نہ آپؐ کے بعد کسی پر عائد کی ہے۔ پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ۔

۴۲۸- تفسیر عیاشی میں سلیمان بن خالد سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر حضرت علی علیہ السلام کے سیاسی مخالفین باطل پر ہوتے تو حضرت علیؑ ان سے جنگ کرتے۔ چونکہ انھوں نے اپنے سیاسی حریفوں سے جنگ نہیں کی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حق پر تھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''تن تنہا جہاد کرنے کا حکم صرف رسولؐ مقبول کے ساتھ مخصوص ہے۔ آپؐ کے علاوہ کسی کو بھی تن تنہا جنگ کرنے کی خدا نے اجازت نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا: فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ (آپ راہِ خدا میں جنگ کریں تم اپنی ذات کے علاوہ کسی کے ذمہ دار نہیں ہو) جب کہ دوسرے اہلِ ایمان کو حکم ہے کہ وہ گروہ اور جماعت کے ساتھ مل کر جنگ کریں۔ جیسا کہ فرمان قدرت ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝ وَمَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَىٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝ (الانفال:۱۵-۱۶)

''ایمان والو! جب ایک لشکر کی صورت میں کفار سے تمھاری جنگ ہو تو ان کے مقابلہ میں پیٹھ نہ پھیرو۔ جس نے ایسے موقع پر پیٹھ پھیری' الا یہ کہ جنگی چال کے طور پر ایسا کرے یا اپنے کسی گروہ سے ملنے کے لیے' تو وہ اللہ کے غضب میں گھر جائے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنّم ہوگا۔ وہ بہت بری

جائے بازگشت ہے''۔

اس سے معلوم ہوا کہ جنگ کے لیے لشکر کی ضرورت ہوتی ہے جب کہ حضرت علی علیہ السلا کے پاس لاؤ لشکر موجود نہیں تھا۔ اسی لیے انھوں نے جنگ نہیں کی تھی۔

۴۲۹- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وہ تکلیف شرعی مقرر ہوئی ہے جو کسی کے لیے آج تک مقرر نہیں ہوئی تھی۔ اللہ نے انھیں تن تنہا راہِ خدا میں جنگ کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد ان سے فرمایا: وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ''آپ اہلِ ایمان کو جنگ کی ترغیب دیں اور (اس وقت) تمھاری تکلیف شرعی انتہائی آسان ہے کہ تم خدا کا ذکر کرتے رہو۔

۴۳۰- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''ہر شخص کے لیے کوئی نہ کوئی کتا (صفت دشمن) ہوتا ہے۔ تمھارے اغیار کے ذریعے سے اللہ تمھیں اس سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَأْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ۝ ''اللہ انتہائی قوت والا اور سخت سزا دینے والا ہے''۔

شفاعت کرنے والا جزا اور سزا میں شریک ہے

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ۝

''جو شخص اچھی سفارش کرے گا اسے اس کا حصّہ ملے گا اور جو بُری سفارش کرے گا اسے اس میں سے حصّہ ملے گا اور اللہ ہر چیز پر اقتدار رکھنے والا ہے''۔

۴۳۱- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے: ظالم کا سفارشی اس کے ظلم میں برابر کا شریک ہوگا۔

۴۳۲- کتاب الخصال میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے' آپؐ نے فرمایا:

''جس نے نیکی کا حکم دیا یا برائی سے منع کیا یا اچھائی کی رہنمائی کی یا اس کا اشارہ کیا تو وہ اس نیکی اور بھلائی میں شریک ہے اور جس نے برائی کا حکم دیا یا اس کا راستہ دکھایا یا اس کا اشارہ کیا تو وہ اس برائی میں برابر کا شریک ہے۔

(لہٰذا ہمیں خوب سوچ سمجھ کر کسی کی سفارش کرنی چاہیے اور سفارش کرتے وقت یہ دیکھنا چاہیے کہ اس سے کسی کا حق تو نہیں مارا جائے گا یا کسی پر ظلم تو نہیں ہوگا)

سلام کا جواب ضروری ہے

وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ۝

''اور جب تمھیں سلام کیا جائے تو تم اس کا اس سے بہتر انداز میں جواب دو یا پھر ویسا ہی لوٹا دو۔ بے شک اللہ ہر چیز کا حساب کرنے والا ہے''۔

۴۳۳- اس آیت مجیدہ کے ضمن میں تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اس سے صرف سلام ہی مراد نہیں ہے بلکہ ہر طرح کی نیکی اور بھلائی کا سلوک مراد ہے۔

مقصد یہ ہے کہ جب کوئی تمھیں سلام کرے تو اس سے بہتر انداز میں سلام کا جواب دو یا کم از کم وہی الفاظ ہی لوٹا دو۔ اور اسی طرح سے جب کوئی تم سے نیکی کرے تو جواب میں تم اس سے بڑھ کر نیکی کرو اور اگر اس سے بڑھ کر نیکی کرنا ممکن نہ ہو تو کم از کم اس جیسی نیکی ضرور کرو۔

۴۳۴- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ صادقین علیہما السلام نے فرمایا:

وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ کی آیت میں ''تحیہ'' سے سلام اور دوسری نیکی مراد ہے۔

۴۳۵- عوالی اللئالی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس آیت میں لفظ ''تحیہ'' سے سلام اور دوسری نیکیاں اور احسان مراد ہیں۔

مناقب ابن شہر آشوب میں انس سے منقول ہے کہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی ایک کنیز نے ان کے سامنے پھولوں کا گلدستہ پیش کیا تو آپؑ نے اس سے فرمایا: ''جاؤ' ہم نے تجھے راہِ خدا میں آزاد کیا''۔

انس کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ آپ نے کنیز کے حقیر نذرانے کی وجہ سے اسے آزاد کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں ادب سکھاتے ہوئے تعلیم دی ہے اور فرمایا ہے:

وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ ''جب تم پر سلام کیا جائے تو تم اس کا اس سے بہتر انداز میں جواب دو''۔ اور اس بہتر انداز میں جواب دینے کی ایک ہی صورت تھی اور وہ اس کی آزادی تھی۔

۴۳۷- کتاب الخصال میں ایک باب ہے جس میں حضرت علی علیہ السلام کی وہ گراں قدر تعلیمات نقل کی گئی ہیں جو آپ نے اپنے ساتھیوں سے ارشاد فرمائی تھیں۔ حضرتؑ کی تعلیمات میں ایک یہ بھی ہے: جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو تم اس سے ''یرحمکم اللّٰہ'' کہو اور چھینکنے والے کو چاہیے کہ وہ تمھیں یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَيَغْفِرُكُمْ کہے کیونکہ اللہ نے

فرمایا ہے: وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ ''جب تمھیں سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر انداز میں سلام لوٹاؤ''۔

۴۳۸- عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''جو کسی غریب مسلمان سے ملے اور اس کو اس انداز سے سلام نہ کرے جس انداز سے وہ کسی دولت مند کو سلام کرتا ہے تو جب وہ خدا کے سامنے پیش ہوگا تو خدا اس پر ناراض ہوگا''۔

۴۳۹- اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''جو شخص اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہے تو اس کو دس نیکیوں کا ثواب ملے گا اور جو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کہے تو اس کو بیس نیکیوں کا ثواب ملے گا اور جو کوئی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ کہے تو اس کو تیس نیکیوں کا ثواب ملے گا''۔

۴۴۰- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ امیر المومنین علی علیہ السلام کا ایک گروہ سے گزر ہوا تو آپؑ نے انھیں سلام کیا۔ انھوں نے جواب میں یہ کلمات کہے:

عَلَیْکَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ وَمَغْفِرَتُهٗ وَرِضْوَانُهٗ -

ان کا جواب سن کر آپؑ نے فرمایا:

سلام کے جواب میں وہی کلمات کہو جو ملائکہ نے ہمارے والد ابراہیم سے کہے تھے۔ ملائکہ نے یہ جملے کہے تھے:

رحمة اللّٰه وبرکاته علیکم اهل البیت -

(مقصد یہ ہے کہ سلام میں ''السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'' تک کے الفاظ کہنے چاہئیں اس سے زیادہ الفاظ غیر ضروری اور نامناسب ہیں۔ اضافۃ من المترجم)

۴۴۱- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''مقیم کے لیے سلام کی تکمیل مصافحہ سے ہوتی ہے اور مسافر کے لیے سلام کی تکمیل معانقہ سے ہوتی ہے''۔

۴۴۲- حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''سلام سنت ہے اور جواب فرض ہے''۔

۴۴۳- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''جب جماعت میں سے ایک شخص سلام کرے تو وہ سب کی طرف سے سلام محسوب کیا جائے گا اور جب جماعت

میں سے ایک شخص جواب کہہ دے تو سب کی طرف سے اس کا جواب شمار کیا جائے گا''۔

۴۴۴- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''چھوٹا بڑے پر سلام کرے اور گزرنے والا بیٹھے ہوئے پر سلام کرے اور قلیل کثیر پر سلام کریں''۔

۴۴۵- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''قلیل افراد کو چاہیے کہ وہ آغاز سلام کرتے ہوئے کثیر افراد پر سلام کریں اور سوار پیدل پر سلام کرے اور خچر سوار گدھے سوار پر سلام کرے اور گھوڑا سوار، خچر سوار پر سلام کرے''۔

۴۴۶- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''سلام میں پہل کرنے والا خدا اور رسول کی نظر میں زیادہ مقام رکھتا ہے''۔

۴۴۷- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں پر سلام کرتے تھے اور عورتیں بھی آپ کو جواب دیتی تھیں۔ امیر المومنین علی علیہ السلام بھی عورتوں پر سلام کیا کرتے تھے البتہ نوجوان لڑکیوں پر سلام کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے مجھے ڈر ہے کہ اس کی آواز مجھے پسند نہ آنے لگے کہیں ایسا نہ ہو کہ جس اجر کو میں طلب کر رہا ہوں اس سے زیادہ گناہ کا بوجھ میری گردن پر نہ آپڑے''۔

۴۴۸- امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

''اہلِ کتاب پر سلام میں پہل نہ کرو اور اگر وہ سلام کریں تو جواب میں ''وَعَلَيْكُمْ'' کہو

۴۴۹- سماعہ بن مہران کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر یہودی، نصرانی اور مشرک سلام کریں تو ایک مسلمان ان کے جواب میں کیا کہے؟

آپؑ نے فرمایا: ان کے جواب میں صرف ''وَعَلَيْكُمْ'' کہنا چاہیے۔

۴۵۰- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''یہودی و نصرانی کے سلام کے جواب میں تم ''سلام'' کہو''۔

۴۵۱- کتاب الخصال میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''یہود، نصاریٰ، مجوسی، بت پرست اور شراب کے دسترخوان پر بیٹھے ہوئے افراد پر سلام نہ کرو اور شطرنج و نرد کھیلنے

والوں پر سلام نہ کرو اور مخنث پر سلام نہ کرو اور جو شاعر پاک دامن عورتوں پر الزام تراشی کرتا ہو اس پر بھی سلام نہ کرو اور جو کچھ نماز میں مصروف ہو اس پر بھی سلام نہ کرو۔ کیونکہ نمازی سلام کا جواب دینے سے قاصر ہوتا ہے اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سلام سنت اور جواب فرض ہے۔ سودخور پر سلام نہ کرو اور جو شخص پیشاب پاخانہ کر رہا ہو اس پر بھی سلام نہ کرو۔ حمام میں سلام نہ کرو اور جو شخص اعلانیہ فاسق ہو اس پر بھی سلام نہ کرو"۔

۴۵۲- ایک اور روایت کے مطابق آپؐ نے فرمایا کہ جو لوگ مذاق مذاق میں ایک دوسرے کی ماؤں کو گالیاں دیں ان پر بھی سلام نہ کرو"۔

۴۵۳- ایک اور حدیث میں کہا گیا کہ جو "چودہ کا کھیل" کھیلتا ہو اس پر سلام نہ کیا جائے اور مجسمہ ساز پر بھی سلام نہ کیا جائے۔

۴۵۴- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"تین افراد پر سلام نہ کیا جائے: ۱- جو جنازہ کے ساتھ چل رہا ہو۔ ۲- جو نمازِ جمعہ کی طرف جا رہا ہو۔ ۳- جو حمام میں بیٹھا ہوا ہو"۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ
اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ
فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا (۸۸) وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا
فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ
وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۖ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (۸۹) ۙ اِلَّا
الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ

حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ
وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ
يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ
سَبِيْلًا ﴿۹۰﴾ سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ
وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْۤا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ
فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْۤا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْۤا اَيْدِيَهُمْ
فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا
لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۹۱﴾ ع وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ
مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ
مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ؕ فَاِنْ
كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ
وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ
اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ
شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ز تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا
حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ

خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا
عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا
ج تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ز فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ
ط كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ط اِنَّ
اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ط فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ
وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ط وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ط
وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا لا ﴿۹۵﴾
دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا
رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾ ع اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۤئِكَةُ ظَالِمِيْۤ اَنْفُسِهِمْ
قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ط قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ط
قَالُوْۤا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ط
فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ط وَسَآءَتْ مَصِيْرًا لا ﴿۹۷﴾ اِلَّا

الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ لَا
يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى
اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ۭ وَ كَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾ وَمَنْ
يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا
وَّسَعَةً ۭ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ
غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾

کیا وجہ ہے کہ منافقین کے متعلّق تمھاری دو رائیں کیوں ہیں؟ حالانکہ جو برائیاں انھوں نے کمائی ہیں ان کی وجہ سے اللہ نے انھیں اُلٹا پھیر دیا ہے تو کیا تم اسے ہدایت دینا چاہتے ہو جسے خدا نے ہدایت نہیں دی ہے۔ جسے خدا گمراہی میں چھوڑ دے اس کے لیے تم کوئی راستہ نہیں پاؤ گے۔

وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح سے وہ خود کافر ہیں تم بھی انھی کی طرح سے کافر بن جاؤ اور تم ان کے برابر ہو جاؤ۔ خبردار! تم انھیں اپنا دوست نہ بنانا جب تک وہ راہِ خدا میں ہجرت نہ کریں۔ پھر اگر وہ منہ موڑ لیں تو انھیں پکڑ لو اور جہاں تم انھیں پاؤ قتل کر دو۔ اور ان میں سے کسی کو اپنا دوست اور مددگار نہ بناؤ۔

البتہ وہ منافق اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جو کسی ایسی قوم سے جا ملیں جس کے ساتھ تمھارا

معاہدہ ہے۔ اسی طرح سے وہ منافق بھی مستثنیٰ ہیں جو تمھارے پاس لڑائی سے دل برداشتہ ہوکر آتے ہیں۔ نہ تم سے لڑنا چاہتے ہیں اور نہ اپنی قوم سے لڑنا چاہتے ہیں اور اگر اللہ چاہتا تو انھیں تم پر مسلط کر دیتا۔ وہ بھی تم سے لڑتے اگر وہ تم سے کنارہ کشی اختیار کرلیں اور لڑنے سے باز رہیں اور تمھاری طرف صلح کا ہاتھ بڑھائیں تو اللہ نے تمھارے لیے ان پر دست درازی کی کوئی سبیل نہیں رکھی ہے۔

اور تمھیں ایسے منافق بھی ملیں گے جو چاہتے ہیں کہ تم سے بھی محفوظ رہیں اور اپنی قوم سے بھی محفوظ رہیں مگر یہ لوگ جب بھی فتنہ کا موقع پائیں گے اس میں کود پڑیں گے۔ اگر وہ تمھارے مقابلہ میں باز نہ رہیں اور تمھارے لیے صلح و سلامتی پیش نہ کریں اور اپنے ہاتھوں کو جنگ سے نہ روکیں تو وہ جہاں ملیں انہیں پکڑو اور قتل کر دو۔ ان کے خلاف خدا نے تمھیں کھلا غلبہ عطا کیا ہے۔

کسی مومن کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی مومن کو قتل کرے مگر غلطی سے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کرے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک مومن کو غلامی سے آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا دے۔ ہاں اگر وہ معاف کر دیں تو اور بات ہے۔

اگر وہ مقتول ایسی قوم کا فرد ہے جو تمھاری دشمن ہے اور قتل ہونے والا مومن ہے تو صرف ایک مومن غلام آزاد کرنا ہوگا۔ اگر مقتول ایسی قوم کا فرد ہے جس کا تم سے معاہدہ ہے تو اس کے وارثوں کو خون بہا دینا ہوگا اور ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہوگا۔ پھر جو غلام نہ پائے تو پے درپے دو مہینوں کے روزے رکھے۔ یہی اللہ کی طرف سے توبہ کا راستہ ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

اور جو کوئی کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنّم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اے ایمان والو! جب اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلو تو دوست دشمن میں تمیز کرو اور جو تمھاری طرف سلام میں تقدیم کرے تو اسے فوراً یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو۔ اگر تمھیں دنیاوی فوائد مطلوب ہیں تو اللہ کے پاس تمھارے لیے بہت سا مالِ غنیمت موجود ہے۔ آخر تم بھی تو پہلے ایسے ہی تھے۔ پھر اللہ نے تم پر احسان کیا۔ لہٰذا تحقیق سے کام لو۔ خدا کو تمھارے اعمال کی خبر ہے۔

صاحبانِ ایمان میں سے جو لوگ کسی معذوری کے بغیر گھر بیٹھے رہتے ہیں اور جو اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرتے ہیں۔ یہ دونوں برابر نہیں ہیں۔ اللہ نے مال و جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر امتیاز عنایت کیا اور ہر ایک سے نیکی کا وعدہ کیا ہے اور مجاہدین کو بیٹھے رہنے والوں کے مقابلے میں اجرِ عظیم عطا کیا ہے۔ ان کے لیے اللہ کی طرف سے بڑے درجے ہیں اور مغفرت اور رحمت ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

جو لوگ اپنے نفس پر ظلم کر رہے تھے جب فرشتوں نے ان کی روحیں قبض کیں تو ان سے کہا کہ تم کس حال میں مبتلا تھے؟ انھوں نے کہا کہ ہم زمین میں کمزور و بے بس تھے۔ فرشتوں نے کہا کہ کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنّم ہے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔

ہاں جو مرد، عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہیں اور ظالمانہ ماحول سے نکلنے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں پاتے تو قریب ہے کہ اللہ انھیں معاف کر دے، اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر کرنے والا ہے۔

اور جو بھی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا تو وہ زمین میں پناہ لینے کے لیے بہت جگہ اور بسر اوقات کے لیے بڑی گنجائش پائے گا اور جو اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کے لیے نکلے۔ پھر راستے میں اسے موت آ جائے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے واجب ہو گیا اور اللہ بہت بخشش کرنے والا مہربان ہے"۔

منافقین کے لیے دو رائے ہونے کی ضرورت نہیں

۴۵۵۔ تفسیر مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ یہ آیت مجیدہ ان لوگوں کے بارے نازل ہوئی جو مکہ سے مدینہ آئے اور انھوں نے مسلمانوں کے سامنے اسلام کا اظہار کیا۔ کچھ دن مدینہ میں رہے لیکن مدینہ کی آب و ہوا انھیں راس نہ آئی۔ وہ مدینہ چھوڑ کر مکہ چلے گئے اور وہاں جا کر انھوں نے شرک کا اظہار کیا۔ پھر کچھ دنوں بعد وہ مشرکین کا مال لے کر یمامہ گئے۔ راستے میں انھیں مسلمانوں کی ایک جماعت ملی۔ مسلمانوں نے چاہا کہ وہ ان پر حملہ کر دیں، مگر کچھ افراد نے کہا کہ ہمیں ان کے خلاف جنگ نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ یہ مومن ہیں اور کچھ افراد نے کہا کہ ہمیں ان پر حملہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ لوگ مشرک ہیں۔

ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا:

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ ......

"تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقین کے متعلق تمھارے درمیان دو گروہ کیوں بنے"۔ حالانکہ جو برائیاں انھوں نے کمائی ہیں ان کی وجہ سے اللہ نے انھیں اُلٹا پھیر دیا ہے۔ جن لوگوں کو ہدایت خدا نے ہی نہیں کی تم ان کو کیا ہدایت کرو گے؟ جسے خدا گمراہی میں چھوڑ دے اس کے لیے تم کوئی راستہ نہیں پاؤ گے۔

۴۵۶- روضہ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے ارشاد فرمایا:

''انسانی روپ میں جو شیاطین رہتے ہیں ان کے پاس مکر، حیلے، وسوسے اور دھوکے کا بڑا سامان موجود ہے اور ان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ اہلِ حق کو خدا کی طرف سے دین کی شکل میں جو عزت ملی ہے اور جس سے وہ خود تہی دامن ہیں، کسی نہ کسی طرح سے اہلِ حق سے دین کی نعمت سلب کر لیں، تا کہ شک، انکار اور تکذیب میں مسلمان اور خدا کے دشمن یکساں ہو جائیں۔ خود تو پہلے ہی کافر ہیں اور وہ مسلمانوں کو بھی اپنے جیسا کافر بنانا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً

''وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح کافر بن جاؤ اور اُن جیسے ہو جاؤ''۔

۴۵۷- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ یہ آیت قبیلہ اشجع اور بنی ضُمرہ کے متعلق نازل ہوئی اور اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ حدیبیہ کے لیے روانہ ہوئے تو آپؐ ان کے علاقہ کے قریب سے گزرے۔ اس سے پہلے رسولؐ خدا بنی ضمرہ سے مصالحت اور جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر چکے تھے۔ کچھ صحابہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا:

یارسولؐ اللہ! بنی ضمرہ کی سرزمین یہاں سے انتہائی قریب ہے اب جب کہ ہم قریش سے جنگ کے لیے جا رہے ہیں تو یہ لوگ ہماری عدم موجودگی کا فائدہ اٹھا کر مدینہ پر حملہ کر سکتے ہیں اور اگر مدینہ پر حملہ نہ بھی کریں تو کم از کم ہمارے مقابلہ پر قریش کی مدد کر سکتے ہیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ہم ان پر حملہ نہ کر دیں؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''یہ لوگ ایسی حرکت نہیں کریں گے، کیونکہ یہ لوگ پورے عرب میں والدین سے بھلائی کرنے اور صلہ رحمی کرنے اور وعدہ وفائی میں مشہور ہیں''۔

اس دوران عرب کا ایک قبیلہ بنی اشجع جو کہ قوم کنانہ کی ایک شاخ ہے، ان کا علاقہ بنی ضمرہ کے علاقہ کے قریب تھا اور وہ بنی ضمرہ کے حلیف اور ہم پیمان تھے، مگر ان کا مسلمانوں سے کوئی معاہدہ نہیں تھا اور اتفاق سے اس وقت قبیلہ اشجع کے علاقے میں خشک سالی تھی، جب کہ بنی ضُمرہ کا علاقہ بارشوں کی وجہ سے سرسبز و شاداب تھا۔ چنانچہ قبیلہ اشجع کے لوگ نقل مکانی

ر کے عارضی طور پر بنی ضمرہ کے علاقہ میں آئے ہوئے تھے۔ رسولؐ خدا نے ارادہ کیا کہ بنی ضُمرہ کے بجائے بنی اشجع پر ڑھائی کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت نازل فرمائی:

اِلَّا الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ اِلٰی قَوْمٍۭ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَہُمْ مِّیْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْکُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُہُمْ اَنْ یُّقَاتِلُوْکُمْ اَوْ یُقَاتِلُوْا قَوْمَہُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَسَلَّطَہُمْ عَلَیْکُمْ فَلَقٰتَلُوْکُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْکُمْ فَلَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ وَاَلْقَوْا اِلَیْکُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمْ عَلَیْہِمْ سَبِیْلًا ۝

''البتہ وہ لوگ جو کسی ایسی قوم سے جاملیں جس کے ساتھ تمھارا معاہدہ ہے ان کی طرح سے وہ لوگ بھی اس حکمِ جنگ سے مستثنیٰ ہیں جو تمھارے پاس لڑائی سے دلبرداشتہ ہوکر آتے ہیں اور وہ نہ تم سے لڑنا چاہتے ہیں اور نہ اپنی قوم سے لڑنا چاہتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انھیں تم پر مسلط کر دیتا۔ وہ بھی تم سے لڑتے۔ اگر وہ تم سے کنارہ کشی اختیار کریں اور لڑنے سے باز رہیں اور تمھاری طرف صلح کا ہاتھ بڑھائیں تو اللہ نے تمھارے لیے ان پر دست درازی کی کوئی سبیل نہیں رکھی''۔

قبیلہ اشجع بیضاء، حل اور مستباح کے علاقہ میں فروکش تھا اور وہ علاقے رسولؐ خدا کی گزرگاہ کے قریب تھے۔ انھیں یہ اندیشہ ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوجی دستہ بھیج کر ان کے خلاف جنگ نہ کریں۔ دوسری طرف سے رسولؐ خدا کو بھی ان کی طرف سے اندیشہ تھا کہ کہیں وہ آگے بڑھ کر آپؐ کے لشکر پر حملہ نہ کر دیں۔

اسی دوران قبیلۂ اشجع کا سردار مسعود بن رحیلہ سات سو افراد لے کر ''سلع'' کی گھاٹی میں آ گیا۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الاول ۶ ہجری میں پیش آیا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسید بن حصین سے فرمایا کہ تم ایک دستہ لے کر جاؤ اور قبیلۂ اشجع سے جا کر دریافت کرو کہ آخر وہ کیا چاہتے ہیں؟

اسید بن حصین اپنے ساتھ تین افراد لے کر ان کے پاس گئے اور ان سے پوچھا کہ تم لوگ یہاں کس نیت سے آئے ہو؟

مسعود بن رحیلہ آگے بڑھا، اس نے اسید اور اس کے ساتھیوں کو سلام کیا اور کہا کہ ہم رسولؐ خدا سے امن معاہدہ کرنے کے لیے آئے ہیں۔

اسید رسولؐ خدا کے پاس واپس آئے اور ان کی گفتگو آپؐ سے نقل کی۔ آپؐ نے فرمایا:
انھیں یہ خطرہ محسوس ہوا کہ میں کہیں ان سے جنگ نہ کروں اسی لیے وہ چاہتے ہیں کہ ہمارے اور ان کے درمیان صلح ہو جائے۔

پھر آپؐ نے کھجور کے لدے ہوئے دس اُونٹ ان کے پاس روانہ کیے اور بعدازاں خود ان کے پاس تشریف لے گئے اور آپؐ نے ان سے فرمایا کہ تم یہاں کس غرض سے آئے ہو؟

انھوں نے کہا: ہمارے گھر آپؐ سے انتہائی قریب ہیں، جب کہ ہماری تعداد انتہائی قلیل ہے۔ ہم لوگ نہ تو آپ سے جنگ کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنی قوم سے جنگ کر سکتے ہیں اسی لیے ہم آپؐ سے مصالحت کی غرض سے آئے ہیں۔

رسولؐ خدا نے ان کی صلح کی پیش کش قبول فرمائی اور ان سے صلح کی، اس کے بعد وہ لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے۔

مذکورہ آیت اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ ...... ان کے متعلق نازل ہوئی۔

۴۵۸۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ ابی الصباح الکنانی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''سورہ براٴت کے نزول سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف اس سے جنگ کرتے تھے جو اُن سے جنگ کرتا تھا اور اسی پر حملہ کرتے تھے جو ان پر حملہ آور ہوتا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو یہ حکم دیا تھا: فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَ اَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ۝۹۰ ''اگر وہ تم سے کنارہ کش رہیں اور تم سے جنگ نہ کریں اور تمھیں صلح کی پیش کش کریں تو خدا نے تمھارے لیے ان پر دست درازی کی کوئی سبیل نہیں رکھی''۔ اسی لیے آپ سے جو دشمن دُور ہو جاتا اور کنارہ کش ہو جاتا تھا تو آپ اس پر حملہ نہیں کرتے تھے۔ پھر جب سورۂ براٴت نازل ہوئی تو آپ کا جن کفار سے معاہدہ ہوا تھا ان کی مدت معاہدہ تک آپ نے ان پر حملہ نہیں کیا تھا۔ اس کے علاوہ تمام مشرکین خواہ انھوں نے جنگ سے کنارہ کشی کیوں نہ اختیار کی ہو، آپ نے ان سب کے ساتھ جنگ کی، کیونکہ سورۂ براۃ میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ہم پیمان لوگوں کے علاوہ باقی تمام مشرکین کے خلاف جہاد کا حکم دیا تھا''۔

ہم مکمل حدیث سورۂ براٴت کی ابتداء میں نقل کریں گے۔

۴۵۹۔ مجمع البیان میں مرقوم ہے: اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ کے متعلق مفسرین میں اختلاف ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسولؐ خدا کے ساتھ جن ہم پیمان افراد کا تذکرہ اس آیت میں کیا گیا ہے اس سے ہلال بن عویم اسلمی مراد ہے۔ اس نے آنحضرتؐ کے ساتھ صلح کا معاہدہ کرتے ہوئے یہ شرط پیش کی تھی کہ جو لوگ ہمارے پاس آئیں گے آپؐ ان سے جنگ نہیں کریں گے اور جو آپ کے پاس آئیں گے ان سے ہم جنگ نہیں کریں گے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ان کے ہم پیمان افراد پر جنگ کرنے سے منع کیا تھا۔

۴۶۰۔ روضہ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا تھا:

اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ یُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ یُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ (اور وہ لوگ بھی حکمِ جنگ سے مستثنیٰ ہیں، جو تمھارے پاس لڑائی سے دلبرداشتہ ہو کر آتے ہیں اور وہ نہ تم سے لڑنا چاہتے ہیں اور نہ اپنی قوم سے لڑنا چاہتے ہیں) کی یہ آیت مجیدہ ''بنی مدلج'' کے متعلّق نازل ہوئی۔ اس قبیلہ کے افراد آپؐ کے پاس آئے اور انھوں نے آپؐ سے کہا کہ آپ کو رسول ماننے سے ہمارے سینوں میں تنگی پیدا ہوتی ہے اور ہم نہ تو آپ کی حمایت کرتے ہیں اور اگر ہماری قوم نے آپؐ پر حملہ کیا تو ہم اپنی قوم کا ساتھ بھی نہیں دیں گے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا:

فی الحال میں تم سے جنگ نہیں کروں گا۔ پہلے میں پورے عرب سے نمٹ لوں اس کے بعد تمھیں دعوتِ اسلام دوں گا، اگر تم نے میری دعوت قبول کر لی تو بہتر ورنہ تم سے جنگ کروں گا۔

۴۶۱۔ تفسیر عیاشی میں ہے کہ حصرت صدورھم کے معنی ہیں وہ سینوں میں تنگی محسوس کریں۔

معاہدۂ امن کے بعد فتنہ میں پڑنے والے لوگ

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِیْنَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّاْمَنُوْكُمْ وَ یَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْۤا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِیْهَا

''تمھیں ایسے لوگ بھی ملیں گے جو چاہتے ہیں کہ تم سے بھی محفوظ رہیں اور اپنی قوم سے بھی محفوظ رہیں، لیکن جب یہ لوگ فتنہ کا کوئی موقع پائیں گے تو وہ اس میں کود پڑیں گے''۔

۴۶۲۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ یہ آیت ''عینیہ بن حصین الفرازی'' کے متعلّق نازل ہوئی۔ اس نے

رسولؑ خدا کے پاس آ کر یہ معاہدہ کیا تھا کہ آپ اسے بطن نخل میں رہنے کی اجازت دیں اور اس سے کسی طرح کا تعرض نہ کریں۔ وہ منافق ملعون تھا۔ رسولؑ خدا نے اس کے متعلّق فرمایا تھا کہ یہ ہے تو احمق لیکن اس کی قوم اس کی اطاعت کرتی ہے۔

مجمع البیان میں بھی یہی روایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔

قتل خطاء کے احکام

قتل کی تین قسمیں ہیں: (۱) قتلِ عمد (دانستہ قتل)، (۲) قتلِ خطا، (۳) شبہ عمد۔

مارنے والا قتل کا مقصد نہ رکھتا ہو لیکن وہ اسے اس طرح سے مارے کہ دوسرا فریق اس سے مر جائے مثلاً ایک شخص کسی کو طمانچہ مارے اور دوسرا اس طمانچہ سے مر جائے۔ اس طرح کا قتل قتلِ خطا ہے، لیکن قتلِ عمد کے مشابہ ہے۔

قتل خطائے محض: ایک شخص دوسرے کو مارنے کا کوئی مقصد اور ارادہ نہ رکھتا ہو اور اتفاق سے کسی دوسرے کو لگ جائے مثلاً ایک شخص نے باؤلے کتے کو مارنے کے لیے گولی چلائی اور اتفاق سے کوئی شخص اس کی زد میں آ گیا تو ایسا قتل خطائے محض ہے اور ان تینوں کے احکام جدا جدا ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے کتب فقہ کی طرف رجوع کریں۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ....

"کسی مومن کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی مومن کو قتل کرے، مگر غلطی سے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کرے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک مومن کو غلامی سے آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا ادا کرے، ہاں اگر وہ معاف کر دیں تو اور بات ہے۔ اگر وہ مقتول کسی ایسی قوم کا فرد ہو جو تمھاری دشمن ہے اور قتل ہونے والا مومن ہے تو ایک غلام آزاد کرنا ہوگا۔ اگر مقتول کسی ایسی قوم کا فرد ہے جس کا تم سے معاہدہ ہے تو اس کے وارثوں کو خون بہا دینا ہوگا اور ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہوگا، پھر جو غلام نہ پائے تو پے در پے دو مہینوں کے روزے رکھے۔ یہی اللہ کی طرف سے توبہ کا راستہ ہے اور اللہ صاحبِ علم اور صاحبِ حکمت ہے"۔

۴۶۳- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا...... کی آیت ابوجہل کے مادری بھائی عیاش بن ابی ربیعہ کے متعلّق نازل ہوئی۔ ابوجہل کا یہ مادری بھائی مسلمان تھا اور اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے غلطی سے حراث بن یزید بن ابی نبیشہ عامری کو قتل کیا تھا اور اسے مقتول کے اسلام لانے کا علم نہیں تھا۔

یہ قول مجاہد، عکرمہ اور سدی سے منقول ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ حراث اپنے کفر کے زمانہ

میں ابوجہل کے ساتھ مل کر عیاش کو ایذائیں دیا کرتا تھا اور جب عیاش ہجرت کرنے لگا تو حراث نے اسے ہجرت نہیں کرنے دی تھی۔

۴۶۴۔ تفسیر عیاشی میں مسعدہ بن صدقہ سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا...... کی آیت مجیدہ کے احکام کے متعلّق پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

"جو کسی مومن کو غلطی سے قتل کرے تو اسے چاہیے کہ ایک مومن غلام آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا کی رقم ادا کرے"۔

جہاں تک غلام آزاد کرنے کا تعلّق ہے تو یہ بندے اور خدا کے درمیان کا معاملہ ہے جب کہ مقتول کے وارثوں کو خون بہا دینے کا تعلّق حقوق العباد سے ہے۔ اگر غلطی سے کوئی مومن کسی دوسرے مومن کے ہاتھ سے قتل ہو جائے اور مقتول کسی مشرک قوم کا فرد ہو جن کے ساتھ مسلمانوں کا کوئی معاہدہ نہ ہو تو قاتل پر خون بہا کی ادائیگی نہیں ہے تو وہ اپنے اور خدا کے درمیان والے معاملہ کے تحت صرف ایک مومن غلام کو آزاد کرے گا۔

اگر قتلِ خطاء میں مارا جانے والا ہو اور اس کا تعلّق مشرک قوم سے ہو مگر مسلمانوں اور اس قوم کے درمیان صلح صفائی کا معاہدہ موجود ہو تو قاتل کو چاہیے کہ خدائی معاملہ کے تحت ایک مومن غلام کو آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا ادا کرے۔

ایک اور روایت میں بھی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہی احکام منقول ہیں۔

۴۶۵۔ تفسیر عیاشی میں صادقین علیہما السلام میں سے کسی ایک بزرگوار سے منقول ہے کہ جب قتل میں ارادہ شامل ہو تو قاتل کو قصاص کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنا چاہیے۔ قتلِ خطاء تو بس وہی ہے کہ انسان کسی اور چیز کو مارنے کا ارادہ کرے اور اتفاق سے کوئی دوسرا اس کی زد میں آ جائے۔

زرارہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

خطا (شبہہ عمد) یہ ہے کہ تو جان بوجھ کر ایسی چیز سے کسی کو مارے کہ جس سے کوئی قتل نہ ہوتا ہو اور مکمل قتلِ خطا یہ ہے کہ انسان کسی اور چیز کو مارنا چاہتا ہو اور اتفاق سے کوئی شخص اس کی زد میں آ جائے۔

عبدالرحمٰن بن حجاج کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"قتلِ خطاء کی بس ایک ہی صورت ہے کہ آدمی کسی اور چیز کے مارنے کا قصد کرے اور اس کی بجائے کوئی شخص

اس کی زد میں آ کر مارا جائے' اور ہر وہ معاملہ جس میں تو نے قصد کیا ہو اور وہ اسے لگ جائے تو یہ عمد ہے۔ (مقصد یہ ہے کہ ''قتلِ خطاء شبہہ عمد'' قتل عمد ہے)

فضل بن عبدالملک کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کس طرح کے قتلِ خطاء میں دیت اور کفارہ دونوں ادا کرنے پڑتے ہیں؟ کیا دیت و کفارہ اس صورت میں واجب ہیں جب کوئی شخص کسی دوسرے کو زدوکوب کرے' جبکہ اس کے قتل کا ارادہ نہ رکھتا ہو؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

میں نے کہا کہ اگر کوئی شخص کسی اور چیز کو مارنا چاہتا ہو اور اتفاق سے کوئی شخص اس کی زد میں آ جائے تو کیا یہ قتل خطاء ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ واقعی قتلِ خطاء ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس شخص پر صرف کفارہ واجب ہے۔

کردویہ ہمدانی کہتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے قتلِ خطاء کے کفارہ میں ایک مومن غلام کا آزاد کرنا فرض کیا ہے' مومن کی پہچان کیسے ہو؟

آپؑ نے فرمایا: فطرت پر پیدا ہونے والا شخص مومن ہوتا ہے' جب تک کسی کی تربیت میں آ کر دوسرا دین اختیار نہ کر لے۔

رَقَبَۃٌ اور نَسَمَۃٌ کا فرق

۴۶۶۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے کفارہ قتل میں جس ''رقبۃ مؤمنۃ'' کے آزاد کرنے کا حکم دیا ہے اس ''رقبۃ'' کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو سمجھ اور شعور کی منزل پر پہنچ جائے اور جو چھوٹا بچہ شعور کی منزل پر نہ پہنچا ہو اور وہ صرف اسی بات کو جانے جو تم اس سے کہو تو اسے ''نسمۃ'' کہا جاتا ہے۔

جب غلام آزاد کرنا ناممکن ہو

۴۶۷۔ من لایحضرہ الفقیہ کی ایک طویل حدیث میں حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام نے روزہ کے

واجب ہونے کی مختلف وجوہات بیان کی ہیں۔ ان میں آپؑ نے یہ بھی فرمایا:

''جو شخص غلام آزاد نہ کرسکتا ہو تو اس پر ایک غلام کے عوض دو مہینوں کے لگاتار روزے رکھنے فرض ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ''جسے غلام نہ ملے تو وہ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے''۔

۴۶۸۔ الکافی میں زرارہ سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر ایک شخص حرمت والے مہینے (رجب' ذی قعدہ' ذی الحجہ اور محرم) میں کسی کو غلطی سے قتل کر بیٹھے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے سختی کے ساتھ دیت لی جائے اور اسے ایک غلام آزاد کرنا چاہیے یا حرمت والے دو مسلسل مہینوں کے روزے رکھے۔

میں (زرارہ) نے عرض کیا: اس میں تو ایک اور چیز بھی شامل ہو جائے گی؟

آپؑ نے فرمایا: وہ کیا ہے؟

میں نے کہا: اس میں عید کا دن اور ایام تشریق بھی آ جاتے ہیں' تو کیا وہ ان ایام میں بھی روزے رکھے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ ان دنوں کے روزے رکھے' کیونکہ وہ اس پر حقِ لازم کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۴۶۹۔ معمر بن یحییٰ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک شخص اپنی بیوی سے ''ظہار'' کرتا ہے (یعنی وہ کہتا ہے کہ تیری پشت میری ماں یا بہن جیسی ہے) تو کیا وہ کفارہ میں کسی نابالغ غلام کو آزاد کرسکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ تمام افعال جن کے کفارہ میں غلام کی آزادی کا حکم ہے اس کے تحت نابالغ غلام کو آزاد کرنا جائز ہے' البتہ قتل کے کفارہ میں بالغ غلام کا آزاد کرنا ضروری ہے۔

۴۷۰۔ من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ سرزمین شرک میں اگر کوئی مسلمان' مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو جائے اور حاکم کو بعد میں معلوم ہو تو اسے کیا کرنا چاہیے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ اس کے عوض ایک مومن غلام کو آزاد کرے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ''اگر مقتول مومن ہو اور اس کا تعلق اس قوم سے ہو جو تمھاری دشمن ہے تو اس کے عوض ایک مومن غلام کو آزاد کیا جائے''۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ

''اگر مقتول ایسی قوم کا فرد ہے جس کا تم سے معاہدہ ہے تو اس کے وارثوں کو خون بہا دینا ہوگا اور ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہوگا''۔

۴۷۱- اس آیت مجیدہ کے ضمن میں تفسیر مجمع البیان میں مذکور ہے کہ قاتل پر قتل کا کفارہ واجب ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی یہی بات منقول ہے۔ البتہ مقتول کے متعلق علماء کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا یہ خون بہا اور کفارہ مومن مقتول کے عوض واجب ہے یا کافر مقتول کے بدل میں؟

اس سلسلے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ مومن کے لیے ہے۔ مومن کے قاتل پر دیت واجب ہے جو وہ اس کے مشرک وارثوں کو ادا کرے، کیونکہ اس کے وارث معاہدہ کی وجہ سے ذمی ہیں۔ ہمارے اصحاب نے بھی اسے روایت کیا ہے لیکن وہ یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ مقتول کا خون بہا اس کے کافر وارثوں کے بجائے مسلمان وارثوں کو دیا جائے گا۔

۴۷۲- ''الکافی'' میں محمد بن سلیمان سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو شعبان اور رمضان کے پے در پے روزے رکھے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ وہ دو مہینے ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ (دو مہینوں کے پے در پے روزے خدا کی طرف سے توبہ کا یہی طریقہ ہے)

میں نے عرض کیا: وہ ان دو مہینوں میں کوئی فاصلہ نہیں رکھتا؟

آپؑ نے فرمایا: جب وہ رات کے وقت افطار کرتا ہے تو فاصلہ تو خود بخود پیدا ہو جاتا ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''صوم وصال'' سے جو منع کیا تھا تو اس کا مقصد یہ تھا کہ کوئی شخص افطار کے بغیر دو روزے ایک ساتھ نہ رکھے۔

۴۷۳- عیون الاخبار میں فضل بن شاذان کی زبانی کچھ احکام شرعیہ کے علل و اسباب مذکور ہیں اور ان کے متعلق شاذان نے کہا تھا کہ میں نے یہ علل و اسباب حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زبان سے سنے تھے۔ چنانچہ اس میں یہ جملے بھی مذکور ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ قتلِ خطاء کے کفارہ میں جسے غلام کا آزاد کرنا میسر نہ ہو تو اس کے عوض اس پر دو مہینوں کے مسلسل

روزے کیوں واجب کیے گئے اور روزوں کی بجائے اس پر حج اور نماز واجب کیوں نہیں کی گئی؟

اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ نماز، حج اور دوسرے فرائض انسان کے دنیاوی کاروبار میں رکاوٹ کا باعث بنتے ہیں (جب کہ روزہ کسی کاروبار میں رکاوٹ کا باعث نہیں ہوتا' اسی لیے نماز اور حج کی بجائے روزے واجب کیے گئے ہیں)

اگر یہ کہا جائے کہ دو مہینے ہی کیوں واجب ہوئے ہیں اس کی بجائے ایک ماہ یا تین ماہ واجب کیوں نہیں کیے گئے؟

اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ بنیادی طور پر اللہ نے انسانوں پر ایک ماہ کے روزے فرض کیے ہیں۔ قتل کے کفارہ میں تاکید اور سختی پیدا کرنے کے لیے اسے دگنا کر دیا گیا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ دو ماہ کے پے در پے روزے کیوں واجب کیے گئے؟ اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس کا سبب یہ ہے تاکہ وہ پہلے مہینہ کو حقیر اور خفیف نہ سمجھے۔ اور اگر وہ علیحدہ علیحدہ روزے رکھے تو اسے ان کی پھر قضا کرنی پڑے گی۔

۴۷۴۔ ''الکافی'' میں ابوبصیر سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قسم' ظہار اور قتل کے کفارہ کے روزوں کے متعلق پوچھا کہ اگر کوئی ان روزوں کو توڑ بیٹھے تو پھر وہ کیا کرے؟

آپؑ نے فرمایا:

اگر کسی شخص پر دو مہینوں کے پے در پے روزے واجب ہوں اور وہ پہلے مہینے میں روزہ توڑ دے یا کسی مجبوری کی وجہ سے روزہ نہ رکھے تو اسے از سرِ نو روزے رکھنے پڑیں گے اور اگر ایک مہینہ کے روزے پورے کر چکا ہو اور دوسرے مہینے کے روزوں کے دوران اسے کوئی مجبوری لاحق ہو جائے اور روزہ نہ رکھ سکے تو پھر وہ اس روزہ کی قضا کرے۔ (از سرِ نو روزے رکھنے کی ضرورت نہیں ہے)۔

عبداللہ بن سنان اور ابن بکیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر کوئی مومن کسی دوسرے مومن کو قتل کر دے تو کیا اس کے لیے توبہ کی گنجائش موجود ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر اس نے کسی مومن کو اس کے ایمان کی وجہ سے قتل کیا ہو تو اس کے لیے توبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے' اور اگر اس نے کسی غصہ یا کسی دنیاوی امر کی وجہ سے مومن کو قتل کیا ہو تو وہ قصاص کے لیے اپنے آپ کو مقتول کے وارثوں کے سپرد کرے۔

اور اگر مقتول کے وارثوں کو قاتل کا علم نہ ہو تو وہ خود چل کر ان کے پاس جائے اور اپنے جرم کا ان کے سامنے اقرار

کرے، اگر وہ اسے معاف کر دیں اور قصاص میں اسے قتل نہ کریں تو وہ انھیں خون بہا ادا کرے اور ایک غلام کو آزاد کرے اور دو مہینے پے در پے روزے رکھے اور ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، اس سے اس کی توبہ قبول ہو جائے گی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''مومن جب تک کسی کو ناحق قتل نہ کرے اس وقت تک وہ دین کی وسعت میں قیام پذیر رہتا ہے''۔

آپؑ نے فرمایا: ''جو شخص مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اسے توبہ کی توفیق نصیب نہ ہوگی''۔

مومن کو عمداً قتل کرنے والے کی سزا

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾

''اور جو کوئی کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے، تو اس کی سزا جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

۴۷۵۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں اس آیت مجیدہ کے ضمن میں مرقوم ہے:

''جو شخص کسی مومن کو اس کے ایمان کی وجہ سے قتل کرے تو اس کی توبہ قبول نہ کی جائے گی اور جو نبی یا نبی کے وصی کو قتل کرے تو اس کے لیے توبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ نبی اور وصی کا قاتل ان جیسا تو نہیں ہے کہ اس سے قصاص لیا جائے اور اس کا گناہ معاف کر دیا جائے''۔

۴۷۶۔ ''اصول کافی'' میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے اور اس حدیث میں یہ جملے بھی وارد ہیں:

''جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ ہجرت فرمائی تو آپؐ نے اسلام کی پانچ بنیادیں قرار دیں:

(۱) توحید و رسالت کی گواہی (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) بیت اللہ کا حج کرنا (۵) ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔

اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر حدود اور کچھ فرائض نازل کیے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ان افعال کی بھی خبر دی جن پر اس نے

دوزخ کو واجب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قاتل کے متعلق فرمایا:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾

"اور جو کوئی کسی مومن کو قتل کرے تو اس کی سزا جہنّم ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر خدا کا غضب اور لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے"۔

واضح رہے کہ مومن کا قاتل ملعون ہوتا ہے اور ملعون کبھی بھی مومن نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿۶۴﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۶۵﴾ (الاحزاب)

"بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے کوئی حامی اور مددگار نہ پائیں گے"۔

مومن کا قتل مشیت سے کوئی تعلّق نہیں رکھتا ہے، کیونکہ اگر اس کا تعلّق مشیت الٰہی سے ہوتا تو خدا قاتل کا دوزخ میں ٹھکانہ نہ بناتا اور اس پر اپنا غضب اور لعنت نازل نہ کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کہ قاتلِ مومن ملعون افراد میں شامل ہوتا ہے۔

۴۷۷- کتاب علل الشرائع میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

"ناحق قتل گناہانِ کبیرہ میں سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾ "جو مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنّم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر خدا کا غضب اور لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے عذابِ عظیم تیار کر رکھا ہے"۔

۴۷۸- "کتاب معانی الاخبار" میں عیسیٰ بن سماعہ سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ...... کی آیت مجیدہ کے متعلّق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

اس سے وہ شخص مراد ہے جو کسی مومن کو اس کے ایمان کی وجہ سے قتل کرے تو اس کے لیے یہ ساری سزائیں ہیں۔

میں (راوی) نے کہا کہ اگر کسی شخص کا دوسرے سے جھگڑا ہو جائے اور وہ اسے تلوار سے قتل کر دے تو کیا وہ بھی اس

آیت میں شامل ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جس قتلِ عمد کے متعلّق اللہ نے اس آیت میں فرمایا ہے وہ اس میں شامل نہیں ہے۔

۴۷۹- ''کتاب معانی الاخبار'' میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو کوئی مقابلہ میں مومن کو قتل کرے تو وہ بھی وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا ...... کی آیت کی وعید میں شامل ہے۔

زبان سے اقرار اسلام کرنے والے کو قتل کرنا حرام ہے

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا......

''اے ایمان والو! جب اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلو تو دوست دشمن میں تمیز پیدا کرو اور جو تمھاری طرف سلام میں تقدیم کرے تو اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے......''

۴۸۰-تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے: ''جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگِ خیبر سے واپس آ رہے تھے تو آپؐ نے اسامہ بن زید کو کچھ سواروں کا دستہ دے کر فدک کے علاقہ میں یہودیوں کی ایک بستی کی طرف روانہ کیا۔ اسی بستی میں ایک یہودی رہتا تھا' جس کا نام مرداس بن نہیک فدکی تھا۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ رسول اکرمؐ کا ایک دستہ ان کے گاؤں کی طرف آنے والا ہے تو اس نے اپنے خاندان کو جمع کیا اور پہاڑ کے ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ گیا اور اس نے زور زور سے ''اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ'' پڑھنا شروع کیا۔ اتنے میں اسامہ بن زید اپنے دستہ کو لے کر وہاں سے گزرا تو اس نے اسے نیزہ مار کر ہلاک کر دیا۔ اس مہم سے فارغ ہو کر اسامہ رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے رسول اکرمؐ کو سارا واقعہ سنایا۔ واقعہ سننے کے بعد آپؐ نے اسامہ سے فرمایا:

تم نے اس شخص کو قتل کر دیا جو خدا کی توحید اور میری رسالت کی گواہی دے چکا تھا۔

اسامہ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! اس نے قتل سے بچنے کے لیے کلمہ پڑھا تھا۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: کیا تو نے اس کے دل کا پردہ ہٹا کر دیکھا تھا اور تو نے اس کی زبان سے کلمہ سن کر اس کا اعتبار کیوں نہیں کیا تھا؟

اس کے بعد اسامہ نے قسم کھائی کہ وہ اپنی زندگی میں کبھی بھی ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھنے والے کے خلاف

بھی بھی جنگ نہیں کرے گا، یہی وجہ ہے کہ اس نے امیر المومنینؑ کی معیت میں بھی جنگوں میں شرکت نہیں کی تھی۔ اس موقع ر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ......

جہاد کرنے والے اور گھر میں بیٹھنے والے برابر نہیں ہیں

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾

"اہلِ ایمان میں سے جو لوگ کسی معذوری کے بغیر گھر بیٹھے رہتے ہیں اور جو اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرتے ہیں یہ دونوں برابر نہیں ہیں۔ اللہ نے مال و جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر امتیاز عنایت کیا ہے اور ہر ایک سے نیکی کا وعدہ ہے اور مجاہدین کو بیٹھے رہنے والوں کے مقابلہ میں اجرِ عظیم عطا کیا ہے۔ ان کے لیے اللہ کی طرف سے بڑے درجے ہیں اور مغفرت و رحمت ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے"۔

۴۸۱۔ "عوالی اللئالی" میں زید بن ثابت سے منقول ہے کہ اس آیت مجیدہ میں پہلے غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ (سوائے مجبور افراد کے) کے الفاظ موجود نہیں تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا کہ راہِ خداوندی میں جان و مال سے جہاد کرنے والے اور گھر میں بیٹھ رہنے والے افراد برابر نہیں ہیں، تو ابن ام مکتوم جو کہ نابینا صحابی تھے وہ روتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور انھوں نے کہا:

یارسولؐ اللہ! مجھ جیسے معذور جو جہاد پر جانے کے قابل ہی نہیں ہیں ان کا آخر کیا قصور ہے؟

اس وقت رسولؐ خدا پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ کے الفاظ نازل فرمائے۔ رسولؐ خدا نے یہ الفاظ آیت میں شامل کیے۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہِ قدرت میں میری جان ہے۔ میں آج بھی اس کے الحاق کو دیکھ رہا ہوں۔

۴۸۲۔ مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ کی آیت بنی سلمہ کے کعب بن مالک اور بنی عمرو بن عوف

کے مرارہ بن ربیع اور بنی واقف کے ہلال بن امیہ کے متعلّق نازل ہوئی، کیونکہ ان افراد نے غزوۂ تبوک میں شرکت نہیں کی تھی جبکہ غَیۡرُ اُولِی الضَّرَرِ کے الفاظ سے اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن مکتوم کا استثنا کیا تھا۔

ابوحمزہ ثمالی نے اپنی تفسیر میں یہی روایت نقل کی ہے۔

ایک حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ نے بیٹھنے والوں کے مقابلہ پر جہاد کرنے والوں کو ستر درجے عطا کیے ہیں اور ایک درجہ سے دوسرے درجہ کا فاصلہ تیز رفتار گھوڑے کی ستر خریف کی مسافت کے برابر ہے۔

غیر حقیقی مستضعفین کے عذر بہانے

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَفّٰىهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ قَالُوۡا فِیۡمَ كُنۡتُمۡ ؕ قَالُوۡا كُنَّا مُسۡتَضۡعَفِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ قَالُوۡۤا اَلَمۡ تَكُنۡ اَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوۡا فِیۡهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاۡوٰىهُمۡ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِیۡرًا ۙ﴿۹۷﴾

"وہ لوگ جو اپنے نفس پر ظلم کر رہے تھے جب فرشتوں نے ان کی روحیں قبض کیں تو ان سے کہا کہ تم کس حال میں مبتلا تھے؟ انھوں نے کہا کہ ہم زمین میں کمزور و بے بس تھے۔ فرشتوں نے کہا: کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے"۔

۴۸۳ - ابوالجارود نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی کہ یہ آیت قیس بن الفاکہ بن مغیرہ، حارث بن زمعہ بن اسود، قیس بن ولید بن مغیرہ، ابوالعاص بن منبہ بن حجاج اور علی بن امیہ بن خلف کے متعلّق نازل ہوئی۔ عکرمہ نے ابن عباس سے بھی یہی روایت کی ہے۔

۴۸۴ - تفسیر علی بن ابراہیم میں اس آیت کا ایک مورد یہ بھی مرقوم ہے کہ جن لوگوں نے امیرالمومنین علی علیہ السلام کی حمایت میں جنگ نہیں کی تھی یہ آیت ان پر بھی مشتمل ہے۔ موت کے وقت ملائکہ نے ان سے کہا تھا کہ تم کس حال میں مبتلا تھے؟

انھوں نے کہا: ہم زمین میں کمزور اور بے بس تھے ہمیں حق و باطل کا علم نہیں تھا۔

فرشتوں نے ان سے کہا کہ خدا کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ یعنی کیا اللہ کی کتاب اور اس کا دین

وسیع نہیں تھا کہ تم اس میں غور وفکر کرتے۔ چنانچہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔

حضرت علی زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

''زمین کا کل محیط پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہے، جن میں سے چار حصے ویران ہیں اور پانچواں حصہ آباد ہے''۔

۴۸۵۔ مصباح الشریعہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت منقول ہے کہ جس میں آپؑ نے ایسی گفتگو کا حکم دیا جو مفید ہو اور مضر نہ ہو، اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

''اگر تمھیں اس تک پہنچنے کا راستہ نہ ملے تو ایک شہر سے دوسرے شہر کا سفر کرو اور نفس کو ہلاکت وتلف کے صحراؤں میں پھینکو لیکن یہ روحانی سیر صاف ہونی چاہیے اور اس کے لیے خشوع کرنے والا دل ساتھ ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۙ﴿۹۷﴾

۴۸۶۔ نہج البلاغہ میں امیر المومنین علیہ السلام سے یہ الفاظ منقول ہیں:

''جس تک حجت (الٰہیہ) کی خبر پہنچے کہ اس کے کان سن لیں اور دل محفوظ کر لیں تو اسے مستضعفین میں (جو ہجرت سے مستثنیٰ ہیں) داخل نہیں سمجھا جاسکتا''۔

ذہنی اور فکری طور پر مستضعف افراد

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ۙ﴿۹۸﴾

فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾

''ہاں جو مرد، عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہیں اور ظالمانہ ماحول سے نکلنے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں پاتے تو قریب ہے کہ اللہ انھیں معاف کر دے اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر کرنے والا ہے''۔

فکری مستضعف

''مستضعف'' کمزور اور بے بس افراد کو کہا جاتا ہے۔ کچھ لوگ اپنے ظالمانہ ماحول کی وجہ سے مستضعف ہوتے ہیں۔ ان کے حالات اور گردوپیش کی قوتوں کا دباؤ انھیں ہجرت کرنے سے مانع ہوتا ہے۔

اور دوسری طرح کے مستضعف افراد وہ ہیں جن کے پاس ذہنی اور فکری کمی ہو اور وہ حق و باطل میں تمیز کرنے کے لائق نہ ہوں۔ دونوں طرح کے مستضعف افراد کو رحمت و بخشش کی نوید سنائی گئی ہے۔ اس کے لیے حسب ذیل احادیث کا مطالعہ کریں۔

۴۸۷- ''معانی الاخبار'' میں زرارہ سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت مجیدہ کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

''یہ وہ لوگ ہیں جو کفر کی استطاعت نہیں رکھتے کہ کفر کریں اور ایمان کے راستے بھی ان پر واضح نہیں ہیں کہ یہ ایمان لائیں۔ چنانچہ بچے اور ان کے علاوہ تمام مرد و عورتیں، جو کہ بچوں جتنا ہی عقل و شعور رکھتے ہوں تو وہ مرفوع القلم ہیں۔

اسی آیت مجیدہ کے ضمن میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کے ضمن میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جنھیں ناصبی بننے کے لیے راستہ نہیں ملتا کہ وہ ناصبی بن جائیں اور انھیں حق کے راستے کی بھی مکمل پہچان میسر نہیں کہ وہ حق کے دائرہ میں داخل ہو جائیں۔ یہ لوگ اپنے نیک اعمال اور برائیوں سے اجتناب کی وجہ سے جنت میں جائیں گے لیکن انھیں ''ابرار'' (صحیح العقیدہ نیک اعمال کرنے والوں) کی منزلت نہیں ملے گی۔

۴۸۸- حجر بن زائدہ کا بیان ہے کہ میں نے حمران سے سنا، اس نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ...... کی آیت کے مصداق افراد کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

''اس سے وہ کم فہم افراد مراد ہیں جنھیں حق کی پوری پہچان نہیں اور وہ باطل کے گرویدہ بھی نہیں ہیں۔ یہ لوگ وہ ہیں جن سے نکاح، میراث اور میل جول رکھنا صحیح ہے۔ ایسے لوگ نہ تو مومن ہیں اور نہ ہی کافر ہیں۔ وہ حکمِ خداوندی کے امیدوار ہیں۔

۴۸۹- سلیمان بن خالد بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ کی آیت مجیدہ کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

سلیمان! ''مستضعف'' لوگوں میں ایسے افراد بھی موجود ہیں جن کی گردن تم سے بھی زیادہ مضبوط ہے (یعنی ایسے

افراد بھی ہیں جو تم سے زیادہ پرہیز گار ہیں) مستضعف وہ لوگ ہیں جو نماز ادا کرتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں اور اپنے شکم کو حرام سے بچاتے ہیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اور وہ ہمارے اغیار کو برسرِ حق نہیں سمجھتے اور شجرہ آلِ محمدؑ کی ٹہنیوں سے وابستہ رہتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾ ”قریب ہے کہ اللہ انھیں معاف کر دے اور اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر کرنے والا ہے“۔

انھیں معافی اور مغفرت اس شکل میں ملے گی جب وہ شجرۂ آلِ محمدؑ کی ٹہنیوں سے وابستہ ہوں گے اور اگر وہ حق کے عارف نہیں ہیں تو پھر خدا کی مشیت پر موقوف ہے چاہے تو اپنی رحمت سے انھیں معاف کر دے اور چاہے تو ان کی گمراہی کی وجہ سے انھیں عذاب دے۔

۴۹۰- امام محمد باقر علیہ السلام نے اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ کی آیت مجیدہ کے ضمن میں فرمایا:

”مستضعف“ وہ لوگ ہیں جنھیں کفر میں داخل ہونے کا راستہ دکھائی نہیں دیتا کہ کھل کر کافر ہو جائیں اور انھیں حق کی ہدایت بھی میسر نہیں ہوئی کہ وہ ایمان میں داخل ہو جائیں ان کا نہ تو کفر سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی ایمان سے کوئی واسطہ ہے۔

۴۹۱- ”اصول کافی“ میں حمزہ بن طیار سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لوگوں کی چھ قسمیں ہیں۔

میں (راوی) نے کہا: کیا میں یہ بات لکھ لوں؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں لکھ لو۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

اقسام میں ایک قسم ”مستضعف“ افراد پر مشتمل ہے اور اس قسم میں مرد، عورتیں اور بچے شامل ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں کفر میں داخل ہونے کا راستہ نہیں ملتا اور ایمان میں داخل ہونے کا ذریعہ نہیں ملتا۔ ایسے افراد کے متعلق اللہ نے فرمایا:

فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾ ”قریب ہے کہ اللہ انھیں معاف کر دے اور اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر کرنے والا ہے“۔

۴۹۲- زرارہ کہتے ہیں کہ میں اور حمران یا میں اور بکیر امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نے ان سے عرض کیا:

ہمارے پاس لوگوں کو تولنے کے لیے ایک میزان ہے اور وہ میزان آپ حضرات کی امامت کا معتقد ہے تو ہم اس سے محبّت کرتے ہیں اور جو اس عقیدہ میں ہمارا مخالف ہو چاہے وہ علوی ہو یا کوئی اور ہو ہم اس سے بیزاری اختیار کرتے ہیں۔

میری بات سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا:

زرارہ! اللہ تعالیٰ کا فرمان تیری اس گفتگو سے کہیں زیادہ صحیح ہے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تمھارے اس میزان کے بعد وہ لوگ کہاں جائیں گے جو فکری طور پر مستضعف ہیں جن کے متعلّق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹۸﴾ ''سوائے ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کے جو وہاں سے نکلنے کا ذریعہ اور راستہ نہیں پاتے''۔

تمھارے اس میزان کی موجودگی میں وہ لوگ کہاں جائیں گے جو حکم خداوندی کے امیدوار ہیں؟

زرارہ کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

فکری طور پر وہ لوگ مستضعف (کمزور و بے بس) ہیں جنھیں ایمان و کفر دونوں میں داخلہ کا کوئی راستہ دکھائی نہیں دیا۔ اس میں بچے اور بچوں جیسا عقل و شعور رکھنے والے مرد و زن شامل ہیں۔

ابن رئاب نے زرارہ سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے (فکری) ''مستضعف'' کے متعلّق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:

مستضعف وہ شخص ہے جس کے پاس کفر کو ہٹانے کا کوئی ذریعہ نہ ہو اور راہِ ایمان پانے کا کوئی وسیلہ نہ ہو۔ جس میں مومن یا کافر بننے کی استطاعت نہ ہو۔ بچے اور بچگانہ ذہنیت رکھنے والے مرد اور عورتیں اس میں شامل ہیں۔

۴۹۳- سفیان بن السمط البجلی کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ ''مستضعف'' کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟

آپؑ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

''کیا تم لوگوں نے کسی کو ''مستضعف'' رہنے بھی دیا ہے۔ اب مستضعف افراد کا گروہ کہاں ہے؟ تم لوگوں نے (تقیہ ترک کرکے) اتنی کھلے عام تبلیغات کی ہیں کہ پردہ نشین عورتوں تک تمھارا پیغام پہنچ چکا ہے اور مدینہ کے راہوں میں پانی پلانے والوں تک کو تمھارے نظریات سے آگاہی حاصل ہو چکی ہے۔

۴۹۴- اسماعیل جعفی کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے کہا کہ کیا اب بھی کوئی شخص ایسا ہوگا جس تک عقیدہ امامت نہ پہنچ پایا ہو؟

آپؑ نے فرمایا سوائے مستضعفین کے باقی سب تک یہ پیغام پہنچ چکا ہے۔

میں نے کہا کہ وہ مستضعف افراد کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: تمھاری عورتیں اور بچے مستضعف ہیں۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

اُم ایمن کے متعلّق میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنتی خاتون تھیں، مگر اس کے باوجود تمھارے عقائد ونظریات سے ناواقف تھیں (کیونکہ وہ مستضعف تھیں)

۴۹۵- ایوب بن حر کا بیان ہے کہ ہماری موجودگی میں کسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا:

''میں آپؑ پر قربان جاؤں، اپنے گناہوں کی وجہ سے ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کہیں ''مستضعف'' طبقہ کی منازل میں نہ قرار دے''۔

آپؑ نے فرمایا: نہیں، خدا کی قسم! خدا ایسا کبھی نہیں کرے گا۔

۴۹۶- علی بن سوید کہتے ہیں کہ میں نے کمزور وضعیف افراد کے بارے میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ایک خط کے ذریعے دریافت کیا۔

آپؑ نے خط کے جواب میں لکھا:

''کمزور اور ضعیف وہ ہے جس تک دلیل نہ پہنچی ہو اور اسے اختلاف کی پہچان نہ ہو۔ جسے اختلاف کی پہچان ہو تو وہ ضعیف نہیں ہے''۔

۴۹۷- الکافی میں زرارہ بن اعین سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا میں فرقہ مرجہ سے تعلّق رکھنے والی اور فرقہ خوارج سے تعلّق رکھنے والی عورت سے شادی کرسکتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، اس کی بجائے تمھیں سادہ لوح اور کم فہم عورت سے شادی کرنی چاہیے۔

میں نے کہا: مولا! عورت کوئی بھی ہو وہ یا تو مومن ہوگی یا پھر کافر ہوگی؟

آپؑ نے فرمایا: تو پھر وہ طبقہ کہاں گیا جس کا اللہ تعالیٰ نے استثناء کرتے ہوئے فرمایا:

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹۸﴾ ”ہاں سوائے ان مردوں، عورتوں اور بے بس بچوں کے جن کے پاس کوئی واسطہ اور ذریعہ نہیں ہے“۔

۴۹۸-تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ سلیمان بن خالد نے امام محمد باقر علیہ السلام سے (فکری و ذہنی) مستضعفین کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے کہا:

”ذہنی طور پر کم فکر لڑکی اور دوسرے شہر سے لایا جانے والا غلام، بوڑھا شخص، بچہ اور کم سن افراد کا تعلق طبقہ مستضعفین سے ہے“۔

ہجرت کا اجر وثواب

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾

”اور جو اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کے لیے نکلے پھر راستے میں اسے موت آ جائے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے واجب ہو گیا اور اللہ بہت بخشش کرنے والا مہربان ہے“۔

۴۹۹-تفسیر مجمع البیان میں اس آیت مجیدہ کے ضمن میں مرقوم ہے کہ ہجرت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا:

”جو شخص اپنا دین بچانے کے لیے ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف ہجرت کرے اگرچہ وہ ایک بالشت ہی ہجرت کیوں نہ کرے تو وہ جنت کا حق دار قرار پائے گا اور وہ جنت میں میرا اور حضرت ابراہیمؑ کا رفیق ہوگا“۔

اسی طرح سے حج و عمرہ اور جہاد کے لیے جانے والے افراد کو اگر راستے میں موت آ جائے تو وہ بھی اس آیت مجیدہ کے ضمن میں شامل ہیں۔ اسی طرح سے معرفت امام کے لیے سفر کرنے والا شخص بھی معنوی طور پر اس آیت کا مصداق ہے جیسا کہ حسب ذیل روایات میں بیان ہوا ہے۔

۵۰۰-تفسیر عیاشی میں ابی الصباح سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جسے عقیدہ امامت کی دعوت دی گئی ہو اور اس نے اس عقیدہ کو قبول کیا ہو اور وہ شخص کسی دور دراز مقام پر رہائش پذیر ہو۔ پھر اسے اپنے امام کی موت کی خبر پہنچے اور وہ نئے امام کے متعلق منتظر ہو اور اسے نئے امام کا ابھی علم

نہ ہوا ہو اور اسی حالت میں وہ مرجائے تو اس کا کیا بنے گا؟

آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! معنوی طور پر وہ شخص اس شخص کی مانند ہے جس نے خدا اور رسول کی طرف ہجرت کی ہو اور اسے راستہ میں ہی موت آ جائے تو اس کا اجر خدا کے ذمے واجب ہو گیا۔

۵۰۱۔ "اصول کافی" میں عبدالاعلیٰ سے منقول ہے اس نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ عامہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص اس حالت میں مرا کہ اس کا کوئی امام نہ ہو تو وہ جاہلیّت کی موت مرا"۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! یہ بات حق ہے۔

میں (راوی) نے کہا کہ آپؑ بتائیں کہ ایک شخص خراسان میں رہتا ہو اور اس کا امام مرجائے اور اسے اس کے وص کا علم نہ ہو تو اس شخص کے ایمان کا کیا بنے گا؟

آپؑ نے فرمایا کہ اس علاقہ سے کچھ افراد کو وہاں سے امام کے شہر کی طرف جانا چاہیے تا کہ معلوم کریں کہ مرنے والے امام کا جانشین اور وصی کون ہے۔

پھر اسی میں (راوی) نے کہا کہ فرض کریں جو لوگ امام کے جانشین کا پتہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے ان میں سے ایک شخص راستہ ہی میں مرجائے تو کیا وہ بھی جاہلیّت کی موت مرے گا؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں اس شخص کی موت قرآن مجید کی اس آیت کی مصداق ہوگی:

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ "اور جو اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کے لیے نکلے پھر راستے میں اسے موت آ جائے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ واجب ہو گیا"۔

۵۰۲۔ محمد بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم نے آپ کی بیماری کا سنا ہے اور ہمیں اندیشہ ہے کہ آپ کہیں ہمیں داغِ مفارقت نہ دے جائیں۔ بہتر ہوتا کہ آپ ہمیں اپنے جانشین کے متعلّق بتا دیتے۔

آپؑ نے فرمایا: حضرت علی علیہ السلام عالم تھے۔ علم بطور میراث آگے چلتا ہے۔ جب عالم کی وفات ہوتی ہے تو اس کے بعد اس کے علم کا وارث موجود ہوتا ہے جو کہ اس کے تمام علم کو جانتا ہے یا جتنا خدا چاہتا ہے اتنا جانتا ہے۔

۵۰۳- ''اصول کافی'' (راوی) نے بیان کیا کہ اے امامؑ! یہ بتائیں اگر لوگوں کو عالم کے جانشین کی معرفت نہ ہو تو کیا اس سے ان کے دین میں کوئی فرق پڑے گا؟

آپؑ نے فرمایا: اس شہر والوں کے لیے تو کوئی رخصت نہیں ہے اور جہاں تک دوسرے شہروں کا تعلق ہے تو انھیں چاہیے کہ وہ تحقیق حال کے لیے اپنے کچھ نمایندے روانہ کریں۔ جب ان کے نمایندے انھیں صورت حال سے آگاہ کریں تو وہ اس کے جانشین کی امامت کا عقیدہ اپنا لیں۔

۵۰۴- ''اصول کافی'' میں (راوی) نے کہا: اگر صورت حال معلوم کرنے کے لیے سفر کرنے والوں میں سے کسی کا راستہ میں انتقال ہو جائے تو پھر کیا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: اس حالت میں مرنے والا خدا و رسول کی طرف ہجرت کرنے والے کی مانند ہے جسے راستہ میں موت آ جائے تو اس کا اجر خدا کے ذمہ واجب ہو جاتا ہے۔

۵۰۵- ''الکافی'' میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے رسولِ خدا سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص حج کے لیے مکہ آئے اور مدینہ آ کر میری زیارت نہ کرے تو میں قیامت کے دن اس کی زیادتی کا شکوہ کروں گا اور جو میرا زائر بن کر آئے تو اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے اور جس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے اور جو شخص حرم مکہ و مدینہ میں مرے تو اس سے حساب نہیں لیا جائے گا اور جو اللہ کی طرف ہجرت کے دوران مر جائے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے اصحابِ بدر کے ساتھ محشور فرمائے گا''۔

۵۰۶- عیاشی ناقل ہیں کہ ابن ابی عمیر کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے بعد زرارہ بن اعین نے اپنے فرزند ''عبید'' کو روانہ کیا کہ وہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت کی تحقیق کرے۔ مگر عبید اپنے والد کے پاس پہنچنے سے پہلے راستہ ہی میں مر گیا۔

میں نے اس امر کا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے تذکرہ کیا تو آپؑ نے فرمایا:

میں امید کرتا ہوں کہ زرارہ ان لوگوں میں سے قرار پائے گا جو خدا و رسولؐ کی طرف ہجرت کریں اور انھیں راستے میں موت آ جائے تو ان کا اجر خدا کے ذمہ واجب ہو جاتا ہے۔

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا
مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ
الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿١٠١﴾ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ
فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا
اَسْلِحَتَهُمْ ۣ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۖ
وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ
وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ
تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً
وَّاحِدَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ
كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿١٠٢﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ
فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ
فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا
مَّوْقُوْتًا ﴿١٠٣﴾ وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا
تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ

مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (۱۰۴) اِنَّآ اَنْزَلْنَآ
اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ
وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا (۱۰۵) ۙ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (۱۰۶) ۚ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ
يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا
اَثِيْمًا (۱۰۷) ۚۙ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ
وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ
اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا (۱۰۸) هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۗ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ
مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا (۱۰۹) وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ
نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (۱۱۰) وَمَنْ
يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا
حَكِيْمًا (۱۱۱) وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓئًا
فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا (۱۱۲) وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ
عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا

يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ
اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ
وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿١١٣﴾ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ
نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ
النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ
نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١١٤﴾ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا
تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا
تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿١١٥﴾

''اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تمھارے لیے نماز قصر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے (خصوصاً) جب کہ تمھیں یہ اندیشہ ہو کہ کافر تمھیں ستائیں گے۔ یقیناً کفار تمھارے لیے کھلے ہوئے دشمن ہیں۔

اور جب آپ ان کے درمیان ہوں اور انھیں نماز پڑھانے کھڑے ہوں تو ان میں سے ایک گروہ کو تمھارے ساتھ کھڑا ہونا چاہیے اور انھیں چاہیے کہ اپنا اسلحہ لیے رہیں اور جب اس گروہ کے افراد سجدہ کرلیں تو پیچھے چلے جائیں اور ان کی جگہ وہ گروہ آجائے جس نے نماز ابھی تک نہیں پڑھی۔ وہ آ کر تیرے ساتھ نماز پڑھے اور وہ جو بھی چوکنا رہے اور اپنا اسلحہ لیے رہے۔ کفار چاہتے ہیں کہ تم اپنے اسلحہ اور سامان سے غافل ہوجاؤ تا کہ وہ تم پر

یکبارگی حملہ کر دیں۔ ہاں اگر تم بارش یا بیماری کی وجہ سے اسلحہ نہ اٹھا سکو تو اسلحہ رکھ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر پھر بھی چوکنے رہو۔ یقین رکھو کہ اللہ نے کافروں کے لیے رسوا کن عذاب مہیا کیا ہے۔

جب تم نماز تمام کر لو تو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں خدا کو یاد کرتے رہو اور جب اطمینان حاصل ہو جائے تو باقاعدہ نماز قائم کرو۔ نماز درحقیقت ایسا فرض ہے جو پابندی وقت کے ساتھ اہلِ ایمان پر لازم کی گئی ہے۔

ان لوگوں کے تعاقب میں سستی نہ دکھاؤ۔ اگر تم تکلیف اُٹھا رہے ہو تو تمھاری طرح وہ بھی تکلیف اُٹھا رہے ہیں اور تم اللہ سے اس چیز کے امیدوار ہو جس کے وہ امیدوار نہیں ہیں اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

بے شک ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی ہے تاکہ جو راہِ راست اللہ نے آپ کو دکھائی ہے، اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو اور خیانت کاروں کے لیے جھگڑنے والے نہ بنیں۔

اور اللہ سے مغفرت کی درخواست کرو وہ بڑا مغفرت کرنے والا مہربان ہے۔ اور جو لوگ اپنے نفس سے خیانت کرتے ہیں ان کی طرف سے جھگڑنے والے مت بنو۔ اللہ کو خیانت کار اور معصیت کار شخص پسند نہیں ہیں۔

یہ لوگ انسانوں سے تو اپنی حرکتوں کو چھپاتے ہیں مگر وہ خدا سے نہیں چھپا سکتے وہ تو اس وقت بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے جب یہ راتوں کو چھپ کر اس کی مرضی کے خلاف مشورے کرتے ہیں۔ خدا ان کے تمام اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

ہاں تم لوگوں نے ان مجرموں کی طرف سے دنیا کی زندگی میں تو جھگڑا کر لیا مگر قیامت

کے دن ان کے لیے اللہ سے کون جھگڑا کرے گا اور وہاں ان کا وکیل اور طرفدار کون بنے گا؟ جو بھی برا عمل کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے اس کے بعد اللہ سے مغفرت طلب کرے تو وہ اللہ کو مغفرت کرنے والا مہربان پائے گا۔

جو بھی برائی کمائے تو وہ کمائی اس کے لیے وبال ثابت ہوگی اور اللہ صاحبِ علم اور صاحبِ حکمت ہے۔ پھر جس نے کوئی خطا یا گناہ کر کے اس کا الزام کسی بے گناہ پر تھوپ دیا تو اس نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بار سمیٹ لیا۔

اگر آپ پر خدا کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو ان کی ایک جماعت نے آپ کو بہکانے کا ارادہ کر لیا تھا حالانکہ وہ اپنے سوا کسی اور کو غلط فہمی میں نہیں ڈال رہے تھے اور وہ تمھیں کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکتے تھے۔ اللہ نے آپ پر کتاب وحکمت نازل کی اور آپ کو ان تمام باتوں کا علم دیا جنھیں آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر خدا کا بہت بڑا فضل ہے۔

لوگوں کی خفیہ سرگوشیوں میں اکثر وبیشتر کوئی بھلائی نہیں ہوتی۔ مگر جو کوئی پوشیدہ طور پر صدقہ وخیرات اور لوگوں کے درمیان اصلاح کی تلقین کرے تو یہ اچھی بات ہے اور جو کوئی اللہ کی رضا جوئی کے لیے ایسا کرے گا تو ہم اسے بڑا اجر عطا کریں گے۔

جو شخص ہدایت واضح ہونے کے بعد رسولؐ کی مخالفت کرے اور اہلِ ایمان کی روش کو چھوڑ کر اور روش پر چلے تو جدھر وہ پھرا ہوگا ہم بھی اس کو اسی طرف پھیر دیں گے اور ہم اسے دوزخ میں جھونکیں گے جو بدترین جائے قرار دی گئی ہے“۔

سفر میں نماز قصر واجب ہے

۵۰۷۔ ”من لایحضرہ الفقیہ“ میں زرارہ اور محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ ہم نے امام محمد باقر علیہ السلام سے نماز سفر کے متعلق پوچھا کہ وہ کیسے ہے اور کتنی ہے؟

آپؑ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ ''جب تم زمین میں سفر کرو تو تمھارے لیے نماز قصر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے''۔

اس آیت کے تحت سفر میں نمازِ قصر بھی اسی طرح سے واجب ہے جس طرح سے حضر میں پوری نماز واجب ہے۔

زرارہ اور محمد بن مسلم نے عرض کیا:

مولاؑ! اللہ تعالیٰ نے یہ لفظ ارشاد فرمائے ہیں: فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ (تمھارے لیے نماز قصر کرنے میں کوئی حرج نہیں)۔ آیت کے الفاظ سے تو صرف نماز قصر کی اجازت ثابت ہوتی ہے' وجوب تو ثابت نہیں ہوتا۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تم نے قرآن مجید کی یہ آیت نہیں پڑھی: فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا، ''جو حج بیت اللہ یا عمرہ بجالائے تو اس کے لیے صفا و مروہ میں چکر لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے''۔

صفا و مروہ پر دوڑنے کے لیے بھی فلا جناح علیہ کے الفاظ ہیں مگر اس کے باوجود صفا و مروہ پر چکر لگانا واجب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے اس کا ذکر کیا ہے اور رسول اکرمؐ نے اس پر عمل کیا ہے۔ اسی طرح سے نمازِ قصر کا حکم خدا نے دیا ہے اور رسول اکرمؐ نے اس پر عمل کیا ہے۔

۵۰۸۔ ''عیون الاخبار'' میں کچھ احکام شرعیہ کے علل و اسباب مذکور ہیں جن کے متعلق فضل بن شاذان نے بیان کیا کہ اس نے یہ باتیں امام علی رضا علیہ السلام سے سنی تھیں اس میں یہ عبارت بھی تحریر ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ سفر میں نماز کو قصر کیوں کیا گیا؟

اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ ابتداء میں دس رکعات نماز ہی واجب تھیں۔ بعد ازاں سات رکعات کا اضافہ کیا گیا۔ سفر کی حالت میں تھکان اور مشقت کی وجہ سے اللہ نے ان اضافی رکعات میں سے چھ رکعات معاف کر دی ہیں البتہ نمازِ مغرب کی ایک رکعت باقی رکھی۔

اگر یہ کہا جائے کہ نمازِ قصر کے لیے آٹھ فرسخ کا سفر ہی ضروری ہے اس سے کم یا زیادہ کیوں ضروری نہیں؟

اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ قافلہ عام طور پر ایک دن میں آٹھ فرسخ کا فاصلہ طے کرتا ہے۔ اسی لیے ایک دن کے سفر پر نمازِ قصر کا حکم دیا گیا۔

اگر یہ کہا جائے کہ آخر ایک دن کے سفر پر نمازِ قصر کا حکم کیوں دیا گیا؟ اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اگر ایک دن کے سفر پر قصر کا حکم نہ دیا گیا ہوتا تو پھر ایک سال کے سفر میں بھی نمازِ قصر نہ ہوتی کیونکہ ایک دن کے بعد جب دوسرا دن آتا تو وہ بھی تو اسی جیسا ہی ہوتا۔ اسی لیے اگر ایک دن کے سفر پر نمازِ قصر نہ ہوتی تو اس جیسے دوسرے دن کے سفر میں بھی نماز قصر نہ ہوتی کیونکہ دونوں ایک ہی طرح کے دن ہیں۔

۵۰۹۔ ''الکافی'' میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

شب معراج کے موقع پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دس رکعات نماز فرض کی گئی تھیں اور ہر نماز دو دو رکعت پر مشتمل تھی۔ امام حسن وحسین علیہما السلام کی ولادت کی خوشی میں رسولؐ خدا نے خدا کے شکر کے لیے سات رکعات کا اضافہ کیا اور اللہ نے اس اضافے کو جائز قرار دیا۔ البتہ نماز فجر میں اضافہ اس لیے نہیں کیا گیا کہ اس کا وقت تنگ تھا اور وہ رات اور دن کے ملائکہ کی آمدورفت کا وقت ہے۔ جب اللہ نے آپ کو سفر میں قصر کا حکم دیا تو آپ نے اپنی اُمت کو چھ رکعتیں معاف کر دیں اور نماز مغرب کی ایک اضافی رکعت کو بحال رکھا۔

۵۱۰۔ ''علل الشرائع'' میں مذکور ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ نماز مغرب کی تین رکعتیں کیوں فرض کی گئی ہیں اور اس میں قصر کیوں نہیں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ابتدا میں اللہ نے ہر نماز کی دو رکعتیں ہی نازل فرمائی تھیں۔ رسول اکرمؐ نے مغرب کی نماز پڑھی تو آپ کو حضرت فاطمہ زہراءؑ کی ولادت کی خبر ملی۔ آپؑ نے اللہ کا شکر ادا کرنے کی غرض سے نماز مغرب میں ایک رکعت کا اضافہ کر دیا۔ آپ کو امام حسن علیہ السلام کی ولادت کی خوش خبری ملی تو آپؑ نے دو رکعت کا اضافہ کیا اور جب آپؑ کو امام حسین علیہ السلام کی ولادت کی خوش خبری ملی تو آپؑ نے دو رکعت کا اضافہ کیا۔ حضرت زہراءؑ کی ولادت پر ایک رکعت کا اضافہ ہوا اور حسنین علیہما السلام کی ولادت پر دو دو رکعت کا اضافہ ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قانونِ میراث میں یہ حکم دیا ہے:

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ''میراث میں لڑکے کو لڑکی کے دو برابر حصہ دیا جائے''۔

۵۱۱۔ ''علل الشرائع'' کی اس روایت میں معنوی غرابت پائی جاتی ہے کیونکہ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ ابتدا میں ہر نماز دو رکعت پر مشتمل تھی اور یوں نماز پنجگانہ کی کل دس رکعتیں تھیں۔ حضرت سیدہؑ کی ولادت پر ایک رکعت اور امام حسن علیہ السلام کی ولادت پر دو رکعت اور امام حسین علیہ السلام کی ولادت پر مزید دو رکعت کا اضافہ کیا گیا۔

اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ اضافی رکعت پانچ ہیں، جب کہ نماز پنجگانہ کی سترہ رکعات ہیں۔ پانچ رکعتیں تو ان تین

معصومین کی ولادت کی خوشی میں بڑھائی گئی تھیں تو پھر عشاء کی دو اضافی رکعتیں کس معصوم کی آمد کی خوشی میں بڑھائی گئی تھیں؟؟

الغرض یہ روایت معنوی طور پر انتہائی غریب ہے۔

۵۱۲- ''الکافی'' میں حسین بن مختار کہتے ہیں کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ جب ہم مکہ و مدینہ جائیں تو کیا وہاں نماز قصر پڑھیں یا پوری پڑھیں؟

آپؑ نے فرمایا: اگر قصر پڑھو تو جائز ہے اور اگر پوری پڑھو تو نیکیوں میں اضافہ کا سبب ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''چار مقامات پر نماز پوری پڑھنی چاہیے: ۱- مسجد الحرام ۲- مسجد نبوی ۳- مسجد کوفہ ۴- حرم امام حسین علیہ السلام''۔

مؤلف کتاب ہذا عرض گزار ہے کہ اس مفہوم کی بہت سی روایات وارد ہیں۔ بعض کتابوں میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے یہ الفاظ منقول ہیں کہ حرمین میں نماز پوری پڑھنی چاہیے اور میرے والد (امام جعفر اور صادق علیہ السلام) فرماتے تھے کہ حرمین میں نماز پوری پڑھنا افضل ہے۔

نمازِ خوف

۵۱۳- ''الکافی'' میں مرقوم ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (جب تم زمین میں سفر کرو تو تمھارے لیے نماز قصر کرنے میں کوئی حرج نہیں (خصوصاً) جب کہ تمھیں یہ اندیشہ ہو کہ کافر تمھیں ستائیں گے) کی آیت مجیدہ کے متعلق فرمایا: نماز خوف دو رکعت ہوتی ہے اور مجاہدین کے لیے ایک رکعت کم ہو جاتی ہے۔

۵۱۴- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے:

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ (اور جب آپ ان کے درمیان ہوں اور انھیں نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوں تو ان میں سے ایک گروہ کو تیرے ساتھ کھڑا ہونا چاہیے) کی آیت مجیدہ اس وقت نازل ہوئی جب رسول اکرمؐ حدیبیہ کی طرف روانہ ہوئے اور آپؐ وہاں سے مکہ جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔

جب قریش نے سنا کہ رسولؐ خدا مکہ آ رہے ہیں تو انھوں نے رسولؐ خدا پر نظر رکھنے کے لیے خالد بن ولید کو روانہ

کیا۔ وہ دو سو سواروں کا دستہ لے کر پہاڑی راستے سے آپؐ کی نقل وحرکت کا جائزہ لینے لگا۔ راستے میں نماز ظہر کا وقت ہوا تو بلالؓ نے اذان کہی۔ رسولؐ خدا نے مسلمانوں کو نماز پڑھائی۔

خالد بن ولید نے کہا اگر ہم ان پر نماز کی حالت میں حملہ کر دیتے تو زیادہ بہتر تھا کیونکہ انھوں نے نماز نہیں توڑنی تھی۔ خیر اگر اس نماز میں حملہ نہیں ہوا تو کچھ دیر بعد ان کی دوسری نماز کا وقت ہونے کو ہے اور وہ نماز انھیں آنکھ کے نور سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ جب وہ نماز عصر پڑھیں گے تو میں ان پر یک بارگی حملہ کر دوں گا۔

اس وقت جبریل امینؑ آنحضرتؐ پر نازل ہوئے اور وہ صلوٰۃ الخوف کے احکام لے کر آئے۔ اللہ نے فرمایا کہ جنگ کے دوران اگر نماز پڑھو تو مجاہدین کے دو گروہ بنا دو۔ ایک گروہ آپؐ کے پیچھے ایک رکعت نماز پڑھے اور دوسرا گروہ دشمن کے مقابل کھڑا رہے۔ جب مجاہدین کا پہلا گروہ ایک رکعت مکمل کر لے تو وہ دشمن کے مقابلے پر چلا جائے اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی وہ آپؐ کے پیچھے آ جائے اور آپؐ کے ساتھ مل کر ایک رکعت نماز پڑھے اور نماز کے دوران اپنا اسلحہ اور بچاؤ کا سامان بھی اٹھا کر نماز پڑھیں۔

الغرض نماز عصر کا وقت ہوا خالد جو کہ لشکرِ اسلام کی مصروفیت سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا اس نے حملہ کی تیاری کی لیکن آنحضرتؐ نے مجاہدین کے دو حصّے کر دیے۔ ایک گروہ نے آپؐ کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھی جب کہ دوسرا گروہ دشمنوں کے سامنے ڈٹ کر کھڑا رہا جس کی وجہ سے خالد کو حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

۵۱۵-''الکافی'' میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ ذات الرقاع میں اپنے اصحاب کو نماز خوف پڑھائی تھی۔ آپؐ نے اپنے اصحاب کے دو گروہ بنائے۔ ایک گروہ کو دشمن کے سامنے کھڑا کیا اور ایک گروہ نماز کے لیے آپؐ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے تکبیرۃ الاحرام کہی۔ انھوں نے بھی تکبیرۃ الاحرام کہی۔ آپؐ نے قرأت کی انھوں نے خاموشی سے سنی۔ آپؐ نے رکوع کیا' انھوں نے بھی رکوع کیا۔ آپؐ نے سجدہ کیا انھوں نے بھی سجدہ کیا۔ پھر انھوں نے جلدی سے ایک اور رکعت مکمل کی اور وہ سلام کر کے دشمن کے مقابلے پر چلے گئے۔ اتنے میں دوسرا گروہ آیا۔ انھوں نے رسولؐ خدا کے پیچھے ایک رکعت نماز پڑھی۔ رسولؐ خدا نے تشہد وسلام پڑھا۔ انھوں نے اُٹھ کر ایک رکعت نماز ادا کی۔ پھر انھوں نے تشہد وسلام پڑھ کر نماز تمام کی۔

۵۱۶-حلبی کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نماز خوف کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: امام کھڑا ہو جائے۔ مجاہدین کا ایک گروہ اس کے پیچھے کھڑا ہو جائے اور مجاہدین کا دوسرا گروہ دشمن کے مقابلے میں

کھڑا ہو جائے۔ امام انھیں ایک رکعت نماز پڑھائے اور جب دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے مجاہد جلدی سے اپنی دوسری رکعت نماز پڑھ لیں اور سلام پڑھ کر میدان میں چلے جائیں۔ مجاہدین کا دوسرا دستہ امام کے پیچھے کھڑا ہو جائے اور امام انھیں ایک رکعت نماز پڑھائے۔ پھر امام بیٹھ کر تشہد پڑھے اور وہ کھڑے ہو کر دوسری رکعت نماز ادا کریں، پھر تشہد و سلام پڑھیں۔ جب امام سلام پڑھے تو وہ میدانِ جنگ کی طرف لوٹ جائیں۔

نماز مغرب میں امام کھڑا ہو جائے۔ ایک گروہ امام کے پیچھے آ کر کھڑا ہو اور وہ امام کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھے۔ پھر امام دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو وہ جلدی سے دو آخری رکعتیں پڑھ کر سلام پڑھیں اور میدان میں چلے جائیں۔ اس کے بعد دوسرا گروہ امام کے پیچھے آ جائے اور نماز پڑھے۔ امام بیٹھ کر تشہد پڑھے تو یہ بھی بیٹھے رہیں۔ امام تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو وہ بھی کھڑے ہو جائیں اور وہ امام کے ساتھ نماز پڑھیں۔ امام جب سلام پھیرے تو وہ کھڑے ہو جائیں اور ایک رکعت نماز ادا کریں۔

۵۱۷۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ (کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں خدا کو یاد کرو) کی آیت مجیدہ کے ضمن میں مرقوم ہے۔

تندرست کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور بیمار بیٹھ کر نماز پڑھے اور جو بیٹھنے کے قابل نہ ہو تو لیٹ کر نماز پڑھے اور اشاروں سے ارکانِ نماز بجا لائے۔

۵۱۸۔ من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مریض کھڑا ہو کر نماز پڑھے۔ اگر کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور اگر بیٹھنے کی طاقت نہ ہو تو دائیں پہلو کے بل نماز پڑھے۔ دائیں پہلو کے بل نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو بائیں پہلو کے بل نماز پڑھے۔ اگر اس کی طاقت بھی نہ ہو، سیدھا لیٹ جائے اور اشاروں سے نماز پڑھے۔ اپنا چہرہ قبلہ کی طرف رکھے اور سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارہ کی بہ نسبت زیادہ جھک کر کرے۔

۵۱۹۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

مریض کھڑا ہو کر نماز پڑھے اگر کھڑا ہونے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور اگر بیٹھ کر نہ پڑھ سکتا ہو تو لیٹ کر نماز پڑھے۔ تکبیر کہے، اس کے بعد قرأت کرے اور جب رکوع کرنے کا ارادہ کرے تو اپنی آنکھوں کو بند کرے پھر سبحان ربی العظیم وبحمدہ کہے۔ جب ذکر رکوع پڑھ لے تو اپنی آنکھیں کھولے اس کا آنکھ کھولنا رکوع سے سر بلند

کرنے کے قائم مقام ہے۔ پھر جب سجدہ کا ارادہ کرے تو آنکھیں بند کرے اور ذکر سجدہ پڑھے۔ جب دونوں سجدے کرلے تو آنکھیں کھول دے اور اس کی آنکھوں کا کھولنا اس کے سر سجدہ کے اٹھانے کے قائم مقام ہے۔ پھر تشہد پڑھے اور سلام پڑھ کر نماز مکمل کرے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ کا مقصد یہ ہے کہ نماز ایسا فرض ہے جس کا وقت متعین ہے۔

۵۲۰- علل الشرائع میں مرقوم ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا کے ضمن میں فرمایا کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ نماز کی ادائیگی اہلِ ایمان پر واجب ہے۔ اگر اس آیت مجیدہ کا وہی مفہوم ہوتا جو لوگ بیان کرتے ہیں تو پھر حضرت سلیمان بن داؤد ہلاک ہوجاتے کیونکہ انھوں نے نماز عصر کو اتنا مؤخر کیا تھا کہ سورج پردے میں چھپ گیا تھا۔ اگر وہ سورج غائب ہونے سے قبل نماز پڑھتے تو وہ نماز کے وقت میں شامل ہوتے اور نماز عصر کے وقت سے زیادہ کسی نماز کا وقت طویل نہیں ہے۔

۵۲۱- ''الکافی'' میں داؤد بن فرقد سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا کی آیت پڑھی تو آپؑ نے فرمایا:

اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز ایک مستقل فریضہ ہے۔ اگر تم نے جلدی کی یا کچھ تاخیر کی تو اس سے تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ہاں اگر تم نے نماز کو ضائع کر دیا تو یہ اور بات ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نماز ضائع کرنے والوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾ (مریم:۵۹) ''انھوں نے نماز ضائع کی اور خواہشات کی پیروی کی، عنقریب وہ گمراہی کو پالیں گے''۔

۵۲۲- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا کا مقصد یہ ہے کہ نماز اہلِ ایمان پر واجب کی گئی ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا کی آیت کے ضمن میں فرمایا:

اس سے مراد یہ ہے کہ نماز کی ادائیگی اہلِ ایمان پر فرض ہے۔ اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اگر نماز کا وقت گزرنے کے بعد اسے پڑھا جائے تو نماز ادا نہیں ہوگی۔ اگر ایسا ہوتا تو حضرت سلیمان بن داؤدؑ ہلاک ہوجاتے کیونکہ انھوں نے نماز

وقت گزرنے کے بعد ادا کی تھی۔ جب بھی نماز یاد آ جائے تو اسے پڑھ لینا چاہیے۔

اوقاتِ نماز کے لیے امیر المومنینؑ کا مکتوب

۵۲۳- نہج البلاغہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے زمانۂ حکومت میں نماز کے متعلق مختلف شہروں کے حکمرانوں کے نام یہ خط تحریر کیا تھا:

''ظہر کی نماز پڑھاؤ اس وقت تک کہ سورج اتنا جھک جائے کہ بکریوں کے باڑے کی دیوار کے سایہ اس کے برابر ہو جائے اور عصر کی نماز اس وقت تک پڑھا دینی چاہیے کہ سورج ابھی روشن اور زندہ ہو اور دن ابھی اتنا باقی ہو کہ چھ میل کی مسافت طے کی جا سکے اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھاؤ کہ جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے اور حاجی عرفات سے واپس جاتے ہیں اور عشاء کی نماز مغرب کی سرخی غائب ہونے سے رات کے ایک تہائی حصّہ تک پڑھا دو اور صبح کی نماز اس وقت پڑھاؤ جب آدمی اپنے ہمراہی کا چہرہ پہچان لے اور نماز اتنی مختصر پڑھاؤ جو ان میں سب سے کمزور آدمی پر بھی بار نہ ہو اور لوگوں کے لیے صبر آزمانہ بن جاؤ۔ (اضافة من المترجم)

کفار کے تعاقب میں سستی نہ کرو

وَلَا تَهِنُوْا فِی ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ

(ان لوگوں کے تعاقب میں سستی نہ کرو اگر تم تکلیف اٹھا رہے ہو تو تمھاری طرح وہ بھی تکلیف اٹھا رہے ہیں اور تم اللہ تعالیٰ سے اس چیز کے امیدوار ہو جس کے وہ امیدوار نہیں ہیں)

۵۲۴- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ احد سے واپس مدینہ آئے تو حضرت جبریل علیہ السلام آپؐ پر نازل ہوئے اور انھوں نے آپؐ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دے رہا ہے کہ آپ لشکر کفار کے تعاقب میں جائیں اور آپؐ کے ساتھ صرف وہ افراد جائیں جو زخمی ہوں۔

رسولؐ خدا نے منادی کو حکم کیا اور اس نے یہ ندا دی:

گروہِ مہاجر و انصار! جس کو جنگ اُحد میں زخم آیا ہو تو وہ آنحضرتؐ کے ساتھ لشکر کفار کے تعاقب میں چلے اور جے

کوئی زخم نہ آیا ہو وہ گھر بیٹھا رہے۔ زخمی صحابہ کو پٹیاں بندھی ہوئی تھیں مگر رسولؐ خدا کا حکم سن کر وہ لشکر کے تعاقب میں چل پڑے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مجیدہ نازل کی اور اسی پس منظر میں اللہ عزوجل نے یہ بھی فرمایا:

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ۭ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاۗءَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾

”اس وقت اگر تمھیں چوٹ لگی ہے تو اس سے پہلے ایسی ہی چوٹ تمھارے مخالف فریق کو بھی لگ چکی ہے۔ یہ تو زمانہ کے نشیب و فراز ہیں جنھیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔ اس ذریعہ سے یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم میں سچے مومن کون ہیں اور وہ تم میں سے شہداء کا انتخاب کرنا چاہتا تھا۔ بے شک اللہ ظالموں سے محبت نہیں رکھتا“۔ (آل عمران: ۱۴۰)

یہ آیات سن کر صحابہ تکلیف اور درد کے باوجود بھی لشکر کفار کے تعاقب میں روانہ ہوئے تھے۔

جو کچھ خدا نے آپ کو دکھایا ہے اس کے مطابق فیصلہ کریں

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿۱۰۵﴾

(بے شک ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی ہے تاکہ جو راہِ راست اللہ نے آپ کو دکھائی ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں اور خیانت کاروں کے لیے جھگڑنے والے نہ بنیں۔)

۵۲۵- الکافی میں نوادر محمد بن سنان کے حوالہ سے مرقوم ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے رسولؐ خدا اور ائمہ طاہرینؑ کے علاوہ کسی کو امر تفویض نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ (بے شک ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی ہے تاکہ جو راہِ راست اللہ نے آپ کو دکھائی ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں) اور یہی امور شریعت کی تفویض اوصیاء میں بھی جاری ہے۔

۵۲۶- احتجاج طبرسی میں امام جعفر صادق علیہ السلام اور امام ابوحنیفہ کی طویل گفتگو مرقوم ہے جس میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ الفاظ بھی کہے تھے:

تو اپنے آپ کو ''صاحبِ رائے'' سمجھتا ہے جب کہ رائے صرف رسولؐ خدا کی صحیح تھی باقی لوگوں کی رائے غلط ہوتی ہے۔ آپ کی رائے بھی خدا کی طرف سے ہوتی تھی اور وہ ''اراءت الٰہی'' پر مشتمل تھی اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے فرمایا: لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ''جو راہِ راست اللہ نے آپ کو دکھائی ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں''۔

۵۲۷- نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام کا یہ فرمان مرقوم ہے، آپ نے فرمایا:

''جو لڑائی جھگڑے میں حد سے بڑھ جائے وہ گناہ گار ہوتا ہے اور جو اس میں کمی کرے اس پر ظلم ڈھائے جاتے ہیں اور جو لڑتا جھگڑتا ہے اس کے لیے مشکل ہوتا ہے کہ خوفِ خدا قائم رکھے''۔

خیانت کاروں کے لیے مت جھگڑیں

...... وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿۱۰۵﴾

۵۲۸- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ ان آیات کا سبب نزول یہ ہے کہ انصار کے ایک گروہ کو ''بنی ابیرق'' کہا جاتا تھا اور اس گروہ کے تین بھائی بشیر، مبشر اور بشر منافق تھے۔ ایک دفعہ رات کے وقت انھوں نے قتادہ بن نعمان کے گھر نقب زنی کی اور اس کا غلہ، تلوار اور ڈھال چرا لی۔

قتادہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی کہ ہمیں مؤثق ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ میرے چچا کا غلہ، تلوار اور ڈھال بنی ابیرق کے ان تین بھائیوں نے چوری کی ہے۔ قتادہ کی تائید لبید بن سہل نے بھی کی۔

منافقین نے قتادہ سے کہا تم نے ہماری خواہ مخواہ شکایت کی ہے جب کہ اصل چور لبید بن سہل ہے۔

جب لبید نے سنا کہ تین منافق بھائی اسے چوری میں ملوث کر رہے ہیں تو اس نے تلوار نکالی اور ان کے پاس آ کر کہا:

بنی ابیرق! تم نے مجھے چوری میں ملوث کیوں کیا؟ جب کہ تم لوگ خود ہی چور ہو اور تم ذلیل منافق ہو، تم رسولؐ اللہ کا شکوہ کرتے رہتے ہو اور ان کی مذمت میں شعر بنا کر قریش مکہ کی طرف منسوب کرتے ہو۔ اگر تم نے مجھ پر الزام تراشی کی تو میں تلوار سے تمھارا فیصلہ کروں گا۔

منافق اس کی دھمکی سے ڈر گئے اور انھوں نے اس سے کہا:

خدا آپ پر رحم کرے آپ جائیں اور تسلی رکھیں ہم آپ کے خلاف کوئی بات نہیں کریں گے۔ آپ بالکل بے گناہ ہیں۔

اس کے بعد بنی ابیرق اپنے قبیلہ کے ایک شخص کے پاس گئے جو کہ گفتگو کے فن میں طاق تھا اور اس سے کہا کہ تم رسولؐ خدا کے پاس جاؤ اور اپنی چکنی باتوں سے رسولؐ خدا کو قائل کرو کہ ہم پر چوری کا ناجائز الزام لگایا گیا ہے۔

وہ شخص رسولؐ خدا کی خدمت میں آیا اور اس نے آپ سے کہا:

یارسولؐ اللہ! قتادہ بن نعمان نے ایک شریف اور حسبی نسبی خاندان کے لوگوں پر چوری کی تہمت لگائی ہے۔

رسولؐ خدا کو یہ سن کر دکھ ہوا۔ آپؐ نے قتادہ سے فرمایا:

تم نے شریف لوگوں پر چوری کا الزام لگا کر اچھا نہیں کیا۔ آپؐ اس پر خفا ہوئے اور اسے ملامت کی۔

قتادہ گھر آیا اور اس نے اپنے چچا سے کہا کہ کاش میں آج سے پہلے مر گیا ہوتا اور میں چوری کے متعلق رسولؐ خدا سے بات نہ کی ہوتی تو بہتر تھا۔ کیونکہ آج رسولؐ خدا نے مجھ سے وہ باتیں کی ہیں جو مجھے ناپسند ہیں۔

اس کے چچا نے کہا: بیٹا! مت گھبراؤ' خدا کارساز ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا ازالہ کر دے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پر اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ...... وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾ تک کی آیات نازل فرمائیں۔ ان آیات میں اللہ نے لبید بن سہل کو بے گناہ قرار دیا۔

۵۲۹- ابی الجارود نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی' آپؑ نے فرمایا:

بشیر کے خاندان کے کچھ افراد نقب زنی اور چوری کے مسئلہ کے لیے رسولؐ خدا کے پاس گئے اور انھوں نے رسولؐ خدا سے کہا کہ بشیر بالکل بے گناہ ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ ...... عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۱۰۹﴾ کی آیات نازل فرمائیں۔

اس کے بعد بشیر کے خاندان نے اس سے کہا کہ تم خدا سے استغفار کرو اور اپنے گناہوں سے توبہ کرو۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی میں قسم کھایا کرتا ہوں کہ اس گھر میں نقب زنی کی واردات لبید نے کی تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾ "پھر جو کوئی برائی یا گناہ کر کے اس کا الزام کسی بے گناہ پر تھوپے تو اس نے بہتان اور بڑے گناہ کا بوجھ سمیٹا ہے"۔

اس آیت مجیدہ کے نزول کے بعد بشیر کافر ہوگیا اور مکہ چلا گیا اور جو لوگ رسولؐ اکرم کے پاس اس کی صفائی دینے کے لیے آئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلّق یہ آیت نازل فرمائی:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾

”اگر آپ پر خدا کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو ان کی ایک جماعت نے آپ کو بہکانے کا ارادہ کرلیا تھا حالانکہ وہ اپنے سوا کسی کو غلط فہمی میں نہیں ڈال رہے تھے۔ وہ آپ کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اللہ نے آپ پر کتاب وحکمت نازل کی ہے اور آپ کو ان تمام باتوں کا علم دیا جنھیں آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر خدا کا بہت بڑا فضل ہے“۔

بشیر جب مرتد ہو کر مکہ چلا گیا تو اس کے متعلّق یہ آیت نازل ہوئی:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾ ع

”جو شخص ہدایت واضح ہونے کے بعد رسولؐ کی مخالفت کرے اور اہلِ ایمان کی روش کو چھوڑ کر اور روش پر چلے تو جدھر وہ پھرا ہوگا ہم بھی اس کو اس طرف پھیر دیں گے اور ہم اسے دوزخ میں جھونکیں گے جو کہ بدترین ٹھکانہ ہے“۔

۵۳۰-۵۳۱، روضہ کافی، احتجاج اور عیاشی میں مرقوم ہے کہ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ کی آیت حضرت علی علیہ السلام کے منافق دشمنوں کے متعلّق نازل ہوئی تھی۔

۵۳۲- تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کے متعلّق وہ بات کہو جو اس میں موجود ہو اور خدا نے اس کا وہ عیب چھپایا ہوا ہو۔ اور اگر اس میں وہ عیب نہ ہو اور تم اس کی طرف منسوب کرو تو یہ بہتان ہے اور اسی کے متعلّق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾ ع ”اس نے بہتان اور بڑے گناہ کا بوجھ سمیٹا ہے“۔

۵۳۳- نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام کا یہ فرمان مرقوم ہے:

جسے استغفار ملی تو وہ مغفرت سے محروم نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے استغفار کے متعلق فرمایا:

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾ (جو کوئی برائی کرے یا اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھے پھر اللہ سے استغفار کرے تو وہ خدا کو بخشنے والا مہربان پائے گا)

زیادہ تر سرگوشیاں بے فیض ہوتی ہیں

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ

"لوگوں کی خفیہ سرگوشیوں میں اکثر و بیشتر کوئی بھلائی نہیں ہوتی مگر جو کوئی پوشیدہ طور پر صدقہ و خیرات اور لوگوں کے درمیان اصلاح کی تلقین کرے تو یہ اچھی بات ہے"۔

۵۳۴۔ الکافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس آیت میں موجود لفظ "معروف" سے قرض مراد ہے۔

۵۳۵۔ ابی الجارود کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

جب میں تم سے کوئی چیز بیان کروں تو تم مجھ سے اس کے متعلق پوچھ سکتے ہو کہ یہ بات اللہ کی کتاب میں کہاں لکھی ہوئی ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیل وقال اور مال ضائع کرنے اور زیادہ سوال کرنے سے منع کرتا ہے۔

حاضرین نے فوراً کہا کہ ان تینوں باتوں کے متعلق کتاب اللہ میں حکم کہاں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: میں نے پہلی بات یہ کہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیل وقال سے منع کیا ہے۔ اس کی سند یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ "لوگوں کی خفیہ سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں ہے"۔

میں نے دوسری بات یہ کہی ہے کہ اللہ نے مال ضائع کرنے سے منع کیا ہے تو اس کی سند یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ ...... اپنی دولت احمقوں کے حوالے نہ کرو میں نے تیسری بات یہ کہی ہے کہ اللہ نے کثرت سوال سے منع کیا ہے۔ اس کی سند یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ "زیادہ چیزوں کے متعلق نہ پوچھو اگر تمھارے لیے ظاہر کر دی جائیں تو تمھیں بری لگیں گی"۔

۵۳۶۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس طرح سے تمھارے مال پر زکوٰۃ واجب کی ہے

اسی طرح سے اللہ نے صاحبانِ منصب و وجاہت پر بھی ان کے عہدہ و منصب کی زکوٰۃ بھی فرض کی ہے۔

۵۳۷- اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

گفتگو تین طرح کی ہوتی ہے: ۱- سچ، ۲- جھوٹ، ۳- لوگوں کے درمیان اصلاح۔

راوی نے کہا کہ مولا! لوگوں کے درمیان اصلاح سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تم نے ایک شخص سے دوسرے کا شکوہ سنا تو تم نے دوسرے فریق سے کہا کہ بھائی آپ تو خواہ مخواہ اس پر ناراض ہیں۔ وہ تو آپ کے متعلق فلاں فلاں قسم کی اچھی باتیں کر رہا تھا اور یوں دروغ مصلحت آمیز کا سہارا لے کر دو افراد کے درمیان صلح کراتے ہو تو اس عمل کو ''اصلاح بین الناس'' کہا جاتا ہے۔

۵۳۸- کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تین مقامات پر جھوٹ بولنا جائز ہے: ۱- جنگ کے حربہ کے طور پر ۲- بیوی سے وعدہ کے وقت ۳- لوگوں کے درمیان صلح کراتے وقت۔

۵۳۹- ''الکافی'' میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام مسلمانوں کو جنگ کے وقت یہ نصیحت فرماتے تھے:

لوگو! نماز کی پابندی کرو اور امانتوں کا لحاظ رکھو جو امانت کا خیال نہیں رکھے گا وہ نقصان اٹھائے گا اور اس کے عمل ضائع ہو جائیں گے۔ آسمان، زمین اور پہاڑ بڑے وزنی ہیں لیکن امانت کا بار اٹھانے سے وہ بھی گھبرا گئے تھے۔

۵۴۰- ''نہج البلاغہ'' میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے ایک خط میں معاویہ کو لکھا:

جن لوگوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان کی بیعت کی تھی، انھوں نے میرے ہاتھ پر اسی اصول کے مطابق بیعت کی جس اصول پر وہ ان کی بیعت کر چکے تھے اور اس بنا پر جو حاضر ہے اسے پھر نظر ثانی کا حق نہیں اور جو بر وقت موجود نہ ہو اسے رد کرنے کا اختیار نہیں۔ اور شوریٰ کا حق صرف مہاجرین و انصار کو ہے۔ وہ اگر کسی پر ایکا کر لیں اور اسے خلیفہ سمجھ لیں تو اسی میں اللہ کی رضا و خوشنودی سمجھی جائے گی۔ اب جو کوئی اس کی شخصیت پر اعتراض یا نیا نظریہ اختیار کرتا ہوا الگ ہو جائے تو اسے وہ سب اسی طرح واپس لائیں گے جدھر سے وہ منحرف ہوا ہے اور اگر انکار کرے تو اسی سے لڑیں کیونکہ وہ مومنوں کے طریقے سے ہٹ کر دوسری راہ پر ہو گیا ہے اور جدھر وہ پھر گیا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اسے ادھر ہی پھیر دے گا۔

۵۴۱- تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ جب امیر المومنین علیہ السلام اپنے زمانۂ خلافت میں کوفہ میں مقیم تھے، ماہِ رمضان شروع ہوا، لوگ آپ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ آپ ہمارے لیے ایک امام مقرر کریں جس کی اقتدا میں ہم شب کے

نوافل ادا کر سکیں۔ آپ نے اس سے انکار کیا اور لوگوں کو اجتماع سے منع کیا۔ جیسے ہی رات ہوئی تو لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ لوگو! رمضان پر روؤ' ہائے رمضان!

لوگوں کے یہ تاثرات دیکھنے کے بعد حارث اعور کچھ افراد کو ساتھ لے کر حضرتؑ کے پاس آئے اور کہا:

امیر المومنینؑ! لوگوں کو آپ کی بات اچھی نہیں لگی۔

آپؑ نے فرمایا: تو انھیں رہنے دو وہ جسے چاہیں اسے اپنا امام مقرر کر لیں۔ پھر آپؑ نے یہ آیت پڑھی: وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾ع ''جو اہلِ ایمان کے راستہ کو چھوڑ کر اور راستہ اپنائے تو ہم اسے ادھر پھیریں گے جس طرف وہ پھرا ہوگا اور ہم اسے دوزخ میں جھونک دیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے''۔

۵۴۲- ایک انصاری کا بیان ہے کہ اشعث کندی اور جریر البجلی ہمارے ہم سفر تھے اور وہ دونوں امیر المومنین علیہ السلام کے سخت مخالف تھے۔ دوران سفر ایک سوسمار گزری تو انھوں نے اسے ''امیر المومنین'' کہہ کر سلام کیا۔

انصاری نے حضرت علی علیہ السلام سے ان دونوں کی شکایت کی۔ آپؑ نے فرمایا: انھیں رہنے دو۔ کیا تو نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا: نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى ''جدھر وہ پھرے گا ہم بھی اسے اسی طرف پھیریں گے''۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ
يَّشَآءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾ اِنْ
يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا
مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ۙ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ
نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾ۙ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ
فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۭ
وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ

خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ
الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۟ وَلَا
يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ
اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾
لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ
سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا
نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى
وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ
نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ
مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ
خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ
بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ ع وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ
يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى
النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ

تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا
لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ
عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ
اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ
وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا
وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْۤا
اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ
فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ
غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ
وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى
الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ
وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾
وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾
اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

عَلٰی ذٰلِكَ قَدِیْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ ثَوَابَ الدُّنْیَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ﴿۱۳۴﴾ ع

‘‘بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ شریک کیا جائے، اس کے علاوہ وہ جس کو چاہے معاف کردے جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو وہ گمراہی میں بہت دُور تک چلا گیا۔

یہ اللہ کو چھوڑ کر عورتوں (دیویوں) کو پکارتے ہیں اور سرکش شیطان کے علاوہ کسی کو نہیں پکارتے۔ شیطان پر اللہ نے لعنت کی ہے اس نے خدا سے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں میں سے ایک مقرر حصّہ لے کر رہوں گا۔

اور میں انھیں ضرور گمراہ کروں گا اور انھیں امیدیں دلاؤں گا اور میں انھیں حکم دوں گا تو وہ جانوروں کے کان پھاڑیں گے اور میں انھیں حکم دوں گا تو وہ خدائی ساخت میں ردوبدل کریں گے اور جس نے خدا کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا سرپرست بنایا تو وہ صریح نقصان میں پڑ گیا۔

شیطان ان سے وعدے کرتا ہے اور انھیں امیدیں دلاتا ہے مگر شیطان کے سارے وعدے فریب پر مبنی ہوتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ اس سے چھٹکارا نہیں پائیں گے۔

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے تو ہم انھیں ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ خدا کا سچّا وعدہ ہے اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنی بات میں سچّا ہوگا۔

نہ تمھاری آرزوؤں سے کام بنے گا اور نہ اہلِ کتاب کی امیدوں سے کچھ حاصل ہوگا۔ جو بھی برا کام کرے گا اسے اسی کا بدلہ دیا جائے گا اور خدا کے علاوہ اسے کوئی سرپرست اور مددگار نہیں ملے گا۔

جو بھی نیک کام کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔

بھلا اس کی روش سے بہتر اور کس کا طرزِ زندگی ہوسکتا ہے جس نے خدا کے سامنے سرِ تسلیم خم کردیا اور اپنا رویہ نیک رکھا اور یکسو ہوکر ابراہیمؑ کے طریقہ کی پیروی کی۔ اللہ نے ابراہیمؑ کو اپنا دوست اور خلیل بنایا ہے۔

اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ خدا کی ملکیت ہے اور اللہ ہر چیز پر احاطہ رکھنے والا ہے۔ یہ لوگ آپ سے یتیم لڑکیوں کے متعلّق حکمِ الٰہی پوچھتے ہیں آپ کہہ دیں کہ اللہ تمھیں ان کے معاملہ میں فتویٰ دیتا ہے اور ساتھ ہی اپنے وہ احکام بھی تمھیں یاد دلاتا ہے جو پہلے سے تم کو اس کتاب میں سنائے جارہے ہیں یعنی وہ احکام جن کا تعلّق ان یتیم لڑکیوں سے ہے جن کے حق تم ادا نہیں کرتے اور جن کے نکاح کرنے سے تم باز رہتے ہو۔ (یا لالچ کی بنا پر تم خود ان سے نکاح کرلینا چاہتے ہو) وہ احکام ان بچوں کے متعلّق ہیں جو بچارے کوئی زور نہیں رکھتے۔ اللہ تمھیں ہدایت کرتا ہے کہ یتیموں کے ساتھ انصاف کے سلوک پر قائم رہو اور جو بھی تم بھلائی کروگے تو اللہ اس کو بخوبی جاننے والا ہے۔

اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے بدسلوکی یا بے رخی کا خطرہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں کہ میاں بیوی (کچھ حقوق کی کمی بیشی پر) آپس میں صلح کرلیں۔ صلح بہرحال بہتر ہے۔ نفس تنگ دلی کی طرف جلد مائل ہوجاتے ہیں لیکن اگر تم لوگ احسان سے پیش آؤ اور خدا

ترسی سے کام لوتو خدا تمھارے اعمال سے باخبر ہے۔

تم بیویوں کے درمیان عدل کے مکمل تقاضے ہرگز پورے نہ کرسکو گے لہٰذا ایسا نہ ہو کہ تم ایک بیوی کی طرف مکمل طور پر جھک جاؤ اور دوسری کو لٹکتا ہوا چھوڑ دو۔ اگر تم درست طرزِ عمل اپناؤ اور خدا سے ڈرتے رہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر دونوں علیحدہ ہونا چاہیں تو خدا دونوں کو اپنے خزانے کی وسعت سے غنی اور بے نیاز بنا دے گا۔ اللہ صاحبِ وسعت اور صاحبِ حکمت ہے۔

آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں اللہ کی ملکیت میں ہیں۔ ہم نے تم سے پہلے اہلِ کتاب کو اور اب تم کو یہ وصیّت کی ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور اگر تم نے کفر کا رویہ اختیار کیا تو یاد رکھو کہ آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں خدا کی ملکیت ہیں وہ بے نیاز اور ہر تعریف کے قابل ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کی تمام اشیاء خدا کی ملکیت ہیں اور بطور کارساز خدا کافی ہے۔ اگر چاہے تو تم لوگوں کو زمین سے ہٹا کر تمھاری جگہ دوسروں کو لے آئے اور اللہ اسی پر قادر ہے۔

جو شخص دنیاوی بدلہ کا خواہش مند ہو تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے پاس دنیا کا ثواب بھی ہے اور آخرت کا ثواب بھی ہے اور اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے''۔

۵۴۳۔ تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ ایک شخص امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور اس نے آپ کو السلام علیك یا امیرالمومنین کہہ کر سلام کیا۔

آپؑ نے اس سے فرمایا کہ ایسا نہ کہو ''امیر المومنین'' کا لقب صرف حضرت علی علیہ السلام سے مخصوص ہے۔ اللہ نے ان کے علاوہ کسی کا یہ نام نہیں رکھا۔ اور جو شخص اس لقب پر خوش ہوتا ہو تو وہ مخنث صفت ہوگا۔ اگر وہ پہلے مخنث صفت نہ بھی ہوا تو اس لقب کے اختیار کرنے کے بعد وہ اس عادت بد میں مبتلا ہو جائے گا اور ایسے ہی افراد کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۙ﴿۱۱۷﴾ ''وہ عورتوں کو پکارتے ہیں اور وہ بجز سرکش

شیطان کے کسی کو نہیں پکارتے''۔

راوی نے کہا کہ آپ یہ بتائیں جب قائم آلِ محمدؑ ظہور کریں گے تو انھیں کس نام سے سلام کیا جائے گا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: انھیں السلام علیك یابقیة اللّٰه ، السلام علیك یابن رسول اللّٰه کہہ کر سلام کیا جائے گا۔

۵۴۴-تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ قریش یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ پھر انھوں نے ان فرشتوں کی مورتیاں بنا کر ان کی عبادت شروع کر دی تھی اسی لیے اللہ تعالیٰ نے کفار کو طعنہ دیتے ہوئے کہا کہ یہ لوگ تو عورتوں کو پکارتے ہیں اور شیطان لعین کے علاوہ کسی کو نہیں پکارتے۔ کفارِ قریش ملائکہ کے علاوہ جنات کی عبادت بھی کیا کرتے تھے۔

شیطان کے پیروکاروں کی کثرت

وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنۡ عِبَادِكَ نَصِيۡبًا مَّفۡرُوۡضًا ﴿۱۱۸﴾

''شیطان نے خدا سے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں میں سے ایک مقرر حصّہ لے کر رہوں گا''۔

۵۴۵-مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اولادِ آدمؑ میں سے ننانوے افراد دوزخ میں جائیں گے اور ایک فرد جنت میں جائے گا''۔

ایک اور روایت میں مذکور ہے کہ ایک ہزار میں سے ایک فرد خدا کا اطاعت گزار ہے اور نو سو ننانوے افراد شیطان کے پیروکار ہیں۔

وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الۡاَنۡعَامِ کا مفہوم یہ ہے کہ ابلیس نے خدا سے کہا تھا کہ میں لوگوں کو حکم دوں گا وہ جانوروں کے کان کاٹ دیں گے۔ یہ مفہوم امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔

ابلیسی واردات کا طریقہ

۵۴۶-امالی صدوق میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَالَّذِيۡنَ اِذَا فَعَلُوۡا فَاحِشَةً اَوۡ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسۡتَغۡفَرُوۡا لِذُنُوۡبِهِمۡ ۚ وَمَنۡ يَّغۡفِرُ

الذُّنُوبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (۱۳۵) اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ (۱۳۶) (آل عمران)

(جب ان سے کوئی فحش کام سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کی وجہ سے اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو وہ اللہ کو یاد کر کے اس سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں کیونکہ اللہ کے علاوہ اور کون گناہ معاف کر سکتا ہے اور کبھی جان بوجھ کر اپنے گناہوں پر اصرار نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی جزا خدا کے ہاں مغفرت ہے اور ایسے باغات ہیں جن میں نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور نیک اعمال کرنے والوں کے لیے اچھا بدلہ ہے۔)

یہ آیات شیطان کو بہت گراں محسوس ہوئیں۔ اس نے مکہ کے ''جبل ثور'' پر چڑھ کر بلند آواز سے اپنے چیلوں کو پکارا۔ اس کی آواز سن کر اس کے چیلے فوراً جمع ہو گئے اور انھوں نے کہا کہ آپ نے ہمیں کیوں پکارا؟

اس نے کہا: سنتے نہیں کہ یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔ اب تو لوگ استغفار کر کے اپنے گناہ بخشوا لیں گے اور وہ جنت میں چلے جائیں گے۔ اب بتاؤ اس کا تمھارے پاس کیا علاج ہے؟

اس کا ایک چیلا اٹھا اور اس نے کہا کہ میں اس طرح سے انسانوں کو بھٹکاؤں گا۔

شیطان نے کہا: نہیں تمھاری تجویز ناقص ہے۔

اس کے بعد دوسرے جن نے اپنی واردات کا طریقہ بیان کیا۔ شیطان کو اس کی ترکیب بھی پسند نہ آئی اور کہا کہ تیرا یہ کام نہیں ہے۔

ابلیس کی مجلس میں ''وسواس الخناس'' نامی ایک چیلا بیٹھا ہوا تھا اس نے اٹھ کر شیطان سے کہا کہ اسے میں سنبھال لوں گا۔

شیطان نے کہا کہ تو کیا کرے گا؟

اس نے کہا: میں ان سے وعدے کرتا رہوں گا اور انھیں امیدیں دلاتا رہوں گا یہاں تک کہ وہ گناہ کریں گے اور جب گناہ کر بیٹھیں گے تو میں انھیں استغفار فراموش کرا دوں گا۔

شیطان نے جب اس کی یہ انوکھی تجویز سنی تو اس نے کہا: تم واقعی اس کام کے لائق ہو۔ پھر شیطان نے یہ کام ہمیشہ کے لیے اسی کے سپرد کر دیا۔

۵۴۷-تفسیر عیاشی میں ایک طویل حدیث کے ضمن میں مرقوم ہے:

جب شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام پر اللہ کے احسانات دیکھے تو اس نے کہا کہ اگر تو نے مجھے ضروری ساز و سامان فراہم نہ کیا تو میں اس کا مقابلہ کیسے کروں گا؟

خدا نے فرمایا: جب بھی نسلِ آدم میں ایک بچہ پیدا ہوگا تو تیری نسل میں دو بچے پیدا ہوں گے۔

شیطان نے کہا: خدایا! مجھے اس سے بھی زیادہ عطا کر۔

اللہ نے فرمایا: تو بنی آدم میں یوں نفوذ کرے گا جیسے خون رگوں میں گردش کرتا ہے۔

شیطان نے کہا: خدایا! مجھے اس سے بھی زیادہ عطا کر۔

اللہ نے فرمایا: تو اور تیری نسل ان کے سینوں میں گھر بنا سکے گی۔

شیطان نے کہا: خدایا! مجھے اس سے بھی زیادہ عطا کر۔

اللہ نے فرمایا: تو ان سے وعدے کرے گا اور انھیں امیدیں دلائے گا۔

شیطان کے وعدے فریب پر مشتمل ہوتے ہیں۔

تکالیف گناہوں کے ازالہ کا سبب ہیں

۵۴۸-امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ (جو کوئی برائی کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا) کی آیت مجیدہ نازل فرمائی تو کچھ صحابہ نے کہا:

یارسولؐ اللہ! یہ آیت تو بڑی سخت ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تمھارا جانی و مالی اور نسل کا نقصان نہیں ہوتا؟

صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں یارسولؐ اللہ!

آپؐ نے فرمایا: ان نقصانات کے عوض تمھارے لیے نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور برائیاں مٹائی جاتی ہیں۔

۵۴۹-”عیون الاخبار“ میں ابوالصلت ہروی سے منقول ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند حضرت اسماعیلؑ نے ان سے کہا تھا:

ابا جان! ہمارے خاندان میں سے اگر کوئی برائی کرے تو اس کی کیا سزا ہے اور اگر ہمارے غیر کوئی برائی کریں تو اس کی کیا سزا ہے؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے جواب میں قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی:

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ''انجام کار نہ تو تمھاری آرزو اور نہ ہی اہل کتاب کی آرزو کے مطابق ہے۔ جو بھی برائی کرے تو اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا''۔

(مقصد یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ سادات برائی کریں تو خدا انھیں کچھ نہ کہے اور غیر سادات برائی کریں تو خدا انھیں سزا دے۔ جزا و سزا کا دارومدار نسل پر نہیں بلکہ عمل پر ہے)

۵۵۰- ''مجمع البیان'' میں تفسیر واحدی کے حوالہ سے مرقوم ہے کہ ابو ہریرہ کہتے ہیں جب مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ کی آیت نازل ہوئی تو ہم بے حد غمگین ہوئے اور ہم رو دیئے اور ہم نے کہا: یا رسولؐ اللہ! اس آیت نے تو کچھ بھی نہیں چھوڑا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ آیت تو ایسے ہی ہے جیسا کہ نازل ہوئی ہے۔ اس کے باوجود تمھیں خوشی منانی چاہیے۔ تم میں سے جس کو بھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اس کی وجہ سے اللہ اس کی خطا کو مٹا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی کو کانٹا بھی پاؤں میں چبھے تو اس سے بھی خطائیں مٹتی ہیں۔

احسان اور محسن

……وَهُوَ مُحْسِنٌ

''اور وہ احسان کرنے والا ہو''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ''احسان'' کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: تم اس طرح سے اللہ کی عبادت کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔

ملتِ ابراہیم

وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا

’’اور یکسو ہو کر ملت ابراہیمؑ کی پیروی کرے‘‘۔

۵۵۱۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ دس چیزوں کا تعلّق ابراہیمی حنیفیت سے ہے جو قیامت تک منسوخ نہ ہوگی۔

۵۵۲۔ ’’اصول کافی‘‘ میں مرقوم ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی ’’خُلّت‘‘ کی خوشخبری ملک الموت لائے تھے جب وہ زمین پر آئے تو اس وقت ابراہیمؑ کسی کام کے سلسلہ میں گھر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ کچھ دیر بعد ابراہیمؑ اپنے گھر آئے اور چونکہ وہ غیرت مند شخص تھے اسی لیے جب وہ گھر سے کہیں باہر جاتے تھے تو دروازے پر تالا لگا کر جاتے تھے۔ اور جیسے ہی انھوں نے تالا کھولا اور اندر داخل ہوئے تو انھوں نے ایک حسین جوان کو دیکھا جس کے بالوں سے پانی اور تیل کے قطرات ٹپک رہے تھے۔ آپؑ نے اسے دیکھ کر فرمایا:

بندۂ خدا! میرے گھر میں تجھے کس نے داخل کیا ہے؟

ملک الموت نے کہا: گھر کے رب نے مجھے اس میں داخل کیا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے کہا: بے شک میرا رب مجھ سے اس گھر کا زیادہ مالک ہے مگر تو کون ہے؟

اس نے کہا: میں ملک الموت ہوں۔

ملک الموت کا نام سن کر آپؑ گھبرا گئے اور فرمایا: میری روح قبض کرنے آئے ہو؟

انھوں نے کہا: نہیں، بلکہ میں یہ بتانے آیا ہوں کہ اللہ نے ایک بندہ کو اپنا خلیل بنایا ہے میں یہی خوش خبری لے کر آیا ہوں۔

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: مجھے بتاؤ کہ وہ کون ہے جسے اللہ نے اتنا بڑا رُتبہ دیا ہے تاکہ میں مرتے دم تک اس کی خدمت کرتا رہوں۔

ملک الموت نے کہا: وہ رُتبہ آپ کو دیا گیا ہے۔

یہ سن کر آپ سارہ کے پاس گئے اور اس سے فرمایا کہ اللہ نے مجھے اپنا خلیل مقرر کیا ہے۔

۵۵۳۔ احتجاج طبرسی میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک طویل حدیث منقول ہے، اس حدیث

میں آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا:

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ابراہیم "خلیل اللہ" تھے تو لفظ "خلیل" کے مادہ اشتقاق دو ہیں۔ یہ لفظ خَلّت (خا کی زبر) اور خُلّت (خا کے پیش) سے بنا ہے۔ اگر لفظ "خلیل" خَلّت (خا کی زبر) سے مشتق ہو تو لفظ خَلّت کے معنی احتیاج وفقر کے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ کہنے کا یہ مقصد ہے کہ وہ اپنے پروردگار کے دَر کے سائل تھے۔ اللہ کے علاوہ انھیں کسی سے کوئی غرض نہیں ہوتی تھی۔ حد یہ ہے جب انھیں منجنیق کے ذریعے سے نارِ نمرود میں ڈالا گیا اور وہ ابھی فضا میں سفر کر رہے تھے تو اللہ نے جبریلؑ سے فرمایا کہ جاؤ اور میرے بندے کی مدد کرو۔

جبریلؑ آئے اور ان سے کہا میں آپ کی مدد کے لیے آیا ہوں۔ آپ اپنی حاجت مجھ سے بیان کریں۔

حضرت ابراہیمؑ نے کہا: میرے لیے میرا اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ میں اس کے علاوہ کسی سے سوال نہیں کروں گا۔ اگر میری حاجت ہے تو اس کے پاس ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسی لیے انھیں "خلیل" کا لقب عطا کیا یعنی وہ شخص جو تمام دنیاوی اسباب سے جدا ہو کر صرف خدا پر بھروسہ کرے۔

اور اگر لفظ "خلیل" کا مادہ اشتقاق خُلت (خا کی پیش) ہو تو لفظ خُلّت کے معنی علم کے ہیں اور آپ کو خلیل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ ایسے اسرار سے واقف تھے جن سے کوئی اور واقف نہیں تھا۔ "خلیل اللہ" (اللہ کا دوست) کا معنی یہ ہے کہ خدا کو اور اس کے امور کو جاننے والا۔ اور اس سے خالق اور مخلوق کے درمیان کوئی مشابہت پیدا نہیں ہوتی۔ کیا تم نہیں دیکھتے جو خدا کے در کا سائل نہ ہو وہ خلیل نہیں بن سکتا اور جو اس کے اسرار کا عالم نہ ہو وہ بھی خدا کا خلیل نہیں بن سکتا۔

۵۵۴۔ "عیون الاخبار" میں امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ میں نے اپنے والد سے اور انھوں نے اپنے والد سے سنا تھا، انھوں نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو اپنا خلیل اس لیے بنایا تھا کہ انھوں نے پوری زندگی میں کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹایا تھا اور انھوں نے اپنی پوری زندگی میں غیر اللہ سے کسی چیز کا سوال نہیں کیا تھا۔

۵۵۵۔ "کتاب علل الشرائع" میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیمؑ کی وہ کون سی ادا پسند آئی جس کی وجہ سے اللہ نے اسے اپنا خلیل بنا لیا تھا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

ابراہیم علیہ السلام نے زمین پر بہت زیادہ سجدے کیے تھے اسی لیے خدا نے انھیں خلیل کا لقب دیا تھا۔

۵۵۶-امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اس لیے خلیل بنایا تھا کہ وہ محمدؐ اور ان کی اہلِ بیتؑ پر کثرت سے درود پڑھتے تھے۔

۵۵۷-حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل اس لیے بنایا کہ وہ خدا کے نام پر بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے اور رات کے وقت جب لوگ نیند میں ہوتے تھے تو وہ نماز پڑھتے تھے۔

۵۵۸-امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جب فرشتے انسانی شکل وصورت میں ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو آپ نے ان کے لیے ایک بچھڑا ذبح کیا اور اس کا گوشت بھون کر ان کے سامنے رکھا اور ان سے کہا کہ کھاؤ۔

فرشتوں نے کہا: ہم اس وقت تک نہیں کھائیں گے جب تک آپ ہمیں اس کی قیمت نہیں بتائیں گے۔

آپؑ نے فرمایا: اس کی قیمت یہ ہے کہ جب کھانا شروع کرو تو اس وقت بسم اللہ پڑھو اور جب کھانا ختم کرو تو الحمدللہ کہو۔

حضرتؑ کا جواب سن کر جبریلؑ امین اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور انھوں نے کہا:

”یہ شخص اس بات کا مستحق ہے کہ خدا اسے اپنا خلیل بنائے“۔

۵۵۹-”الکافی“ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام مہمان نواز تھے اور جب ان کے ہاں کوئی مہمان نہ آتا تو آپ مہمانوں کو تلاش کرنے لگ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؑ نے اپنے گھر کا دروازہ بند کیا اور چابیاں جیب میں ڈالیں اور مہمان کی تلاش میں نکلے۔ جب وہ واپس آئے تو دیکھا ایک مرد یا مرد کے مشابہ کوئی شخص گھر میں کھڑا تھا۔

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: تم کس کی اجازت سے میرے گھر میں داخل ہوئے ہو؟

نووارد نے کہا: میں اس کے پروردگار کے حکم سے یہاں داخل ہوا ہوں۔

اس نے تین بار ان کلمات کو دہرایا۔ حضرت ابراہیمؑ سمجھ گئے کہ یہ جبریلِ امینؑ ہیں۔ انھوں نے اپنے رب کی حمد کی۔ حضرت جبریلؑ نے کہا کہ تیرے رب نے مجھے اپنے ایک بندے کے پاس بھیجا ہے جسے وہ اپنا خلیل بنانا چاہتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: مجھے بتاؤ وہ کون ہے تاکہ میں مرتے دم تک اس کی خدمت کرتا رہوں؟

جبریلؑ امین نے کہا: وہ خلیل آپؑ ہی ہیں اور خدا کو تمھاری دو ادائیں بڑی پسند ہیں۔

۱- تمھاری پہلی ادا جو خدا کو اچھی لگی وہ یہ ہے کہ تو نے آج تک غیر اللہ سے کسی چیز کا سوال نہیں کیا۔

۲- اور تمھاری دوسری اچھی عادت یہ ہے کہ آج تک جس نے بھی آپ سے کچھ سوال کیا ہے تو آپ نے اسے بھی بے آس نہیں کیا اور کچھ نہ کچھ دے کر ہی روانہ کیا ہے۔

۵۶۰- تفسیر علی بن ابراہیم میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

ابراہیم علیہ السلام وہ پہلے شخص ہیں جن کے لیے اللہ نے ریت کو آٹے میں تبدیل کیا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں آٹا ختم ہوگیا اور وہ اپنے ایک مصری دوست کے پاس آٹا اُدھار لینے کے لیے گئے۔ جب اس کے گھر پہنچے تو وہ شخص موجود نہیں تھا۔ آپؑ وہاں سے واپس لوٹے۔ آپؑ نے بوری ریت کی بھری اور گدھا پر رکھ دی اور یوں اپنے گھر تشریف لائے۔

آپ نے گدھے کو گھر میں کھڑا کیا اور اپنی بیوی سارہ سے کچھ نہ کہا اور آپ سو گئے۔ حضرت سارہ نے گدھے بوری اُتار کر کھولی تو اس میں اعلیٰ درجہ کا آٹا موجود تھا۔ بی بی نے آٹے سے روٹیاں بنائیں اور ابراہیمؑ کی خدمت میں لے گئیں۔

ابراہیمؑ نے فرمایا: یہ روٹیاں کہاں سے آئی ہیں؟

بی بی نے کہا: یہ اس آٹے کی روٹیاں ہیں جو آپ اپنے مصری دوست کے پاس سے لائے ہیں۔

جب ابراہیمؑ نے یہ بات سنی تو فرمایا: ہاں وہ میرا دوست ضرور ہے البتہ مصری نہیں ہے۔

اسی لیے آپ کو خُلّت کا اعزاز حاصل ہوا۔ آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اس کی حمد بجائے لائے اور کھانا تناول فرمایا۔

۵۶۱- ''اصول کافی'' میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

اللہ نے ابراہیمؑ کو نبی بنانے سے قبل اپنا ''عبد'' بنایا اور انھیں رسول بنانے سے قبل اپنا نبی بنایا اور خلیل بنانے سے قبل اسے رسول بنایا اور انھیں امام بنانے سے قبل اس کو اپنا خلیل بنایا۔

۵۶۲- احتجاج طبرسی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلّق ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں

آنحضرتؐ اور یہودیوں کے درمیان مباحثہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہودیوں نے آنحضرتؐ سے کہا کہ ابراہیمؑ آپ سے بہتر تھے۔

آپؐ نے فرمایا: وہ کیوں؟

یہودیوں نے کہا کیونکہ وہ اللہ کے خلیل تھے۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا: وہ اللہ کے خلیل تھے تو میں اللہ کا حبیب محمد ہوں۔

۵۶۳- ''مجمع البیان'' میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا:

لوگو! اللہ نے تمھارے ساتھی (یعنی مجھ) کو اپنا خلیل بنایا۔

یتیم لڑکیوں سے نکاح کی ترغیب

وَ یَسْتَفْتُوْنَکَ فِی النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِیْھِنَّ ......

''اور لوگ آپ سے عورتوں کے متعلّق فتویٰ دریافت کرتے ہیں آپ کہہ دیں کہ خدا تمھیں ان کے متعلّق فتویٰ دیتا ہے......''

۵۶۴- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ کی آیت مجیدہ وَیَسْتَفْتُوْنَکَ فِی النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِیْھِنَّ ۙ وَمَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ فِی الْکِتٰبِ فِیْ یَتٰمَی النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا تُؤْتُوْنَھُنَّ مَا کُتِبَ لَھُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْکِحُوْھُنَّ ''فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ'' کے ساتھ نازل ہوئی تھی۔ اس کی نصف آیت سورہ کے ابتدا میں ہے اور نصف آیت ایک سوبیس آیت میں ہے اور ترجمہ آیات یہ ہے:

''یہ لوگ آپ سے یتیم لڑکیوں کے متعلّق سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیں کہ اللہ تم کو یہ فتویٰ دیتا ہے اور ساتھ ہی اپنے وہ احکام بھی تمھیں یاد دلاتا ہے جو پہلے سے تمھیں اس کتاب میں پڑھائے جا رہے ہیں یعنی وہ احکام جن کا تعلّق ان یتیم لڑکیوں سے ہے جن کے حق تم ادا نہیں کرتے جن کے نکاح کرنے سے تم باز رہتے ہو (لہٰذا جو عورتیں تم کو پسند آئیں ان میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کرو)

اہلِ عرب یتیم لڑکی کی تربیت کر کے اس سے خود نکاح کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ انھوں نے یہی بات رسولؐ خدا سے

پوچھی تو اللہ تعالیٰ نے وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ...... مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ کی آیت نازل فرمائی۔

۵۶۵- ابی الجارود نے امام محمد باقر علیہ السلام سے وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ کی آیت کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عورتوں کی میراث کے متعلق پوچھا گیا تو اللہ نے ان کے لیے چوتھا اور آٹھواں حصہ بیان فرمایا۔

۵۶۶- ''مجمع البیان'' میں الّٰتِیْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ کی آیت مجیدہ کے ضمن میں مذکور ہے کہ اس آیت کی تاویل میں بہت سے اقوال منقول ہیں۔

ایک معنی تو یہ ہے: وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ سے مراد یہ ہے کہ اس سے چھوٹے بچوں کی میراث میں شراکت کی طرف اشارہ ہے اور اس اشارہ کا تعلّق فرائض کی ان آیات سے ہے جو سورہ کی ابتدا میں موجود ہیں۔ لہٰذا لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ کا مفہوم یہ ہے کہ تم لڑکیوں کو ان کی میراث نہیں دیتے۔

یہ تاویل امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔

حقوق کی کمی بیشی پر مصالحت

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا ......

(اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے بدسلوکی یا بے رخی کا اندیشہ ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ میاں بیوی (کچھ حقوق کی کمی بیشی پر) آپس میں صلح کرلیں۔ صلح بہرحال بہتر ہے۔ نفس تنگ دلی کی طرف جلد مائل ہو جاتے ہیں لیکن اگر تم لوگ احسان سے پیش آؤ اور خدا ترسی سے کام لو تو خدا تمھارے اعمال سے باخبر ہے۔)

۵۶۷- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ یہ آیت مجیدہ محمد بن مسلمہ کی بیٹی کے قضیہ میں نازل ہوئی تھی۔ وہ رافع بن خدیج کی بیوی تھی۔ وہ بوڑھی ہوگئی تو اس کے شوہر نے ایک جوان عورت سے شادی کرلی۔ نئی بیوی شوہر کی منظورِ نظر تھی۔ پہلی بیوی نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں محسوس کر رہی ہوں کہ تو مجھ سے بے رخی کر رہا ہے اور دوسری بیوی کو مجھ پر ترجیح دے رہا ہے۔

شوہر نے کہا: جی ہاں یہ سچ ہے۔ وہ جوان عورت ہے اور وہ مجھے زیادہ پیاری ہے۔ اگر تو میرے پاس رہنا چاہتی ہے تو تمھارے لیے یہ شرط ہوگی کہ میں دو یا تین دن نئی بیوی کے پاس رہوں گا اور پھر ایک دن تیرے پاس رہوں گا۔

پرانی بیوی نے اس شرط کو تسلیم نہ کیا جس کی وجہ سے شوہر نے اسے ایک طلاق جاری کر دی۔ پھر اس نے اسے دوسری طلاق جاری کر دی۔

بیوی نے کہا: خدا کی قسم مجھے برابر کے حقوق دو تو میں راضی ہو جاؤں گی ورنہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اسی کے متعلّق اس آیت میں فرمایا: وَاُحۡضِرَتِ الۡاَنۡفُسُ الشُّحَّ نفس تنگدلی کی طرف جلد مائل ہو جاتے ہیں۔

کچھ دنوں کے بعد شوہر نے اس سے کہا اگر تم میری پیش کردہ شرط قبول کرلو تو بہتر ورنہ میں تمھیں تیسری طلاق جاری کر دوں گا۔

جب اس نے سارا معاملہ ہاتھ سے جاتے دیکھا تو اس نے اپنے شوہر کی سابقہ پیش کش کو قبول کرلیا۔ اسی پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَاۤ اَنۡ يُّصۡلِحَا بَيۡنَهُمَا صُلۡحًا ؕ وَالصُّلۡحُ خَيۡرٌ ”میاں بیوی آپس میں صلح کرلیں تو اس صلح میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ صلح بہرحال بہتر ہے“۔ چنانچہ وہ اپنے شوہر کے ہاں رہنے لگی۔ شوہر اپنی دو بیویوں میں عدل نہیں کرسکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آیت کے یہ الفاظ نازل فرمائے:

وَلَنۡ تَسۡتَطِيۡعُوۡۤا اَنۡ تَعۡدِلُوۡا بَيۡنَ النِّسَآءِ وَلَوۡ حَرَصۡتُمۡ فَلَا تَمِيۡلُوۡا كُلَّ الۡمَيۡلِ فَتَذَرُوۡهَا كَالۡمُعَلَّقَةِ ”تم بیویوں کے درمیان اپنی خواہش کے باوجود بھی عدل کے مکمل تقاضے پورے نہ کرسکو گے لہٰذا ایسا نہ ہو کہ تم ایک بیوی کی طرف مکمل جھک جاؤ اور دوسری کو لٹکتا ہوا چھوڑ دو“۔

ایسا نہ ہو کہ ایک بیوی تو مکمل طور پر محبوبِ نظر ہو اور دوسری بیوی کا پرسانِ حال ہی کوئی نہ ہو کہ وہ نہ تو کنواری رہے اور نہ ہی شادی شدہ دکھائی دے۔

۵۶۸۔ تفسیر عیاشی میں امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے آپؑ نے وَاِنِ امۡرَاَةٌ خَافَتۡ مِنۡۢ بَعۡلِهَا نُشُوۡزًا اَوۡ اِعۡرَاضًا (اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے بدسلوکی یا بے رخی کا اندیشہ ہو) کی آیت مجیدہ کے متعلّق فرمایا:

”نشوز“ سے یہ مراد ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کرے تو عورت اس سے کہے کہ میں اپنے حق مہر کا بوجھ تیری پشت سے کم کرتی ہوں اور تجھے اتنا مال دیتی ہوں اور میں کچھ دن تیری دوسری بیوی کے لیے تیری وجہ سے حلال

کرتی ہوں، اگر وہ آپس میں کچھ لے دے کر مصالحت کرلیں تو جائز ہے۔

۵۶۹- ''الکافی'' میں علی بن ابی حمزہ سے منقول ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے وَاِنِ امْرَاَۃٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِھَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا کی آیت مجیدہ کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:

جب کبھی میاں بیوی میں ناچاقی واقع ہوجائے اور شوہر اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کرے تو بیوی اس سے یہ کہے کہ مجھے اپنے پاس رہنے دے میں اپنے کچھ حقوق تمھیں معاف کرتی ہوں اور کچھ دن میں دوسری بیوی کے لیے بھی حلال کرتی ہوں۔ اگر ان میں حقوق کی کمی بیشی پر مصالحت ہوجائے تو یہ جائز ہوگی اور میاں بیوی کے لیے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

۵۷۰- حلبی کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَاِنِ امْرَاَۃٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِھَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا کی آیت مجیدہ کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا:

اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو مجبور کرنے کے لیے اس سے یہ کہے کہ میں تجھے طلاق دینا چاہتا ہوں۔ اور عورت یہ کہے کہ مجھے لوگوں کی نفرت کا نشانہ نہ بناؤ، تم مجھے طلاق مت دو۔ البتہ میرے حصّہ کی رات تم جسے دینا چاہو دے دو اور مجھے میری حالت پر رہنے دو۔ چنانچہ اگر میاں بیوی حقوق کی کمی بیشی پر مصالحت کرلیں تو یہ ان کے لیے جائز ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَآ اَنْ یُّصْلِحَا بَیْنَھُمَا صُلْحًا ''اگر وہ آپس میں مصالحت کرلیں تو ان دونوں کے لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور مصالحت بہی ہے''۔

۵۷۱- ابی بصیر کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَاِنِ امْرَاَۃٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِھَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا کی آیت مجیدہ کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:

اس سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کے پاس ایسی بیوی ہو جو اسے ناپسند ہو اور مرد اس بیوی کو طلاق دینا چاہے تو عورت اس سے کہے مجھے اپنے پاس رہنے دو، مجھے طلاق نہ دے، میں تجھے اپنا کچھ حق مہر معاف کرتی ہوں اور تجھے اپنے مال میں سے کچھ حصّہ دیتی ہوں اور میں اپنی رات اور دن کو بھی تیرے لیے حلال کرتی ہوں۔

چنانچہ اگر حقوق کی کمی بیشی پر مصالحت ہوجائے اور شوہر اس کی پیش کش کو قبول کرلے تو اس طرح کی مصالحت میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

ایک دہریے کا سوال اور اس کا جواب

۵۷۲- نوح بن شعیب اور محمد بن حسن کا بیان ہے کہ مشہور دہریہ ابن ابی العوجاء نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگرد ہشام بن الحکم سے کہا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ اللہ صاحبِ حکمت ہے؟

ہشام بن الحکم نے کہا: جی ہاں، اللہ صاحبِ حکمت ہے۔

ابن ابی العوجاء نے کہا: اچھا یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر کہا ہے: فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً (جو عورتیں تمھیں پسند آئیں ان میں سے دو دو، تین تین اور چار چار سے نکاح کرو اور اگر تمھیں یہ خوف ہو کہ تم عدل نہ کرسکو گے تو پھر ایک بیوی کے ساتھ ہی نکاح کرو۔)

جب کہ اللہ نے دوسرے مقام پر یہ کہا ہے: وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ (تم بیویوں کے درمیان اگر چاہو بھی پھر بھی عدل کے مکمل تقاضے پورے نہ کرسکو گے۔)

اب یہ بتاؤ کہ پہلی آیت میں اللہ نے کہا ہے کہ عدل ضروری ہے جب کہ دوسری آیت میں اللہ نے کہا ہے کہ تم سے عدل ممکن ہی نہیں ہے۔ کیا کوئی صاحبِ حکمت ایسی متضاد گفتگو بھی کرسکتا ہے؟

ہشام کے پاس اس کے سوال کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں تھا۔ اس نے مدینہ کا سفر کیا اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

ہشام! حج وعمرہ کے موسم کے بغیر تم یہاں کیسے آئے؟

ہشام نے کہا: مولاؑ! ابن ابی العوجاء نے مجھ سے ایک سوال پوچھا جس کا میرے پاس جواب نہیں تھا اسی لیے میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: اس نے کیا پوچھا تھا؟

ہشام نے اس کا اعتراض آپؑ کے سامنے پیش کیا۔ آپؑ نے فرمایا:

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر تم عدل نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر قناعت کرو۔ اس سے نان و نفقہ کا عدل مراد ہے اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ تم بیویوں کے درمیان عدل قائم نہ کرسکو گے لہٰذا کسی ایک بیوی کی طرف مکمل طور پر نہ جھکو کہ دوسری بیوی معلقہ نظر آئے۔ اس سے مودّت مراد ہے یعنی اللہ نے فرمایا کہ تم بیویوں کو برابر کی محبّت ہرگز نہ دے سکو گے۔

ہشام آپؑ کا جواب سن کر واپس گیا اور اس نے ابن ابی العوجاء کے سامنے وہ جواب پیش کیا۔

جواب سن کر اس نے کہا: خدا کی قسم! یہ تمہارا جواب نہیں ہے۔

۵۷۳- تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ وَلَنْ تَسْتَطِيعُوٓا اَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ سے یہ مراد ہے کہ تم اپنی بیویوں کو برابر کی محبّت نہ دے سکو گے اور سب سے یکساں پیار نہ کر سکو گے۔

۵۷۴- ''مجمع البیان'' میں اس آیت مجیدہ کے ضمن میں مذکور ہے:

کہا جاتا ہے کہ اس کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ تم تمام امور میں من کل الوجوہ بیویوں سے یکساں سلوک نہیں رکھ سکو گے۔ یعنی نان و نفقہ، لباس، جیب خرچ، رہائش، محبّت اور بھلائی اور خوش اخلاقی جیسے امور میں تم سے مساویانہ سلوک نہ ہو سکے گا اور مساویانہ سلوک تمہارے لیے بڑا مشکل ثابت ہوگا کیونکہ تمھیں کچھ بیویاں زیادہ پیاری ہوں گی اور کچھ ان کی بہ نسبت کم پیاری ہوں گی۔ اسی لیے تمھیں یہ نصیحت کی جاتی ہے کہ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ کسی ایک کی طرف مکمل طور پر نہ جھک جاؤ اور اپنی ساری مہربانی اور شفقت ایک سے اس طرح سے مخصوص نہ کرو۔ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ کہ دوسری بیوی معلّق ہو کر نہ رہ جائے اور وہ تمھاری بے توجہی کی وجہ سے نہ تو بیوہ محسوس ہو اور نہ ہی شوہر دار دکھائی دیتی ہو۔

یہی مفہوم ابن عباس، مجاہد، حسن اور قتادہ کے علاوہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی منقول ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیویوں کے لیے اپنی راتیں تقسیم کی تھیں جب آپؐ بیمار ہوتے تو بھی آپؐ بیویوں کی باری کا خیال رکھتے۔

ایک روایت میں مذکو ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی دو بیویاں تھیں۔ آپ باری کا خصوصی خیال رکھتے تھے اور جس کی باری نہ ہوتی تھی تو اس کے گھر میں وضو تک بھی نہیں کرتے تھے۔

۵۷۵- ''الکافی'' میں عاصم بن حمید سے منقول ہے کہ ایک شخص امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ سے اپنی غربت و افلاس کا شکوہ کیا۔ آپؑ نے اسے شادی کا مشورہ دیا۔ اس نے شادی کی اور پھر چند دنوں بعد آپؑ کے پاس آیا۔ آپؑ نے اس سے اس کا حال پوچھا تو اس نے کہا کہ میں پہلے سے بھی زیادہ غریب ہو گیا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔

اس نے بیوی کو طلاق جاری کر دی۔ طلاق کے کچھ عرصہ بعد وہ آپؑ کی خدمت میں آیا۔ آپؑ نے اس سے اس کا

حال دریافت کیا تو اس نے کہا: اب میرے حالات بہتر ہو گئے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: میں نے تجھے اُن دو کاموں کا حکم دیا جن کا خدا نے حکم دیا ہے‘ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۝ (النور)

(اپنی بیواؤں اور اپنے نیک غلاموں اور کنیزوں کا نکاح کرو اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے انھیں غنی کر دے گا‘ اللہ وسعت اور علم رکھنے والا ہے۔)

مقصد یہ ہے کہ نکاح کی صورت میں وسعتِ رزق کا وعدہ کیا ہے جیسا کہ فرمانِ قدرت ہے:

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ”اگر وہ ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کرلیں تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنی وسعت سے غنی کر دے گا“۔

۵۷۶-مصباح الشریعہ میں مرقوم ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اولین و آخرین میں سے اللہ تعالیٰ نے تمام وصیّت کرنے والوں کی وصیّت کو جامع انداز میں ایک ہی جملہ میں ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے: وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ”جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے‘ انھیں اور تم کو ہم نے یہ وصیّت کی ہے کہ خدا کا تقویٰ اختیار کرو“۔

۵۷۷-”مجمع البیان“ میں مذکور ہے کہ جب اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ (اگر خدا چاہے تو تمھیں زمین سے ہٹا کر تمھاری جگہ دوسروں کو لے آئے) کی آیت مجیدہ نازل ہوئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ سلمان فارسی کی پشت پر مار کر کہا: وہ اس کی قوم ہو گی وہ فارس کے عجم ہوں گے۔

خدا کے ہاں دنیا و آخرت کی بھلائی موجود ہے

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

(جو کوئی دنیاوی بدلہ کا خواہش مند ہو تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے پاس دنیا کا ثواب بھی ہے اور آخرت کا ثواب بھی ہے۔)

۵۷۸-علل الشرائع میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے ایک یہودی کے سوالوں کے جواب دیئے۔

اس نے ایک سوال یہ بھی کیا تھا کہ دنیا کو ''دنیا'' کیوں کہا جاتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ یہ لفظ ''دنو'' سے مشتق ہے جس کے معنی قریب ہونے کے ہیں اور دنیا چونکہ قریب ہے اسی لیے اسے دنیا کہا جاتا ہے جب کہ اعمال کی جزا و سزا کا دن تاخیر سے آنا ہے اسی لیے اس دن کو ''یوم آخرت'' کہا جاتا ہے۔

۵۷۹- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ دنیا کو دنیا اور آخرت کو آخرت کیوں کہا جاتا ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ لفظ ''دناءت'' سے مشتق ہے اور دنیا کا گھر چونکہ انتہائی گھٹیا ہے اسی لیے اس کو دنیا کہا جاتا ہے۔ اگر دنیا کو آخرت کے ساتھ پیدا کیا جاتا تو اہلِ دنیا بھی اہلِ آخرت کی طرح سے فنا نہ ہوتے۔ ''آخرت'' کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ دنیا کے بعد تاخیر سے قائم ہوگی۔ اس کے سالوں کی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی اور اس کے دنوں کو شمار نہیں کیا جاسکتا اور اہلِ آخرت پر موت طاری نہ ہوگی۔

۵۸۰- ''کتاب الخصال'' میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

پہلے زمانہ میں جب فقہا و حکما ایک دوسرے کو خط لکھتے تھے تو وہ اس میں صرف یہ تین سطریں لکھتے تھے ان کے میں ان سطروں کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہوتی تھی۔

۱- جس کا مقصد حصولِ آخرت ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دنیاوی مقاصد کو خود بخود پورا کر دیتا ہے۔

۲- جو اپنے باطل کی اصلاح کرے تو اللہ اس کے ظاہر کی اصلاح کرتا ہے۔

۳- جو اپنے اور خدا کے درمیان معاملات صحیح رکھے تو اللہ اس کے اور بندوں کے درمیان معاملات کی خود اصلاح کرتا ہے۔

۵۸۱- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جو اپنے دل کو دنیا سے لگائے گا تو اس کے عوض وہ تین باتوں میں مبتلا ہو جائے گا: ۱- کبھی نہ ختم ہونے والی پریشانی ۲- پوری نہ ہونے والی آرزو ۳- کبھی حاصل نہ ہونے والی خواہش۔

۵۸۲- من لا یحضرہ الفقیہ کے باب نوادر میں مرقوم ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

دنیا بیک وقت طالب بھی ہے، مطلوب بھی ہے۔ جو دنیا کو طلب کرتا ہے تو موت اس طالبِ دنیا کو طلب کرتی ہے یہاں تک کہ اسے دنیا سے باہر نکال لیتی ہے اور جو آخرت کو طلب کرتا ہے تو دنیا بھی اسے طلب کرتی ہے اور وہ دنیا میں رہ کر اپنے حصّہ کا رزق کھاتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ
وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ
غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ
تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ
مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ
يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ؕ﴿۱۳۷﴾ بَشِّرِ
الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ﴿۱۳۸﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ
الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ
الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ﴿۱۳۹﴾ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي
الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا
تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا

مِّثْلُهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ
جَمِيْعًا لا ﴿۱۴۰﴾ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ج فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ
قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ صلے وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ لا قَالُوْٓا
اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ط فَاللّٰهُ يَحْكُمُ
بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى
الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ع ﴿۱۴۱﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ
خَادِعُهُمْ ج وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى لا يُرَآءُوْنَ
النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا لا ﴿۱۴۲﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ق
لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ط وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ
سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ
مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ط اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ
سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ
ج وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا لا ﴿۱۴۵﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا
وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ط
وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ

بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾
لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ
وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ
تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ
وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ
وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۵۰﴾ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ
الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ
مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ
غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾ ع يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ
كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ
فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ
اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ
ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ

الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ
لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿١٥٤﴾ فَبِمَا
نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ
بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ط بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ
فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ص ﴿١٥٥﴾ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ
بُهْتَانًا عَظِيْمًا لا ﴿١٥٦﴾ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ
مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ج وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ
لَهُمْ ط وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ط مَا لَهُمْ بِهٖ
مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ج وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا لا ﴿١٥٧﴾ بَلْ رَّفَعَهُ
اللّٰهُ اِلَيْهِ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٥٨﴾ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ
الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ج وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ
عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ج ﴿١٥٩﴾ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ
طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا لا ﴿١٦٠﴾
وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ
بِالْبَاطِلِ ط وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٦١﴾ لٰكِنِ

الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ
اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ الْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوةَ وَ الْمُؤْتُوْنَ
الزَّكٰوةَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ
سَنُؤْتِیْهِمْ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۱۶۲﴾ ع اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ كَمَآ اَوْحَیْنَآ
اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ
وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِیْسٰی وَاَیُّوْبَ
وَیُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَیْمٰنَ ۚ وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۱۶۳﴾ ۚ
وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَیْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ
نَقْصُصْهُمْ عَلَیْكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰی تَكْلِیْمًا ﴿۱۶۴﴾ ۚ رُسُلًا
مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰهِ حُجَّةٌۢ
بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۱۶۵﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ
یَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَیْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ
یَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴿۱۶۶﴾ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ﴿۱۶۷﴾ اِنَّ
الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا

لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ۙ﴿۱۶۸﴾ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ
وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۶۹﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ
الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا
فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا
حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا
عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ؗ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ
وَرُسُلِهٖ ۚ قف وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ
اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ع ﴿۱۷۱﴾ لَنْ
يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ
الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ
فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا
الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا

پر نازل کی ہے اور ہر اس کتاب پر بھی ایمان لاؤ جو وہ اس سے پہلے نازل کر چکا ہے اور جس نے اللہ اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روزِ آخرت کا انکار کیا تو وہ گمراہی میں بھٹک کر بہت دُور نکل گیا۔

یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کفر اختیار کیا پھر ایمان لائے پھر کفر اختیار کیا پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے تو اللہ ان کو ہرگز معاف نہیں کرے گا اور نہ کبھی ان کو سیدھی راہ دکھائے گا۔ آپ منافقین کو دردناک عذاب کی بشارت دے دیں۔

جو اہلِ ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا سرپرست بناتے ہیں۔ کیا یہ منافق عزت کی طلب میں ان کے پاس جاتے ہیں، جب کہ تمام تر عزت تو اللہ کے لیے ہے۔ اللہ تم کو اس کتاب میں پہلے ہی حکم دے چکا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کے خلاف کفر بکا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ دوسری باتوں میں مصروف نہ ہو جائیں ورنہ تم بھی ان جیسے قرار پاؤ گے۔ یقین جانو کہ اللہ کفار اور منافقوں کو جہنّم میں ایک جگہ جمع کرنے والا ہے۔

یہ منافق تمھارے حالات کا انتظار کر رہے ہیں (دیکھ رہے ہیں کہ تمھارا انجام کیا ہوتا ہے) اگر تمھیں اللہ کی طرف سے فتح نصیب ہوئی تو وہ آ کر کہیں گے کہ کیا ہم تمھارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر کفار کا پلّہ بھاری رہا کہ کیا ہم تمھارے خلاف لڑنے پر قادر نہ تھے۔ پھر بھی ہم نے تم کو مسلمانوں سے بچایا؟ اللہ تمھارے اور ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا۔ اللہ کافروں کے لیے مسلمانوں پر غالب آنے کی ہرگز سبیل نہیں رکھے گا۔

منافقین خدا کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں جب کہ خدا ان کو دھوکہ میں رکھنے والا ہے اور جب منافق نماز کے لیے اٹھتے ہیں تو نہایت سستی کے ساتھ اُٹھتے ہیں۔ یہ لوگ نماز محض

يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾ يٰۤاَيُّهَا
النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا
مُّبِيْنًا ﴿۱۷۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ
فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ
صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۱۷۵﴾ يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي
الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا
نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ
كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً
رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ
لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾

”ایمان والو! انصاف کے علم بردار بنو اللہ کے لیے گواہ بنو اگر چہ تمھاری گواہی کی زد خود تمھاری اپنی ذات پر یا تمھارے والدین پر اور تمھارے رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ فریق معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے۔ لٰہذا خواہشات کی پیروی نہ کرو تاکہ انصاف کرسکو گے۔ اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچّائی سے پہلو بچایا تو جان لو کہ تمھارے اعمال کی اللہ کو سب خبر ہے۔

ایمان والو! تم ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسولؐ

لوگوں کے دکھاوے کے لیے پڑھتے ہیں اور خدا کو بہت ہی کم یاد کرتے ہیں۔

یہ منافق اسلام اور کفر کے درمیان حیران، وسرگردان ہیں نہ پورے اس طرف ہیں نہ پورے اُس طرف ہیں اور جس کو خدا گمراہی میں چھوڑ دے اس کے لیے آپ کو کوئی راستہ نہ ملے گا۔

ایمان والو! مومنین کو چھوڑ کر کفار کو اپنا ولی اور سرپرست نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کو اپنے خلاف صریح حجت دیں؟

یقیناً منافق دوزخ کے سب سے پست طبقہ میں ہوں گے اور تم ان کا کوئی مددگار نہ پاؤ گے۔ البتہ ان میں سے جو توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں اور خدا سے پوری طرح وابستہ ہوجائیں اور اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کردیں تو ایسے افراد مومنین کے ساتھ ہوں گے اور عنقریب اللہ اہلِ ایمان کو اجرِ عظیم عطا کرے گا۔

خدا تمھیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم اس کا شکر کرو اور ایمان کی راہ پر چلنے لگ جاؤ۔ خدا بڑا قدردان اور سب کے حال سے واقف ہے۔

اللہ بلند آواز سے کسی کی بدگوئی پسند نہیں کرتا مگر جب کوئی مظلوم ہو تو اسے اس کی اجازت ہے اور اللہ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ تم کسی خیر کو ظاہر کرو یا اسے مخفی رکھو یا کسی برائی سے درگزر کرو تو اللہ گناہوں کا معاف کرنے والا اور صاحبِ اختیار ہے۔

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق پیدا کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے درمیان میں ایک راہ نکال لیں۔

یہ لوگ پکے کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے رُسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور رسولوں کے درمیان تفرقہ پیدا نہیں کیا ان کو خدا عنقریب ان کا اجر دے گا وہ بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔ اے نبی! یہ اہلِ کتاب اگر آج آپ سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ آپ آسمان سے ان پر کوئی کتاب نازل کرائیں اس سے بڑھ چڑھ کر انھوں نے موسیٰ سے مجرمانہ مطالبہ کیا تھا اور انھوں نے کہا تھا کہ ہمیں خدا کو علانیہ دکھا دو۔ اسی سرکشی کی وجہ سے بجلی نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ پھر انھوں نے ہماری واضح نشانیوں کے آجانے کے بعد گئو سالہ کو معبود بنالیا تھا۔ ہم نے اس سے بھی درگزر کیا تھا اور ہم نے موسیٰؑ کو کھلی ہوئی دلیل عطا کی تھی۔

اور ہم نے ان لوگوں پر طور کو اُٹھا کر ان سے اطاعت کا عہد لیا تھا اور ہم نے ان سے کہا تھا کہ سجدہ ریز ہو کر دروازے میں داخل ہو جاؤ اور ہم نے ان سے کہا تھا کہ ہفتہ کے روز زیادتی نہ کرنا اور ہم نے ان سے پختہ عہد لیا تھا۔

آخر کار ان کی عہد شکنی کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ انھوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا اور بہت سے انبیاء کو ناحق قتل کیا' اور یہ کہا کہ ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں حالانکہ درحقیقت اُن کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے لہٰذا ان میں سے بہت کم افراد ایمان لاتے ہیں اور ان کے کفر اور مریمؑ پر عظیم بہتان لگانے کی وجہ سے اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریمؑ رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ انھوں نے فی الواقع اسے قتل نہیں کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ معاملہ ان پر مشتبہ کر دیا گیا ہے جن لوگوں نے عیسیٰؑ کے متعلّق اختلاف کیا وہ دراصل شک میں مبتلا

ہیں ان کے پاس اس کے متعلق کوئی علم نہیں ہے۔ انھوں نے محض گمان ہی کی پیروی کی ہے۔ انھوں نے یقیناً مسیح کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ خدا نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا۔ اللہ زبردست طاقت رکھنے والا اور حکیم ہے۔

اہلِ کتاب میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لے آئے گا۔ قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔

ان یہودیوں کے اسی ظالمانہ رویے کی وجہ سے ہم نے ان پر وہ پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں جو کہ ان کے لیے حلال قرار دی گئی تھیں اور اس بنا پر بھی کہ وہ لوگوں کو بکثرت خدا کی راہ سے روکتے ہیں۔ اور اس بنا پر بھی کہ وہ سود لیتے ہیں جب کہ انھیں سود سے منع کیا گیا ہے اور وہ لوگوں کے مال ناجائز ذرائع سے کھاتے ہیں۔ جو لوگ ان میں سے کافر ہیں ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

لیکن ان میں سے جو علم میں پختہ ہیں اور ایمان لانے والے ہیں وہ ان تمام باتوں پر ایمان رکھتے ہیں جو تم پر نازل کی گئی ہیں اور جو کچھ آپ سے پہلے نازل کیا گیا ہے اس طرح کے ایمان لانے والے اور نماز وزکوٰۃ کی پابندی کرنے والے اور اللہ اور روزِ آخر پر کامل عقیدہ رکھنے والے لوگوں کو ہم عنقریب اجرِ عظیم عطا کریں گے۔

ہم نے آپ کی طرف اسی طرح سے وحی نازل کی ہے جس طرح نوحؑ اور اس کے بعد کے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی اور ہم نے ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ، اولادِ یعقوبؑ، عیسٰیؑ، ایوبؑ، یونسؑ، ہارونؑ اور سلیمانؑ کی طرف بھیجی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی ہے۔

کچھ رسول ایسے ہیں جن کے واقعات ہم آپ سے بیان کر چکے ہیں اور کچھ رسول وہ

ہیں جن کے واقعات ہم نے آپ سے بیان نہیں کیے اور اللہ نے موسیٰؑ سے کلام کا حق ادا کر دیا۔ یہ سارے رسول بشارت دینے والے اور ڈرانے والے تھے اور انھیں اس لیے بھیجا گیا کہ رسولوں کے آنے کے بعد انسانوں کی خدا کے مقابلے میں کوئی حجت باقی نہ رہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

(لوگ مانیں یا نہ مانیں) مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ جو کچھ اس نے تم پر نازل کیا ہے اسے اپنے علم سے نازل کیا ہے اور ملائکہ بھی گواہ ہیں اور اللہ بطورِ گواہ کافی ہے۔

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور راہِ خدا سے (لوگوں کو) منع کیا وہ گمراہی میں بہت دُور تک چلے گئے ہیں۔

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا خدا انھیں ہرگز معاف نہیں کرے گا اور نہ ہی انھیں (اپنے) راستے کی ہدایت دے گا۔ سوائے جہنّم کے راستے کے (انھیں اور کوئی رہنمائی نہیں کرے گا) جہاں ان کو ہمیشہ رہنا ہے اور یہ خدا کے لیے بہت ہی آسان ہے۔

اے لوگو! یہ رسول تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے حق لے کر آیا ہے۔ ایمان لاؤ یہی تمھارے لیے بہتر ہے۔ اگر تم نے کفر کیا تو زمین و آسمان کی تمام چیزیں خدا کی ملکیت ہیں اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

اے اہلِ کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کی طرف حق کے علاوہ کوئی بات منسوب نہ کرو۔ مسیح عیسیٰؑ بن مریم بس اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے جس کا القاء مریمؑ کی طرف کیا گیا ہے اور وہ اللہ کی طرف سے ایک روح ہے۔ تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین کا نام بھی نہ لو۔ اس سے باز آ جاؤ اسی میں تمھاری بھلائی ہے۔ اللہ تو بس ایک ہی معبود ہے۔ وہ پاک ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں

اسی کی ملکیت میں ہیں، بطور کارساز اللہ کافی ہے۔

مسیحؑ نے کبھی بھی بندۂ خدا ہونے کو اپنے لیے عار نہیں سمجھا اور نہ ہی مقرب فرشتے خدا کے بندہ ہونے کو اپنے لیے عار محسوس کرتے ہیں اور جن لوگوں نے بھی اس کی بندگی کو عار سمجھا اور تکبر کیا تو ایسے تمام لوگوں کو اللہ اپنے پاس جمع کرے گا۔

بہر حال وہ لوگ جو ایمان لائے ہوں گے اور جنھوں نے نیک عمل کیے ہوں گے تو خدا انھیں ان کا مکمل اجر عطا کرے گا اور اپنے فضل سے ان کے اجر میں اضافہ کرے گا اور وہ لوگ جنھوں نے خدا کی بندگی کو عار سمجھا ہوگا اور تکبر کیا ہوگا تو اللہ انھیں دردناک عذاب دے گا اور خدا کے علاوہ وہ اپنے لیے کوئی سرپرست اور مددگار نہیں پائیں گے۔

اے لوگو! تمھارے رب کی طرف سے تمھارے پاس روشن دلیل آ چکی ہے اور ہم تمھاری طرف واضح نور بھی نازل کر چکے ہیں۔ وہ لوگ جو خدا پر ایمان لائے ہیں اور جو اس سے وابستہ ہو چکے ہیں خدا ایسے لوگوں کو اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا انھیں اپنی طرف سے آنے کا سیدھا راستہ دکھائے گا۔

اے نبیؐ! یہ لوگ آپ سے فتویٰ دریافت کرتے ہیں آپ کہہ دیجیے کہ کلالہ (بھائی بہن) کے بارے میں خدا تم کو یہ فتویٰ دیتا ہے اگر کوئی شخص بے اولاد مر جائے اور صرف بہن وارث ہو تو اسے ترکہ میں سے نصف ملے گا۔ اسی طرح سے اگر بہن مر جائے اور اس کی اولاد نہ ہو تو بھائی اس کا وارث ہوگا۔ پھر اگر وارث دو بہنیں ہیں تو انھیں ترکہ کا دو تہائی ملے گا۔ اگر بہن بھائی دونوں ہیں تو مرد کے لیے عورت کا دہرا حصّہ ہوگا۔ خدا یہ سب واضح کر رہا ہے تاکہ بھٹکنے نہ پاؤ اور خدا ہر چیز کو اچھی طرح سے جاننے والا ہے"۔

ہر حال میں سچّی گواہی دو

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۗ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝

(ایمان والو! انصاف کے علم بردار بنو اللہ کے لیے گواہ بنو اگر چہ تمھاری گواہی کی زد خود تمھاری اپنی ذات پر یا تمھارے والدین پر اور تمھارے رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ فریق معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے لہٰذا خواہشات کی پیروی نہ کرو تا کہ انصاف کرسکو۔ اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچّائی سے پہلو بچایا تو جان لو کہ تمھارے اعمال کی اللہ کو سب خبر ہے۔)

۵۸۳- ''الکافی'' میں علی بن سوید السائی سے منقول ہے کہ میں نے ایک خط لکھ کر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا اغیار کے لیے گواہی دی جائے؟

آپؑ نے جواب میں لکھا کہ خدا کے لیے گواہی قائم کرو اگر چہ اس کی زد تمھاری اپنی ذات یا والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ اگر تمھیں خوف ہو کہ اس گواہی کی وجہ سے تمھارے دینی بھائی پر ظلم کیا جائے گا تو پھر گواہی نہ دینا۔

۵۸۴- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ایک مومن کے دوسرے مومن پر سات حقوق ہیں ان میں سے سب سے زیادہ واجب حق یہ ہے کہ انسان ہر حال میں حق بات کہے اگر چہ اس کی زد اس کی ذات یا اس کے والدین پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ حق سے کسی طرح سے بھی انحراف نہ کرے۔

۵۸۵- ''کتاب الخصال'' میں مذکور ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

قیامت کے دن تین قسم کے افراد تمام مخلوق میں سے خدا کے زیادہ قریب ہوں گے یہاں تک کہ اللہ حساب سے فارغ ہو جائے۔

پہلا شخص وہ ہے جو قدرت رکھتے ہوئے بھی اپنے سے کمزور آدمی پر ظلم نہ کرے۔

دوسرا شخص وہ ہے جو دو افراد کے درمیان چلے مگر وہ کسی ایک کی طرف جَو برابر بھی مائل نہ ہو۔

۵۸۶- تیسرا شخص وہ ہے جو ہر حال میں حق بات کہے خواہ اس سے اس کا فائدہ ہوتا ہو یا نقصان۔

۵۸۷- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک مخصوص جنت پیدا کی ہے جس میں صرف تین قسم کے افراد ہی داخل ہوں گے۔ ان میں سے ایک شخص وہ ہے جو اپنے متعلق بھی حق پر مبنی فیصلہ کرے۔

۵۸۷- ''مجمع البیان'' میں ہے کہ وَاِنْ تَلْوٗا کا معنی یہ ہے کہ گواہی تبدیل نہ کرو اور اَوْ تُعْرِضُوْا کا معنی یہ ہے کہ گواہی کو مت چھپاؤ۔

یہی مفہوم ابن زید اور ضحاک سے منقول ہے اور امام محمد باقر علیہ السلام نے بھی یہی مفہوم بیان کیا تھا۔

۵۸۸- ''اصول کافی'' میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اِنْ تَلْوٗا اَوْ تُعْرِضُوْا کا مفہوم یہ ہے کہ تم نے گواہی میں لگی لپٹی بات کی یا تم نے اس حکم سے اعراض کیا جس کا تمھیں حکم دیا گیا ہے تو یاد رکھو فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا لُوْنَ خَبِیْرًا ''اللہ تمھارے تمام اعمال سے باخبر ہے''۔

بار ایمان لانے والے اور کفر کرنے والے

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا ......

(بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کفر کیا پھر ایمان لائے پھر کفر کیا پھر کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے ان لوگوں کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی۔)

۵۸۹- ''اصول کافی'' میں ہے کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کے ان سیاسی حریفوں کے متعلق نازل ہوئی جو ابتدا ں اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور جب ان کے سامنے ولایتِ علیؑ پیش کی گئی تو انھوں نے انکار کر دیا۔ ب مقامِ غدیر میں رسول اکرمؐ نے ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' کا اعلان کیا تو وہ ایمان لائے۔ پھر جب رسولؐ آنکھیں بند ہوئیں تو انھوں نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد وہ گمراہی میں بڑھتے ہی گئے اور یوں ان کے دل ایمان حالی ہو گئے۔

۵۹۰- تفسیر عیاشی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے آپؑ نے فرمایا:

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ...... کی آیت مجیدہ حضرت علی علیہ السلام کے سترہ حریفوں کے متعلق

نازل ہوئی۔ ان لوگوں نے پہلا کفر اس وقت کیا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام اور عمار یاسرؓ کو مکہ روانہ کیا تو انھوں نے کہا کہ مکہ میں بڑے بڑے سورما رہتے ہیں جب کہ علیؑ ابھی نوخیز جوان ہے۔ پھر انھوں نے حضرت علی علیہ السلام اور عمارؓ کو اہل مکہ کے شہر سے ڈرایا اور انھیں خوفزدہ کرنے کی کوشش کی تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (ہمارے لیے خدا ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے)

الغرض علی علیہ السلام عمارؓ کو ساتھ لے کر مکہ چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے مخالفین کے قول اور حضرت علی علیہ السلام کے جواب کو وحی الٰہی بنا کر اپنے حبیب پر یہ آیت نازل فرمائی:

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝ (آل عمران)

”کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے لوگوں نے کہا تھا کہ لوگ تمھارے لیے جمع ہو چکے ہیں ان سے ڈرو۔ مگر ان کے ایمان میں اضافہ ہوگیا اور انھوں نے کہا کہ ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے“۔

دوسری بار انھوں نے اس وقت کفر کیا کہ جب وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک گھاٹی کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آپؐ نے فرمایا:

ابھی اس گھاٹی سے ایک جوان برآمد ہوگا جو خدا کی نظر میں عیسیٰ بن مریمؑ کی شبیہ ہوگا۔

جب لوگوں نے زبانِ پیغمبر سے یہ گفتگو سنی تو ہر شخص نے بے ساختہ تمنا کی کہ ہمارے ہی خاندان کا کوئی شخص آجائے۔ تھوڑی سی دیر ہی گزری تھی کہ گھاٹی سے امیر المومنین علی علیہ السلام برآمد ہوئے۔

جب انھوں نے حضرت علی علیہ السلام کو دیکھا تو انھیں شدید صدمہ ہوا اور آپس میں کہنے لگے کہ محمدؐ تو علیؑ کو نبی ہی بنانا چاہتا ہے اور اس دین پر رہنے سے تو یہ بہتر ہے کہ ہم اپنے معبودوں کی طرف لوٹ جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت نازل فرمائی:

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ۝ (زخرف:۵۷)

”اور جب ابن مریمؑ کی مثال بیان کی جاتی ہے تو آپ کی قوم اس سے رخ موڑ لیتی ہے“۔

ان لوگوں کے کفر میں اضافہ اس وقت ہوا جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

إِنَّ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۞ (البینہ:۷)

"بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہی تمام مخلوق سے افضل ہیں"۔

اس آیت کے نزول کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

یاعلی! اصبحت وامسیت خیر البریۃ (علیؑ تم ہی خیر البریہ ہو)

لوگوں نے زبان اعتراض دراز کر کے کہا:

کیا علیؑ آدم، نوح، ابراہیم اور تمام انبیاء علیہم السلام سے بھی بہتر ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۙ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۚ (آل عمران:۳۳-۳۴)

"بے شک اللہ نے آدمؑ، نوحؑ، آل ابراہیمؑ اور آل عمرانؑ کو تمام جہانوں سے منتخب کیا۔ وہ ایک دوسرے کی اولاد تھے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے"۔

منافقین (جنھیں حضرت علیؑ کی فضیلت ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی) نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا:

کیا علیؑ آپ سے بھی افضل ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (اعراف:۱۵۸)

"آپ کہہ دیں کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں"۔

پھر آپؐ نے فرمایا: لوگو! علیؑ تم سے بہتر ہے اور اس کی اولاد تمھاری اولاد سے بہتر ہے اور اس کے پیروکار تمھارے پیروکاروں سے بہتر ہیں۔

جب منافقین نے رسول حق کی زبان سے یہ اعلان سنا تو ناراض ہو کر اٹھے اور کہنے لگے: تمھارے ابن عم کی فضیلت تسلیم کرنے سے تو ہمارے لیے کافر ہونا بہتر ہے۔ چنانچہ ان کی اسی کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا (پھر وہ کفر میں بڑھتے ہی گئے) کے الفاظ سے بیان کیا۔

۵۹۱- امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے کہ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا کی آیت مجیدہ عبداللہ بن ابی سرح کے متعلّق نازل ہوئی۔ یہ شخص حضرت عثمان کا قریبی عزیز تھا اور ان کے دورِ حکومت میں مصر کا گورنر تھا۔ اس کے دل میں ایمان کا ایک قطرہ تک نہیں تھا۔

۵۹۲- ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ شراب حرام ہے مگر اس کے باوجود اسے پیئے اور جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ زنا حرام ہے مگر اس کے باوجود زنا کرے اور جو یہ عقیدہ رکھے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے مگر پھر بھی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو ایسا شخص اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا کی آیت مجیدہ کا مصداق ہے۔

۵۹۳- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ...... کی آیت ان لوگوں کے متعلّق نازل ہوئی جنھوں نے رسولؐ خدا کی نبوت کا زبان سے اقرار کیا تھا مگر دل سے تصدیق نہیں کی تھی۔ پھر جب انھوں نے حیاتِ پیغمبر میں ایک دستاویز لکھی تھی کہ رسولؐ کی وفات کے بعد ان کے اہلِ بیتؑ کو اقتدار سے دُور رکھیں گے۔ چنانچہ اس دستاویز کی وجہ سے انھوں نے کفر کیا تھا۔

اس کے بعد جب اللہ نے ولایتِ علیؑ نازل کی تو انھوں نے اس کا زبان سے اقرار کیا لیکن پھر بھی دل سے ان کی ولایت کے قائل نہ ہوئے اور ان کے کفر میں مکمل اضافہ اس وقت ہوا جب رسولِ اکرمؐ کی رحلت کے بعد انھوں نے آلِ محمدؑ کے حقوق غصب کیے۔

چنانچہ ایسے ہی افراد کے متعلّق اللہ نے فرمایا: لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ ...... ایسے افراد کی خدا مغفرت نہیں کرے گا اور نہ ہی انھیں دوزخ کی راہ کے علاوہ کوئی راہ دکھائے گا۔

الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ ”وہ جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا سرپرست بناتے ہیں کیا یہ ان سے عزت کے طلب گار ہیں“۔

یہاں ”عزت“ سے قوت مراد ہے۔ یعنی کیا وہ کافروں سے قوت کے طلب گار ہیں۔

جس محفل میں دین کا مذاق اڑایا جائے اس محفل میں مت بیٹھو

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ

حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ

(اللہ اس کتاب میں تمھیں پہلے ہی حکم دے چکا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ دوسری باتوں میں مصروف ہو جائیں ورنہ تم بھی ان جیسے قرار پاؤ گے۔ یقین جانو کہ اللہ کفار اور منافقوں کو جہنّم میں ایک جگہ جمع کرنے والا ہے۔)

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو ایسی محفل میں بیٹھنے سے منع کیا ہے جس میں دین کا انکار اور آیاتِ الٰہی کا مذاق اڑایا جا رہا ہو البتہ اگر کوئی بھول چوک کر ایسی محفل میں بیٹھ جائے تو جیسے ہی اسے خدا کا یہ فرمان یاد آئے تو اسے وہ محفل فوراً چھوڑ دینی چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝ (انعام:٦٨)

''اور اگر شیطان تمھیں فراموش کرا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں''۔

۵۹۴- شعیب عقرقوقی کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ...... کی آیت مجیدہ کا مفہوم دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

جب دیکھو کہ کوئی شخص حق کا انکار کر رہا ہے اور اسے جھٹلا رہا ہے اور ائمہ پر اعتراض کر رہا ہے تو اس کے پاس سے اٹھ کر چلے جاؤ خواہ اس کا نتیجہ کچھ بھی کیوں نہ ہو۔

۵۹۵- تفسیر عیاشی میں اسی آیت کے ضمن میں امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے' آپؑ نے فرمایا:

جب دیکھو کہ کوئی شخص حق کا انکار کر رہا ہے اور اس کو جھٹلا رہا ہے اور اہلِ حق پر اعتراض کر رہا ہے تو تم اس کے پاس سے اٹھ کر چلے جاؤ۔ اس کے ساتھ نہ بیٹھو۔

۵۹۶- ''اصول کافی'' میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے اعضا پر ایمان فرض کیا اور ہر حصّہ کے لیے ایمان کا علیحدہ تقاضا مقرر کیا۔ اللہ نے کان پر یہ فرض کیا کہ جس چیز کے سننے سے اللہ نے منع کیا ہے وہ اسے نہ سنے اور ان کی طرف توجہ نہ کرے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ...... اللہ اس کتاب میں تمھیں پہلے ہی حکم دے چکا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو۔ یہاں تک کہ وہ دوسری باتوں میں مصروف

ہو جائیں ورنہ تم بھی ان جیسے قرار پاؤ گے۔

۵۹۷- من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے فرزند محمد بن حنفیہ کو وصیت کی تھی۔ اس وصیّت میں یہ جملے بھی شامل ہیں۔

اللہ نے کان پر یہ فرض کیا ہے کہ وہ گناہوں کی باتوں کو توجہ سے نہ سنے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ......

۵۹۸- عیون الاخبار میں ابوالصلت ہروی سے منقول ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ کوفہ میں کچھ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ نبی اکرم کو دورانِ نماز سہو لاحق نہیں ہوا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: انھوں نے جھوٹ کہا۔ ان پر خدا لعنت کرے۔ اللہ ہی وہ واحد ذات ہے جس پر سہو طاری نہیں ہوتا۔ (انبیاء پر سہو طاری نہیں ہوتا لہٰذا یہ روایت ضعیف معلوم ہوتی ہے)

میں (راوی) نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! کوفہ میں کچھ ایسے افراد بھی ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام شہید نہیں ہوئے تھے۔ اللہ نے حنظلہ بن اسعد شامی کو ان کی شبیہہ بنا دیا تھا اور امام حسین علیہ السلام کو اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کی طرح سے آسمان پر اٹھا لیا تھا اور وہ اس کے لیے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں: وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۝۱۴۱ ”اللہ کافروں کے لیے مومنوں پر غالب آنے کی ہرگز کوئی سبیل نہیں رکھے گا“۔

یہ سن کر امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

انھوں نے جھوٹ کہا۔ ان پر خدا کی لعنت اور غضب ہو اور انھوں نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے متعلق رسولؐ خدا کی پیشین گوئیوں کو جھٹلا کر کفر کا ارتکاب کیا۔ رسولؐ خدا نے امام حسین علیہ السلام کے متعلق پیشین گوئی کی تھی کہ انھیں شہید کیا جائے گا۔

خدا کی قسم! امیر المومنین اور حسن مجتبیٰ علیہما السلام امام حسین علیہ السلام سے افضل تھے مگر وہ بھی شہید کیے گئے تھے۔ ہم میں سے ہر ایک شہید ہے۔

خدا کی قسم! مجھے بھی زہر سے دھوکا دے کر شہید کیا جائے گا اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میرا قاتل کون ہوگا۔ کیونکہ رب العالمین کی طرف سے جبریل نے رسولؐ خدا کو خبر دی تھی اور رسولؐ خدا سے وہ خبر ہم تک پہنچی ہے اور جہاں تک قرآن مجید کی اس آیت وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا کا تعلق ہے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کافروں کو

دلیل و حجت کے ذریعے سے انبیاء پر کبھی غلبہ نہیں دے گا۔

منافقین کی علامات

اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ يُخٰدِعُوۡنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمۡ‌ۚ وَاِذَا قَامُوۡۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوۡا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوۡنَ النَّاسَ وَلَا يَذۡكُرُوۡنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيۡلًا ۙ﴿۱۴۲﴾ مُّذَبۡذَبِيۡنَ بَيۡنَ ذٰ لِكَ ‌ۖ لَاۤ اِلٰى هٰٓؤُلَۤاءِ وَلَاۤ اِلٰى هٰٓؤُلَۤاءِ‌ ؕ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ سَبِيۡلًا ﴿۱۴۳﴾

(منافق اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں جب کہ وہ انھیں دھوکے میں رکھے ہوئے ہے جب یہ نماز کے لیے اٹھتے ہیں تو کسمساتے ہوئے محض لوگوں کو دکھانے کی خاطر اٹھتے ہیں اور وہ خدا کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔ یہ کفر و ایمان کے درمیان حیران و سرگردان ہیں نہ پورے اس طرف ہیں اور نہ پورے اُس طرف ہیں اور جس کو خدا گمراہی میں چھوڑ دے اس کے لیے آپ کو کوئی راستہ نہ ملے گا"۔

۵۹۹- "اصولِ کافی" میں محمد بن فضیل سے مروی ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو خط لکھا اور ان سے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ جواب میں آپ نے اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ يُخٰدِعُوۡنَ اللّٰهَ...... فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ سَبِيۡلًا ﴿۱۴۳﴾ کی آیت مجیدہ تحریر فرمائی اور اس کے بعد لکھا کہ منافق' کافر نہیں تھے اور مومن و مسلم بھی نہیں تھے۔ وہ زبان سے ایمان کا اظہار کرتے تھے اور کفر و تکذیب کی طرف پلٹ جاتے تھے۔ خدا ان پر لعنت کرے۔

خدا کے "استہزاء، تمسخر اور مکر" کا مفہوم

۶۰۰- عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ علی بن فضال نے اپنے والد سے روایت کی۔ اس نے کہا میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ سَخِرَ اللّٰهُ مِنۡهُمۡ (اللہ نے ان کا تمسخر اڑایا)' اَللّٰهُ يَسۡتَهۡزِئُ بِهِمۡ (اللہ ان کا مذاق اڑاتا ہے)' وَمَكَرُوۡا وَ مَكَرَ اللّٰهُ (انھوں نے مکر کیا اور اللہ نے بھی مکر کیا) کی آیات کا کیا مطلب ہے اور کیا اللہ ٹھٹھہ کرتا ہے' مذاق اڑاتا ہے اور کیا اللہ بھی مکر کرتا ہے اور کیا وَهُوَ خَادِعُهُمۡ (وہ ان کو دھوکہ دینے والا ہے) کے تحت خدا بھی دھوکہ دیتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ نہ تو تمسخر اڑاتا ہے اور نہ ہی استہزاء کرتا ہے اور نہ مکر کرتا ہے اور نہ ہی دھوکہ دیتا ہے۔ البتہ اللہ ان افعال کا بدلہ

دیتا ہے چنانچہ اللہ کے بدلہ کو بھی قرآن حکیم میں انھی الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وہ اس سے کہیں بلند و برتر ہے جو ظالم اس کے متعلق بیان کرتے ہیں۔

۶۰۱- کتاب الخصال میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا:

بیٹا! ہر چیز اپنی علامت سے پہچانی جاتی ہے اور منافق کی تین علامتیں ہیں: ۱- اس کی زبان اس کے دل کی مخالف ہوتی ہے۔ ۲- اس کا فعل اس کے قول کا مخالف ہوتا ہے۔ ۳- اس کا باطن اس کے ظاہر کا مخالف ہوتا ہے۔

سستی کرنے والے کی تین نشانیاں ہیں:

۱- اتنا سستی کرے گا کہ افراط کر بیٹھے گا۔ ۲- اتنا افراط کرے گا کہ ضائع کر دے گا۔ ۳- اتنا ضائع کرے گا کہ گناہ گار ہو جائے گا۔

ریا کار کی بھی تین نشانیاں ہیں:

۱- جب اکیلا ہو تو مستی کرے گا۔ ۲- جب لوگ اس کے پاس موجود ہوں گے تو وہ چستی کرے گا۔ ۳- ہر کام میں چاہے گا کہ لوگ اس کی تعریف کریں۔

۶۰۲- امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

چار عادات دل کو خراب کر دیتی ہیں اور دل میں منافقت کو یوں اُگاتی ہیں جیسا کہ پانی درختوں کو اُگاتا ہے:

۱- لہو و لعب کا سننا ۲- بے حیائی پر مبنی گفتگو کرنا ۳- سلطان کے دروازے پر جانا ۴- شکار تلاش کرنا۔

۶۰۳- علل الشرائع میں امام محمد باقر علیہ السلام سے یہ فرمان منقول ہے کہ آپ نے زرارہ سے فرمایا:

"کسمساتے ہوئے، اُونگھتے ہوئے اور بوجھل پن اختیار کر کے نماز کے لیے کھڑا نہ ہونا کیونکہ یہ منافقت کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو نیند کے نشے کی حالت میں نماز ادا کرنے سے منع کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے منافقین کے متعلق فرمایا:

وَ اِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۟ "وہ جب بھی نماز کے لیے اُٹھتے ہیں تو کسمساتے ہوئے، وہ لوگوں کو دکھاوے کے لیے نماز پڑھتے ہیں اور اللہ کو بہت ہی کم یاد کرتے ہیں"۔

۶۰۴۔ ''معانی الاخبار'' میں عبداللہ بن سنان سے مروی ہے کہ ہم امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپ کے ایک ہم نشین نے کہا:

فرزندِ رسولؐ! میں آپ پر قربان جاؤں، مجھے تو اپنے متعلّق منافق ہونے کا خوف ہے۔

آپؑ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ تم اپنے گھر میں تنہا رہ کر رات اور دن کی نمازیں پڑھتے ہو؟

اس نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: کس کے لیے نماز پڑھتے ہو؟

اس نے کہا: میں خدا کے لیے نماز پڑھتا ہوں۔

اس کا جواب سن کر آپؑ نے فرمایا:

تو تو خاص خدا کے لیے نماز پڑھتا ہے کسی کے دکھاوے کے لیے نماز نہیں پڑھتا۔ پھر تو منافق کیسے ہوسکتا ہے؟

۶۰۵۔ ''اصول کافی'' میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

جس نے تنہائی میں خدا کا ذکر کیا تو اس نے خدا کا ذکرِ کثیر کیا۔ منافق ظاہر میں اللہ کو یاد کرتے تھے لیکن تنہائی میں اسے یاد نہیں کرتے تھے۔ ان کے متعلّق اللہ نے فرمایا: يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۱۴۲ ''وہ لوگوں کو دکھانے کے لیے اٹھتے ہیں جب کہ اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں''۔

۶۰۶۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

''منافق دوسروں کو برائی سے روکتا ہے لیکن خود نہیں رُکتا۔ دوسروں کو نیکی کا حکم دیتا ہے لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتا اور جب وہ نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اِدھر اُدھر متوجہ رہتا ہے اور وہ رکوع انتہائی ہلکا کرتا ہے۔ عشاء کی نماز پڑھتا ہے تو اس کا خیال کھانے کی طرف ہوتا ہے اور صبح کرتا ہے تو اس کا خیال نیند کی طرف رہتا ہے اور اگر منافق کبھی تم سے بات کرے گا تو جھوٹ بولے گا اور اگر تم اس کے پاس امانت رکھو گے تو وہ تم سے خیانت کرے گا اور جب تم اس سے غائب ہوگے تو وہ تمھاری غیبت کرے گا اور اگر وہ تم سے وعدہ کرے گا تو وعدہ خلافی کرے گا''۔

۶۰۷۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''منافق کھجور کے ٹیڑھے تنے کی طرح سے ہوتا ہے جسے مالک بطور شہتیر استعمال کرنا چاہے تو وہ وہاں کام نہ آئے وہ اسے دوسرے کمرے میں استعمال کرنا چاہے تو وہ وہاں بھی کام نہ آئے۔ آخر کار وہ اس ٹیڑھے تنے کو آگ میں جلائے''۔

۶۰۸- ''الکافی'' میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ میرے والد نے اپنے ایک بیٹے سے کہا:

''بیٹا! سُستی اور الکس سے بچتے رہنا۔ یہ چیزیں تجھے تیرے دنیا و آخرت کے حصّہ سے محروم کر دیں گی''۔

۶۰۹- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''جس نے اپنے وضو اور نماز میں سُستی کی تو اس کے امر آخرت میں کوئی بھلائی نہیں ہوگی اور جو اپنے معاشی امور کے لیے سُستی کرے گا تو اس کے دنیاوی امور میں بھلائی نہیں رہے گی''۔

۶۱۰- امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

''جب سُستی اور عاجزی ایک جگہ جمع ہو جائیں تو ان کے ملاپ کے نتیجے میں فقر پیدا ہوتا ہے''۔

منافق دوزخ کے نچلے طبقہ میں ہوں گے

۶۱۱- ''روضہ کافی'' میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں:

''جان لو کہ انکار کرنے والے ہی تکذیب کرنے والے ہیں اور تکذیب کرنے والے منافق ہیں اور اللہ تعالیٰ نے منافق کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿١٤٥﴾

''منافق دوزخ کے نچلے طبقہ میں ہوں گے اور تم ان کے لیے ہرگز کوئی مددگار نہ پاؤ گے''۔

۶۱۲- احتجاج طبرسی میں حضرت علی علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں:

''اے گروہِ مردم! میرے بعد ایسے رہنما ہوں گے جو دوزخ کی دعوت دیں گے اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ کی جائے گی''۔

''اے گروہ مردم! ان سے اللہ بھی بری ہے اور میں بھی ان سے لاتعلق ہوں''۔

''اے گروہِ مردم! وہ اور ان کے مددگار اور ان کے پیروکار اور ان کی اتباع کرنے والے دوزخ کے نچلے طبقہ میں ہوں گے اور تکبر کرنے والوں کے لیے انتہائی بُرا ٹھکانہ ہے''۔

مظلوم کو ظالم کے خلاف بلند آواز سے واویلا کرنے کا حق ہے

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ

(اللہ بلند آواز سے کسی کی بدگوئی پسند نہیں کرتا مگر جب کوئی مظلوم ہو تو اسے اس کی اجازت ہے۔)

۶۱۳- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ آیت مجیدہ کا مفہوم یہ ہے کہ مظلوم کو ظالم کا شکوہ کرنے کی اجازت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں ہے کہ انسان ظلم و برائی کا شکوہ کرے البتہ مظلوم کو ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ اسے ظالم کے خلاف بلند آواز سے واویلا کرنے کا حق ہے۔

ایک اور حدیث میں مذکور ہے کہ اگر تیرے پاس کوئی شخص آئے اور وہ تیرے سامنے خوشامد کرتے ہوئے تیری وہ تعریفیں کرے جو تجھ میں موجود نہیں ہیں تو اس کی بات کو قبول نہ کرنا اور اسے جھٹلانا اس نے تجھ پر ظلم کیا ہے۔

۶۱۴- ''مجمع البیان'' میں لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ کے ضمن میں مرقوم ہے:

''اس کے مفہوم کے متعلق کئی اقوال منقول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ مدد حاصل کرنے کے لیے مظلوم کو اجازت ہے کہ وہ ظالم پر سب و شتم کرسکتا ہے لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ ایسے معاملہ کے لیے مدد حاصل کرنے کا خواہش مند ہو جس کی مدد دینی اعتبار سے بھی جائز ہو۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام سے یہی مفہوم منقول ہے''۔

۶۱۵- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''اگر کوئی شخص کسی کا مہمان ہو اور میزبان اچھی مہمان نوازی نہ کرے تو اس مہمان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس کی نکمی میزبانی کو بیان کرے''۔

دین کے کچھ احکام کو ماننے اور کچھ کو نہ ماننے والے افراد

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ

(بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق پیدا کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں''۔

۶۱۶-تفسیر علی بن ابراہیم میں آیت بالا کے ضمن میں لکھا ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو کچھ انبیاء کو ماننے کا دعویٰ کرتے تھے اور کچھ انبیاء پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور اس اُمت میں جو لوگ رسولؐ خدا پر ایمان رکھیں اور امیرالمومنینؑ کی امامت کا انکار کریں تو وہ بھی معنوی طور پر ان کے ہی بھائی ہیں۔

وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ (اور انبیاء کو ناحق قتل کرنے کی وجہ سے)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور کے یہودیوں نے کسی نبی کو قتل نہیں کیا تھا۔ انبیاء سابقین میں بعض انبیاء کو ان کے آباء واجداد نے قتل کیا تھا مگر یہ لوگ اپنے آباء واجداد کے فعل پر راضی تھے اور اسی رضامندی کی وجہ سے اللہ نے انھیں بھی انبیاء کا قاتل قرار دیا تھا اور خدا کا اصول یہ ہے کہ جو کسی کے فعل پر راضی ہو تو وہ بھی اس کام میں برابر کا شریک شمار کیا جاتا ہے۔

۶۱۷- عیون الاخبار میں ابراہیم بن ابی محمود سے منقول ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ (اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے) کا کیا مطلب ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ان کے کفر کی وجہ سے خدا ان سے اپنی توفیق سلب کر لیتا ہے اور وہ حق بات سننے اور سمجھنے پر آمادہ ہی نہیں ہوتے۔

۶۱۸- امالی صدوق میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے علقمہ سے فرمایا:
علقمہ! کوئی شخص بھی تمام لوگوں کو راضی نہیں رکھ سکتا اور کوئی بھی شخص لوگوں کی زبانوں کو بند نہیں کر سکتا۔ لوگوں کی بے حیائی کی حد یہ ہے کہ انھوں نے حضرت عیسٰیؑ کی پیدائش کے بعد حضرت مریمؑ کے دامنِ عصمت پر الزام لگایا تھا اور کہا تھا کہ یہ ''یوسف نجار'' کا بیٹا ہے۔

حضرت عیسٰیؑ نہ قتل ہوئے نہ ہی سولی چڑھے

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ
(یہودیوں نے عیسٰی کو نہ تو قتل کیا تھا اور نہ ہی صلیب پر چڑھایا تھا بلکہ ان پر معاملہ مشتبہ کر دیا گیا۔)

۶۱۹- کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں ہے:

الفاظ بھی وارد ہیں:

یہود و نصاریٰ دونوں گروہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل و صلیب پر متفق ہیں۔ اس کے باوجود اللہ نے ان کی تکذیب کی اور فرمایا: وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ (انھوں نے عیسیٰؑ کو نہ تو قتل کیا تھا اور نہ ہی صلیب پر چڑھایا تھا بلکہ ان پر معاملہ مشتبہ کر دیا گیا)

۶۲۰۔ ''الکافی'' میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس رات اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو اٹھانا تھا' اس رات آپؑ نے اپنے حواریوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ عشاء کے وقت وہ جمع ہوئے اور ان کی تعداد بارہ تھی۔ آپؑ نے انھیں ایک گھر میں داخل کیا۔ کچھ دیر کے لیے آپ چلے گئے اور بعد میں اس گھر کے ایک کونے کے چشمہ سے آپ برآمد ہوئے اور آپؑ کے سر سے پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے۔ آپؑ نے اپنے حواریوں سے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ وہ مجھے اس وقت اپنی طرف اٹھا رہا ہے اور وہ مجھے یہودیوں سے پاک کرنے والا ہے۔ تم میں سے ایک شخص کو میری شبیہہ بنا دیا جائے گا۔ وہ قتل ہو جائے گا اور اسے صلیب پر چڑھایا جائے گا۔ وہ میرے ساتھ جنت میں میرے درجہ میں ہوگا۔

ایک نوجوان نے کہا: روح اللہ! میں چاہتا ہوں کہ میں آپ کی شبیہہ بن کر قتل ہو جاؤں۔

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: تو ہی میری شبیہہ بنے گا اور میری جگہ پر قتل کیا جائے گا اور تجھے صلیب پر لٹکایا جائے گا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: تم میں سے ایک شخص صبح ہونے سے پہلے بارہ مرتبہ میرا انکار کرے گا۔

ایک شخص نے کہا: نبی اللہ! میرا خیال ہے کہ وہ میں ہی ہوں گا۔

حضرتؑ نے فرمایا: کیا تجھے اپنے دل میں اس کا احساس ہو رہا ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں۔

حضرتؑ نے فرمایا: پھر وہ شخص تو ہی ہوگا۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: میرے بعد تمھارے تین گروہ بنیں گے۔ ان میں سے دو گروہ خدا پر افترا کرنے والے ہوں گے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ میں ہوگا اور ایک گروہ شمعون کی پیروی کرے گا اور وہ خدا کے متعلق سچی باتیں کرے گا اور وہ گروہ جنت میں جائے گا۔

اس کے بعد اللہ نے ان کو اس گھر کے ایک کونے سے اپنی جانب اٹھا لیا۔ حواریوں نے آپ کو آسمان کی طرف

جاتے ہوئے دیکھا۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: یہودی حضرت عیسیٰ کی تلاش میں وہاں آئے۔ انھوں نے اس جوان کو جو شبیہ عیسیٰ بن چکا تھا وہاں سے گرفتار کرلیا اور جس کے متعلق آپؑ نے فرمایا تھا کہ وہ صبح ہونے سے پہلے بارہ مرتبہ ان کا انکار کرے گا اس نے بھی آپ کا بارہ مرتبہ انکار کیا اور یوں آپ کی دونوں پیشین گوئیاں صحیح ثابت ہوئیں۔

٦٢١- من لایحضرہ الفقیہ میں امام علی زین العابدین علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس کے ضمن میں آپؑ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے آسمان کے کچھ گوشے مقرر کیے ہیں جو کوئی کسی گوشہ تک چلا جائے تو گویا اسے اللہ کے ہاں پہنچا دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی ''عروج و رفع'' کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

تعرج الملائكة والروح (ملائکہ اور روح اس کی جانب عروج کرتے ہیں) حضرت عیسیٰؑ کے متعلق فرمایا: بل رفعه الله اليه ''بلکہ خدا نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا تھا''۔

٦٢٢- کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ امام جعفر صادق علیہ السلام سے قائم آلِ محمدؑ کے متعلق ایک طویل حدیث منقول ہے۔ اسی حدیث کا ایک حصّہ یہ ہے:

جب قائمِ آل محمدؑ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پرچم کھولیں گے آپ پر تیرہ ہزار تیرہ فرشتے نازل ہوں گے۔ یہ تمام فرشتے قائمِ آلِ محمدؑ کا انتظار کر رہے ہیں اور یہ وہی فرشتے ہیں جو نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کی کشتی میں موجود تھے اور جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو وہ ان کے ہمراہ تھے اور جب عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی جانب اٹھایا گیا تو وہ اس وقت حضرت عیسیٰؑ کے ہمراہ تھے۔

٦٢٣- حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبریلؑ مجھ پر ایک کتاب لائے جن میں دنیا کے ملوک وسلاطین اور مجھ سے پہلے مبعوث ہونے والے انبیاء کی سوانح حیات بیان کی گئی ہے۔ اس کتاب میں یہ بھی مرقوم ہے:

عیسیٰ بن مریم بیت المقدس آئے اور انھوں نے اس شہر میں رہ کر ٣٣ برس تک تبلیغ دین کرتے رہے یہاں تک کہ یہودی ان کے درپے ہوگئے اور انھوں نے یہ دعویٰ کیا کہ انھوں نے عیسیٰؑ کو سخت اذیت دی اور اسے زندہ درگور کر دیا۔ اور کچھ یہودیوں نے یہ دعویٰ کیا کہ انھوں نے عیسیٰؑ کو قتل کیا اور اسے صلیب پر چڑھایا۔ حالانکہ اللہ نے انھیں عیسیٰؑ پر کوئی قابو ہی نہیں دیا تھا۔ وہ اشتباہ میں مبتلا ہوگئے تھے۔ انھوں نے نہ تو عیسیٰؑ کو اذیت دی تھی اور نہ ہی انھیں زندہ درگور کیا تھا اور نہ ہی

انھوں نے عیسیٰؑ کو قتل کیا تھا اور نہ ہی اسے صلیب پر چڑھایا تھا۔ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (میں تجھے پورا لینے والا ہوں اور اپنی طرف تجھے بلند کرنے والا ہوں اور تجھے کافروں سے پاک کرنے والا ہوں۔)

اسی لیے عیسیٰؑ کو نہ تو کسی نے قتل کیا اور نہ ہی اسے صلیب پر لٹکایا گیا۔ اگر وہ ایسا کرنے پر قدرت حاصل کر لیتے تو اس سے اللہ کے فرمان کی تکذیب ہو جاتی۔ اللہ نے انھیں پہلے وفات دی، بعد میں انھیں اپنی طرف اٹھایا۔

۶۲۴۔ ''اصول کافی'' میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس رات امیرالمومنینؑ کی شہادت ہوئی تو حضرت حسن بن علیؑ نے مسجدِ کوفہ میں خطبہ دیا جس میں اللہ کی حمد کی اور رسول اکرمؐ پر درود بھیجا اور اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

لوگو! آج رات اس شخص کی وفات ہوئی ہے جس سے اوّلین نے سبقت نہیں لی اور آخرین جسے پا نہیں سکتے۔

خدا کی قسم! حضرت موسیٰؑ کے وصی یوشعؑ بن نون کی وفات بھی اسی رات میں ہوئی تھی اور اسی رات عیسیٰؑ بن مریم کو اٹھایا گیا تھا اور قرآن مجید بھی اسی رات نازل ہوا تھا۔

۶۲۵۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ عیسیٰ بن مریم کی رحم مادر میں تصویر کشی کی گئی۔ وہ باپ کے صلب میں نہیں رہے تھے اور جب انھیں زمین سے اٹھایا گیا تو انھوں نے اُون کا جُبّہ پہنا ہوا تھا۔

۶۲۶۔ حدیث معراج میں رسولؐ خدا سے منقول ہے کہ جب ہم دوسرے آسمان پر پہنچے تو وہاں دو ہم شکل آدمی دکھائی دیے۔ میں نے جبریلؑ سے پوچھا کہ یہ دونوں کون ہیں؟

۶۲۷۔ جبریلؑ نے کہا: یہ دونوں ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام ہیں۔ میں نے ان پر سلام کیا اور انھوں نے بھی مجھے سلام کیا۔ میں نے ان کے لیے دعائے خیر کی اور انھوں نے مجھے دعائے خیر دی اور انھوں نے مجھ سے کہا:

''نیک بھائی اور نیک نبی کو خوش آمدید ہو''۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس کے کچھ الفاظ یہ ہیں:

عیسیٰ بن مریم تینتیس سال تک دنیا میں رہے۔ اس کے بعد اللہ نے انھیں یہاں سے اٹھا لیا اور وہ دمشق میں نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔

عیسیٰؑ کی موت سے قبل تمام اہلِ کتاب ان پر ایمان لائیں گے

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ

(اور اہلِ کتاب میں کوئی ایسا نہ ہوگا جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لے آئے گا۔)

۶۲۸- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے، آپؐ نے فرمایا: جب عیسیٰ واپس آئیں گے تو تمام لوگ ان پر ایمان لے آئیں گے۔

واضح رہے کہ آیت مجیدہ کا ترجمہ دو طرح سے ممکن ہے، پہلا ترجمہ تو وہی ہے جو ہم نے یہاں نقل کیا ہے۔ دوسرا ترجمہ یہ بھی ممکن ہے کہ ہر اہلِ کتاب اپنی موت سے پہلے عیسیٰ بن مریم پر ایمان لاتا ہے۔ اس کے بعد اس کی موت واقع ہوتی ہے لیکن یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے اور حجاج کو بھی یہی غلط فہمی ہوئی تھی جیسا کہ حسب ذیل روایت میں مذکور ہے۔

۶۲۹- شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حجاج بن یوسف نے مجھ سے کہا:

شہر! قرآن کی ایک آیت نے مجھے عاجز کر دیا ہے۔

میں نے کہا: وہ کون سی آیت ہے؟

اس نے کہا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ میں نے تو کئی یہودی اور نصرانی اپنی آنکھوں کے سامنے قتل کرائے ہیں لیکن میں نے انھیں مرنے سے پہلے عیسیٰؑ پر ایمان لاتے ہوئے نہیں دیکھا۔

شہر بن حوشب نے کہا:

امیر! آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ مفہوم آیت یہ ہے کہ قیامت سے پہلے عیسیٰ بن مریمؑ دنیا میں نازل ہوں گے۔ اس وقت جتنے بھی یہودی اور دوسرے اہلِ کتاب ہوں وہ حضرتؑ کی موت سے قبل ان پر ایمان لائیں گے اور عیسیٰؑ حضرت مہدیؑ کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے۔

جب حجاج نے یہ مفہوم سنا تو اس نے کہا کہ تم نے یہ مفہوم کس سے سنا ہے؟

شہر بن حوشب نے کہا: میں نے یہ بات امام محمد باقر علیہ السلام سے سنی ہے۔

حجاج بن یوسف نے کہا: تو نے یہ بات صاف چشمہ کے حوالہ سے حاصل کی ہے۔

۶۳۰- ''مجمع البیان'' میں لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کے متعلق مرقوم ہے کہ الفاظ کے مختلف معانی و مفاہیم بیان کیے

گئے ہیں ان میں سے ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ہر اہلِ کتاب اپنی موت سے قبل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے گا۔ یہ مفہوم عکرمہ سے مروی ہے اور ہمارے محدثین نے بھی اسے نقل کیا ہے۔

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہر کافر احتضار کے وقت ایمان قبول کرلیتا ہے البتہ یہ علیحدہ بات ہے کہ اس کا ایمان قابلِ قبول نہیں ہوتا کیونکہ عالم نومیدی کا ایمان قابلِ قبول نہیں ہے۔ نومیدی کے وقت تو فرعون بھی ایمان لایا تھا مگر اللہ نے اس کا ایمان قبول نہیں کیا تھا۔

اسی مفہوم کے قریب قریب علمائے امامیہ نے یہ روایت کی ہے کہ ہر مرنے والا موت کے وقت رسولؐ خدا اور ان کے خلفائے برحق کو دیکھ کر مرتا ہے۔

علمائے امامیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے حارث ہمدانی سے فرمایا تھا:

یاحارِ همدان من یمت یرنی　　　من مؤمن او منافق قبلا
یعرضی طرفه واعرفه　　　بعینه واسمه وما فعلا

”حارث ہمدانی! جو بھی مرتا ہے مجھے دیکھ کر مرتا ہے چاہے وہ مومن ہو یا منافق ہو۔ اس کی نگاہیں مجھے پہچانتی ہیں اور میری نظر اسے پہچانتی ہے۔ اور مجھے اس کا نام بھی معلوم ہوتا ہے اور مجھے اس کے افعال کا بھی علم ہوتا ہے“۔

۶۳۱۔ تفسیر عیاشی میں جابر سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کی آیت مجیدہ کے ضمن میں فرمایا:

تمام اہلِ ادیان مرتے وقت رسولؐ خدا اور امیر المومنینؑ کی زیارت کرکے مرتے ہیں۔

ظلم وزیادتی کی وجہ سے پاکیزہ چیزیں حرام کی گئیں

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ

(ان یہودیوں کے ظالمانہ رویے کی وجہ سے ہم نے ان پر وہ پاکیزہ چیزیں حرام کردیں جو ان کے لیے حلال کی گئی تھیں)

۶۳۲۔ ”الکافی“ میں عبداللہ بن ابی یعفور سے منقول ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے

سنا، آپؑ نے فرمایا:

اگر کوئی شخص اپنی زمین میں گندم کاشت کرے اور گندم کی پیداوار اچھی نہ ہو یا اس میں جَو زیادہ پیدا ہو جائیں تو اس کی وجہ بھی اس کا کوئی ظلم ہوتا ہے۔ اس شخص نے یا تو زمین کے رقبہ کے متعلّق کوئی ظلم کیا ہوا ہوگا یا پھر اس نے مزارعوں اور مزدوروں پر ظلم کیا ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَبِظُلۡمٍ مِّنَ الَّذِیۡنَ ہَادُوۡا حَرَّمۡنَا عَلَیۡہِمۡ طَیِّبٰتٍ اُحِلَّتۡ لَہُمۡ (ہم نے ان کے ظالمانہ رویے کی وجہ سے ان پر وہ پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں جو ان کے لیے حلال کی گئی تھیں''۔ یعنی اُونٹ، گائے، بکری کا گوشت ان پر حرام کیا گیا تھا۔

۶۳۳۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں بھی یہ روایت مذکور ہے البتہ اس میں ان الفاظ کا اضافہ موجود ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو عرق النساء کا درد محسوس ہوتا تھا۔ آپ نے عہد کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انھیں اس سے شفا عطا کی تو وہ اپنی پسندیدہ غذا استعمال نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں شفا دی جس کی وجہ سے انھوں نے اپنے اوپر اُونٹ کا گوشت حرام کر دیا تھا، جب کہ انھیں یہ گوشت بہت پسند تھا۔ انھوں نے تورات کے نزول سے پہلے اُونٹ کے گوشت کو اپنے لیے حرام قرار دیا تھا اور جب تورات نازل ہوئی تو تورات میں خدا نے اسے حرام نہیں کیا تھا۔ بعدازاں اولادِ یعقوبؑ (بنی اسرائیل) نے اُونٹ کا گوشت کھانا چھوڑ دیا۔

آنحضرتؐ پر بھی باقی انبیاء کی طرح سے وحی نازل ہوئی

اِنَّاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ کَمَاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی نُوۡحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ

(ہم نے آپ کی طرف اسی طرح سے وحی نازل کی ہے جس طرح نوح اور اس کے بعد کے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی۔)

۶۳۴۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانی منقول ہے کہ ایک مرتبہ جبریلؑ امین رسولؐ خدا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اچانک وہ آسمان کی طرف دیکھنے لگے، پھر انھوں نے کہا:

یا رسولؐ اللہ! یہ رب تعالیٰ کا حاجب ہے اور پوری مخلوق میں سے یہ خدا کے زیادہ قریب ہے۔ اس کے سامنے ہر وقت سرخ یاقوت کی ایک تختی موجود ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کوئی وحی نازل کرتا ہے تو تختی میں لرزش پیدا ہوتی ہے۔ یہ تختی کو دیکھتا ہے تو اس میں وحی الٰہی لکھی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ وہاں سے حکمِ الٰہی حاصل کر کے ہمارے سپرد کرتا ہے۔ ہم اس

پیغام کو آسمانوں اور زمین پر پہنچاتے ہیں۔

۶۳۵- امام محمد باقر علیہ السلام نے حَتّٰٓی اِذَا فُزِّعَ عَنۡ قُلُوۡبِهِمۡ قَالُوۡا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمۡ ؕ قَالُوا الۡحَقَّ (سبا:۲۳) (جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دُور ہوئی تو انھوں نے کہا کہ تمھارے رب نے کیا کہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اس نے حق کہا ہے) کی آیت مجیدہ کے ضمن میں فرمایا:

حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بعد بعثتِ محمدؐ تک فرشتوں نے وحی کی کوئی صدا نہیں سنی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰؐ پر وحی نازل کی تو اہلِ آسمان کو وحی کی آواز چٹان پر لوہے کی آواز جیسی محسوس ہوئی۔ اس آواز کو سن کر اہلِ آسمان بے ہوش ہوگئے اور جب ان کے دلوں سے وحی کی گھبراہٹ دُور ہوئی تو جبریلؑ وحی لے کر رسول اکرمؐ پر نازل ہوئے۔

حدیث کافی طویل ہے۔ ہم نے بقدرِ ضرورت اس میں سے ایک حصّہ نقل کیا ہے۔

۶۳۶- ''اصول کافی'' میں ہے کہ جب کچھ اہلِ ایمان نے انبیاء کی تصدیق کی تو اللہ نے ان کی اُمتوں کے لیے کوئی نہ کوئی راستہ اور شریعت مقرر کی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا:

اِنَّآ اَوۡحَيۡنَآ اِلَيۡكَ كَمَآ اَوۡحَيۡنَآ اِلٰى نُوۡحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ اللہ تعالیٰ نے احکامِ شریعت دے کر انبیاء سے فرمایا کہ وہ اور ان کی اُمتیں ان احکام کی پیروی کریں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو جو شریعت عطا کی تھی اس میں ہفتہ کے دن کی حُرمت و تعظیم کا حکم دیا گیا تھا۔

۶۳۷- تفسیر عیاشی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِنَّآ اَوۡحَيۡنَآ اِلَيۡكَ كَمَآ اَوۡحَيۡنَآ اِلٰى نُوۡحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ کہہ کر یہ لطیف اشارہ کیا کہ محمد مصطفیٰؐ کو صرف نوحؑ کی وحی کا نہیں بلکہ جملہ انبیاء کی طرح کا خزینہ دار بنایا ہے۔

۶۳۸- ''اصول کافی'' میں منقول ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے تورات کے عوض مجھے طویل سورتیں عطا فرمائیں اور انجیل کے عوض مجھے ''مئین'' سورتیں عطا فرمائیں اور زبور کے بدلہ میں مجھے مثالی سورتیں عطا ہوئیں''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ زبور ماہِ رمضان کی آٹھ تاریخ کو نازل ہوئی تھی۔

۶۳۹- کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت نوح اور آدم علیہما السلام کے درمیان بہت سے گمنام نبی گزرے ہیں اسی لیے اللہ نے بھی قرآن کریم میں ان کا ذکر مخفی رکھا ہے۔ کچھ مشہور انبیاء کے واقعات اللہ نے بیان کیے ہیں جب کہ زیادہ تر انبیاء کے واقعات کا قرآن کریم میں تذکرہ موجود نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا: وَ رُسُلًا قَدۡ قَصَصۡنٰهُمۡ عَلَيۡكَ مِنۡ قَبۡلُ وَ رُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَيۡكَ ’’ کچھ رسول ایسے ہیں جن کے واقعات ہم نے آپ سے بیان کیے ہیں اور کچھ رسول وہ ہیں جن کے واقعات ہم نے آپ سے بیان نہیں کیے‘‘۔

۶۴۰- ’’مجمع البیان‘‘ میں ہے کہ جب سورۃ النساء کی یہ آیات نازل ہوئیں تو یہودیوں نے کہا کہ محمدؐ نے بہت سے انبیاء کا ذکر کیا ہے لیکن حضرت موسیٰؑ کا ذکر نہیں کیا اور جب اللہ نے اس آیت کے نتیجے میں وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوۡسٰى تَكۡلِيۡمًا (اللہ نے موسیٰؑ سے کلام کرنے کا حق ادا کر دیا) کے الفاظ نازل کیے تو یہودی خوش ہو گئے اور انھوں نے کہا کہ محمدؐ نے ہمارے نبی کا ذکر بھی کیا ہے اور ان کی صفت کلیمیت کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

۶۴۱- کتاب الخصال میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے، آپؐ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے ایک لاکھ چوبیس ہزار کلمات ارشاد فرمائے اور یہ کلام مسلسل تین دنوں تک جاری رہی۔ اس دوران موسیٰؑ نے نہ کچھ کھایا اور نہ پیا۔ اور جب بنی اسرائیل کے پاس واپس آئے اور ان کی گفتگو سنی تو انھیں ان لوگوں کی گفتگو اچھی نہ لگی کیونکہ ان کے کانوں میں اللہ کے کلام کا رس گھلا ہوا تھا۔

۶۴۲- ’’کتاب التوحید‘‘ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ انھیں خدا کا کلام سنوائیں۔

موسیٰ علیہ السلام انھیں کوہِ طور پر لے گئے اور انھوں نے اللہ سے درخواست کی کہ وہ انھیں بھی اپنا کلام سنائے۔ اللہ تعالیٰ نے درخت میں کلام پیدا کیا، پھر اسے پھیلا دیا۔ بنی اسرائیل کو وہ آواز چھ اطراف یعنی شمال، جنوب، مشرق، مغرب اور اُوپر نیچے سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

۶۴۳- حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا لیکن وہ کلام کسی اعضاء و جوارح، آلات، ہونٹوں اور جبڑوں کی مدد سے نہیں کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان صفات سے کہیں بلند و بالا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

خدا کے کلام کرنے کے کئی طریقے ہیں:

۱- اس نے رسولوں سے براہ راست گفتگو کی ہے۔

۲- کچھ کلام وہ بھی ہے جسے اس نے انبیاء کے دلوں میں ڈالا۔

۳- کچھ کلام انبیاء کو خواب میں سنایا گیا۔

۴- کچھ کلام بطریقہ وحی وتنزیل بھیجا گیا۔

یہ کلام الٰہی کے مختلف طریقے ہیں۔ اللہ کے کلام کا ایک طریقہ نہیں ہے۔ اس کا کچھ کلام ایسا بھی ہوتا ہے جسے آسمان کے قاصد زمین کے رسولوں کو پہنچاتے ہیں۔

۶۴۴- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیثِ معراج میں فرمایا:

"پھر میں سوار ہوا اور ہم چل پڑے اور جہاں تک خدا کو منظور تھا وہاں تک چلتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں اُترو اور نماز پڑھو۔ میں اُترا اور نماز پڑھی۔ اللہ نے فرمایا: جانتے ہو کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ اللہ نے فرمایا: یہ طورِسینا ہے اور اسی جگہ میں نے موسیٰ سے کلام کی تھی"۔

۶۴۵- احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ یہودیوں کے ایک گروہ نے رسولؐ خدا سے مباحثہ کرتے ہوئے کہا: موسیٰؑ آپ سے بہتر تھے کیونکہ اللہ نے ان سے چار ہزار باتیں کی تھیں جب کہ آپ سے خدا نے کوئی بات نہیں کی۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: میں موسیٰؑ سے افضل ہوں کیونکہ خدا نے مجھے معراج کرایا اور مجھ سے کلام کیا۔

خالق ومخلوق کے کلام کا فرق

۶۴۶- صفوان بن یحییٰ کا بیان ہے کہ ابوقرہ محدث نے مجھ سے کہا کہ امام علی رضا علیہ السلام سے میری ملاقات کرا دو۔ میں اسے امامؑ کی خدمت میں لے گیا۔

ابوقرہ نے امام علیہ السلام سے کہا کہ یہ بتائیں اللہ نے موسیٰؑ سے کیسے کلام کیا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم اس سریانی یا عبرانی زبانوں کے متعلّق پوچھنا چاہتے ہو؟

ابوقرہ نے کہا: نہیں میں منہ میں واقع زبان کے متعلّق پوچھنا چاہتا ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی پناہ کہ وہ اپنی مخلوق کے مشابہ ہو یا وہ اس طرح سے کلام کرے جس طرح سے مخلوق کلام کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی مثال نہیں ہے اور اس کے تکلم جیسا کسی کا تکلم نہیں ہے۔

ابوقرہ نے کہا: وہ کیسے؟

آپؑ نے فرمایا: مخلوق سے خدا کی کلام کا وہ طریقہ نہیں ہے جس طرح مخلوق آپس میں کلام کرتی ہے۔ وہ ہونٹوں اور ظاہری زبان سے کلام نہیں کرتا۔ جس چیز میں چاہتا ہے اس میں کلام پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ اسی نے موسیٰؑ کو جو بھی امر و نہی کے احکامات دیئے تھے وہ اسی طرح سے تھے۔

۶۴۷۔ ''اصول کافی'' میں ابن مسکان سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا: کیا اللہ ازل سے متکلّم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کلام ایک ''حادث'' صفت ہے۔ ازلی نہیں ہے۔ اللہ تھا جب کہ کوئی متکلّم نہ تھا۔

انبیاء کو کیوں بھیجا گیا؟

لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ

(رسولوں کو اس لیے بھیجا گیا کہ انسان خدا کے سامنے کوئی عذر بیان نہ کر سکیں)

۶۴۸۔ نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام سے یہ الفاظ منقول ہیں، آپؑ نے فرمایا:

اللہ نے اپنے رسول مبعوث کیے اور لگاتار انبیاء بھیجے تاکہ ان سے فطرت کے عہد و پیمان پورے کرائیں۔ اس کی بھولی ہوئی نعمتیں یاد دلائیں۔ پیغام ربانی پہنچا کر حجت تمام کریں، عقل کے دفینوں کو اُبھاریں اور انھیں قدرت کی نشانیاں دکھائیں۔ یہ سروں پر بلند بام آسمان، ان کے نیچے بچھا ہوا فرشِ زمین، زندہ رکھنے والا سامانِ معیشت، فنا کرنے والی اُجلیں، بوڑھا کر دینے والی بیماریاں، پے درپے آنے والے حادثے، اللہ نے اپنی مخلوق کو بغیر کسی فرستادہ پیغمبر یا آسمانی کتاب یا دلیل قطعی یا طریق روشن کے بغیر یونہی نہیں چھوڑا۔ ایسے رسول جنھیں تعداد کی کمی اور جھٹلانے والوں کی کثرت درماندہ و عاجز نہیں کرتی تھی۔ ان میں کوئی سابق تھا جس نے بعد میں آنے والے کا نام و نشان بتایا۔ کوئی بعد میں آیا جسے پہلا پہنچوا چکا تھا۔ اسی طرح مدتیں گزر گئیں۔ زمانے بیت گئے۔ باپ داداؤں کی جگہ ان کی اولادیں بس گئیں یہاں تک کہ اللہ نے ایفائے عہد اور اتمامِ حجت کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا۔

۵۰-۶۴۹۔ تفسیر علی بن ابراہیم اور ''اصول کافی'' میں امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے دو علیحدہ علیحدہ روایات منقول ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ ظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا۝ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا۝ (بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا خدا انھیں

ہرگز معاف نہیں کرے گا اور نہ ہی انھیں اپنے راستے کی ہدایت کرے گا سوائے دوزخ کے راستے کے جہاں ان کو ہمیشہ رہنا ہے اور یہ کام خدا کے لیے بہت آسان ہے۔)

اگرچہ یہ آیات تمام کافرین وظالمین کے لیے نازل ہوئی ہیں مگر جن لوگوں نے آلِ محمدؑ پر ظلم کرکے ان کے حقوق غصب کیے یہ انھیں بطور خاص مشتمل ہیں۔

ذکرِ مسیحؑ

إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ ۚ أَلْقٰهَآ إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ

(مسیح عیسٰی بن مریمؑ بس اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے جس کا القاء مریم کی طرف کیا گیا ہے اور وہ اللہ کی طرف سے ایک روح ہے۔)

۶۵۱۔ ''مجمع البیان'' میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ عیسٰیؑ کو ''مسیح'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا وجود ہر طرح کی پلیدی اور گناہوں سے مسح شدہ تھا۔

۶۵۲۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں مذکور ہے کہ عیسٰیؑ کی تصویر کشی صرف رحمِ مادر میں ہوئی۔ وہ کبھی والد کی صلب میں نہیں رہے تھے اگرچہ حضرت مریمؑ کے آباء واجداد اصلاب انبیاء میں رہے تھے۔

۶۵۳۔ ''اصول کافی'' میں مذکور ہے کہ ثعلبہ بن حمران نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَرُوحٌ مِّنْهُ کا مفہوم دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

وہ اللہ کی پیدا کردہ روح ہے جسے اللہ نے آدمؑ وعیسٰیؑ میں ودیعت کیا تھا۔

۶۵۴۔ کتاب التوحید میں ابی جعفر الاصم سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے اس ''روح'' کے متعلق پوچھا جو کہ آدم وعیسٰی میں تھی تو آپؑ نے فرمایا:

وہ اللہ کی پیدا کردہ دو روحیں تھیں جنھیں اللہ نے آدمؑ وعیسٰیؑ میں سے پیدا کیا تھا۔

۶۵۵۔ ''مجمع البیان'' میں مرقوم ہے کہ نجران کے عیسائیوں نے رسولؐ خدا سے کہا:

محمدؐ! آپ ہمارے بزرگ کی توہین کیوں کرتے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: میں نے تمھارے کس بزرگ کی کیا توہین کی ہے؟

انھوں نے کہا: آپ عیسٰی بن مریمؑ کو اللہ کا عبد اور رسول کیوں کہتے ہیں؟

اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ (مسیحؑ نے کبھی بھی اپنے آپ کو اللہ کا بندہ سمجھنے کو عار تصور نہیں کیا تھا......)

مقرب فرشتے

۶۵۶- کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا:

''شب معراج میرے رب نے مجھے یہ وحی فرمائی:

محمدؐ! میں نے زمین پر نگاہ ڈالی تو میں نے تیرا انتخاب کیا اور تجھے نبی بنایا۔ میں نے اپنے نام سے تیرا نام مشتق کیا۔ میں محمود ہوں اور تو محمدؐ ہے۔ پھر میں نے زمین پر دوبارہ نگاہ ڈالی تو میں نے علیؑ کا انتخاب کیا۔ میں نے اسے تیرا وصی، تیرا خلیفہ، تیرا داماد اور تیری نسل کا والد بنایا اور میں نے اپنے ناموں میں سے اس کا نام مشتق کیا۔ میں علی الاعلیٰ ہوں اور وہ علیؑ ہے۔ میں نے فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو تم دونوں کے انوار سے پیدا کیا۔ پھر میں نے ان کی ولایت کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔ جس نے ان کی ولایت کو قبول کیا وہ میرے پاس مقرب بنے''۔

۶۵۷- علل الشرائع میں حضرت سلمان فارسیؓ سے منقول ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: داہنے ہاتھ میں انگشتری پہنو تاکہ مقرب بن جاؤ۔

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! مقربین کون ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: جبریل ومیکائیلؑ۔

۶۵۸- امالی صدوق میں مرقوم ہے کہ جب حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا محراب عبادت میں کھڑی ہوتی تھیں تو انھیں ستر ہزار مقرب فرشتے سلام کرتے تھے اور وہ بی بی سے وہی گفتگو کرتے تھے جو انھوں نے حضرت مریم سلام اللہ علیہا سے کی تھی۔

۶۵۹- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ جبریل امینؑ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ خدا اور اس کی مخلوق کے درمیان ستر ہزار پردے حائل ہیں اور تمام مخلوق میں سے مَیں اور اسرافیل خدا کے زیادہ قریب ہیں۔ ہمارے اور خدا کے درمیان نور، ظلمت، بادل اور پانی کے چار پردے حائل ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن رسولؐ خدا کے پاس جبریل امینؑ بیٹھے ہوئے تھے کہ انھوں نے آسمان کی جانب نگاہ کی اور پھر رسولؐ خدا سے کہا: یارسولؐ اللہ! یہ اسرافیل ہیں، یہ رب کے حاجب ہیں۔ یہ باقی مخلوق میں سے رحمٰن کے زیادہ قریب ہیں اس کے اور خدا کے درمیان نور کے ایسے ستر حجاب حائل ہیں کہ جن کو نظریں عبور نہیں کرسکتیں اور میں تمام مخلوق میں سے اس کے زیادہ قریب ہوں۔ میرے اور اس کے درمیان ایک ہزار سال کی مسافت کا فاصلہ ہے۔

۶۶۰۔ ''علل الشرائع'' میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا:

''جب شب معراج مَیں چوتھے آسمان پر پہنچا تو جبریلؑ نے اذان کہی اور میکائیل نے اقامت کہی۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ محمدؐ! آپ آگے آئیں اور نماز پڑھائیں۔

میں نے کہا: جبریلؑ! کیا میں تمھاری موجودگی میں امامت کراؤں؟

جبریلؑ نے کہا: جی ہاں، اللہ تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین کو ملائکہ مقربین پر فضیلت عطا کی ہے اور آپؐ کی شان سب سے زیادہ ہے۔ چنانچہ میں آگے بڑھا اور میں نے چوتھے آسمان والوں کو نماز پڑھائی۔

۶۶۱۔ احتجاج طبرسی میں مذکور ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا:

علیؑ افضل ہیں یا ملائکہ مقربین افضل ہیں؟

رسولؐ خدا نے فرمایا: ملائکہ کو شرف ملا ہی محمدؐ اور علیؑ کی محبت کی وجہ سے ہے کیونکہ انھوں نے ہم دونوں کی ولایت قبول کی تھی۔ علیؑ کا جو بھی شیعہ اپنے دل کو دھوکہ اور گناہوں کی نجاسات سے پاک رکھتا ہو وہ ملائکہ سے افضل ہے۔

نورِ مبین

يَآاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿۱۷۴﴾

(اے لوگو! تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے روشن دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمھاری طرف واضح نور کو نازل کیا ہے۔)

۶۶۲۔ ''مجمع البیان'' میں مرقوم ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

نور سے علی بن ابی طالب کی ولایت مراد ہے۔

۶۶۳۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ ''نور'' سے امیرالمومنین کی امامت مراد ہے۔ پھر آپ نے اس سے

متصل آیت پڑھی: فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَ اعۡتَصَمُوۡا بِہٖ فَسَیُدۡخِلُہُمۡ فِیۡ رَحۡمَۃٍ مِّنۡہُ وَ فَضۡلٍ (وہ لوگ جو خدا پر ایمان لائے ہیں اور اس سے وابستہ ہوچکے ہیں، خدا عنقریب ایسے لوگوں کو اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا اور انھیں اپنی طرف آنے کا سیدھا راستہ دکھائے گا۔)

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: رحمت الٰہی اور فضل پروردگار میں وہی لوگ داخل ہوں گے جو امیرالمومنین اور ائمہ کی ولایت سے متمسک ہوں گے۔

۶۶۴۔ تفسیر عیاشی میں عبداللہ بن سلمان سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے قَدْ جَآءَکُمۡ بُرۡہَانٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ نُوۡرًا مُّبِیۡنًا کی آیت تلاوت کی۔ آپؑ نے فرمایا: ''برہان'' سے رسولؐ خدا اور ''نور'' سے حضرت علیؑ مراد ہیں۔

میں (راوی) نے کہا: ''صراطِ مستقیم'' کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: صراطِ مستقیم علی علیہ السلام ہیں۔

کلالہ کے احکام

یَسۡتَفۡتُوۡنَکَ ؕ قُلِ اللّٰہُ یُفۡتِیۡکُمۡ فِی الۡکَلٰلَۃِ ؕ اِنِ امۡرُؤٌا ہَلَکَ لَیۡسَ لَہٗ وَلَدٌ وَّ لَہٗۤ اُخۡتٌ فَلَہَا نِصۡفُ مَا تَرَکَ ۚ وَ ہُوَ یَرِثُہَاۤ اِنۡ لَّمۡ یَکُنۡ لَّہَا وَلَدٌ ؕ فَاِنۡ کَانَتَا اثۡنَتَیۡنِ فَلَہُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَکَ ؕ وَ اِنۡ کَانُوۡۤا اِخۡوَۃً رِّجَالًا وَّ نِسَآءً فَلِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ ؕ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمۡ اَنۡ تَضِلُّوۡا ؕ وَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۱۷۶﴾ ع

(اے نبی! لوگ تم سے کلالہ کے متعلّق فتویٰ طلب کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ اللہ تمھیں فتویٰ دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص بے اولاد مرجائے اور اس کی ایک بہن ہو تو وہ اس کے ترکہ میں سے نصف پائے گی۔ اور اگر بہن بے اولاد مرے تو بھائی اس کا وارث ہوگا۔ اگر میت کی وارث دو بہنیں ہوں تو وہ ترکے میں سے دو تہائی کی حقدار ہوں گی۔ اور اگر زیادہ بھائی بہنیں ہوں تو عورتوں کا اکہرا اور مردوں کا دہرا حصّہ ہوگا۔ اللہ تمھارے لیے احکام کی توضیح کرتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہوجاؤ اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔)

۶۶۵- ''مجمع البیان'' میں مرقوم ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری نے کہا کہ رسولؐ خدا کے عہد مبارک میں یں سخت بیمار ہوا۔ بیماری کی حالت میں مَیں رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں سخت یار ہوں۔ میری نو یا سات بہنیں ہیں (شک راوی کی طرف سے ہے) کیا میں اپنی بہنوں کے لیے اپنے ترکہ میں سے دو تہائی (۲/۳) حصّہ کی وصیّت نہ کروں؟

رسولؐ خدا نے اپنا لعاب دہن میرے چہرے پر ڈالا۔ پھر فرمایا: احسان کرو۔

میں نے کہا: ایک حصّہ۔

آپؐ نے فرمایا: احسان کرو۔

میں وہاں سے واپس آنے لگا۔ آپؐ نے مجھے واپس بلا کر فرمایا:

جابر! تم اس درد سے نہیں مرو گے اللہ نے تیری بہنوں کے لیے دو تہائی (۲/۳) حصّہ مقرر کر دیا ہے۔

جابر کہا کرتے تھے کہ یہ آیت میرے متعلّق نازل ہوئی تھی۔

۶۶۶- ''الکافی'' میں زرارہ سے منقول ہے کہ جب کوئی شخص اپنی ماں، باپ یا بیٹا بیٹی الغرض ان چار رشتوں میں ے کسی ایک کو چھوڑ کر مرے تو اس پر ''کلالہ'' کے احکام نافذ نہیں ہوتے۔

''کلالہ'' بے اولاد کو کہتے ہیں۔ اگر کوئی شخص بے اولاد ہو کر مرے اور بہن بھائی چھوڑ جائے تو اسے ''کلالہ'' کہا جاتا ہے (من المترجم)

۶۶۷- محمد بن مسلم نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:

''اگر کوئی شخص اپنے باپ، ماں یا بیٹا بیٹی چھوڑ کر مرے تو وہ قُلِ اللّٰہُ یُفۡتِیۡکُمۡ فِی الۡکَلٰلَةِ کی آیت میں شامل نہیں ہے''۔

۶۶۸- تفسیر علی بن ابراہیمؒ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''اگر کوئی شخص ایک بہن چھوڑ کر مرے اور اس کا دوسرا کوئی وارث نہ ہو تو اس کی بہن کو نصف حصّہ آیت کے تحت یراث میں ملے گا اور باقی نصف بطور ''رد'' اسے دیا جائے گا۔ بشرطیکہ اس سے زیادہ قریبی رشتہ دار موجود نہ ہو اور یہی حکم ٹی کے لیے ہے۔ بیٹی کو نصف حصّہ بطور میراث اور باقی نصف حصّہ بطور ''رد'' دیا جائے گا۔

اگر مرنے والے کا وارث بھائی کے علاوہ کوئی نہ ہو تو بھائی ساری میراث آیت کے تحت حاصل کرے گا کیونکہ اللہ کا

فرمان ہے: وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ (اگر بہن بے اولاد مرے تو بھائی اس کا وارث ہوگا)

اگر مرنے والے کی دو بہنیں ہوں تو انھیں دو تہائی (۲/۳) حصّہ آیت کے تحت دیا جائے گا اور باقی (۱/۳) ترکہ بطور ''رد'' انھیں دیا جائے گا۔

اور اگر مرنے والے کے کئی بھائی بہنیں موجود ہوں تو عورتوں کا اکہرا (۱/۳) اور مردوں کا دوہرا (۲/۳) حصّہ ہوگا۔

اس کے لیے شرط یہ ہے کہ مرنے والے کی اولاد، والدین اور بیوی موجود نہ ہو۔

۶۶۹ - ''الکافی'' میں کبیر سے روایت ہے کہ ایک شخص امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ ایک عورت مرگئی۔ اس نے وارثوں میں شوہر اور مادری بھائی اور پدری بہن چھوڑی ہے۔ ان وارثوں کو کس طرح سے میراث دی جائے گی؟

آپؑ نے فرمایا: جائیداد کے چھ حصّے بنائے جائیں گے جن میں نصف یعنی ۳/۶ حصّہ شوہر کو دیا جائے گا اور مادری بھائیوں کو ۲/۶ حصّے اور پدری بہن کو ۱/۶ حصّہ دیا جائے گا۔

سوال کرنے والے نے کہا کہ فرقہ زیدیہ کے فقیہہ اور علمائے عامہ اس فتویٰ میں آپؑ کی تائید نہیں کرتے۔ وہ یہ کہتے ہیں مادری بہن کو چھ میں سے تین حصّے دیئے جائیں گے اور ''قاعدہ عول'' کے تحت اس کے آٹھ حصّے بنائے جائیں گے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ان کے پاس اس قول کی کیا دلیل ہے؟

اس شخص نے کہا: وہ اس کی دلیل میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پیش کرتے ہیں: اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ (اگر کوئی شخص لاولد ہو کر مرجائے اور اس کی ایک بہن ہو تو اسے اس کا نصف ترکہ دیا جائے گا)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ اگر پدری بہن کی جگہ پدری بھائی ہو تو اس کو میراث کا کون سا حصّہ دیا جائے گا؟

اس شخص نے کہا کہ ہمارے مذہب وفقہ کے مطابق پدری بھائی کو چھٹا ۱/۶ حصّہ دیا جائے گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: عجیب بات ہے (اور تمھارا طرز عمل غلط ہے) بہن کی میراث کے لیے تو آیت کو بطور دلیل پیش کرتے ہو۔ بھائی کی وراثت کے لیے تمھیں آیت یاد کیوں نہیں رہتی جب کہ بھائی کے لیے تو اللہ کا فرمان ہے: وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ (اگر بہن لاولد ہو کر مرجائے تو بھائی اس کی تمام جائیداد حاصل کرے گا)

تم عجیب لوگ ہو، خدا نے جسے تمام جائیداد کا وارث بنایا ہے تم اسے بعض اوقات تو کچھ بھی نہیں دیتے اور اس کے بدلے جس کا حصّہ خدا نے نصف مقرر کیا ہے تم اسے پورا حصّہ دیتے ہو!!

اس شخص نے کہا کہ اس کی مثال بیان فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: اگر کوئی عورت مرجائے اور وہ ماں، شوہر اور مادری بھائی اور پدری بہن چھوڑ کر جائے تو تم اس کی جائیداد اس طرح سے تقسیم کرتے ہو کہ شوہر کو نصف اور ماں کو چھٹا اور مادری بھائیوں کو تہائی اور پدری بہن کو چھٹا حصّہ دیتے ہو اور جائیداد کے نو حصّے بناتے ہو جب کہ اس کے اصولی طور پر چھ حصّے بنتے تھے۔

سوال کرنے والے نے کہا: آپ سچ کہتے ہیں اور ہمارے فقیہہ یہ فتویٰ دیتے ہیں۔ اگر پدری بہن کی جگہ پدری بھائی ہو تو اس کا سرے سے میراث میں کوئی حصّہ نہیں ہے۔

اس شخص نے آپ سے عرض کیا کہ اس کے لیے آپ کیا فرماتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جب کسی بے اولاد کی ماں موجود ہو تو مادری پدری بھائیوں، مادری بھائیوں اور پدری بھائیوں کو میراث منتقل نہ ہوگی۔

۶۷۰- عمر بن اذنیہ کا بیان ہے کہ میں نے یہی روایت محمد بن مسلم سے سنی۔ اس نے بھی ابن بکیر کی طرح سے روایت نقل کی ہے البتہ مجھے روایت کے حروف یاد نہیں ہیں۔ البتہ اس کا مفہوم یہی تھا۔ میں نے یہ بات زرارہ کے سامنے بیان کی تو اس نے کہا: خدا کی قسم بالکل صحیح ہے۔

۶۷۱- بکیر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر کوئی عورت مرجائے اور پیچھے خاوند اور دو بہنیں چھوڑ جائے تو اس کی میراث کیسے تقسیم کی جائے گی؟

آپؑ نے فرمایا: آدھی جائیداد شوہر کو دی جائے گی اور آدھی جائیداد دو بہنوں میں برابر تقسیم کی جائے گی۔

اس شخص نے کہا: خدا آپ کا بھلا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دو بہنوں کے لیے دو تہائی (۲/۳) حصّہ مقرر کیا ہے!!

آپؑ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ اگر کوئی عورت شوہر اور بھائی چھوڑ کر مرے تو اس کی میراث کیسے تقسیم کرو گے؟

اس شخص نے کہا: آدھی جائیداد شوہر اور آدھی جائیداد بھائی کو دی جائے گی۔

آپؑ نے فرمایا: تم نے یہ کیسے کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے تو بھائی کو تمام جائیداد کا وارث بنایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے

وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ (اور بھائی اپنی بہن کی تمام جائیداد حاصل کرے گا اگر بہن کے ہاں اولاد نہ ہو)۔

موسیٰ بن بکر کا بیان ہے کہ میں نے زرارہ سے کہا کہ بکیر نے مجھ سے امام محمد باقر علیہ السلام کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ پدری بھائی اور مادری پدری بہنوں کے حصوں میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے کیونکہ اگر ان کی جگہ مادری پدری بھائی ہوتے تو وہ بھائیوں سے زیادہ میراث حاصل نہ کرسکتی تھیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ۔ مقصد یہ ہے کہ اگر بہن لاولد ہوکر مرجائے تو اس کی تمام جائیداد کا وارث اس کا بھائی ہے۔ اور لوگوں کی ستم ظریفی یہ ہے کہ جس کا حصّہ نصف بنتا تھا انھوں نے اسے تو کامل حصّہ دے دیا اور جس کے حصّہ میں ساری جائیداد آتی تھی اس کا حصّہ انھوں نے نصف سے بھی کم کردیا جب کہ عورت کو مرد سے زیادہ میراث کسی صورت میں نہیں ملتی۔

زرارہ نے میری بات سن کر کہا: جی ہاں یہ بات ہمارے فقہاء کے نزدیک ثابت ہے اور اس میں ان کے کوئی اختلاف نہیں ہے۔

يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ

(اے نبی! لوگ آپ سے "کلالہ" کے متعلق فتویٰ طلب کرتے ہیں آپ کہہ دیں کہ اللہ تمھیں فتویٰ دیتا ہے اگر کوئی شخص بے اولاد ہوکر مرجائے اور اس کی ایک بہن ہو تو وہ اس کے ترکہ میں سے نصف پائے گی اور اگر بہن بے اولاد مرے تو بھائی اس کے تمام ترکہ کا وارث ہوگا۔ اور اگر میت کی وارث دو بہنیں ہوں تو وہ ترکہ میں سے دو تہائی حصّہ کی حقدار ہوں گی اور اگر کئی بھائی بہن ہوں تو عورت کا اکہرا ($1/3$) اور مردوں کا دوہرا ($2/3$) حصّہ ہوگا۔

۶۷۲- بکیر بن اعین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس طبقہ کی میراث کے لیے ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس میں آپؑ نے یہ الفاظ بھی فرمائے کہ بہن نصف حصّہ حاصل کرے گی خواہ وہ مادری پدری بہن ہو یا صرف پدری بہن ہو اور اگر بہت سی بہنیں اور بھائی ہوں تو ان کے حصوں میں کمی بیشی کی جائے گی۔

◦◦◦

سورۃ المائدہ مدینۃ ایاتھا ۱۲۰ رکوعاتھا ۱۶

''سورہ المائدہ مدینہ میں نازل ہوئی اس کی آیات ایک سو بیس اور رکوع سولہ ہیں''

فضائل سورہ مائدہ

۱- "کتاب ثواب الاعمال" میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

"جو شخص ہر جمعرات کے دن سورۂ مائدہ پڑھے تو وہ اپنے ایمان کو ظلم سے مخلوط نہیں کرے گا اور وہ کبھی شرک میں مبتلا نہ ہوگا"۔

۲- "مجمع البیان" میں ابی بن کعب سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص سورۂ مائدہ پڑھے تو دنیا میں جتنے بھی عیسائی اور یہودی ہوں گے ان کی تعداد سے دس گناہ اسے زیادہ اجر دیا جائے گا اور اس کی دس برائیاں مٹا دی جائیں گی اور اس کے دس درجات بلند کیے جائیں گے"۔

۳- عیاشی رقمطراز ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

قرآن کی بعض آیات بعض سابقہ احکام کو منسوخ کرتی ہیں اور احکام قرآن کے متعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان سے رہنمائی حاصل کی جاتی تھی۔ سب سے آخر میں آپؐ پر سورہ مائدہ نازل ہوئی۔ اس سورہ نے کچھ سابقہ احکام منسوخ کیے لیکن اس سورہ کے احکام کو کسی سورہ نے منسوخ نہیں کیا۔

یہ سورہ آپؐ پر نازل ہوئی تو اس وقت آپؐ "شہباء" نامی خچر پر سوار تھے اور وحی کے بوجھ کی وجہ سے وہ رک گیا اور اس کا پیٹ زمین کی طرف جھک گیا اور وہ اتنا جھکا کہ اس کی ناف زمین کے انتہائی قریب ہوگئی۔ رسولؐ خدا پر غشی کی کیفیت طاری ہوئی۔ آپؐ نے اس حالت میں شیبہ بن وہب جمعی کی پیشانی کے اوپر کے بالوں پر اپنا ہاتھ رکھا۔ بعدازاں آپؐ کی یہ حالت ہوگئی اور آپؐ نے ہمارے سامنے سورۃ المائدہ کی تلاوت فرمائی۔ اس سورہ پر رسولؐ خدا نے بھی عمل کیا اور ہم نے بھی عمل کیا۔

۴- ابوحمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:

"سورۃ المائدہ یکجا نازل ہوئی اور اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے بھی نازل ہوئے"۔

۵-تہذیب الاحکام میں امیر المومنین علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ سورۃ المائدہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے دو ماہ قبل نازل ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ۬ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ
الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّى الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ
حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ۝۱ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا
تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْىَ وَلَا
الْقَلَآئِدَ وَلَاۤ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ
رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ
شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ
تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى
الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ
الْعِقَابِ ۝۲ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ
وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ

وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۟قف
وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ
فِسْقٌ ؕ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا
تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ فَمَنِ اضْطُرَّ
فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ③

اللہ کے نام کا سہارا لے کر جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

'ایمان والو! حدود و قیود اور معاہدوں کی پابندی کرو۔ تم پر مویشی کی قسم کے سب جانور حلال کیے گئے سوائے ان کے جن کا تذکرہ آگے کیا جائے گا لیکن احرام کی حالت میں شکار کو اپنے لیے حلال نہ کرو۔ بے شک اللہ جو چاہتا ہے وہ فیصلہ کرتا ہے۔

ایمان والو! شعائر الٰہی کی بے حرمتی نہ کرو اور حرام مہینوں میں سے کسی کو حلال نہ کرو۔ قربانی کے جانوروں پر دست درازی نہ کرو اور ان جانوروں پر دست درازی نہ کرو جن کی گردنوں میں نذر خداوندی کی علامت کے لیے پٹے پڑے ہوئے ہوں اور ان لوگوں کو نہ چھیڑو جو اپنے رب کے فضل اور اس کی خوشنودی کی تلاش میں محترم گھر (کعبہ) کی طرف جا رہے ہوں۔ ہاں جب احرام کی حالت ختم ہو جائے تو تم شکار کر سکتے ہو اور دیکھو ایک گروہ جس نے تمھارے لیے مسجد حرام کا راستہ بند کیا ہے تو ان پر

تمھارا غصہ تمھیں اتنا مشتعل نہ کر دے کہ تم ان کے مقابلہ میں ناروا زیادتیاں کرنے لگ جاؤ۔ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں تعاون نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

تم پر حرام کیا گیا مُردار خون، سور کا گوشت، وہ جانور جو خدا کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، جو گلا گھٹ کر یا چوٹ کھا کر یا بلندی سے گر کر، یا ٹکر کھا کر مرا ہو یا جسے درندوں نے پھاڑا ہو سوائے اسی کے جسے تم نے زندہ پا کر ذبح کرلیا ہو اور وہ جو کسی بت کدہ کے آستانے پر ذبح کیا گیا ہو اور جوئے کے تیروں سے تقسیم کرو یہ بھی حرام ہے۔ یہ سب افعال فسق ہیں۔ آج کے دن کافر تمھارے دین سے مایوس ہوگئے ہیں لہٰذا تم ان سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔ آج کے دن میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا ہے اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو تمھارے دین کی حیثیت سے قبول کرلیا ہے (لہٰذا اپنی حدود و قیود کی پابندی کرو اور معاہدوں پر قائم رہو) البتہ جو شخص بھوک سے مجبُور ہو کر ان میں سے کوئی چیز کھا لے البتہ اس کا گناہ کی طرف میلان نہ ہو تو بے شک اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے''۔

٦۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''قرآن مجید میں جہاں یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا کے الفاظ آئے ہیں تورات میں اس کی جگہ یاایھا المساکین کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

٧۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ سے یہ مراد ہے کہ ایمان والو! اپنے عہد معاہدوں کی پابندی کرو''۔

٨۔ امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (ایمان والو! عہدو

معاہدوں کی پابندی کرو) جب کہ رسولؐ خدا نے دس مرتبہ لوگوں سے حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کا عہد لیا تھا اسی لیے یہ آیت جہاں باقی عہد ومعاہدے کی پابندی کا حکم دیتی ہے وہاں یہ آیت مسلمانوں کو یہ حکم بھی دیتی ہے کہ وہ خلافت کے عہد پر بھی قائم رہیں۔

٩- ''الکافی'' میں محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ میں نے صادقین (امام محمد باقرؑ امام محمد صادق) علیہما السلام میں سے کسی ایک بزرگوار سے اُحِلَّتۡ لَکُمۡ بَهِيۡمَةُ الۡاَنۡعَامِ (تم پر مویشی کی قسم کے سب جانور حلال کیے گئے ہیں) کی آیت مجیدہ کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:

''جس جنین کے جسم پر بال اور اُون پیدا ہوچکی ہوتو اس کی ماں کا ذبیحہ اس کا ذبیحہ ہے اور اس آیت سے یہی مفہوم مراد ہے''۔

١٠- من لایحضرہ الفقیہ میں بھی محمد بن مسلم سے یہی روایت منقول ہے۔

١١- تفسیر عیاشی میں زرارہ سے منقول ہے کہ اُحِلَّتۡ لَکُمۡ بَهِيۡمَةُ الۡاَنۡعَامِ کی تفسیر کرتے ہوئے امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اس سے ماں کے پیٹ میں موجود ان کے جنین مراد ہیں۔ امیرالمومنین علیہ السلام جنین فروخت کرنے کا حکم دیتے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام سے ہاتھی، ریچھ اور بندر کے گوشت کی حلت وحرمت کے متعلق پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: ان کا تعلق کھائے جانے والے مویشیوں سے نہیں ہے۔

١٢- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے: ''وَلَا الۡقَلَآئِدَ سے مراد وہ جانور ہیں جن کی گردن میں علامت کے طور پر جوتا باندھا ہوا ہو اور مالک کو چاہیے کہ وہ جانور کے گلے میں وہ جوتا باندھے جسے وہ نماز کے لیے پہن کر جاتا ہو۔ وَلَآ آٰمِّيۡنَ الۡبَيۡتَ الۡحَرَامَ سے وہ لوگ مراد ہیں جو حج بیت اللہ کو جا رہے ہوں۔

مقصد آیت یہ ہے کہ شعائر خداوندی کی بے حُرمتی نہ کرو اور ماہِ حرام میں جنگ چھیڑ کر اس مہینہ کا تقدس پامال نہ کرو اور قربانی کے جانوروں اور جن جانوروں کے گلے میں قلادہ پڑا ہوا ہو ان کی بے حُرمتی نہ کرو اور حجاجِ بیت اللہ پر دست درازی نہ کرو۔

١٣- ''مجمع البیان'' میں يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحِلُّوۡا شَعَآئِرَ اللّٰهِ ...... اِنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ۝ کی آیت مجیدہ کے متعلق مرقوم ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''یہ آیت بنی ربیعہ سے تعلّق رکھنے والے ایک شخص کے متعلّق نازل ہوئی اس کا نام حطم تھا''۔

سدی نے کہا تھا کہ ''حطم بن ہند البکری'' اپنے ساتھ کچھ سواروں کا دستہ لے کر مدینہ کے قریب آیا۔ اس نے اپنے سواروں سے کہا کہ تم یہاں ٹھہر جاؤں میں اکیلا مدینہ میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤں گا۔

ادھر رسولؐ خدا نے اس کی آمد سے پہلے اپنے اصحاب سے کہا کہ آج تمھارے پاس بنی ربیعہ کا ایک شخص آئے گا جو ابلیس کی زبان سے گفتگو کرے گا۔

چنانچہ وہ شخص رسولؐ خدا کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟

آنحضرتؐ نے اسے اسلام وقرآن کی دعوت دی۔ اس نے کہا کہ آپؐ مجھے مہلت دیں تا کہ اس کے متعلّق میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کر سکوں۔ یہ کہہ کر وہ آپؐ کے پاس سے روانہ ہوا۔ جب وہ چلا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ شخص کافر کا چہرہ لے کر آیا تھا اور عہد شکن کا چہرہ لے کر واپس گیا ہے۔

واپسی پر اس کا گزر مدینہ کی چراگاہ سے ہوا اور وہاں جتنے جانور چر رہے تھے وہ انھیں ہانک کر اپنے ساتھ لے گیا اور اس نے اپنی اس بہادری کے اظہار کے لیے رجز بھی پڑھے تھے۔

اگلے سال وہی شخص احرام حج باندھ کر مکہ آیا اور اس کے ساتھ قربانی کے جانور تھے جن کے گلے میں اس نے قلادے ڈال رکھے تھے۔

رسولؐ خدا نے ارادہ کیا اس سے پچھلے سال کی زیادتی کا بدلہ لیا جائے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھیج کر آپ کو اس سے روک دیا۔ عکرمہ اور ابن جریح نے بھی اس آیت کے متعلّق یہی واقعہ بیان کیا۔

۱۴۔ ''مجمع البیان'' میں ہی مرقوم ہے:

اس آیت کے متعلّق اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ منسوخ ہے کیونکہ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ کی آیت نے اس حکم کو منسوخ کر دیا ہے جب کہ مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ پوری سورہ مائدہ میں سے کوئی آیت منسوخ نہیں ہے اور یہ آیت بھی منسوخ نہیں ہے کیونکہ مشرکین کے قتلِ عام کی آیت فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ (جب حُرمت والے مہینے گزر جائیں) کے ساتھ مشروط ہے۔ البتہ اگر مشرکین حُرمت والے مہینوں میں جنگ کی ابتدا کریں تو دفاع میں ان سے لڑنا جائز ہے۔

ابن جریح کا یہی قول ہے اور امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی یہی قول مروی ہے۔

حرام جانور

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۫ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ

(تم پر حرام قرار دیا گیا مُردار، خون، سور کا گوشت، وہ جانور جو خدا کے نام کے علاوہ کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، جو گلا گھٹ کر، یا چوٹ کھا کر یا بلندی سے گر کر یا ٹکر کھا کر مرا ہو یا جسے درندوں نے پھاڑا ہو سوائے اس کے جسے تم نے زندہ پا کر ذبح کر لیا ہو اور وہ جو کسی بت کدہ کے آستانے پر ذبح کیا گیا ہو یا یہ کہ تم جوئے کے تیروں سے اس کا گوشت تقسیم کرو)

۱۵۔ ''الکافی'' میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''جس حلال جانور کو درندے نے پھاڑا ہو یا جو چوٹ کھا کر یا جو بلندی سے گر کر مر جائے تو اس کا گوشت مت کھاؤ۔ البتہ جانور زندہ ہو اور تم نے ذبح کیا ہو تو پھر جائز ہے''۔

۱۶۔ من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام سے پوچھا کہ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ کا کیا مطلب ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہر وہ جانور جسے کسی بت، مورتی یا کسی درخت کے لیے ذبح کیا جائے۔ چنانچہ ایسا جانور مُردار، خون اور سور کے گوشت کی طرح سے حرام ہے اور فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ (اور جو کوئی مجبور ہو کر کھائے اور زیادتی اور سرکشی کرنے والا نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے) یعنی ایسا شخص زندگی بچانے کی حد تک مُردار کھا سکتا ہے۔

میں (راوی) نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! مجبور شخص کے لیے مُردار کب حلال ہوتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: میرے والد نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا یا رسولؐ اللہ! کبھی ہم دُور دراز سرزمین پر ہوتے ہیں اور وہاں ہمیں بھوک اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے، ہمارے لیے مُردار کب حلال ہوتا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمھیں صبح کی روٹی نہ ملے اور شام کی روٹی نہ ملے اور زمین پر کھانے کے قابل کوئی گھاس نہ ملے تو تم مُردار کھا سکتے ہو۔

میں (راوی) نے کہا: فرزندِ رسولؐ! فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ کا کیا مطلب ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ''عادی'' سے چور اور ''باغی'' سے وہ شخص مراد ہے جو صرف تفریحِ طبع کے لیے شکار تلاش کر رہا ہو اور شکار سے اس کا مطلب بچوں کا پیٹ پالنا نہ ہو۔ چنانچہ یہ دونوں افراد اگر مجبور ہو جائیں پھر بھی جان بچانے کے لیے ان کے لیے مُردار کھانا حلال نہیں ہے۔ مُردار جیسا کہ ان کے لیے حالت اختیار میں حرام ہے وہ حالت اضطرار میں بھی ان کے لیے حرام ہی رہتا ہے اور مذکورہ دونوں اشخاص کے لیے نہ تو نماز قصر ہے اور نہ ہی ماہِ رمضان میں ان کے لیے روزہ کی رعایت ہے۔

میں (راوی) نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ''منخنقہ'' وہ جانور ہے جس کی موت گلا گھٹنے سے واقع ہو جائے۔ ''موقوذہ'' وہ ہے جو بیماری کی وجہ سے اتنی لاغر ہو جائے کہ اس میں حس و حرکت باقی نہ رہے اور ''متردیہ'' وہ جانور ہے جو بلندی سے گر کر ہلاک ہو یا کسی کنوئیں میں گر کر ہلاک ہو جائے۔ اور ''نطیحہ'' وہ جانور ہے جسے کسی دوسرے جانور نے ٹکر یا سینگ مار کر ہلاک کر دیا ہو۔ اسی طرح سے جس جانور کو درندہ نے پھاڑا ہو اور وہ مر جائے تو وہ حرام ہے اور جو جانور کسی پتھر یا کسی بت کے آستانے پر ذبح کیا جائے وہ بھی حرام ہے۔ اگر جانور ابھی زندہ ہو اور اسے شرعی طریقہ کے مطابق ذبح کیا جائے تو اس کا گوشت کھانا حلال ہے۔

پانسے کے تیر

میں (راوی) نے کہا: وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ کا کیا مقصد ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

دورِ جاہلیّت میں دس افراد مل کر ایک اُونٹ خریدتے تھے۔ اس کے گوشت کو جوئے کے تیروں سے تقسیم کیا کرتے تھے۔ وہ دس جوئے کے تیر اٹھاتے تھے جن میں سے سات تیر کچھ مڑے ہوئے ہوتے تھے اور تین تیر بالکل سیدھے ہوتے تھے اور جو تیر مڑے ہوئے ہوتے تھے ان کے نام یہ تھے: ١- فذ ٢- توأم ٣- نافس ٤- حلس ٥- مسیل ٦- مُعلی ٧- رقیب۔ اس کے علاوہ جو تین تیر بالکل سیدھے ہوتے تھے اس کا نام تھا فسیح، منیح اور وغد۔

وہ لوگ گوشت کے دس حصّے کرتے تھے جس کے نام پر سیدھا تیر نکلتا اس سے قیمت کا تہائی حصّہ وصول کیا جاتا تھا اور

یوں تین افراد کے نام قرعہ نکالا جاتا تھا اور پورے اُونٹ کی قیمت تین آدمیوں سے وصول کی جاتی تھی اور اس کے بعد اُونٹ کا پورا گوشت دوسرے سات افراد میں تقسیم کیا جاتا تھا اور جن سے اُونٹ کی رقم دلوائی جاتی تھی انھیں گوشت سے کچھ حصّہ بھی نہیں دیا جاتا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کی تقسیم کو حرام کرتے ہوئے کہا وَ اَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ کہ تم جوئے کے تیروں سے تقسیم نہ کرو۔ یہ فسق یعنی حرام ہے۔

۱۷- عیون الاخبار میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ ان میں سے مُردار' خون اور خنزیر کا گوشت تو مشہور ہیں اور وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ سے وہ جانور مراد ہیں جنھیں بتوں کے لیے ذبح کیا گیا ہو۔

''منخنقہ'' مجوسی ذبیحہ اور مُردار کھانے کے عادی نہ تھے۔ وہ گائے اور بکری کا گلا گھونٹا کرتے تھے جب وہ جانور مر جاتا تو وہ اسے کھاتے تھے۔

اور ''متردیہ'' سے وہ جانور مراد ہے جن کی آنکھوں پر مجوسی پٹی باندھ دیتے اور پھر بلند جگہ پر اسے لے جاتے تھے اور وہاں سے اسے دھکا دے کر گرا دیتے تھے اور جب جانور مر جاتا تو وہ اس کا گوشت کھاتے تھے۔

اور ''نطیحہ'' کا بھی مجوسیوں میں بڑا رواج تھا۔ وہ جانوروں کو آپس میں لڑاتے تھے جب ایک جانور دوسرے جانور کی ٹکر یا سینگ سے مر جاتا تو وہ اسے اٹھا لیتے اور اس کا گوشت کھاتے تھے۔ علاوہ ازیں جس جانور کو شیر یا بھیڑیا اُٹھا کر لے جاتا تو یہ اس کا بچا کھچا حصّہ کھاتے تھے۔ اللہ نے ان کے لیے اس طرح کے گوشت کو حرام قرار دے دیا۔ اس کے علاوہ مجوسی آتش کدوں کے لیے جانور ذبح کرتے تھے جب کہ قریش درختوں اور مورتیوں کی عبادت کرتے تھے اور وہ ان کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جانور ذبح کیا کرتے تھے۔ اس طرح کے گوشت کو بھی اللہ نے حرام قرار دے دیا۔

اس کے علاوہ پانسے کے تیروں کی مدد سے گوشت کی تقسیم کو بھی اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا۔ اہلِ عرب میں رائج تھا کہ وہ اُونٹ لے کر اسے نحر کرتے تھے اور اس کے گوشت کے دس حصّے بناتے تھے۔ پھر دس آدمی اس میں شامل ہوتے تھے اور اس کے لیے ان کے پاس دس پانسے کے تیر موجود ہوتے تھے۔ سات تیر ایسے ہوتے تھے جو تھوڑے سے مڑے ہوئے ہوتے تھے اور تین تیر بالکل سیدھے ہوتے تھے۔ اس کے بعد وہ تیروں کے ذریعے قرعہ اندازی کرتے جن افراد کے مقدر میں سیدھے تیر آتے تو انھیں اُونٹ کی قیمت ادا کرنی پڑتی تھی اور گوشت میں ان کا کوئی حصّہ نہیں ہوتا تھا۔ گوشت بقیہ سات افراد میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دیا۔ مقصد یہ ہے کہ وہ ایک طرح سے جوئے اور لاٹری کی قسم تھی۔ اللہ تعالیٰ

ے آیت مجیدہ کے ذریعہ سے اسے ہمیشہ کے لیے حرام قرار دیا ہے۔

۱۸- تہذیب الاحکام میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ مُردار، خون اور خنزیر کے گوشت کا پاک ہونا ناممکن ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی حلال جانور خواہ وہ اُوپر سے گرا ہو یا اسے کسی جانور نے ٹکر ماری ہو یا اس کا رسی سے گلا گھٹا ہو اور "اگر ابھی زندہ ہو اور آنکھیں جھپک رہا ہو اور پاؤں مار رہا ہو یا دُم ہلا رہا ہو تو اسے ذبح کر کے کھاؤ۔

۱۹- ''مجمع البیان'' میں مرقوم ہے کہ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ کے استثناء کے متعلق مفسرین میں اختلاف ہے کہ اس ''مرجع'' کیا ہے؟

اس سلسلہ کا ایک قول یہ ہے کہ خون اور سور کا گوشت جن کا پاک کرنا ممکن نہیں ہے، کے علاوہ باقی تمام مذکورہ جانور مراد ہیں اور یہ مفہوم حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے۔

۲۰- امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے کہ اگر جانور کے کان یا اس کی دم یا اس کی آنکھیں حرکت کر رہی ہوں تو اسے ذبح کر کے کھانا جائز ہے۔

کفار کی مایوسی اور تکمیلِ دین کی سند

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۚ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ
وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ

(آج کے دن کافر تمھارے دین سے مایوس ہو گئے تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔ آج کے دن میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کیا ہے اور تم پر اپنی نعمت تمام کی ہے اور تمھارے لیے اسلام کو تمھارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔)

۲۱- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت علیؑ کی ولایت کے اعلان سے کافروں کو مایوسی ہوئی تھی۔ (اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے وہ کہتے تھے کہ محمد مصطفیٰؐ کی اولاد نرینہ موجود نہیں ہے۔ جب یہ وفات پائیں گے تو ان کی وفات کے ساتھ اسلام بھی ختم ہو جائے گا۔ لیکن جب حکمِ خداوندی ہونے کا اعلان کیا تو وہ مایوس ہو گئے اور انھیں یقین ہو گیا کہ اگر محمد مصطفیٰؐ دنیا سے چلے بھی گئے تو بھی علیؑ جیسا مضبوط انسان اسلام کی حفاظت کے لیے موجود ہوگا۔ من المترجم)

۲۲- تفسیر عیاشی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک روایت منقول ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ جب قائم آلِ محمدؑ کا

ظہور ہوگا تو بنی اُمیہ کی مایوسی انتہا کو پہنچ جائے گی اور یہ لوگ آلِ محمدؑ سے مکمل طور پر مایوس ہو جائیں گے۔

۲۳- اصول کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اسلام میں ایک فرض کے بعد دوسرا فرض نازل ہوتا رہا اور تمام فرائض کے آخر میں ولایت کا فریضہ نازل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کے متعلّق فرمایا: اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ (آج کے دن میں نے تمھارا دین مکمل کیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کی ہے) اس کا مقصد یہ ہے کہ اس کے بعد میں کوئی اور فرض نازل نہیں کروں گا۔ اب میں نے تمھارے لیے تمام فرائض مکمل کر دیے ہیں۔

۲۴- ابی الجارود کا بیان ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ یکے بعد دیگرے فرائض نازل کرتا رہا۔ پھر اللہ نے آخر میں ولایت نازل کی۔ ولایت کا حکم روز عرفہ جمعہ کے دن نازل ہوا اور اللہ نے فرمایا:

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ (آج کے دن میں نے تمھارے لیے تمھارے دین کو مکمل کیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت تمام کی) اور دین کی تکمیل علی بن ابی طالبؑ کی ولایت سے ہوئی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دل ہی دل میں سوچا کہ بارالٰہا! میں ولایت علیؑ کا اعلان کیسے کروں جب کہ یہ لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہیں اگر میں نے علیؑ کی ولایت کا اعلان کیا تو لوگ بہت سی باتیں بنائیں گے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنا سخت حکم نازل کیا اور فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ ؕ وَ اِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الۡکٰفِرِیۡنَ ۝

(اے رسول وہ حکم پہنچا جو تیرے رب کی طرف سے تجھ پر نازل کیا گیا ہے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تو نے اس کی رسالت ہی نہیں پہنچائی۔ اللہ تجھے لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ بے شک اللہ کافروں کو ہدایت نہیں کرتا۔)

اللہ تعالیٰ کے اس تاکیدی فرمان کے بعد آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کا بازو پکڑ کر فرمایا:

لوگو! مجھ سے پہلے جتنے بھی انبیاء گزرے ہیں وہ اپنی زندگی میں تبلیغ کرتے رہے۔ پھر خدا نے انھیں اپنے پاس بلا لیا اور وہ چلے گئے۔ مجھے بھی خدا کی طرف سے عنقریب بلاوا آنے والا ہے اور میں اس پر لبیک کہوں گا اور مجھ سے بھی پوچھا جائے گا اور تم سے بھی بازپرس کی جائے گی۔ بتاؤ تم خدا کو کیا جواب دو گے؟

تمام حاضرین نے کہا: ہم گواہی دیں گے کہ آپؐ نے تبلیغ کی اور اُمت کی خیر خواہی کی اور آپؐ نے اپنی ذمہ داریاں اچھی طرح سے ادا کیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو وہ بہترین جزا دے جو وہ مرسلین کو دیتا ہے۔

اس وقت آپؐ نے تین بار کہا: پروردگار! گواہ رہنا۔

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا:

> یامعشر المسلمین! هذا ولیکم من بعدی فلیبلغ الشاهد منکم الغائب
>
> ”اے گروہ مسلمین! میرے بعد یہ تمھارا ولی (سرپرست) ہے، جو یہاں موجود ہے وہ غائب تک یہ پیغام پہنچا دے“۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے، آپؑ نے فرمایا:

۲۵- اللہ تعالیٰ نے سب سے آخر میں ولایت کا فریضہ نازل کیا۔ اس کے بعد کوئی دوسرا فریضہ نازل نہیں کیا۔ اس کے بعد اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کی آیت ”کراع الغمیم“ میں نازل ہوئی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حکم کی تبلیغ ”جحفہ“ (میقات اہلِ شام) میں فرمائی۔ اس کے بعد کوئی فریضہ نازل نہیں ہوا۔

وضاحت: ”کراع الغمیم“ ایک وادی کا نام ہے جو کہ مکہ سے تیس میل اور مدینہ سے ایک سو ستر میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ”جحفہ“ ایک مشہور میقات ہے یہاں سے اہلِ شام احرام باندھتے ہیں اور مقام غدیر خم جحفہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

۲۶- روضہ کافی میں حضرت علی علیہ السلام سے ایک خطبہ مرقوم ہے جسے ”خطبہ رسیلہ“ کہا جاتا ہے۔ اس خطبہ میں آپ نے یہ الفاظ بھی ارشاد فرمائے:

رسولؐ خدا حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر خم کے مقام پر تشریف لائے، وہاں آپ کے لیے منبر نما ایک چیز رکھی گئی۔ آپ اس پر تشریف لے گئے اور میرے بازو کو پکڑ کر اتنا بلند کیا کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نمودار ہوگئی۔ آپؐ نے بلند آواز سے فرمایا:

> من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه
>
> ”جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ خدایا جو اس سے دوستی رکھے تو اس سے دوستی رکھ اور جو

اس سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ"۔

مقامِ غدیر میں میری دوستی خدا کی دوستی اور میری دشمنی خدا کی دشمنی قرار پائی اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا کی آیت نازل فرمائی۔ میری ولایت دین کی تکمیل اور رب کی رضا کا ذریعہ ہے۔

۲۷- امالی صدوق میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا:

"غدیر خم کا دن میری اُمت کی افضل عید ہے۔ اسی دن اللہ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اپنے بھائی علیؑ کو اپنی اُمت کے لیے پرچم مقرر کروں اور میرے بعد لوگ اس سے ہدایت حاصل کریں اور یہ وہ دن ہے جس میں اللہ نے دین کو مکمل کیا اور میری اُمت پر نعمت تمام کی اور ان کے لیے اسلام کو بطور دین پسند فرمایا"۔

۲۸- امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے رسولؐ خدا سے یہ حدیث نقل کی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

میری اہلِ بیت اور ذریت کی محبت دین کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا کی آیت تلاوت فرمائی۔

۲۹- مجمع البیان میں ابوسعید خدری سے منقول ہے کہ جب تکمیل دین کی آیت نازل ہوئی تو رسولؐ خدا نے فرمایا:

> اللّٰہ اکبر علی اکمال الدین واتمام النعمة ورضا الرب برسالتی و ولایة علی بن ابی طالب من بعدی
>
> "دین کی تکمیل، نعمت کے پورا ہونے اور میری رسالت اور میرے بعد علیؑ کی ولایت پر رب کی رضا کی وجہ سے اس کی بزرگی بیان کرتا ہوں"۔

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللهم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذله "جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔ خدایا جو اس سے دوستی رکھے تو بھی اس سے دوستی رکھ اور جو اس سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ اور جو اس کی مدد کرے تو بھی اس کی مدد کر اور جو اسے بے یار و مددگار چھوڑے تو بھی اسے بے یار و مددگار چھوڑ"۔

۳۰- امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے کہ رسولؐ خدا نے غدیر خم میں من کنت مولاہ فعلی مولاہ کا اعلان پہلے کیا۔ اس کے بعد تکمیلِ دین کی سند نازل ہوئی۔ ولایت اسلام کا آخری فریضہ ہے۔ اس کے بعد اللہ نے

کوئی فریضہ نازل نہیں کیا۔

۳۱۔ تہذیب الاحکام میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک دعا منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

''روز غدیر (اٹھارہ ذی الحجہ) کو نماز شکرانہ غدیر پڑھ کر یہ دعا مانگو جس کی ابتدا میں اللہ کی توحید کی مخلصانہ گواہی دو اور کہو:

> انت اللّٰه الذی لا الٰه الا انت وان محمداً عبدك ورسولك وعلیاً امیرالمؤمنین وان الاقرار بولایته تمام توحیدك والاخلاص بوحدانیتك وكمال دینك وتمام نعمتك وفضلك علی جمیع خلقك وبریتك فانك قلت وقولك الحق : ''الیوم اكملت لكم دینكم واتممت علیكم نعمتی ورضیت لكم الاسلام'' اللهم فلك الحمد علی ما مننت به علینا من الاخلاص لك بوحدانیتك اذهدیتنا لموالاة ولیك الهادی من بعد نبیك المنذر ورضیت لنا الاسلام دیناً بموالاته۔

''پروردگار! تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد مصطفیؐ تیرے عبد اور تیرے رسول ہیں اور حضرت علیؑ مومنین کے امیر ہیں اور ان کی ولایت کا اقرار تیری توحید کا اتمام اور تیری واحدانیت کا اخلاص اور تیرے دین کی تکمیل اور تیری تمام مخلوق پر تیری نعمت و فضل کی تکمیل کا مظہر ہے۔ کیونکہ تو نے خود فرمایا ہے اور تیرا فرمان حق ہے: ''آج میں نے تمھارے لیے تمھارے دین کو کامل کیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کی اور تمھارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا''۔ پروردگار! تیرے لیے حمد ہے کہ تو نے ہمیں اپنی وحدانیت کا اخلاص بخشا کیونکہ تو نے ہمیں اپنے اس ولی کی دوستی کی ہدایت کی ہے جو تیرے نبی منذر کے بعد ہادی ہے اور تو نے اس کی دوستی کی وجہ سے ہمارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے''۔

۳۲۔ عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے یہ جملے بھی ارشاد فرمائے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا کی آیت مبارکہ آنحضرتؐ کی زندگی کے آخری ایام یعنی حجۃ الوداع میں نازل ہوئی اور امر امامت کا تعلق تکمیل دین سے ہے۔

۳۳- کتاب الخصال میں حضرت علی علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے یہ الفاظ بھی ارشاد فرمائے۔

میری ولایت کے ذریعے سے اللہ نے اس اُمت کا دین مکمل کیا اور ان پر نعمت تمام کی اور ان کے اسلام کو پسند کیا کیونکہ اعلانِ ولایت کے دن اللہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا تھا:

''محمد! ان لوگوں کو بتا دو کہ میں نے آج کے دن ان کا دین مکمل کیا ہے اور میں نے ان کے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے اور میں نے ان پر اپنی نعمت تمام کی ہے۔ یہ سب کچھ مجھ پر میرے خدا کا احسان ہے''۔

۳۴- علل الشرائع میں اسحاق بن اسماعیل نیشاپوری سے منقول ہے کہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے مجھے ایک خط لکھا جس میں آپؑ نے تحریر فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے تم پر جتنے فرائض واجب کیے ہیں اسے ان کی کوئی احتیاج نہیں ہے۔ یہ اس کی طرف سے تم پر رحمت ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ خدا چاہتا ہے کہ پاک اور ناپاک ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور تمھارے سینوں میں چھپے ہوئے خیالات کی آزمائش کرے اور دیکھے کہ ان میں سے ایسے لوگ کون ہیں جو اس کی رحمت کی طرف سے سبقت کرتے ہیں تاکہ اس سے جنت میں تمھاری منازل ایک دوسرے سے متفاوت ہوسکیں۔ اللہ نے تم پر حج و عمرہ فرض کیا اور اس نے تم پر نماز کا پڑھنا اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا فرض کیا۔ اس نے تم پر روزہ اور ولایت کو فرض کیا۔ اللہ نے تمھارے لیے دروازہ مقرر کیا تاکہ تم اس کے ذریعہ سے فرائض کے دروازوں کو کھول سکو۔

اللہ نے اپنے راستے کی چابی مقرر کی اور اگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی اولاد کے اوصیاء نہ ہوتے تو تم لوگ جانوروں کی طرح سے سرگرداں ہوتے۔ تمھیں فرائض میں سے کسی فرض کا علم نہ ہوتا۔ کسی بھی آبادی میں داخل ہونے کے لیے دروازے سے گزرنا ضروری ہے اور جب اللہ نے محمد مصطفیؐ کے اوصیا مقرر کر دیئے تو اس کے بعد اس نے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا کی آیت نازل فرمائی۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا
عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ

اللّٰهُ ۗ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ
عَلَيْهِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ④ اَلْيَوْمَ
اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ
لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۗ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ
وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ
اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا
مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ
ۗ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ⑤ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى
الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ
وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى
سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ
فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ
وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ
وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ

تَشْكُرُوْنَ ⑥

''وہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال کیا گیا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ تمھارے لیے تمام پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں اور شکاری جانور جو تم نے شکار کے لیے سِدھا رکھے ہیں اور جو طریقے خدا نے تمھیں بتائے ہیں ان میں سے کچھ تم نے ان جانوروں کو بھی سکھایا ہو تو یہ شکاری جانور جس شکار کو تمھارے لیے پکڑ رکھیں اس کو کھاؤ اور جانور کو شکار پر چھوڑتے وقت اللہ کا نام لے لیا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

آج تمھارے لیے تمام پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور اہلِ کتاب کا کھانا تمھارے لیے حلال ہے اور تمھارا کھانا ان کے لیے حلال ہے اور پاک دامن عورتیں تمھارے لیے حلال ہیں خواہ ان کا تعلّق اہلِ ایمان کے گروہ سے ہو یا ان قوموں سے ہو جنھیں تم سے قبل کتاب دی گئی ہے۔ بشرطیکہ تم ان کے مہر ادا کر کے نکاح میں ان کے محافظ بنو نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو یا چوری چھپے آشنائیاں کرو اور جو بھی ایمان کا انکار کرے تو اس کا سارا نیک عمل اکارت ہو جائے گا اور وہ آخرت میں گھاٹے میں رہے گا۔

اہلِ ایمان! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھو لو اور اپنے سروں اور ٹخنوں تک پاؤں کا مسح کیا کرو۔ اگر تم حالتِ جنابت میں ہو تو طہارت (غسل) کر لو۔ اور اگر تم بیمار یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت کر کے آئے یا

عورتوں سے ہم بستری کی ہو اور تم کو پانی نہ مل سکے تو پاک خاک سے تیمّم کرلو اور تیمّم میں اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرلو۔ اللہ تم پر کسی طرح کی تنگی مسلط کرنا نہیں چاہتا۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک و پاکیزہ کر دے اور تم پر اپنی نعمت پوری کرے تا کہ تم شکرگزار بن جاؤ"۔

شکاری کتے

۳۵-من لایحضرہ الفقیہ میں زرارہ سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جب سدھائے ہوئے کتے کا مالک اسے شکار کے لیے روانہ کرے اور تکبیر کہہ دے تو اسے چاہیے کہ وہ کتے کا پکڑا ہوا شکار کھائے اگر چہ وہ مر بھی چکا ہو۔ اور اگر کتے نے اسے کچھ کھایا ہو تو باقی بچے ہوئے حصّہ کو پاک کر کے کھائے۔ اگر کتا پہلے سے سدھایا ہوا نہ ہو اور اسی وقت ہی سدھایا گیا ہو تو بھی اس کا پکڑا ہوا شکار کھانا جائز ہے کیونکہ وہ کتا سدھایا ہوا ہے۔ کتوں کے علاوہ چیتے اور باز اور ان جیسے باقی جانوروں کا پکڑا ہوا شکار اگر زندہ ہو تو ذبح کر کے کھائے۔ اگر مر چکا ہو تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

۳۶-امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"اگر کوئی شخص شکار کے لیے کتا چھوڑے اور تکبیر کہنا بھول جائے تو وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے ذبح کیا ہو لیکن تکبیر بھول گیا ہو"۔

۳۷-تہذیب الاحکام میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

سدھائے ہوئے جانور کو روانہ کرتے وقت اگر تم نے تکبیر پڑھی ہو تو ان کا پکڑا ہوا شکار کھاؤ۔ اگر وہ مر بھی چکا ہو اور اگر ان سدھائے کتے تمھارے لیے شکار پکڑ لائیں اور شکار زندہ ہو تو اسے ذبح کر کے کھاؤ اور اگر شکار مر چکا ہو تو مت کھاؤ۔

۳۸- سماعہ بن مہران کا بیان ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ...... کی آیت کے تحت سدھائے ہوئے شکاری کتے کے شکار کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا:

اگر کتے نے شکار کو خود نہ کھایا ہو اور تمھارے لیے پکڑ لائے تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر

تمھارے پہنچنے سے پہلے کتا اس میں سے کچھ کھالے تو تم اس کا باقی حصہ مت کھاؤ۔

۳۹- رفاعہ بن موسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر شکاری کتا شکار کو مار ڈالے تو اس کا کیا حکم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تم اس کا پکڑا ہوا شکار کھاؤ۔

میں (راوی) نے کہا: اگر اس نے اس میں سے کچھ کھالیا ہو تو پھر کیا کیا جائے؟

آپؑ نے فرمایا: اس نے وہ شکار تمھارے لیے پکڑا ہی نہیں اپنے لیے پکڑا ہے۔

۴۰- الکافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا کہ کتابِ علیؑ میں مذکور ہے کہ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ سے صرف کتے مراد ہیں۔

۴۱- حکم بن حکیم صیرفی کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا:

آپؑ کیا فرماتے ہیں اگر کتا شکار پکڑتے وقت اسے مار ڈالے تو اسے کھانا جائز ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

میں (راوی) نے کہا: لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب کتا شکار کو مار ڈالے اور اس میں سے کچھ کھالے تو اس نے وہ شکار اپنے لیے پکڑا ہے اس شکار کو نہیں کھانا چاہیے۔

آپؑ نے فرمایا: تم کھاؤ۔ کیا ان لوگوں کا اس بات پر تمھارے ساتھ اجماع نہیں کہ کتے کے ذریعے سے شکار کا قتل اس کے ذبح کے قائم مقام ہے۔

میں (راوی) نے کہا: جی ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: ان سے پوچھو کہ اگر ایک بکری کو ایک انسان ذبح کرے تو کیا وہ پاک ہے اور اس کا کھانا حلال ہے؟

میں (راوی) نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: جب وہ یہ جواب دیں تو پھر ان سے کہو کہ اگر ذبح کرنے والا کچھ گوشت خود کھالے تو باقی گوشت کھانا حلال ہے یا نہیں؟ اگر وہ کہیں کہ جی ہاں باقی گوشت حلال ہے تو ان سے کہو کہ اسی طرح سے سدھائے ہوئے کتے کا باقی بچایا ہوا گوشت بھی حلال ہے۔

۴۲- جمیل بن دراج کہتے ہیں، میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک شخص اپنا کتا شکار پر چھوڑتا

ہے۔ کتا شکار کو پکڑ کر لاتا ہے۔ آدمی کے پاس چھری نہیں ہے کہ اسے ذبح کرے تو اگر وہ شکار کو اس وقت تک کتے کے قبضہ میں رہنے دے کہ وہ شکار کو مار ڈالے تو کیا ایسے شکار کا گوشت حلال ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ ''جو وہ تمھارے لیے پکڑ لائیں اسے کھاؤ''۔ البتہ جسے چیتا مار ڈالے تو اس کا کھانا صحیح نہیں ہے۔

۴۳- قاسم بن سلیمان کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر کوئی شکاری کتا مالک کے بھیجے بغیر از خود چلا جائے اور شکار پکڑ کر لائے اور شکار مر چکا ہو کیا ایسے شکاری کا کھانا جائز ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: جب مالک شکار کے لیے کتے کو روانہ کرے اور تکبیر پڑھے تو اس شکار کو کھائے اور اگر مالک نے تکبیر نہ پڑھی ہو تو شکار نہ کھائے۔ یہی سدھائے ہوئے جانوروں کا حکم ہے۔

۴۴- ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کچھ لوگ کتے لے کر شکار کے لیے گئے اور انھوں نے اپنے سدھائے ہوئے کتے تکبیر پڑھ کر شکار پر چھوڑے۔ اتنے میں ایک اجنبی کتا بھی ان میں شامل ہو گیا جس کے مالک کا کسی کو کوئی پتہ نہیں تھا اور سب کتوں نے مل کر شکار کیا۔ اس شکار کے متعلّق کیا حکم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس شکار کو نہ کھاؤ کیونکہ تمھیں اجنبی کتے کے متعلّق یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ سدھایا ہوا ہے یا نہیں۔

۴۵- حلبی کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

میرے والد فتویٰ دیتے تھے اور وہ ڈرتے تھے اور ہم باز اور شکروں کے شکار کے فتویٰ سے خوف محسوس کرتے تھے لیکن اب ہم خوف محسوس نہیں کرتے اور فتویٰ دیتے ہیں کہ ان کا پکڑا ہوا شکار اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک انسان اسے خود ذبح نہ کرے کیونکہ کتاب علی میں لکھا ہے:

وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ کی آیت سے صرف کتے مراد ہیں۔

۴۶- تفسیر علی بن ابراہیم میں ابوبکر حضرمی سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے بازوں، شکروں، چیتوں اور کتوں کے پکڑے ہوئے شکار کے متعلّق دریافت کیا۔

آپؑ نے فرمایا: وہ جو جانور پکڑ کر لائیں اور تم اپنے ہاتھ سے ذبح کر لو تو اس کا کھانا حلال ہے البتہ کتے کا حکم علیحدہ ہے۔

میں نے کہا اگر کتا شکار قتل کر کے لائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اسے کھاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ (اور شکاری جانور جو تم نے شکار کے لیے سدھا رکھے ہیں اور جو طریقے خدا نے تمھیں بتائے ہیں اس میں سے تم نے کچھ ان جانوروں کو بھی سکھایا ہو تو یہ شکاری جانور جس شکار کو تمھارے لیے پکڑ رکھیں اس کو کھاؤ)

پھر آپؑ نے فرمایا:

تمام جانور شکار صرف اپنے لیے پکڑتے ہیں مگر سدھائے ہوئے کتے اپنے مالک کے لیے شکار پکڑتے ہیں۔ جب تم سدھائے ہوئے کتے کو روانہ کرو تو تکبیر پڑھ لیا کرو۔ یہی شکار کا ذبیحہ ہے۔

اہلِ کتاب کا کھانا اور اہلِ کتاب عورتوں سے نکاح

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ

(آج تمھارے لیے تمام پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور اہلِ کتاب کا کھانا تمھارے لیے حلال ہے اور تمھارا کھانا ان کے لیے حلال ہے اور پاک دامن عورتیں تمھارے لیے حلال ہیں خواہ ان کا تعلّق اہلِ ایمان کے گروہ سے ہو یا ان لوگوں سے ہو، جنھیں تم سے قبل کتاب دی گئی ہے بشرطیکہ تم ان کے مہر ادا کر کے نکاح میں ان کے محافظ بنو نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو یا چوری چھپے آشنائیاں کرو۔)

۴۷۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اہلِ کتاب کے طعام سے مراد غلہ اور پھل وغیرہ ہیں۔ ان کے ذبائح حلال نہیں ہیں کیونکہ وہ ذبح کے وقت خالص اللہ کا نام نہیں لیتے۔ خدا کی قسم! وہ تمھارے ذبیحہ کو حلال نہیں سمجھتے تم ان کے ذبیحہ کو کیسے حلال سمجھتے ہو؟

۴۸۔ قتیبۃ الاعشی کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا۔ ایک شخص نے ان سے کہا کہ

ہم کسی یہودی یا نصرانی کے پاس بکری بھیجتے ہیں اور وہاں بیمار ہو جاتی ہے۔ یہودی یا نصرانی اسے ذبح کرتا ہے تو کیا اس ذبیحہ کو کھانا جائز ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: (اگر وہ ذبح کر کے اس کا گوشت فروخت کر دے تو) اس کی قیمت کو گھر میں نہ لانا اور اس کا گوشت نہ کھانا۔ یہ گناہ کا کام ہے اور اس پر کوئی سچّا مسلم ہی ایمان لائے گا۔

اس شخص نے کہا: مولا! اگر یہ بات ہے تو پھر اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُ ؕ وَ طَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ کا کیا مقصد ہے؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

میرے والد صلوات اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ اس سے غلہ اور اس جیسی (خشک) چیزیں مراد ہیں۔

۴۹- سماعہ کہتے ہیں کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اہلِ کتاب کا طعام کس حد تک حلال ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ان کا غلہ حلال ہے۔

۵۰- ابی الجارود کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا:

وَ طَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَ طَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ کا کیا مطلب ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے غلے اور سبزیاں مراد ہیں؟

۵۱- اسماعیل بن جابر کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ اہلِ کتاب کے طعام کے متعلّق کیا فرماتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: مت کھاؤ۔ پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد پھر فرمایا: مت کھاؤ۔ پھر خاموش رہنے کے بعد فرمایا: مت کھاؤ لیکن یہ نہ کہو کہ اس کا کھانا حرام ہے۔ البتہ احتیاط اور پاکیزگی کے تقاضوں کی وجہ سے نہ کھاؤ کیونکہ ان کے برتن شراب اور خنزیر کے گوشت سے آلودہ ہوتے ہیں۔

۵۲- تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ وَ طَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ سے دال، غلے اور اس جیسی خشک اشیاء مراد ہیں۔

۵۳- امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ سے مسلم عورتیں مراد ہیں۔

۵۴- سعدہ بن صدقہ کا بیان ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ (اہلِ کتاب کی پاک دامن عورتوں سے تمھارا نکاح جائز ہے) کی آیت منسوخ ہے اور وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ (الممتحنہ:۱۰) (اور تم کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رہو) کی آیت اس کی ناسخ ہے۔

۵۵- الکافی میں حسن بن الجہم سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ امام علی رضا علیہ السلام نے (بغرض امتحان) مجھ سے فرمایا: ابو محمد! اگر ایک شخص مسلم بیوی کی موجودگی میں نصرانی عورت سے شادی کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

میں (راوی) نے عرض کیا: مولا! آپ کے سامنے میرے قول کی حیثیت ہی کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: تمھیں ضرور بیان کرنا ہوگا اس کے بعد ہی میں اپنا فتویٰ بیان کروں گا۔

میں نے کہا: مسلم بیوی کی موجودگی میں نصرانی یا کسی دوسری غیر مسلم عورت سے نکاح ناجائز ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: پھر تم وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ (اہلِ کتاب عورتوں سے نکاح جائز ہے) کی آیت مجیدہ کے متعلّق کیا کہو گے؟

میں نے کہا کہ اس آیت مجیدہ کو وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ (البقرہ:۲۲۱) (مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان قبول نہ کرلیں) کی آیت مجیدہ نے منسوخ کر دیا ہے۔

میرا یہ استدلال سن کر آپ مسکرا دیئے اور خاموش ہو گئے۔

۵۶- زرارہ بن اعین بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ کی آیت مجیدہ کے متعلّق آپ کیا فرماتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اسے وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ کی آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔

۵۷- مجمع البیان میں ابوالجارود سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ ہے اور وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ اور وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ کی آیات نے منسوخ کیا ہے۔

۵۸- من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے لفظ ''محصنات'' کا مفہوم پوچھا گیا۔ آپؑ نے فرمایا: ''محصنات'' سے شوہر دار عورتیں اور بعض اوقات اس سے پاک دامن عورتیں مراد ہوتی ہیں۔ چنانچہ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ (سورہ نساء) کی آیت میں ''محصنات'' سے شوہر دار عورتیں مراد ہیں اور وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ کی آیت میں پاک دامن عورتیں مراد ہیں۔

۵۹- الکافی میں زرارہ بن اعین سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

اہلِ کتاب عورتوں سے نکاح نہیں کرنا چاہیے۔

میں (راوی) نے کہا: میں آپ پر قربان، اس کی حُرمت کا حکم کہاں لکھا ہوا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ کا فرمان ہے: وَلَا تُمۡسِكُوۡا بِعِصَمِ الۡكَوَافِرِ ''اور کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رہو''۔

۶۰۔ معاویہ بن وہب بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا:

ایک مومن شخص یہودیہ یا نصرانیہ سے نکاح کرنا چاہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جب اسے مسلم عورت مل سکتی ہے تو وہ یہودیہ و نصرانیہ سے نکاح کیوں کرنا چاہتا ہے؟

میں (راوی) نے کہا: اسے اس سے محبّت ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اگر وہ ایسا کرتا ہی ہے تو اسے شراب نوشی اور سور کا گوشت کھانے سے روک دے۔ ایسے شخص کے دین میں کمزوری پائی جاتی ہے۔

ایمان کا انکار کرنے والا خاسر ہے

وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالۡاِيۡمَانِ فَقَدۡ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ۝

(اور جو بھی ایمان کا انکار کرے تو اس کا عمل اکارت ہوجائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا)

۶۱۔ تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

اسلام کے دائرہ سے نکلنے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ انسان حق کے خلاف کوئی نظریہ قائم کرے اور پھر اس پر جم جائے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: ایمان کا انکار کرنے والا وہ ہے جو حکمِ خدا پر عمل نہ کرے اور اس پر راضی نہ ہو۔

۶۲۔ محمد بن مسلم نے صادقین علیہما السلام میں سے ایک بزرگوار سے روایت کی۔ انھوں نے وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالۡاِيۡمَانِ فَقَدۡ حَبِطَ عَمَلُهٗ کے ضمن میں فرمایا:

اس سے عمل کا ترک کرنا مراد ہے یہاں تک کہ تمام عمل کو ترک کردے۔

آپؑ نے فرمایا: اس کے ضمن میں وہ شخص شامل ہے جو کسی مصروفیت اور نیند کے غلبہ کے بغیر جان بوجھ کر نماز ترک

کرتا ہے۔

۶۳- جابر کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ کی آیت مجیدہ کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا:

''ایمان سے ولایت علیؑ مراد ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جو ولایت علیؑ کا انکار کرے گا اس کے عمل اکارت ہوجائیں گے اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا''۔

۶۴- بصائر الدرجات میں ابوحمزہ سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ؗ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ کی آیت مجیدہ کی تاویل دریافت کی تو آپؑ نے فرمایا:

اس کی باطنی تفسیر یہ ہے کہ جو کوئی ولایت علیؑ کا انکار کرے گا تو اس کے عمل ضائع ہوجائیں گے اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ علی علیہ السلام ایمان ہیں۔

۶۵- اصول کافی میں زرارہ سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ؗ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ کی آیت مجیدہ کا مفہوم دریافت کیا۔ اس کے جواب میں آپؑ نے فرمایا:

اس آیت کا مصداق وہ شخص ہے جو اقرار کرے، عمل نہ کرے اور اس آیت کے ضمن میں وہ شخص شامل ہے جو کسی بیماری اور مصروفیت کے بغیر نماز ترک کرے۔

۶۶- عبید بن زرارہ کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ؗ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ کی آیت مجیدہ کے متعلق دریافت کیا۔ اس کے جواب میں آپؑ نے فرمایا:

''جو شخص اقرار کرنے کے بعد عمل نہ کرے وہ اس آیت کا مصداق ہے۔ اور اس کا کامل مصداق وہ ہے جو جان بوجھ کر کسی بیماری اور نیند کے غلبہ کے بغیر نماز کو ترک کردے''۔

۶۷- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''اگر کوئی مومن اپنے دورِ ایمان میں نیکی کے کام بجالائے پھر وہ کسی فتنے میں مبتلا ہوکر کفر اختیار کرلے پھر توبہ کرلے تو اس کے ایمان کے زمانہ کے اعمال ضائع نہ ہوں گے لیکن توبہ شرط ہے''۔

۶۸- تفسیر علی بن ابراہیم میں وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ کے ضمن میں مرقوم ہے: جو شخص ایمان لائے پھر اہلِ شرک کی اطاعت کرے تو اس کے تمام عمل ضائع ہوجائیں گے کیونکہ اس نے ایمان کا انکار کیا ہے اور ایسا شخص

خرت کے دن نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

ضو

٦٩- الکافی میں زرارہ بن اعین سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ یہ جو فتویٰ یتے ہیں کہ سر کے کچھ حصّے اور پاؤں کے کچھ حصّے کا مسح فرض ہے اس کی بنیاد کیا ہے؟

یہ سوال سن کر آپ مسکرائے، پھر فرمایا:

اس کی بنیاد رسولؐ خدا کا فرمان اور کتاب اللہ کی آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ (آیت میں لفظ "وجوہ" مطلق طور پر بیان ہوا ہے) اس سے ہم نے جانا کہ سارے چہرے کا دھونا واجب ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا چاہیے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ قرآن مجید کے ان الفاظ سے ہمیں معلوم ہوا کہ مسح سر کے کچھ حصّہ کا واجب ہے کیونکہ لفظ "باء" یہاں موجود ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے پاؤں کو سر سے ملایا اور فرمایا: وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ سر کے کچھ حصّہ کی طرح سے پاؤں کے ایک حصّہ کا مسح فرض ہے۔

اس کے بعد حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عمل سے اس بات کی وضاحت کی جسے لوگوں نے ضائع کردیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی کہ جب پانی نہ ہو تو پاک مٹی سے تیمّم کرنا چاہیے اور جن اعضاء کے وضو میں دھونے کا حکم ہے ان کے کچھ حصّہ کا تیمّم میں مسح کرنا چاہیے۔ اسی لیے فرمایا: بِوُجُوْهِكُمْ، اپنے چہرے کے کچھ حصّہ کا مسح کرو۔ پھر اللہ نے اس کے ساتھ ہاتھوں کو ملاتے ہوئے فرمایا: وَاَيْدِيْكُمْ، اور اس کے ساتھ اللہ نے مِّنْهُ کا اضافہ کیا یعنی اس تیمّم میں سے ہاتھوں کے کچھ حصّہ کا تیمّم کرو۔ اس کی یہ وجہ بھی تھی کہ خدا کو معلوم تھا کہ سارے چہرے پر تیمّم کی مٹی قائم نہیں رہے گی۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا: مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ "اللہ دین میں تم پر کوئی تنگی قائم نہیں کرنا چاہتا"۔

٧٠- کتاب علل الشرائع میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہودیوں کا ایک گروہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور انھوں نے آپؐ سے بہت سے مسائل پوچھے۔ ان مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ بھی

تھا کہ آپ یہ بتائیں کہ وضو میں چار اعضاء کیوں شامل ہیں جب کہ یہی اعضاء پورے بدن کے صاف ستھرے اعضاء ہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان نے حضرت آدمؑ کے دل میں وسوسہ ڈالا تھا۔ اس کے بعد حضرت آدمؑ درخت کے قریب گئے اور اس کی طرف دیکھا تو ان کے چہرے کا آب بہہ نکلا۔ پھر آپ اٹھے اور درخت کی طرف چل پڑے اور وہ پہلا قدم تھا جو غلط کام کے لیے اٹھا تھا۔ پھر انھوں نے اپنے ہاتھ سے اسے توڑا اور اسے کھایا تو ان کے جسم پر جتنے زیور اور زینت کا سامان تھا وہ سب کا سب اُڑ گیا۔ اس کے بعد آدم نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا اور روئے۔

جب ان کی توبہ قبول ہوئی تو اللہ نے ان پر اور ان کی ذریت پر وضو فرض کیا جس میں مذکورہ چار اعضاء کو شامل کیا۔ اللہ نے آدم کو منہ دھونے کا حکم دیا کیونکہ انھوں نے اس منہ سے درخت کو دیکھا تھا۔ انھوں نے اپنے ہاتھوں سے پھل توڑا تھا اسی لیے خدا نے انھیں حکم دیا کہ وہ وضو میں دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوئیں۔ انھوں نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا تھا اسی لیے حکم ملا کہ اپنے سر کا مسح کریں اور وہ غلطی کر کے درخت کی طرف چلے تھے اسی لیے حکم ملا کہ وہ وضو میں اپنے پاؤں کا مسح کریں۔

۷۱- اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے یہ بیان فرمایا کہ جسم کے ہر عضو کے ایمان کے تقاضے جدا جدا ہیں۔ اس حدیث کا ایک حصّہ یہ ہے:

اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم کے اعضاء و جوارح پر ایمان فرض کیا اور اسے ان میں تقسیم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہاتھوں پر یہ فرض کیا کہ جس چیز کو خدا نے حرام کیا ہے وہ اسے نہ پکڑیں اور اس کے بدلے ان چیزوں کو پکڑیں جن کے پکڑنے کا خدا نے حکم دیا ہے۔ اللہ نے ہاتھوں پر فرض کیا کہ وہ صدقہ دیں، صلہ رحمی کریں، جہاد فی سبیل اللہ کا عمل بجا لائیں اور اوقات نماز میں وضو کریں۔ جیسا کہ فرمانِ قدرت ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ
وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ

(ایمان والو! جب نماز کے لیے اٹھو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو اور اپنے سروں اور ٹخنوں تک پاؤں کا مسح کرو۔)

علاوہ ازیں فرمانِ قدرت ہے:

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ

فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا (سورہ محمد:۴)

(جب کبھی کافروں سے تمھاری جنگ ہوتو ان کی گردنیں کاٹ دو اور جب اچھی طرح سے خون بہا لو تو اس کے بعد انھیں قید کرو۔ پھر تمھاری مرضی پہ موقوف ہے کہ احسان کر کے انھیں آزاد کرو یا فدیہ لے کر انھیں رہا کرو۔ یہاں تک کہ جنگ کے حالات ختم ہو جائیں۔)

چنانچہ اللہ نے ہاتھوں سے جہاد کو بھی فرض قرار دیا ہے اور یہ ہاتھوں کے ایمان کا حصّہ ہے۔

۷۲- الکافی میں عمرو بن اذینہ نے زرارہ اور بکیر سے روایت کی۔ انھوں نے کہا کہ ہم نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ رسولؐ خدا وضو کیسے کیا کرتے تھے؟

آپؑ نے ایک طشت یا ایک چھوٹا برتن طلب کیا جس میں پانی تھا۔ آپؑ نے اس میں دایاں ہاتھ ڈال کر چلو پانی بھرا اور چہرہ دھویا۔ پھر آپؑ نے بایاں ہاتھ پانی میں ڈالا اور ایک چلّو پانی بھر کر اپنے داہنے بازو پر ڈالا اور کہنیوں سے دھونا شروع کیا اور ہتھیلی پر دھونا ختم کیا۔ آپؑ نے ہتھیلیوں سے دھونے کی ابتدا کر کے کہنیوں پر اختتام نہیں کیا۔ پھر آپؑ نے داہنے ہاتھ کی ہتھیلی میں پانی کا چلّو لیا اور اس سے بائیں ہاتھ کو کہنیوں سے دھونا شروع کیا اور اسے ہتھیلیوں تک دھویا۔ اس کے بعد آپؑ نے ہاتھوں کی اسی تری سے سر اور پاؤں کا مسح کیا۔ نیا پانی استعمال نہ کیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اپنی انگلیاں جوتے کے تسمے کے اندر داخل نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ (ایمان والو! جب نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کو دھولو۔) اس آیت کے تحت تمام منہ کا دھونا ضروری ہے اور ہاتھوں کے لیے اللہ نے کہنیوں کی حد مقرر کی ہے لہٰذا کہنیوں تک ہاتھوں کو دھونا واجب ہے۔ کیونکہ فرمانِ قدرت ہے: فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ "اپنے منہ اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو"۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسح کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:
وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ "اور اپنے سروں اور پاؤں کا ٹخنوں تک مسح کرو"۔ لہٰذا اگر کوئی شخص سر کے کچھ حصّہ کا اور ٹخنوں سے لے کر پاؤں کی انگلیوں تک میں سے کسی حصّہ پر مسح کر لے تو وہ اس کے لیے کافی ہو جائے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ دونوں سوال کرنے والوں نے عرض کیا کہ ٹخنے کہاں ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے پاؤں کا بلند حصّہ مراد لیا گیا ہے۔

ہم نے کہا کہ خدا آپ کا بھلا کرے کیا چہرے اور بازوؤں کے لیے ایک ایک پانی کا چلّو کافی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، اگر چلّو اچھی طرح سے بھر لو تو ایک ہی کافی ہے جب کہ دو چلوؤں سے اس کی تکمیل ہو جاتی ہے۔

۷۳- میسرہ بیان کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

”وضو میں ہر عضو کو ایک ایک بار دھونا چاہیے اور ٹخنے سے پاؤں کا اُبھرا ہوا حصّہ مراد ہے۔

۷۴- زرارہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا: وضو میں چہرہ دھونے کی حد کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: خدا نے چہرہ دھونے کی ایک حد مقرر کی ہے۔ اگر کوئی اس سے زیادہ حصّہ کو دھوئے تو اسے ثواب نہیں ملے گا اور اگر کوئی کم دھوئے تو گناہ گار ہوگا۔ سر کے بال اُگنے کی جگہ سے ٹھوڑی تک چہرے کو طول میں دھونا چاہیے اور عرض میں ہاتھ کے انگوٹھے اور درمیانی انگلی کے درمیان جو حصّہ آتا ہے اسی کا دھونا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ باقی حصّہ چہرے میں شامل نہیں ہے۔

میں (راوی) نے عرض کیا: کیا کنپٹی چہرے کا حصّہ نہیں ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ نہیں، کنپٹی چہرے کا حصّہ نہیں ہے۔

۷۵- ہیثم بن عروہ تمیمی سے مروی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے قرآن مجید کی آیت فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ پڑھ کر عرض کیا کہ کیا ہاتھ کو ہتھیلی سے شروع کر کے کہنی تک دھونا چاہیے۔

آپؑ نے فرمایا: نہیں، کہنی سے انگلیوں کے پوروں تک ہاتھ کو نیچے کی طرف دھونا چاہیے۔

۷۶- احمد بن محمد بن ابی نصر کا بیان ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ پاؤں پر مسح کیسے کرنا چاہیے؟

جواب میں امام علیہ السلام نے اپنی ہتھیلی اپنے پاؤں کی انگلیوں پر رکھی اور اسے اُوپر کی طرف حرکت دی اور آپؑ نے پاؤں کے اُبھار پر مسح ختم کر دیا۔

راوی نے کہا: مولاؑ! یہ بتائیں اگر کوئی شخص ہتھیلی کی بجائے ہاتھ کی دو انگلیوں سے پاؤں کا مسح کرے تو کیا اس کا وضو صحیح ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، ہتھیلی سے مسح کرنا چاہیے۔

۷۷- یونس بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک شخص نے بتایا کہ میں نے منیٰ میں امام علی رضا علیہ السلام کو پاؤں کا مسح

کرتے ہوئے دیکھا۔ آپؑ نے ایک مرتبہ نیچے سے اُوپر کو مسح کیا تھا اور دوسری مرتبہ وضو کرتے ہوئے آپؑ نے اوپر سے نیچے کی طرف مسح کیا اور آپؑ فرمایا کرتے تھے: پاؤں کے مسح میں انسان کو اجازت ہے چاہے تو نیچے سے اُوپر کی جانب مسح کرلے اور چاہے تو اُوپر سے نیچے کی جانب مسح کرے۔

۷۸- زرارہ بیان کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''وضو میں موالات کا خیال رکھو۔ وضو کی ابتدا چہرے سے کرو۔ اس کے بعد ہاتھ دھوؤ' پھر سر کا مسح کرو اور آخر میں پاؤں کا مسح کرو۔ اور اسی ترتیب کو اُلٹ پلٹ نہ کرو۔ اگر تم نے چہرہ دھونے سے قبل ہاتھ دھولیا ہو تو پہلے چہرہ دھوؤ اور بعد میں ہاتھ دھوؤ۔ اور اگر تم نے سر کے مسح سے پہلے پاؤں کا مسح کرلیا ہو تو پہلے سر کا مسح کرو' اس کے بعد پاؤں کا مسح کرو۔ اللہ تعالیٰ نے وضو کی جو ترتیب بیان کی ہے اسی ترتیب کے مطابق وضو کرو۔

غسلِ جنابت

وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا

(اگر تم حالتِ جنابت میں ہو تو طہارت (غسل) کرلو۔)

۷۹- الکافی میں محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ صادقین علیہما السلام میں سے میں نے ایک بزرگوار سے پوچھا کہ مرد و عورت پر غسل کب واجب ہوتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جب دخول ہوجائے تو غسل' مہر اور رجم واجب ہوجاتا ہے۔

۸۰- محمد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے اس طرح سے مجامعت کرے کہ فرج میں دخول نہ کرے اور فریقین میں سے کسی کو بھی انزال نہ ہو تو غسل کب واجب ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: جب ختنہ کے دونوں مقام آپس میں مل جائیں تو غسل واجب ہوجاتا ہے۔

میں (راوی) نے کہا: کیا اس سے مرد کے مقامِ ختنہ کا غائب ہونا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

۸۱- من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ یہودیوں کا ایک وفد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے وفد میں شامل بڑے عالم نے رسولؐ خدا سے کچھ مسائل دریافت کیے۔ ان مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے پیشاب پاخانہ کی وجہ سے غسل کا حکم نہیں دیا اور اس کے برعکس غسلِ جنابت کا حکم کیوں دیا؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”جب آدم علیہ السلام نے درخت کا پھل کھایا تھا تو اس کے اثرات ان کی رگوں، بالوں اور جلد تک پہنچے تھے۔ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے جنسی خواہش کی تکمیل کرتا ہے تو اس کی ہر رگ و بال سے مادہ منویہ نکلتا ہے اسی لیے اللہ نے ذریتِ آدم پر روزِ قیامت تک غسلِ جنابت فرض کیا۔ جہاں تک پیشاب کا تعلّق ہے تو وہ آدمی کے پیئے ہوئے پانی کی ہی بدلی ہوئی شکل ہوتی ہے اور پاخانہ انسان کی غذا کا فضلہ ہوتا ہے اسی لیے پیشاب و پاخانہ پر اللہ نے وضو واجب کیا ہے۔

یہ سن کر یہودی نے کہا: محمدؐ! آپؐ نے سچ کہا۔

۸۲۔ تفسیر عیاشی میں زرارہ سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

”اللہ نے وضو میں چہرے اور ہاتھوں کا دھونا فرض کیا اور سر اور قدموں کا مسح فرض کیا۔ سفر، بیماری اور ضرورت کے وقت اللہ نے وضو کے بدلے تیمّم فرض کیا اور جن اعضاء کا دھونا واجب تھا تیمّم میں ان کا مسح فرض کیا اور وضو میں جن اعضاء کا مسح واجب تھا اسے بالکل ختم کر دیا اور فرمایا:

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ مَّرۡضٰۤى اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ اَوۡ جَآءَ اَحَدٌ مِّنۡكُمۡ مِّنَ الۡغَآئِطِ اَوۡ لٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ فَلَمۡ تَجِدُوۡا
مَآءً فَتَيَمَّمُوۡا صَعِيۡدًا طَيِّبًا فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡهِكُمۡ وَاَيۡدِيۡكُمۡ مِّنۡهُ ؕ

(اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت کر کے آئے یا عورتوں سے ہم بستری کی ہو اور تم کو پانی نہ مل سکے تو پاک خاک سے تیمّم کر لو اور تیمّم میں اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کر لو۔)

۸۳۔ الکافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ”عورتوں کی ملامست“ سے جماع مراد ہے۔

۸۴۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے تیمّم کے متعلّق پوچھا گیا۔ جواب میں آپؑ نے یہ آیت پڑھی: السارق والسارقة فاقطعوا ايديهما ”چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دو“۔

پھر آپؑ نے فرمایا: تیمّم میں ہاتھوں کے اس حصّہ پر تیمّم کرو جسے چوری کی سزا میں کاٹا جاتا ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا (تیرا رب بھولنے والا نہیں ہے)

(مؤلف کتاب ہذا عرض پرداز ہے کہ وضو، غسل اور تیمّم کے بہت سے مسائل ہیں جو کہ قرآن و سنت سے ماخوذ ہیں اور فقہ کی کتابوں میں ان کے ابواب موجود ہیں۔ تفصیلی احکام کے لیے کتب فقہ کی طرف رجوع کریں۔)

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ
اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ز وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝٧ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ
لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ز وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا
تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ز وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝٨ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝٩ وَالَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝١٠ يٰۤاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ
يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا
اللّٰهَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝١١ ع وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ
مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ؕ
وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ
الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ
قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ
فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝۱۲ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ
وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ
وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰی خَآئِنَةٍ
مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ
يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۳ وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓی
اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۖ فَاَغْرَيْنَا
بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۗ وَسَوْفَ
يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝۱۴ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ
جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ
الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۗ۵ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ
وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۵ ۙ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ
السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ
وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۱۶ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ
قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۗ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ

مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ
وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ
وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ
مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ وَاِلَيْهِ
الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ
لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ
وَّلَا نَذِيْرٍ ۫ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾ ع وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا
نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ
وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۰﴾ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا
الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى
اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۱﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا

قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ
فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿٢٢﴾ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ
الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ
فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ
كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا
دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا
قٰعِدُوْنَ ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِىْ وَاَخِىْ
فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ فَاِنَّهَا
مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ ۗ
فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٦﴾ ع

''خدا نے تم پر جو نعمت کی ہے اسے یاد کرو اور اس عہد و پیمان کو یاد کرو جو اس نے تم سے لیا ہے جب تم نے یہ کہا تھا کہ ہم نے سنا اور اطاعت قبول کی، اور خدا سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ سینوں میں چھپے ہوئے رازوں کو جانتا ہے۔

اے ایمان والو! اللہ کے لیے راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں اتنا مشتعل نہ کرنے پائے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو۔ یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ یقیناً اللہ

تمھارے تمام اعمال کی خبر رکھتا ہے۔

اللہ نے ایمان لانے والوں اور نیک اعمال بجا لانے والوں سے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ دوزخی ہیں۔

ایمان والو! اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی ہے۔ جب ایک قوم نے تم پر دست درازی کا ارادہ کیا تھا مگر خدا نے ان کے ہاتھ تم پر اٹھنے سے روک دیئے اور خدا سے ڈرتے رہو اور اہلِ ایمان کو خدا پر ہی بھروسہ رکھنا چاہیے۔

اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد و پیمان لیا تھا اور ہم نے ان میں بارہ نقیب مقرر کیے اور اللہ نے ان سے کہا تھا کہ میں تمھارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور میرے رسولوں کو مانا اور ان کی مدد کی اور تم نے خدا کو اچھا قرض دیا، تو یقین رکھو کہ میں تمھاری برائیاں تم سے زائل کر دوں گا اور تم کو ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور اس کے بعد جس نے تم میں سے کفر کا رویہ اپنایا تو وہ راہِ راست سے بھٹک گیا۔

اس کے بعد ہم نے ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت بنا دیا۔ اب ان کا یہ حال ہے کہ وہ الفاظ کا اُلٹ پھیر کر کے بات کو کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں اور انھیں جن باتوں کی نصیحت کی گئی تھی اس کا بڑا حصّہ فراموش کر بیٹھے ہیں اور آئے دن تمھیں ان کی خیانت کا پتا چلتا رہتا ہے ان میں سے بہت کم افراد خیانت سے بچے ہوئے ہیں۔ تم ان کو صاف کر دو اور درگزر کرو۔ یقیناً اللہ احسان کی روش اپنانے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اسی طرح سے ہم نے ان سے بھی پختہ عہد لیا جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہلواتے ہیں مگر

ان کی بھی یہ حالت ہے کہ انھیں جو کچھ یاد کرایا گیا تھا وہ اس کا بڑا حصّہ فراموش کر چکے ہیں۔ ہم نے قیامت تک کے لیے ان میں بغض و عداوت کو ڈال دیا اور عنقریب خدا انھیں ان کے اعمال و افعال کی خبر دے گا۔

اے اہلِ کتاب! ہمارا رسول تمھارے پاس آ گیا ہے جو کتابِ خدا کی بہت سی ان باتوں کو تمھارے لیے کھول رہا ہے جنھیں تم چھپایا کرتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر بھی کرتا ہے۔ خدا کی طرف سے تمھارے پاس چمکتا ہوا نور اور صاف صاف بیان کرنے والی کتاب آ چکی ہے۔

جس کے ذریعہ سے اللہ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے طالب ہیں سلامتی کے راستے دکھاتا ہے اور اپنے حکم سے انھیں اندھیروں سے نکال کر اُجالے کی طرف لاتا ہے اور سیدھی راہ کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔

یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنھوں نے کہا کہ اللہ مسیح بن مریم ہے۔ آپ کہہ دیں کہ اگر خدا مسیح بن مریم اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو ہلاک کرنا چاہے تو کس کی مجال ہے کہ اس کو اس ارادے سے باز رکھ سکے۔ آسمانوں‘ زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ سب کی سب خدا کی ملکیت وسلطنت ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور خدا ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

اور یہود و نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کے فرزند اور اس کے چہیتے ہیں۔ تم کہہ دو اگر ایسا ہے تو وہ تمھیں تمھارے گناہوں پر سزا کیوں دیتا ہے؟ تم بھی دوسرے انسانوں کی طرح سے خدا کی مخلوق ہو۔ وہ جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے سزا دے۔ زمین‘ آسمان اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے سب خدا کی مِلک ہے اور سب کو اسی کی

طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اے اہلِ کتاب! ہمارا رسول ایسے وقت تمھارے پاس آیا ہے اور تمھیں دین کی واضح تعلیم دے رہا ہے، جب کہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ ایک مدت سے بند تھا تا کہ تم خدا کی بارگاہ میں یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا۔

اب تمھارے پاس بشارت دینے والا اور ڈرانے والا آچکا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اے میری قوم خدا کی ان نعمتوں کو یاد کرو جو اس نے تم پر نازل کی ہیں۔ اس نے تم میں نبی پیدا کیے، تم کو فرماں روا بنایا اور تم کو خدا نے وہ کچھ دیا جو اس نے دنیا میں کسی کو نہیں دیا۔

اے میری قوم! شام کی اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمھارے حق میں لکھ دی ہے۔ پیچھے نہ ہٹو ورنہ ناکام و نامراد پلٹو گے۔

انھوں نے کہا: اے موسیٰ وہاں تو بڑے زبردست لوگ رہتے ہیں اور جب تک وہ وہاں سے چلے نہ جائیں اس وقت تک ہم وہاں ہرگز داخل نہ ہوں گے ہاں اگر وہ نکل گئے تو ہم داخل ہونے کے لیے تیار ہیں۔

دو افراد جو خدا کا خوف رکھتے ہیں اور جن پر خدا نے اپنا فضل و کرم کیا تھا انھوں نے کہا ان جباروں کے مقابلے میں دروازے کے اندر گھس جاؤ اور جب تم اندر پہنچ جاؤ گے تو تم ہی غالب رہو گے اور اگر تم سچّے ایمان دار ہو تو خدا پر ہی بھروسہ رکھو۔

قومِ موسیٰ نے کہا کہ جب تک وہ جبار افراد وہاں موجود ہیں اس وقت تک ہم ہرگز وہاں داخل نہ ہوں گے۔ بس تم اور تمھارا رب دونوں جاؤ اور لڑو۔ ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔

اس پر موسیٰ نے کہا کہ خدایا میرا اپنی ذات اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر قابو نہیں ہے۔ اب ہمارے اور ان نافرمان لوگوں کے درمیان جدائی ڈال دے۔

اللہ نے جواب دیا کہ وہ ملک ان پر چالیس سال تک حرام ہے یہ لوگ اس مدت میں زمین میں مارے مارے پھریں گے۔ ان نافرمانوں کی حالت پر ہرگز ترس نہ کھانا“۔

حضرت علیؑ کے میثاقِ ولایت کو یاد رکھو

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖ ۙ

(اور خدا نے تم پر جو نعمت کی ہے اسے یاد کرو اور اس عہد و پیمان کو یاد کرو جو اس نے تم سے لیا ہے۔)

۸۴- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے اقرارِ ولایت لیا تھا اور اس کے جواب میں لوگوں نے کہا تھا کہ ہم نے سن لیا اور اطاعت کی لیکن حبیب خدا کے بعد لوگوں نے اس میثاق کو توڑ دیا۔

۸۵- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ میثاق کے متعلق بہت سے اقوال منقول ہیں۔ ان میں سے دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے وہ میثاق مراد ہے جو حجۃ الوداع میں رسولؐ خدا نے اُمت اسلامیہ سے لیا تھا کہ محرمات سے پرہیز کریں گے اور طہارت کے طریقوں پر کاربند رہیں گے اور آنحضرتؐ نے ان پر ولایت کو واجب کیا تھا جیسا کہ ابی الجارود نے امام محمد باقر علیہ السلام سے یہ مفہوم نقل کیا ہے۔

۸۶- تہذیب الاحکام میں امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ روزِ غدیر شکرانے کی نماز پڑھو اور اس کے بعد ایک دوسرے سے ملو اور یہ الفاظ کہہ کر خدا کا شکر ادا کرو:

الحمد لله الّذى اكرمنا بهذا اليوم وجعلنا من الموفين بعهده الينا وميثاقه الذى واثقنا به من ولاية ولاة امره والقوام بقسطه

”تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے اس دن کے ذریعہ سے ہمیں مکرم بنایا اور ہمیں وعدہ وفائی کی توفیق دی اور ہمیں اس میثاق کی پابندی کی توفیق دی جو اس نے اپنے والیانِ امر اور اپنی عدالت قائم کرنے والوں کے متعلق ہم سے لیا تھا“۔

(معلوم ہوا کہ میثاق الٰہی میں اعلانِ غدیر بھی شامل ہے۔)

۸۷۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ جن لوگوں نے امیر المومنین علیہ السلام کے عہد و پیمان کو توڑا تھا۔ یہ آیت فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ان لوگوں پر بھی مشتمل ہے۔ اور لفظ ''کلمہ'' سے امیر المومنینؑ مراد ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وجعلها كلمة باقية في عقبه ''اللہ نے اسے اس کی نسل میں باقی رہنے والا ''کلمہ'' بنا دیا۔ اس سے مراد امامت ہے۔

لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰی خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ⑬

(آئے دن تمھیں ان کی خیانت کا پتہ چلتا رہتا ہے اور ان میں سے بہت کم افراد خیانت سے بچے ہوئے ہیں۔ آپ ان کو معاف کریں اور ان سے درگزر کریں یقیناً اللہ احسان کی روش اپنانے والوں کو پسند کرتا ہے۔)

تفسیر مذکور میں مرقوم ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے: اُقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (مشرکین کو جہاں پاؤ انھیں قتل کر دو) اور اقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ کی آیت اس کی ناسخ ہے۔

۸۸۔ الکافی میں ابو الربیع شامی سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

کالے حبشیوں میں سے کسی کو نہ خرید کرنا اگر تمھیں مجبوراً خرید کرنا بھی پڑے تو اسے خرید کرنا جس کا تعلّق ''نوبہ'' سے ہو کیونکہ اہلِ نوبہ کا تعلّق ان لوگوں سے ہے جن کے متعلّق خدا نے فرمایا ہے: وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ (جن لوگوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں ان سے ہم نے عہد لیا وہ بھی اپنے عہد کا بڑا حصّہ بھول گئے۔)

البتہ وہ اپنا عہد ایک بار پھر یاد کریں گے ان کا ایک گروہ قائم آلِ محمدؑ کے ساتھ خروج کرے گا۔ کُردوں میں نکاح نہ کرنا یہ وہ جن ہیں جن سے پردہ اٹھا لیا گیا ہے۔

رسولؐ ان حقائق کو بیان کرتے ہیں جنھیں اہلِ کتاب پوشیدہ رکھتے تھے

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا

عَنۡ كَثِيۡرٍ ۬ؕ

(اے اہلِ کتاب! ہمارا رسول تمھارے پاس آ گیا ہے جو کتابِ خدا کی بہت سی ان باتوں کو تمھارے لیے کھول رہا ہے جنھیں تم چھپایا کرتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر بھی کرتا ہے۔)

۸۹- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اہلِ کتاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد اور ان کے حالات جو کہ تورات میں مذکور تھے، انھیں چھپاتے تھے۔ نبی کریمؐ نے ان کی چھپائی ہوئی باتوں کو دنیا کے سامنے واضح کیا۔ علاوہ ازیں آپؐ نے بہت سی بانوں سے درگزر بھی کیا تھا اور انھیں بیان نہیں کیا تھا۔

قَدۡ جَآءَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيۡنٌ ۙ‏ (تمھارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آئی ہے)

تفسیر مذکور میں مرقوم ہے کہ نور سے حضرت امیر المومنین اور ائمہ ہدیٰ علیہم السلام مراد ہیں۔

مؤلف کتاب عرض پرداز ہے کہ اس کی مزید وضاحت يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوۡلُ لَا يَحۡزُنۡكَ الَّذِيۡنَ يُسَارِعُوۡنَ فِى الۡكُفۡرِ کی آیت مجیدہ کے ضمن میں پیش کی جائے گی اور اس مقام پر آپ امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ایک طویل حدیث کا مطالعہ کریں گے۔

۹۰- کتاب الخصال میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

شیطان نے چار مرتبہ چیخ بلند کی۔ پہلی بار اس وقت اس کی چیخ بلند ہوئی تھی جب اس پر خدا کی طرف سے لعنت کی گئی۔ دوسری مرتبہ اس کی چیخ اس وقت بلند ہوئی جب اسے زمین پر بھیجا گیا۔ تیسری بار اس کی چیخ اس وقت بلند ہوئی جب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا نے مبعوث کیا جب کہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔ اور چوتھی بار اس کی چیخ اس وقت بلند ہوئی جب سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔

۹۱- کتاب التوحید میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ دربارِ مامون میں امام علی رضا علیہ السلام کا دیگر مذاہب و مسالک کے علماء سے مباحثہ ہوا تھا۔ اس مباحثہ کے دوران آپؑ نے اہلِ کتاب کے عالم ''رأس الجالوت'' سے فرمایا:

حضرت داؤد علیہ السلام کی یہ دعا زبور میں موجود ہے جسے تو پڑھتا ہے۔ حضرت داؤدؑ یہ دعا مانگا کرتے تھے:

''پروردگار! رسولوں کی آمد کے سلسلہ منقطع ہونے کے زمانہ میں سنت قائم کرنے والے کو مبعوث فرما''۔

اب بتاؤ کہ زمانہ ''فترت'' میں محمد مصطفیٰؐ کے علاوہ کوئی اور نبی بھی مبعوث ہوا ہے؟

رأس الجالوت نے کہا: میں اقرار کرتا ہوں کہ حضرت داؤدؑ نے یہ دعا مانگی تھی۔ مجھے اس دعا سے انکار نہیں ہے لیکن

اس دعا کا ثمر حضرت عیسیٰؑ تھے اور ان کا زمانہ ''فترت'' کا زمانہ تھا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

تو نے جہالت کا ثبوت دیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے تو پرانی روش سے اختلاف ہی نہیں کیا تھا وہ تو تورات کے احکام پر عمل کرتے رہے یہاں تک کہ خدا نے انھیں اپنی جانب اٹھالیا۔ انجیل میں یہ الفاظ موجود ہیں:

ابن آدم جا رہا ہے۔ میرے بعد ''فارقلیطا'' آئے گا وہ آ کر بوجھ ہلکا کرے گا اور تمھارے لیے ہر چیز کی وضاحت کرے گا اور وہ میری صداقت کی اسی طرح سے گواہی دے گا جس طرح سے میں نے اس کی صداقت کی گواہی دی ہے۔ میں تمھارے پاس ''امثال'' لے کر آیا ہوں جب کہ وہ ان کا اصلی مفہوم لے کر آئے گا۔

کیا یہ الفاظ انجیل میں موجود نہیں ہیں؟

راس الجالوت نے کہا: کیوں نہیں۔ یہ الفاظ انجیل میں موجود ہیں۔ میں اس کا انکار نہیں کرسکتا۔

۹۲- الکافی میں حضرت عبدالعظیم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو یہ خطبہ دیتے ہوئے سنا:

''تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جو تمام آنے والے حالات و واقعات کو ان کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے جانتا ہے۔ اس کے بعد آپؑ نے یہ الفاظ کہے:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰؐ اللہ کے عبد اور اس کے چُنے ہوئے رسول ہیں اور اللہ کے پسندیدہ ولی ہیں۔ اللہ نے انھیں ہدایت دے کر اس وقت روانہ کیا جب رسولوں کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا اور ملتوں میں اختلاف پیدا ہو چکا تھا۔ خدا تک پہنچنے کے راستے منقطع تھے اور حکمت و دانائی ناپید ہو چکی تھی اور ہدایت کے راستوں کے نشان مٹ چکے تھے۔

۹۳- روضہ کافی میں مرقوم ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے ایک خطبہ میں رسولؐ خدا کے زمانہ کو ان الفاظ سے بیان فرمایا:

اللہ نے انھیں اس وقت بھیجا جب رسولوں کی آمد کا سلسلہ موقوف ہو چکا تھا۔ اس وقت ملتیں اختلاف کا شکار تھیں اور حق گمراہی کی نذر ہو چکا تھا اور لوگ رب کی معرفت سے جاہل تھے اور بعث و وعد کے منکر تھے۔

۹۴- تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ خوارج کے ایک سربراہ نافع بن ازرق نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰؐ کے درمیان کتنے سالوں کا وقفہ ہے؟

آپؑ نے فرمایا: میں تجھ سے اپنا نظریہ بیان کروں یا تیرا نظریہ بیان کروں؟

اس نے کہا: آپؑ دونوں نظریات بیان فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: میرا قول یہ ہے کہ ان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ تھا اور تیرا قول یہ ہے کہ چھ سو سال کا فاصلہ تھا۔

۹۵- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک عورت آپؐ کے پاس آئی۔ آپؐ نے اسے خوش آمدید کہا اور آپؐ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھایا اور پھر فرمایا:

یہ خالد بن سنان کی بیٹی ہے۔ وہ اپنی قوم کا نبی تھا۔ انھوں نے لوگوں کو دعوت دی تھی لیکن لوگوں نے ان کی دعوت کو مسترد کر دیا تھا۔

۹۶- کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں بشیر نبال سے روایت ہے کہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام نے فرمایا:

خالد بن سنان عبسی کی بیٹی رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:

میری بھتیجی کو خوش آمدید ہو! آپؐ نے اس سے مصافحہ کیا اور اس کے لیے اپنی چادر بچھائی اور اسے اپنے قریب بٹھایا اور چادر کے دوسرے کونے پر آپ خود بیٹھ گئے۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: یہ خالد بن سنان عبسی پیغمبر کی بیٹی ہے جسے اس کی قوم نے ضائع کر دیا تھا۔ اس عورت کا نام محیاۃ بنت خالد بن سنان تھا۔

۹۷- ابی رافع نے حبیبؐ خدا سے ایک طویل حدیث نقل کی جس میں آپؐ نے حضرت عیسٰی، یحیٰ، عزیر اور دانیال علیہم السلام کا ذکر کیا اور ان کے زمانہ کے سلاطین کا تذکرہ کیا۔ پھر فرمایا: جب اللہ نے دانیال کی روح قبض کرنے کا ارادہ کیا تو اسے حکم دیا کہ تم خدا کے نور وحکمت کو مکیخا بن دانیال کے سپرد کرو۔ چنانچہ دانیال نے ایسا ہی کیا۔ اس دور میں ہرمز بادشاہ تھا اور اس نے تریسٹھ برس تین ماہ چار دن تک حکومت کی۔ اس کے بعد بہرام بن بہرام نے چھبیس برس تک حکومت کی۔ اس دوران ''مکیخا بن دانیال'' اور اس کے اہلِ ایمان دوست اور ان کے سچے پیروکار کھل کر ایمان کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔ پھر بہرام بن بہرام نے سات برس تک حکومت کی۔ اس کے زمانۂ حکومت میں رسولوں کی آمد کا سلسلہ موقوف ہوگیا اور زمانہ ''فترت'' شروع ہوا۔ اس دوران مکیخا بن دانیال اور اس کے اہلِ ایمان ساتھی دینی رہنمائی کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

پھر جب اس کی وفات کا وقت قریب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسے عالمِ خواب میں وحی کی کہ تم خدا کے نور وحکمت کو اپنے بیٹے ''انشوا بن ملکیخا'' کے سپرد کرو۔

حضرت عیسیٰؑ اور رسولؐ خدا کے درمیان زمانہ ''فترت'' چار سو اسی برس تک جاری رہا اور اس زمانہ ''فترت'' میں ''انشوا بن ملکیخا'' کی اولاد یکے بعد دیگرے دینی رہنمائی کے فرائض سرانجام دیتی رہی۔

۹۸- امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک طویل حدیث نقل کی جس کا آخری حصّہ یہ ہے:

حضرت عیسیٰؑ نے شمعون بن حمون الصفا کو اپنا وصی بنایا۔ شمعون نے یحییٰ بن زکریا کو اپنا وصی بنایا۔ یحییٰ بن زکریا نے منذر کو اپنا وصی بنایا۔ منذر نے سلیمہ کو اپنا وصی بنایا۔ سلیمہ نے بُردہ کو اپنا وصی مقرر کیا۔

پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بردہ نے مجھے اپنا وصی بنایا اور اے علیؑ! میں تجھے اپنا وصی بنا رہا ہوں۔

۹۹- شیخ صدوق اپنی کتاب مذکور میں رقم طراز ہیں:

حضرت عیسیٰ اور رسول اکرمؐ کا درمیانی فاصلہ ''زمانۂ فترت'' کہلاتا ہے۔ اس عرصہ میں کوئی رسول و نبی و وصی ظاہر ہو کر نہیں آیا اور کتابِ خدا سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حبیبؐ خدا کو اس وقت بھیجا جب انبیاء و اوصیاء کی آمد کا سلسلہ موقوف ہو چکا تھا۔ البتہ اس عرصہ میں کچھ انبیاء وائمہ آئے تھے لیکن وہ پوشیدہ اور خوف زدہ رہے تھے۔ ان میں ایک شخصیت خالد بن سنان عبسی کی ہے جس کے نبی ہونے کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا اور شیعہ سنی تمام محدثین نے رسولؐ خدا سے اس کی نبوت کی روایات نقل کی ہیں۔ خالد بن سنان عبسی اور حبیبِؐ خدا کے درمیان پچاس سال کا فاصلہ تھا۔

۱۰۰- الکافی میں زرارہ سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا رسولؐ خدا سے بچوں کے متعلّق بھی سوال کیا گیا تھا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال پوچھا گیا تھا اور اس کے جواب میں آپؐ نے فرمایا تھا: انھوں نے جو کچھ کرنا تھا اس کے متعلّق اللہ بہتر جانتا ہے اور وہ اسی علم کے تحت ان کا فیصلہ کرے گا۔

اس کے بعد امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ زرارہ! تمھیں آنحضرتؐ کے جواب کا مفہوم بھی معلوم ہے؟

زرارہ نے کہا: فرزند رسولؐ! آپؑ خود ہی وضاحت فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ان کی کامیابی اور ناکامی کے لیے خدا ان کی آزمائش کرے گا۔ چنانچہ قیامت کے دن بچوں اور زمانہ فترت میں مرنے والوں اور ان بوڑھوں کو جنھوں نے نبی اکرمؐ کا زمانہ پایا لیکن وہ اس وقت ہوش و حواس کھو چکے تھے اور بہرے گونگے اور جملہ بے وقوف افراد کو اللہ تعالیٰ جمع کرے گا اور ایک فرشتہ کو بھیجے گا جو ان کے لیے آگ روشن کرے گا اور جب آگ روشن ہو جائے گی تو فرشتہ ان سے کہے گا کہ تمھارا پروردگار تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم اس میں داخل ہو جاؤ۔

خدا کا حکم سن کر جو افراد آگ میں چلے جائیں گے آگ ان کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی بن جائے گی اور جو لوگ اس آگ میں نہ جائیں گے انھیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

۱۰۱- امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ جو لوگ زمانہ فترت میں مر گئے اور جو نابالغی کے عالم میں مر گئے اور جو فاتر العقل ہیں ان کا حساب کتاب اور ان کی جزا سزا کس طرح سے ہوگی؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کا امتحان لے گا، ان کے لیے آگ بھڑکائی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا کہ تم اس میں داخل ہو جاؤ۔ جو اس میں داخل ہوگا تو وہ آگ اس کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی بن جائے گی اور جو انکار کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا کہ تو نے میرے حکم کی نافرمانی کی ہے۔

اسی اسناد سے منقول ہے کہ گونگے بہرے، بچوں اور زمانہ فترت میں مرنے والوں کا امتحان لیا جائے گا۔ ان کے لیے آگ روشن کی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا کہ تم اس میں داخل ہو جاؤ۔ جو لوگ اس میں داخل ہوں گے تو وہ ان کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی بن جائے گی اور جو انکار کریں گے اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا کہ میں نے تمھیں حکم دیا ہے لیکن تم نے میری نافرمانی کی ہے۔

انبیاء بشیر و نذیر بن کر آئے تھے

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۫ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾ ع

(اے اہلِ کتاب! ہمارا رسول ایسے وقت تمھارے پاس آیا ہے اور تمھیں دین کی واضح تعلیم دے رہا ہے، جبکہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ ایک عرصہ سے بند تھا تا کہ تم خدا کی بارگاہ میں یہ نہ کہو کہ ہمارے

پاس کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا۔ اب تمھارے پاس بشارت دینے والا اور ڈرانے والا آچکا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔)

۱۰۲- احتجاج طبرسی میں حضرت علی علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے روزِ قیامت کی ہولناکیوں کو بیان کیا اور اس خطبہ میں آپؑ نے یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے:

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انبیاء کو کھڑا کرے گا اور ان سے پوچھے گا کہ کیا تم نے اپنی اُمتوں کو ہمارا پیغام پہنچایا تھا؟ انبیاء عرض کریں گے کہ پروردگار! ہم نے تیرا پیغام اپنی اُمتوں تک پہنچایا تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان کی اُمتوں سے پوچھے گا کہ کیا انبیاء نے تمھیں ہمارا پیغام پہنچایا تھا؟

وہ انکار کریں گے اور کہیں گے کہ ہمارے پاس کوئی بشیر و نذیر نہیں آیا تھا۔ اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی اس آیت میں یوں بیان فرمایا ہے: فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (سورہ اعراف) ''ہم اُن امتوں سے بھی پوچھیں گے جن کی طرف رسولوں کو بھیجا گیا اور ہم رسولوں سے بھی پوچھیں گے''۔

اس وقت تمام رسول ہمارے رسولؐ سے گواہی طلب کریں گے۔ آپؐ انبیاء کی صداقت اور اُمتوں کی غلط بیانی کی گواہی دیں گے۔

اس کے بعد ہر امت اقرار کر کے کہے گی کہ ہمارے پاس بشیر و نذیر انبیاء آئے تھے: وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ''اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے''۔ مقصد یہ ہے کہ اگر خدا چاہے تو انبیاء کی صداقت کی گواہی تمھارے اعضاء و جوارح سے بھی دلوا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قیامت کی گواہی کا منظر قرآن میں اس طرح سے بیان فرمایا:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝ (النساء)

(اس وقت کیا حالت ہوگی جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ مبعوث کریں گے اور ہم آپ کو ان سب کا گواہ بنا کر پیش کریں گے۔)

عرصہ محشر میں موجود افراد حبیبؐ خدا کی گواہی رد کرنے کی جرأت نہ کریں گے کہ مبادا اللہ ان کے منہ پر مہر لگا دے اور ان کے افعال و اعمال کی گواہی ان کے اعضاء و جوارح سے دلوائے۔

توکل

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾

(اور خدا پر بھروسہ رکھو اگر تم مومن ہو۔)

۱۰۳- مصباح الشریعہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس کا ایک حصّہ یہ ہے:

توکل ایمان کی چابی ہے اور ایمان توکل کا تالا ہے۔ توکل کی حقیقت ایثار ہے اور ایثار کی بنیاد حق کے تحت کسی چیز کو پیش کرنا ہے اور توکل کرنے والا دو میں سے ایک طرح کے ایثار کا ضرور ثبوت دیتا ہے۔ اگر وہ توکل کے معلول یعنی کائنات کے لیے ایثار کرے تو وہ اس کے حجاب میں آ جاتا ہے اور اگر وہ علت کے لیے ایثار کا ظاہرہ کرے اور علت ایثار باری تعالیٰ ہے تو اسے خدا کے ساتھ بقا حاصل ہو جاتی ہے۔

بنی اسرائیل کی بزدلی

جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم وستم سے نجات دی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام انھیں مصر سے باہر نکال لائے تو آپؑ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے ارض مقدس کا وعدہ کیا ہے لہٰذا تم ارض مقدس فلسطین وشام کی فتح کے لیے تیار ہو جاؤ۔

پھر آپ نے ہر قبیلہ میں سے ایک شخص منتخب کیا اور ان افراد سے فرمایا کہ تم جاؤ اس علاقہ کو اچھی طرح سے دیکھ کر آؤ۔ بعدازاں ہمیں وہاں کے لوگوں کے متعلّق تفصیلات بتاؤ۔

حضرتؑ کے بھیجے ہوئے بارہ افراد وہاں گئے تو انھوں نے وہاں قوم عمالقہ کو دیکھا جو کہ مضبوط جسم کے مالک تھے ان کا ڈیل ڈول دیکھ کر وہ واپس آئے اور انھوں نے کہا کہ وہاں تو بڑی طاقت ور اور سرکش قوم آباد ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر ہم نے ان پر حملہ کیا تو وہ ہمیں بدترین شکست سے دوچار کریں گے۔ لہٰذا ہم وہاں جانے پر کسی طور بھی تیار نہیں ہیں۔

ان کی منفی گفتگو سن کر باقی اسرائیلیوں نے بھی ہمت ہار دی۔ جب پوری قوم پر بزدلی چھا گئی تو اس وقت حضرت یوشع بن نون اور کالب بن یوحنا نے اپنی قوم سے کہا کہ تمھیں ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جب اللہ نے اس سرزمین کو تمھارے لیے لکھ دیا ہے تو پھر ہمت کرو اور حملہ کرو اور جب تم قومِ عمالقہ کے دروازے میں پہنچ گئے تو اللہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھیں کامیابی نصیب ہوگی۔

لیکن بنی اسرائیل پر ان کی تقریر کا کوئی اثر نہ ہوا۔ انھوں نے حضرت موسیٰؑ سے کہہ دیا: ''اگر آپ کو لڑائی کا اتنا ہی شوق ہے تو پھر آپ ہمیں اس سے معاف ہی رکھیں آپ اپنے ساتھ اپنے خدا کو وہاں لے جائیں اور جا کر ان سے جنگ کریں۔ جب آپ اور آپ کا خاندان انھیں شکست دے دیں تو پھر ہمیں اطلاع کر دینا' ہم فوراً جباروں کے شہروں میں چلے آئیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ احدیت میں عرض کیا:

''پروردگار! میرا بس صرف اپنے اُوپر یا اپنے بھائی کے اُوپر چلتا ہے دوسرے لوگوں پر میرا کوئی بس نہیں چلتا۔ اب ہمارے اور نافرمان قوم میں جدائی ڈال دے''۔

بنی اسرائیل کی اس بزدلانہ روش پر خدا کو غصہ آیا اور اس نے فرمایا کہ انھوں نے ہمارے حکم کی نافرمانی کی ہے۔ اب یہ لوگ پورے چالیس سال تک سرگردان ہو کر مارے مارے پھرتے رہیں گے۔

اس کے بعد بنی اسرائیل صحرائے سینا کے چھوٹے سے علاقہ میں پورے چالیس سال تک حیران و پریشان ہو کر پھرتے رہے اور رات کے وقت سفر کرتے اور دن کے وقت بادلوں کے سایوں میں آرام کرتے اور ساری رات سفر کر کے جب دیکھتے تو اسی جگہ پر اپنے آپ کو کھڑا ہوا پاتے جہاں سے انھوں نے سفر کا آغاز کیا ہوتا تھا۔

ان آیات کے ضمن میں بعض افراد نے عوج بن عوق (عنق) کا خیالی واقعہ بھی نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کا قد لاکھوں فٹ تھا اور وہ سمندر سے دیوہیکل مچھلیاں نکال کر سورج کی گرمی پر بھون کر کھایا کرتا تھا اور طوفانِ نوحؑ کے وقت اس کے گھٹنوں تک پانی آیا تھا اور وہ طوفانِ نوحؑ سے بھی محفوظ رہا تھا۔

یقیناً یہ ایک دیومالائی قصہ ہے کیونکہ قرآن کریم میں حضرت نوح علیہ السلام کی بدعا موجود ہے۔ آپ نے قوم کو بددعا دیتے ہوئے فرمایا:

رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا – (نوح:۲۶)

(پروردگار زمین پر کسی بھی کافر کو چلتا پھرتا نہ چھوڑ)

اللہ تعالیٰ نے نوحؑ کی بددعا قبول کی تھی اور طوفان بھیج دیا تھا۔ اس طوفان میں صرف وہی افراد بچے تھے جو حضرتؑ کی کشتی پر سوار ہوئے تھے۔ جیسا کہ ارشاد قدرت ہے:

فانجیناہ ومن معہ فی الفلک المشحون

(ہم نے نوح کو نجات دی اور ان لوگوں کو نجات دی جو اس کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں موجود تھے۔)

عوج بن عوق (عنق) کے متعلق ہمارے مفسرین لکھتے ہیں کہ وہ کافر تھا اور حرام زادہ تھا۔ جب نوح علیہ السلام کا کافر بیٹا طوفان میں ڈوب گیا تھا تو ایک کافر اور حرام زادہ کیسے بچا ہوگا؟

الغرض یہ دیومالائی قصہ کسی بھی حدیث صحیح، حسن بلکہ کسی ضعیف حدیث میں بھی موجود نہیں ہے۔ اس کا تعلق "اسرائیلیات" سے ہے اور اسرائیلیات حجت نہیں ہیں۔ (اضافۃ من المترجم)

اب اس سلسلہ کی کچھ "تطبیقی" روایات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۰۴- احتجاج طبرسی میں ایک روایت مرقوم ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد لوگوں نے اپنی حکومت قائم کی تو حضرت علی علیہ السلام اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر مسجد میں گئے اور آپ نے وہاں اپنے غم وغصہ کا اظہار کیا اور فرمایا: اگر خدا کی لکھی ہوئی تقدیر اور رسولؐ خدا کی وصیّت مانع نہ ہوتی تو میں آج تمھیں بتاتا کہ ہم میں سے کمزور کون ہے اور طاقتور کون ہے۔

پھر آپؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: خدا تم پر رحم کرے۔ تم واپس چلے جاؤ۔ آج میری حالت جناب موسیٰ جیسی ہو چکی ہے جس کی صدا پر لبیک کہنے کو کوئی تیار نہ تھا اور لوگ ان کی مدد کی بجائے ان کا مذاق اڑا کر کہتے تھے کہ "تم اپنے رب کو اپنے ساتھ لے کر جنگ کرو، ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں"۔

آج کے بعد میں اس مسجد میں زیارتِ رسولؐ کے لیے آؤں گا یا پھر لوگوں کے فیصلے کرنے کے لیے آؤں گا۔ رسولؐ خدا نے مجھے حجت بنایا تھا اور حجت خدا لوگوں کو حیرت و پریشانی میں مبتلا ہوتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔

محو و اثبات کے اختیارات

۱۰۵- محمد بن مسلم نے امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا:

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ

(اے میری قوم! اس ارض مقدس میں داخل ہو جاؤ جو خدا نے تمھارے لیے لکھ دی ہے۔)

اللہ نے واقعاً وہ لکھ دی تھی لیکن بعدازاں اسے مٹا دیا تھا۔

۱۰۶- ابوبصیر بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے کہا تھا کہ ارض مقدس میں داخل ہوجاؤ۔ لیکن انھوں نے داخل ہونے سے انکار کیا تھا۔ جس کی وجہ سے اللہ نے اس سرزمین کو ان پر اور ان کے پیروکاروں پر اور ان کی اولاد پر حرام کر دیا تھا۔ چالیس سالہ عرصہ کے بعد ان لوگوں کے پوتے اس زمین میں داخل ہوئے تھے۔

۱۰۷- اسماعیل جعفی کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا:

کیا خدا نے ارض مقدس بنی اسرائیل کے لیے لکھ دی تھی؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، اللہ نے وہ زمین ان کے لیے لکھ دی تھی۔ پھر خدا نے اپنا ارادہ بدل دیا اور فیصلہ کیا کہ وہ اس میں داخل نہ ہوں گے اور خدا اپنے فیصلے بدلنے میں آزاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب نماز شروع ہوئی تھی تو دو رکعت تھی مگر اللہ نے مقیم کے لیے بعد میں دو رکعات کا اضافہ کر دیا اور مسافر کے لیے وہی دو رکعتیں باقی رکھیں۔

۱۰۸- مسعدہ بن صدقہ کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ (اس مقدس سرزمین میں چلے جاؤ جو خدا نے تمھارے لیے لکھ دی ہے) کی آیت مجیدہ کے متعلق پوچھا گیا۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ نے ان کے لیے لکھ دی تھی۔ پھر اس نے ان کی ملکیت کو مٹا دیا تھا۔ پھر ان کی اولاد کے لیے اس سرزمین کی ملکیت لکھی اور وہ اس میں داخل ہوئے تھے۔

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚۖ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝۳۹ (الرعد:۳۹)

(وہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے اسے مستحکم کر دیتا ہے اور اس کے پاس اصل کتاب ہے۔)

۱۰۹- ابن سنان کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ کی آیت پڑھی اور فرمایا:

''اللہ کو معلوم تھا کہ وہ نافرمانی کریں گے اور چالیس برس تک سرگردان ہوکر پھرتے رہیں گے۔ پھر چالیس سال کی محرومی کے بعد اس سرزمین میں داخل ہوں گے''۔

۱۱۰- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسولؐ خدا کا فرمان ہے کہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ اختیار میں

میری جان ہے تم لوگ پہلے لوگوں کے راستوں پر چلو گے اور تمھاری اور ان کی روش میں ذرہ برابر فرق نہ ہوگا جس طرح سے ایک جوتا دوسرے جوتے کے برابر ہوتا ہے اور تیر کا پھل دوسرے پھل کے برابر ہوتا ہے۔ تم بنی اسرائیل کے طریقوں کی مکمل پیروی کرو گے۔

اس کے بعد امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ وہ ارضِ مقدس میں داخل ہوں۔ لیکن انھوں نے وہاں جانے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ وہاں طاقتور لوگ رہتے ہیں اور جب تک وہ وہاں آباد ہیں ہم اس زمین پر ہرگز قدم نہیں رکھیں گے۔

اس وقت صرف دو افراد نے ایمانی جذبات کا مظاہرہ کیا اور وہ یوشع بن نون اور کالب بن یافنا تھے۔ باقی لوگوں نے حضرت موسیٰؑ کی نافرمانی کی اور اللہ تعالیٰ نے انھیں فاسق کا لقب دیتے ہوئے فرمایا: فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ (ان نافرمانوں کی حالت پر ہرگز ترس نہ کھانا)

اور اس نافرمانی کی وجہ سے چالیس سال تک انھیں سرگردانی کا سامنا کرنا پڑا تھا اور ادھر رسولؐ خدا کی وفات کے بعد علیؑ، حسنؑ، حسینؑ، سلمانؓ، ابوذرؓ اور مقدادؓ خدا کے عہد پر قائم رہے اور چالیس برس تک اُمت اسلامی کی سرگردانی قائم رہی۔ پھر حضرت علی علیہ السلام برسرِ اقتدار آئے اور آپؑ نے مخالفین سے جنگ کی۔

۱۱۱- داؤد رقی کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرمایا کرتے تھے:

''شام کی زمین بہترین سرزمین ہے لیکن وہاں کے لوگ انتہائی برے ہیں جب کہ مصر بدترین سرزمین ہے جس پر خدا کی ناراضگی ہو تو وہ اسے مصر کے زندان میں بھیج دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بنی اسرائیل کی نافرمانی کی وجہ سے خدا ان پر ناراض ہوا تو انھیں مصر بھیج دیا اور جب وہاں سے نکلے تو حضرت موسیٰؑ نے ان سے کہا تھا: اُدْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ''اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو خدا نے تمھارے لیے لکھ دی ہے''۔ ارضِ مقدس سے شام کی سرزمین مراد ہے۔ مگر بنی اسرائیل نے وہاں جانے سے انکار کر دیا تھا جس کی وجہ سے وہ چالیس سال تک مصر کے صحرا میں سرگردان ہو کر پھرتے رہے۔ پھر وہ چالیس برس کی سرگردانی کے بعد وہاں داخل ہوئے۔ انھیں توبہ اور خدا کی رضا کے بعد ہی مصر سے نکل کر شام میں داخل ہونا نصیب ہوا تھا۔

۱۱۲- قرب الاسناد میں مرقوم ہے کہ ابونصر کہتے ہیں کہ ہم نے امام علی رضا علیہ السلام سے کہا کہ اہلِ مصر کہتے ہیں ک ان کا ملک مقدس ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ کیسے؟

ہم نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ ان کے پہاڑ سے ستر ہزار افراد ایسے محشور کیے جائیں گے جو کسی حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

مجھے اپنی حیات کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہے۔ جب اللہ بنی اسرائیل پر ناراض ہوا تو انھیں مصر بھیج دیا اور جب ان پر راضی ہوا تو انھیں وہاں سے نکال لیا اور اللہ نے حضرت موسیٰؑ کو وحی کی تھی کہ یوسف کی ہڈیاں مصر سے نکال کر اپنے ساتھ لے جائیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مصر کی مٹی سے اپنا سر نہ دھوؤ اور مصر کی مٹی سے بنے ہوئے برتنوں میں کھانا نہ کھاؤ ان میں کھانا ذلت کا موجب ہے۔

واضح رہے کہ حدیث طویل ہے۔ ہم نے بقدر ضرورت اس کا ایک حصّہ نقل کیا ہے۔

۱۱۳۔ نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام کا یہ فرمان مرقوم ہے:

"اے لوگو! اگر تم حق کی نصرت و امداد سے پہلو نہ بچاتے اور باطل کو کمزور کرنے سے کمزوری نہ دکھاتے تو جو تمھارا ہم پایہ نہ تھا وہ تم پر دانت نہ رکھتا اور جس نے تم پر قابو پالیا وہ تم پر قابو نہ پاتا۔ لیکن تم تو بنی اسرائیل کی طرح صحرائے تیہ میں بھٹک گئے۔ مجھے اپنی جان کی قسم میرے بعد تمھاری سرگردانی و پریشانی کئی گنا بڑھ جائے گی کیونکہ تم نے حق کو پسِ پشت ڈال دیا ہے اور قریبیوں سے قطع تعلّق کرلیا ہے اور دُور والوں سے رشتہ جوڑ لیا ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا
فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ
لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾ لَئِنْ
بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ

لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ
اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَ اِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ
وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۹﴾ۚ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِیْهِ
فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۳۰﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا یَّبْحَثُ
فِی الْاَرْضِ لِیُرِیَهٗ كَیْفَ یُوَارِیْ سَوْءَةَ اَخِیْهِ ؕ قَالَ
یٰوَیْلَتٰۤی اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِیَ
سَوْءَةَ اَخِیْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ ﴿۳۱﴾ۚۛ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛۚ
كَتَبْنَا عَلٰی بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ
اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَ مَنْ
اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا
بِالْبَیِّنٰتِ ۫ ثُمَّ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِی الْاَرْضِ
لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ
وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْۤا اَوْ یُصَلَّبُوْۤا اَوْ
تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ
الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ

عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝٣٣ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن قَبْلِ أَن تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ ۖ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝٣٤

"اور انھیں آدمؑ کے دو بیٹوں کا قصہ کسی کم و کاست کے بغیر سنائیں۔ جب انھوں نے قربانی کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہوئی اور دوسرے کی قربانی قبول نہ ہوئی۔ اس نے کہا کہ میں ضرور تجھے قتل کروں گا۔ اس نے جواب دیا اللہ تو صرف متقین کی نذریں ہی قبول کرتا ہے۔

اور اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔

میں چاہتا ہوں کہ تو میرا اور اپنا گناہ سمیٹ لے اور دوزخی بن جائے اور ظلم کرنے والوں کے لیے یہی سزا ہے۔

آخر کار اس کے نفس نے اس کے بھائی کا قتل اس کے لیے آسان بنا دیا اور اس نے اسے قتل کر دیا اور یوں وہ خسارہ اٹھانے والوں میں سے بن گیا۔

پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تاکہ اسے بتائے کہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے۔ یہ دیکھ کر اس نے کہا: مجھ پر افسوس میں تو اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش کو چھپا سکتا اور وہ پشیمانی اٹھانے والوں میں سے بن گیا۔

اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم لکھ دیا کہ جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا تو اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی

بخشی مگر ان کا حال یہ ہے کہ ہمارے رسول پے دَر پے ان کے پاس کھلی کھلی ہدایات لے کر آئے پھر بھی ان میں اکثر افراد زیادتی کرنے والے ہیں۔

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرنے کے لیے کوشش کرتے ہیں تو ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیئے جائیں۔ یہ تو دنیا میں ان کی ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

البتہ وہ افراد اس سے مستثنیٰ ہیں جو تمھارے قابو پانے سے پہلے توبہ کر لیں جان لو کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے"۔

روئے زمین کا پہلا قتل

۱۱۴- روضہ کافی میں حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث مرقوم ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے راز و نیاز کی باتیں کیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا:

اے موسیٰؑ! آدمؑ کے دو بیٹوں نے میرے دربار میں میرے فضل و رحمت کی ایک منزلت پانے کی کوشش کی اور ان دونوں نے اپنی قربانیاں پیش کیں جب کہ میں تو صرف اہلِ تقویٰ کی نذر نیاز ہی قبول کرتا ہوں۔ اسی کا جو نتیجہ برآمد ہوا تھا وہ تجھے معلوم ہے جب بھائی پر اعتبار نہیں تو پھر کسی دوست اور وزیر پر کیسے اعتبار کیا جا سکتا ہے؟

۱۱۵- من لایحضرہ الفقیہ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث نقل کی' آنحضرتؐ نے فرمایا:

"قیامت کے دن سب سے پہلے اللہ تعالیٰ خون کا فیصلہ کرے گا۔ سب سے پہلے آدمؑ کے دو فرزندوں کو لایا جائے گا' ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا۔ پھر ترتیب وار تمام مقتولین کے فیصلے ہوں گے۔ اس دن مقتول اپنے قاتل کا گریبان پکڑ کر خدا کی عدالت میں پیش کرے گا اور مقتول کے چہرے سے خون ٹپک رہا ہوگا۔ اس وقت کوئی قاتل خدا سے کچھ بھی چھپا نہیں

سکے گا۔

۱۱۶- مجمع البیان میں امام محمد باقر علیہ السلام اور دیگر مفسرین سے منقول ہے کہ حضرت حوا کے ہاں ہر بار دو جڑواں بچے لڑکا اور لڑکی پیدا ہوتے تھے۔ پہلے حمل میں انھیں قابیل اور اس کی جڑواں بہن "اقلیما بنت آدم" پیدا ہوئے۔ بعض لوگ اس کا نام "قابین" بھی بیان کرتے ہیں۔

پھر دوسرے حمل میں انھیں ہابیل اور اس کی جڑواں بہن "لیوذا" پیدا ہوئی۔ جب یہ جوان ہوگئے تو اللہ نے آدم کو حکم دیا کہ وہ قابیل کا نکاح ہابیل کی بہن سے کریں اور ہابیل کا نکاح قابیل کی بہن سے کریں۔

حضرت آدمؑ نے اپنے بیٹوں کو خدا کا فیصلہ سنایا۔ یہ فیصلہ سن کر ہابیل تو خوش ہوگیا لیکن قابیل نے اس فیصلہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کی جڑواں بہن "اقلیما" ہابیل کی جڑواں بہن "لیوذا" سے کہیں زیادہ حسین تھی۔ چنانچہ اس نے کہا کہ یہ اللہ کا فرمان نہیں ہے، یہ آپ کی ذاتی رائے ہے۔

حضرت آدم نے اپنے بیٹوں کو قربانی پیش کرنے کا حکم دیا۔ دونوں اس پر راضی ہوگئے۔ ہابیل بھیڑیں چرایا کرتے تھے، انھوں نے قربانی کے لیے فربہ بھیڑ کا انتخاب کیا جو کہ دودھ اور مکھن زیادہ دیتی تھی۔

قابیل کاشت کاری کیا کرتا تھا اس نے بالکل بیکار اور ردی خوشے اٹھائے اور دونوں بھائیوں نے اپنی قربانیاں پہاڑ پر رکھ دیں۔ آسمان سے آگ اُتری اور وہ ہابیل کی قربانی پر جا گری جس سے یہ فیصلہ ہوگیا کہ اللہ نے ہابیل کی قربانی منظور کرلی ہے اور قابیل کی قربانی خدا نے نامنظور کی ہے۔

اس وقت حضرت آدم حکمِ خداوندی کے تحت بیت اللہ شریف کی زیارت کو مکہ گئے ہوئے تھے۔ قابیل کو ہابیل سے حسد ہوا اور اس نے کہا: ہابیل! اب تو دنیا میں مزید عرصہ زندہ نہیں رہے گا۔ تیری قربانی منظور ہوچکی ہے جب کہ میری قربانی نامنظور ہوئی ہے۔ تو میری خوبصورت بہن سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور مجھے اپنی بدصورت بہن سے بیاہنا چاہتا ہے۔

ہابیل نے اس کی دھمکی کا جو جواب دیا تھا وہ قرآن حکیم میں مذکور ہے۔ اس نے پتھر سے حضرت ہابیل کا سر کچل دیا۔

علمائے شیعہ کے ہاں یہ روایت بالکل ضعیف اور متروک ہے۔ کیونکہ اللہ نے کسی بھی شریعت میں بھائی بہن کا نکاح حلال نہیں کیا جیسا کہ آپ اگلی روایت میں پڑھیں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کا منبع علمائے عامہ کی روایات بالخصوص "اسرائیلیات" ہیں۔ (اضافة من المترجم)

۱۱۷- علمائے عامہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا

اور اس نے ان کے لاشہ کو زمین پر ڈال دیا۔ اسے یہ علم نہیں تھا کہ وہ اب کیا کرے۔ درندے اس کی لاش کھانے کو آگے بڑھے۔ قابیل نے اس کی لاش ایک بوری میں ڈالی اور اسے اپنی پشت پر اٹھایا۔ پرندے اور صحرائی درندے اس کے پیچھے چلنے لگے کہ کب وہ لاش پھینکتا ہے اور وہ اسے کھاتے ہیں۔

اللہ نے دو کوے بھیجے جو آپس میں لڑنے لگے۔ ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا۔ پھر اس نے اپنی چونچ اور قدموں سے ایک گڑھا کھودا اور اس نے مُردہ کوے کو اس گڑھے میں ڈالا اور مٹی سے اس کی لاش چھپا دی۔ جب قابیل نے یہ منظر دیکھا تو اس نے بھی ایک گڑھا کھودا اور اپنے بھائی کی لاش کو اس میں دفن کیا۔

۱۱۸۔ تفسیر عیاشی میں سلیمان بن خالد کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا:

میں آپؑ پر قربان جاؤں، لوگ گمان کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو اپنی بیٹی سے بیاہا تھا؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

لوگوں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اس طرح کی باتیں کی تھیں جب یہ باتیں رسولؐ خدا تک پہنچیں تو آنحضرتؐ نے فرمایا:

''اگر مجھے یہ بات معلوم ہوتی کہ آدم علیہ السلام نے بھائی بہن کی شادی کی تھی تو میں زینب کی قاسم سے شادی کرتا اور میں اللہ کے نبی آدم کے دین سے کبھی رُخ نہ موڑتا''۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے کہا کہ لوگ تو یہ گمان کرتے ہیں کہ قابیل و ہابیل کا جھگڑا ہی اسی بات پر ہوا تھا۔

امام علیہ السلام نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

سلیمان! تو یہ بات کرتا ہے! کیا اللہ کے نبی آدم پر جھوٹ باندھتے ہوئے حیا محسوس نہیں ہوتی؟

میں نے عرض کیا پھر آپؑ ہی بتائیں کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کیوں کیا تھا؟

آپؑ نے فرمایا:

مسئلہ وصیّت کی وجہ سے اس نے بھائی کو قتل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو وحی کی کہ وہ وصیت اور اسم اعظم الٰہی ہابیل کے سپرد کریں جب کہ قابیل عمر میں ہابیل سے بڑا تھا۔ جب قابیل نے یہ سنا تو اسے غصہ آیا۔ اس نے کہا کہ اس عزت و وصیّت کا میں زیادہ حق دار ہوں۔

اللہ نے وحی کی کہ دونوں اپنی قربانیاں پیش کریں۔ جب انھوں نے قربانیاں پیش کیں تو ہابیل کی قربانی منظور ہوئی اور قبیل کی قربانی نامنظور ہوئی۔ اس سے قابیل کو حسد پیدا ہوا اور اس نے بھائی کو قتل کر دیا۔

دنیا میں پہلا شعر کس نے کہا؟

۱۱۹- عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ ایک شامی مسجد کوفہ میں آیا اور اس نے امیرالمومنین علیہ السلام سے کچھ سوال پوچھے۔ ان سوالوں میں سے ایک سوال اس نے یہ بھی پوچھا کہ شعر کی ابتدا کب سے ہوئی اور دنیا کا پہلا شعر کس نے کہا؟

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا:

سب سے پہلے شعر حضرت آدمؑ نے کہے تھے جب وہ جنت سے زمین پر آئے اور انھوں نے زمین کی قربت، وسعت وہوا کا مشاہدہ کیا اور پھر قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو آدم علیہ السلام نے یہ شعر پڑھے تھے:

تغیرت البلاد ومن علیها　　فوجه الارض مغبر قبیح
تغیر کل ذی لون وطعم　　وقل بشاشة الوجه الملیح

”علاقے اور ان کے رہنے والے سب بدل گئے۔ زمین کا چہرہ غبار آلود اور قبیح دکھائی دینے لگا۔ رنگ و ذائقہ رکھنے والی ہر چیز بدل گئی اور باملاحت چہرے کی بشاشت کم ہوگئی“۔

ابلیس لعین نے اسی قافیہ وردیف میں آدم کو یوں جواب دیا تھا:

تنح عن البلاد وساکنیها　　فبی فی الخلد ضاق بك الفسیح
وکنت بها وزوجك فی قرار　　وقلبك من اذی الدنیا مریح
فلم تنفك من کیدی ومکری　　الی ان فاتك الثمن الربیح
فلولا رحمة الجبار اضحی　　بکفك من خبان الخلد ریح

”تو علاقوں اور ان کے رہنے والوں سے دُوری اختیار کرے میری وجہ سے تیرے لیے وسیع جنت بھی تنگ ہوگئی تھی۔ جنت میں تو اور تیری بیوی آرام میں تھے اور دنیا کی اذیتوں سے تیرا دل محفوظ تھا۔ تو میرے مکروفریب میں پھنس گیا یہاں تک کہ تجھ سے قیمتی سرمایہ چلا گیا۔ اگر خدا کی رحمت تیرے شامل حال نہ ہوئی تو تجھے جنت کی خوشبو سونگھنا بھی نصیب نہ ہوگا“۔

اس کے بعد ایک اور شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ ہمیں بدھ کا دن بھاری کیوں لگتا ہے اور ہم اس سے بدشگونی کیوں لیتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: وہ مہینہ کا آخری بدھ ہوتا ہے اور اسی دن قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تھا اور ان راتوں میں چاند تھوڑی دیر کے لیے نمودار ہوتا ہے۔

۱۲۰- کتاب الخصال میں مذکورہ روایت موجود ہے اور اس میں حضرت آدمؑ کے اس ایک شعر کا اضافہ ہے:

قتل قابیل ھابیل اخاہ   فوا اسفا علی الوجہ الملیح

''قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا ہے۔ ہائے افسوس اس باملاحت چہرے پر''۔

۱۲۱- کتاب الخصال میں ایک یہودی عالم کا تذکرہ موجود ہے کہ اس نے مسجد کوفہ میں حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔ پھر اس کی نظر ابن ملجم پر پڑی۔ وہ اس کے ہاتھ سے پکڑ کر اسے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے پاس لے گیا اور کہنے لگا:

مولاً! آپ اس کو قتل کر دیں کیونکہ میں نے تورات میں آپ کے والد کے قاتل کی جو نشانیاں پڑھی ہیں وہ سب کی سب اس میں پائی جاتی ہیں اور خدا کی نظر میں یہ قابیل فرزند آدم اور حضرت صالحؑ کی ناقہ کی کونچیں کاٹنے والا ''قزار'' سے بھی زیادہ بُرا ہے۔

۱۲۲- جعید ہمدان بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

دوزخ کے نچلے طبقہ میں ایک صندوق ہوگا اور اس میں بارہ افراد قید ہوں گے اور انھیں دوزخ کا سخت ترین عذاب دیا جائے گا۔ ان میں چھ افراد کا تعلّق اولین سے ہوگا اور چھ کا تعلّق آخرین سے ہوگا۔ اور ان میں آدم کا فرزند جس نے اپنے بھائی کو قتل کیا تھا اور فرعون و ہامان سرفہرست ہوں گے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس کوے نے زمین کھودی تھی اس کا نہ تو کوئی باپ تھا اور نہ ہی اس کی کوئی ماں تھی۔

۱۲۳- کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

جب آدم علیہ السلام نے شجرہ ممنوعہ کا پھل کھایا تو خدا نے انھیں زمین پر اتارا۔ کچھ دنوں بعد ہابیل اور اس کی جڑواں بہن پیدا ہوئی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد قابیل اور اس کی جڑواں بہن پیدا ہوئی۔

آدم علیہ السلام نے دونوں بیٹوں کو حکم دیا کہ وہ خدا کے ہاں قربانی پیش کریں۔ ہابیل بھیڑ بکریاں چرایا کرتا تھا اور قابیل کاشتکاری کیا کرتا تھا۔ ہابیل نے اپنے ریوڑ میں سے موٹے تازے دنبہ کا انتخاب کیا اور قابیل نے خراب خوشے کھیت سے کاٹے۔ دونوں نے اپنی قربانیاں رکھ دیں۔ ہابیل کی قربانی قبول ہوئی اور قابیل کی قربانی نامنظور ہوئی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ

”جس قربانی پر آسمانی آگ گرتی تو وہ قربانی قبول سمجھی جاتی تھی“۔

اس واقعہ کے بعد قابیل نے آگ کی پوجا کرنے کے لیے آتش کدہ تعمیر کیا اور وہ دنیا کا پہلا آتش کدہ تھا۔ قابیل نے کہا کہ میں اس آگ کی پوجا کروں گا تاکہ میری قربانی پر بھی آگ گرے۔

ابلیس لعین نے قابیل سے کہا کہ ہابیل کی قربانی قبول ہو چکی ہے جب کہ تیری قربانی مسترد ہو چکی ہے۔ اگر تو نے اسے زندہ چھوڑ دیا تو اس کی آنے والی نسلیں تیری نسل پر فخر کرتی رہیں گی۔

ابلیس کی یہ بات سن کر قابیل کو غصہ آیا اور اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔ پھر جب آدم علیہ السلام واپس آئے تو انھوں نے قابیل سے ہابیل کے متعلق پوچھا کہ وہ کہاں ہے؟

قابیل نے کہا: مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہے۔ میں اس کا چوکیدار تھوڑا ہوں۔ آدم وہاں سے آگے بڑھے تو انھوں نے ہابیل کو مقتول پایا۔

حضرت آدمؑ نے زمین کو مخاطب کر کے کہا کہ تجھ پر لعنت ہے، تو نے ہابیل کا خون چوس لیا ہے۔

آدم علیہ السلام چالیس راتیں ہابیل پر گریہ کرتے رہے۔ اس کے بعد آپ نے اللہ سے درخواست کی کہ وہ اسے ایک لڑکا عطا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایک بیٹے سے نوازا جس کا نام انھوں نے ”ہبۃ اللہ“ رکھا یعنی اللہ کی بخشش۔

آدم کو اپنے اس بیٹے سے شدید محبّت تھی۔ جب آدم کی زندگی ختم ہونے کو آئی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ وحی کی:

”آدم! تمھاری نبوت پوری ہو چکی ہے اور تمھاری زندگی کے ایام مکمل ہونے والے ہیں لہٰذا اپنا علم، ایمان، خدا کا اسم اعظم، میراثِ علم اور آثار نبوت اپنے فرزند ”ہبۃ اللہ“ کے حوالے کرو“۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

جب ''ہبۃ اللہ'' آدم علیہ السلام کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو قابیل ان کے پاس گیا اور اس نے ان سے کہا:

''ہبۃ اللہ! آپ کو والد نے وہ مخصوص علم عطا کیا ہے جو انھوں نے اس سے قبل ہابیل کو عطا کیا تھا اور اس کی وجہ سے اس کی قربانی منظور ہوئی تھی۔ میں نے اسے اس لیے قتل کیا تھا کہ اس کی نسلیں میری اولاد پر فخر نہ کرتی پھریں اور وہ یہ نہ کہیں کہ ہم اس کی اولاد ہیں جس کی قربانی منظور ہوئی تھی اور تم اس کی اولاد ہو جس کی قربانی قبول نہیں ہوئی تھی۔ اب اگر تم نے کبھی بھی اس علم کا اظہار کیا تو میں تمھیں بھی ہابیل کی طرح سے قتل کر دوں گا۔ اس دھمکی کے بعد حضرت ہبۃ اللہ اور ان کی اولاد وہاں سے روپوش ہوگئی اور یہ سلسلہ حضرت نوحؑ کی بعثت تک قائم رہا۔ یہ حدیث روضہ کافی میں بھی اسی مفہوم کے ساتھ مذکور ہے۔

۱۲۴۔علل الشرائع میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب قابیل نے دیکھا کہ آگ نے ہابیل کی قربانی کو قبول کیا ہے تو ابلیس نے اس سے کہا کہ آگ نے ہابیل کی قربانی اس لیے قبول کی ہے کہ ہابیل آگ کی پوجا کیا کرتا تھا۔

قابیل نے کہا: جس آگ کی ہابیل نے پوجا کی تھی میں اس کی پوجا نہیں کروں گا۔ اس کی بجائے میں اور آگ کی عبادت کروں گا اور میں اس کے لیے قربانی پیش کروں گا۔ اس کے بعد اس نے آتش کدے تعمیر کیے۔ اس کو رب کے متعلق کوئی علم نہیں تھا۔ اس کی اولاد نے اس سے آتش پرستی میراث میں حاصل کی تھی۔

۱۲۵۔ثواب الاعمال میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا:

جب کوئی شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرتا ہے تو مقتول کے تمام گناہ قاتل پر ڈال دیے جاتے ہیں اور مقتول کے ذمہ کوئی گناہ باقی نہیں رہتا اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کی دھمکی دی تھی تو اس نے جواب میں کہا تھا: اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ تَبُوۡٓاَ بِاِثۡمِیۡ وَاِثۡمِکَ فَتَکُوۡنَ مِنۡ اَصۡحٰبِ النَّارِ (میں چاہتا ہوں کہ تو میرا اور اپنا گناہ سمیٹ لے اور دوزخی بن جائے۔)

۱۲۶۔علل الشرائع میں مذکور ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ قربانیوں کی وجہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جب قربانی کے جانور کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتا ہے تو قربانی کرنے والے کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور اس سے خدا یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ خدا سے پردۂ غیب میں رہ کر کون اس سے ڈرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لن ينال الله لحومها ولادمآؤها ولكن يناله التقوىٰ منكم ''قربانی کے جانوروں کا

گوشت اور ان کا خون خدا تک ہرگز نہیں پہنچتا، اس تک تو صرف تمھارا تقویٰ ہی پہنچتا ہے"۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

دیکھو! اللہ نے کس طرح سے ہابیل کی قربانی کو قبول کیا اور قابیل کی قربانی کو نامنظور کیا۔

قتلِ ہابیل کے اثرات

۱۲۷- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ہابیل کے قتل سے پہلے انسان، پرندے، جانور، سب مل جل کر ایک ساتھ رہتے تھے۔ پھر جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو تمام اجناس ایک دوسرے سے خوف زدہ ہوگئیں اور ایک دوسرے سے دُور چلی گئیں۔

۱۲۸- الکافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

قتلِ ہابیل سے پہلے کعبہ کی جگہ ایک بلند ٹیلہ کی شکل میں تھی اور وہ جگہ سورج چاند کی طرح سے دمکتی تھی۔ جب آدم کے ایک بیٹے نے اپنے بھائی کو قتل کیا تو اس جگہ کی روشنی اور سفیدی ختم ہوگئی۔

ایک سخی لٹیرا

کتاب معانی الاخبار میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، میں نے ایک شخص کی عامہ کی زبانی بڑی تعریف سنی۔ لوگ اس کے نام کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ اس کی شہرت سن کر میرے دل میں خیال آیا کہ اسے دیکھنا چاہیے اور چھپ کر اس کے کردار کا جائزہ لینا چاہیے۔

چنانچہ ایک دن وہ شخص مجھے بازار میں دکھائی دیا۔ لوگ اس کے آگے پیچھے چل رہے تھے۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ یہ وہی شخص ہے جس کو دیکھنے کا مجھے اشتیاق تھا۔ وہ لوگوں سے اِدھر اُدھر ہوتا رہا یہاں تک کہ لوگ اس کو چھوڑ کر اپنے گھروں کو چلے گئے لیکن میں اس کا پیچھا کرتا رہا۔ راستے میں ایک شخص نے تنور لگایا ہوا تھا اور وہاں لوگوں کا بڑا رش تھا۔ لوگ اس سے روٹیاں خرید رہے تھے۔ وہ شخص بھی آگے بڑھا اور اس نے چپکے سے وہاں سے دو روٹیاں اٹھائیں اور چل دیا۔

میں نے سمجھا کہ یہ ان روٹیوں کی قیمت دے چکا ہوگا۔ پھر میں نے سوچا کہ اگر یہ قیمت ادا کر چکا ہوتا تو اسے چوروں کی طرح سے روٹیاں اٹھانے کی کیا ضرورت تھی۔ بہر نوع میں اس کے پیچھے چلتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ ایک پھل فروش کی

دکان پر پہنچا، وہاں بھی لوگوں کا خاصا رش لگا ہوا تھا۔ اس شخص نے وہاں سے دو انار چوری کیے اور وہاں سے چل دیا۔ راستے میں ایک مریض کے پاس سے اس کا گزر ہوا تو اس نے وہ دو روٹیاں اور دو انار مریض کے آگے رکھ دیے اور پھر آگے چلا گیا یہاں تک کہ وہ صحرا میں آیا۔

میں نے اسے آواز دی۔ وہ میری آواز سن کر رک گیا۔ میں نے اس سے کہا:

بندۂ خدا! میں نے تو تیری بڑی تعریف سنی تھی اور میں تجھ سے ملنے کا خواہش مند تھا لیکن آج میں نے تیرا جو کردار دیکھا ہے وہ مجھے اچھا نہیں لگا۔

اس نے کہا: آپ نے میرا کون سا غلط کردار دیکھا ہے؟

میں نے کہا: بندۂ خدا! تو نے تنور سے دو روٹیاں چرائیں اور پھل فروش کی دکان سے دو انار چرائے۔

اس شخص نے کہا: پہلے مجھے اپنے متعلّق بتاؤ کہ تم کون ہو؟

میں نے کہا: میرا تعلّق نسلِ آدم سے ہے اور میں اُمت محمدؐ کا فرد ہوں۔

اس نے کہا: نہیں، اپنا پورا تعارف کراؤ۔

میں نے کہا: میرا تعلّق خاندانِ رسالت سے ہے اور میں مدینہ منورہ کا رہائشی ہوں۔

اس نے کہا: پھر میرا خیال یہ ہے کہ آپ جعفر بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔

میں نے کہا: بالکل صحیح ہے۔ میں وہی ہوں۔

اس نے کہا: مجھے تو یہ دیکھ کر تعجب ہو رہا ہے کہ تم نے اپنے باپ دادا اور نانا کی تعلیماتِ فراموش کر دی ہیں ورنہ اگر تمھیں اسلامی تعلیمات یاد ہوتیں تو تم مجھ پر یہ اعتراض ہی نہ کرتے۔

میں نے کہا: وہ کیسے؟

اس نے کہا: لوسنو اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے: مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا "جو کوئی ایک نیکی کرے گا اسے دس گنا اجر ملے گا"۔ اور اس کے ساتھ فرمانِ الٰہی یہ ہے: وَمَنۡ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجۡزٰٓى اِلَّا مِثۡلَهَا "اور جو کوئی برائی کرے گا تو اسے ایک ہی برائی کا بدلہ دیا جائے گا"۔

میں نے دو روٹیاں چوری کیں، میرے نامۂ اعمال میں دو گناہ لکھے گئے اور میں نے دو انار چرائے تو میرے نامۂ اعمال میں دو گناہ لکھے گئے اور یوں میرے نامۂ اعمال میں چار برائیاں لکھی گئیں۔ لیکن جب میں نے وہ روٹیاں اور وہ

انار ایک بیمار کو دیئے تو میرے نامۂ اعمال میں چالیس نیکیاں لکھی گئیں۔ اب تم چالیس میں سے چار نفی کرو تو بھی میرے نامۂ اعمال میں چھتیس نیکیاں بچتی ہیں۔

اس کی یہ گفتگو سن کر میں نے اس سے کہا کہ تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے، تجھے تو کتاب اللہ کا ذرہ برابر بھی علم نہیں ہے۔ تجھے ثواب تو جب ملے جب اصل تیرا ہو جب اصل ہی تیرا نہیں تو تجھے ثواب کہاں سے ملے گا۔

تو نے دو روٹیاں چوری کیں، دو گناہ لکھے گئے۔ پھر تو نے دو انار چوری کیے، تمھارے نامۂ عمل میں مزید دو گناہ لکھے گئے اور یوں چار برائیاں تیرے نامۂ عمل میں لکھی گئیں اور جب تو نے مالک کی اجازت کے بغیر اس میں تصرف کیا تو تیرے نامۂ عمل میں مزید چار برائیوں کا اضافہ ہوا۔ کیا تو نے قرآن مجید میں یہ آیت نہیں پڑھی:

اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝۲۷ (اللہ بس صاحبانِ تقویٰ کے عمل کو ہی قبول کرتا ہے) اور تو ایک چور ہے۔ چور کبھی بھی متقی نہیں ہوتا۔ لہٰذا تیری یہ خودساختہ سخاوت تجھے کوئی فائدہ نہیں دے گی۔

۱۲۹- ابو خالد کابلی کا بیان ہے کہ میں نے علی زین العابدین کو یہ کہتے ہوئے سنا:

وہ گناہ جو پشیمانی کا سبب بنتے ہیں ان میں کسی بھی محترم جان کا قتل سرفہرست ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ (جس جان کو خدا نے حرام کیا ہے اسے قتل نہ کرو)

قصہ قابیل میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۳۰ ''آخرکار اس کے نفس نے اس کے بھائی کا قتل اس کے لیے آسان بنا دیا اور اس نے اسے قتل کر دیا اور یوں وہ خسارہ اٹھانے والوں میں سے بن گیا''۔

۱۳۰- تفسیر علی بن ابراہیم میں مذکور ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک قرشی سے فرمایا:

جب آدم علیہ السلام کے دونوں فرزندوں کو قربانی کا حکم ملا تو ایک نے اپنے ریوڑ کا موٹا تازہ دنبہ قربانی کے لیے پیش کیا اور دوسرے نے کچھ بیکار خوشے پیش کیے۔ دنبہ کے مالک ہابیل کی قربانی قبول ہوئی اور جس نے بیکار خوشے رکھے تھے اس کی قربانی نامنظور ہوئی۔

قابیل کو غصہ آیا۔ اس نے ہابیل سے کہا کہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔ ہابیل نے کہا: اس میں فکر کی کیا بات ہے اللہ صاحبانِ تقویٰ کی قربانی ہی قبول کرتا ہے اور اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تو میرا اور اپنا گناہ سمیٹ لے اور دوزخی بن

جائے اور ظلم کرنے والوں کے لیے یہی سزا ہے۔ آخر کار اس کے نفس نے اس کے بھائی کا قتل اس کے لیے آسان کر دیا۔

قابیل نے ہابیل کو مارنے کا ارادہ تو کر لیا تھا لیکن اسے معلوم نہ تھا کہ کسی کو قتل کیسے کیا جاتا ہے۔ آخر کار ابلیس نے اسے بتایا کہ اس کا سر ایک پتھر پر رکھ کر دوسرے پتھر سے کچل دو۔

قابیل نے ابلیس کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کیا اور ہابیل کو قتل کر دیا۔ جب وہ قتل کر چکا تو اسے لاش دفن کرنے کا علم نہیں تھا۔ اللہ نے دو کوے بھیجے اور وہ اس کے سامنے آپس میں لڑ پڑے۔ ایک کوے نے دوسرے کوے کو مار ڈالا۔ پھر اس نے اپنی چونچ اور پنجوں سے زمین کھودی اور گڑھے میں دوسرے کوے کو دفن کر کے اس پر مٹی ڈال دی۔ جب قابیل نے یہ طریقہ دیکھا تو اس نے کہا:

يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ۛۚ

(مجھ پر افسوس میں تو اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش کو چھپا سکتا۔ وہ پشیمانی اٹھانے والوں میں سے بن گیا۔)

اس کے بعد اس نے ایک گڑھا کھود کر بھائی کی لاش کو اس میں دفن کیا اور یوں نسلِ آدم میں دفن ہونے کا طریقہ جاری ہوا۔ اس کے بعد قابیل اپنے باپ کے پاس گیا۔ ہابیل کو نہ پا کر آدم نے قابیل سے کہا: تو نے میرے بیٹے کو کہاں چھوڑا؟

قابیل نے کہا: کیا آپ نے مجھے اس کا نگہبان مقرر کیا تھا؟

حضرت آدم علیہ السلام نے اس سے کہا کہ تم مجھے قربانی کے مقام پر لے جاؤ۔ ساری راہ آدم کے دل میں وسوسہ ہوتا رہا کہ خدا کرے ہابیل کو اس نے قتل نہ کیا ہو۔

جب آدم وہاں پہنچے تو انھیں معلوم ہو گیا کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے زمین پر لعنت کی کہ تو نے میرے بیٹے کا خون پیا ہے اور آپ نے زمین کو حکم دیا کہ وہ قابیل پر لعنت کرے۔ اس وقت قابیل کو آسمانی ندا سنائی دی کہ تو نے بھائی کو قتل کیا ہے اسی لیے تو لعین ٹھہرا۔

حضرت آدم علیہ السلام کے طعنہ نے یہ اثر کیا کہ زمین نے خون پینا چھوڑ دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام واپس آئے اور چالیس شب و روز تک ہابیل پر روتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے آدم کی طرف وحی کی کہ میں ہابیل کے بدلے تجھے ایک بیٹا عطا کروں گا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت حوا کے ہاں بابرکت اور پاکیزہ بیٹا پیدا ہوا۔ اس کی پیدائش کے ساتویں دن اللہ نے آدم کو وحی فرمائی کہ یہ لڑکا میری طرف سے تمھیں ہبہ ہوا ہے لہٰذا اس کا نام ''ہبۃ اللہ'' رکھو۔

حضرت آدمؑ نے اپنے لڑکے کا نام ''ہبۃ اللہ'' رکھا۔

قابیل کا انجام

۱۳۱-محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ مسجدالحرام میں بیٹھا ہوا تھا۔ حرم کے ایک پہلو میں مشہور تابعی ''طاؤس'' اپنے شاگردوں کو سبق پڑھا رہے تھے۔ دورانِ سبق طاؤس نے کہا: کیا تمھیں علم ہے کہ انسانوں کی نصف آبادی کس دن ختم ہوئی تھی؟

امام محمد باقر علیہ السلام نے وہیں سے لقمہ دیا' نصف نہیں بلکہ چوتھائی کہو۔

پھر آپؑ نے کہا کہ جانتے ہو کہ قاتل کا کیا انجام ہوا؟

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے دل میں سوچ لیا کہ واقعی یہ ایک مسئلہ ہے اور میں یہ مسئلہ امام سے حل کراؤں گا۔

دوسرے دن مَیں مولاؑ کے دروازے پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ آپ کہیں جانے کے لیے تیار کھڑے ہیں اور آپ کو غلام کا انتظار ہے جو گھوڑے پر زین کسے۔

آپؑ نے میرے کچھ کہے بغیر از خود ابتدا کرتے ہوئے فرمایا:

جس وقت قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تھا تو اس وقت انسانوں کی آبادی کل چار افراد پر مشتمل تھی اور وہ تھے آدم وحوا' ہابیل وقابیل۔ چنانچہ جب قابیل نے بھائی کو ختم کیا تو انسانی آبادی کا چوتھائی حصّہ ختم ہوگیا۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ ہندوستان یا ہندوستان سے آگے ایک شخص پڑا ہے جس کی ایک ٹانگ زنجیر سے بندھی ہوئی ہے اور اس نے ٹاٹ کا لباس پہن رکھا ہے۔ اس پر دس اشخاص ہر وقت مقرر ہیں جو ہر وقت اس کے چہرے کو سورج کی تپش کی طرف کیے رہتے ہیں اور اگر ان دس میں سے کوئی مرجائے تو گاؤں والے اس کی جگہ اور شخص کی یہی ڈیوٹی لگا دیتے ہیں اور یوں دس کی تعداد میں کبھی بھی کمی پیدا نہیں ہونے دیتے۔ سورج ڈوبنے تک وہ اس کا چہرہ سورج کی طرف کیے رہتے ہیں اور سردیوں کے موسم میں وہ اس پر ٹھنڈا پانی ڈالتے رہتے ہیں۔

باہر کے ایک شخص کا وہاں سے گزر ہوا تو اس نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے جو اتنے طویل عرصہ سے اس عذاب میں مبتلا ہے؟

اس نے سر اٹھا کر سوال کرنے والے شخص کی طرف دیکھ کر کہا کہ تو یا تو دنیا کا احمق ترین شخص ہے یا پھر بہت زیادہ ذہین ہے۔ جب سے دنیا قائم ہوئی ہے اس وقت سے میں یہاں ہوں اور مسلسل یہ عذاب جھیل رہا ہوں اور تیرے علاوہ آج تک کسی نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ تو کون ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ فرزندِ آدمؑ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَمَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ

(اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم لکھ دیا کہ جس نے کسی کو خون کے بدلے یا فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا تو اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی تو اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخشی۔)

آیت کے الفاظ اگرچہ بنی اسرائیل کے لیے ہیں لیکن اس کا حکم تمام انسانوں کے لیے ہے۔

۱۳۲-تفسیر عیاشی میں امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

”آدم کا بیٹا قابیل بالوں کے ساتھ چشمہ آفتاب کے ساتھ معلق ہے۔ وہ قیامت تک سردی گرمی کا عذاب جھیلتا رہے گا۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا“۔

۱۳۳- زرارہ کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا قابیل فرزندِ آدم کو دوزخ میں ڈالا جائے گا؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ بڑا عادل ہے وہ اس کے لیے دنیا و آخرت کی دو سزائیں جمع نہیں کرے گا۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ قابیل جس نے اپنے بھائی کو قتل کیا تھا وہ جنت میں پیدا ہوا تھا۔

۱۳۴- احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ طاؤس یمانی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا کہ کیا آپؑ جانتے ہیں کہ انسانوں کی پوری ایک تہائی کس دن ختم ہوئی تھی؟

حضرتؑ نے فرمایا: ابوعبدالرحمٰن! کسی بھی دور میں انسانوں کی تہائی ختم نہیں ہوئی البتہ تم چوتھائی کہو۔ کیونکہ جب قابیل نے ہابیل کو ختم کیا تھا تو اس وقت انسانوں کی کل آبادی آدم و حواؑ ہابیل و قابیل سمیت چار افراد پر مشتمل تھی۔ جب ہابیل مارا گیا تو اگرچہ مرنے والا ایک تھا لیکن تناسب کے اعتبار سے اس کی موت سے انسانی آبادی کا چوتھا حصّہ ختم ہوگیا۔

طاؤس نے کہا: آپؑ نے بالکل صحیح فرمایا۔

پھر امام محمد باقر علیہ السلام نے طاؤس سے فرمایا: بھلا جانتے ہو کہ قابیل کو کیا عذاب دیا گیا؟

طاؤس نے کہا: نہیں، مجھے معلوم نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: وہ سورج کے ساتھ معلق ہے اور قیامت بپا ہونے تک اس پر اُبلتا ہوا پانی ڈالا جاتا رہے گا۔

حضرت علی علیہ السلام نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک طویل حدیث نقل کی جس کا ایک حصّہ یہ ہے:

”جو شخص کوئی اچھی روش جاری کرے گا تو اسے اس کا اجر دیا جائے گا اور قیامت کے دن تک جو بھی اس کی قائم کردہ روش پر عمل کرے گا، عمل کرنے والے کے ساتھ ساتھ اس روش کو جاری کرنے والے کو بھی اس کا اجر ملتا رہے گا۔

اور جو کوئی بُری روش جاری کرے گا اس کا بوجھ اس کی گردن پر ہوگا اور اس کے بعد جو بھی اس پر عمل کرے گا اس کے گناہ کے ساتھ ساتھ بُری روش کے بانی کو بھی گناہ ملتا رہے گا“۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کی تائید کتابِ خدا سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہابیل و قابیل کے واقعہ کے ضمن میں یہ کلمات ارشاد فرمائے:

> مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ
>
> (اس لیے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم لکھ دیا کہ جس نے کسی کو خون کے بدلے یا فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا تو اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی تو اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخشی۔)

حیات بخشنے کا باطنی مفہوم ہدایت دینا بھی ہے اور جسے خدا زندہ کہہ دے تو وہ کبھی نہیں مرتا البتہ وہ مشقت کے گھر سے منتقل ہو کر بھلائی کے گھر میں منتقل ہوتا ہے۔

انسانی جان بچانے کا مقام

تفسیر علی بن ابراہیم میں وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا (اور جس نے ایک جان کو زندگی بخشی تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخشی) کی آیت مجیدہ کے ضمن میں لکھا ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ جو کوئی کسی انسان کو جلنے یا ڈوبنے یا مکان و دیوار کے ملبہ سے بچائے یا کسی درندے سے محفوظ رکھے یا اسے غربت سے نکال کر خوش حالی میں لے آئے اور حیات بخشنے کا سب سے افضل طریقہ یہ ہے کہ کسی انسان کو گمراہی سے نکال کر ہدایت میں لے آئے اور جو بھی شخص مذکورہ ذرائع سے کسی کو حیات بخشے تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخشی ہے۔

قتل کی اُخروی سزا

۱۳۶- من لا یحضرہ الفقیہ میں مذکور ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا کی آیت کے ضمن میں فرمایا:

قاتلوں کے لیے دوزخ کی ایک وادی مخصوص ہے۔ اگر کوئی تمام انسانوں کو قتل کرے تو بھی وہ اسی وادی میں ہوگا اور اگر کوئی ایک شخص کو ناحق قتل کرے تو بھی وہ اسی وادی میں ہوگا۔

۱۳۷- کتاب معانی الاخبار اور الکافی کی دو مزید روایات میں بھی اسی مفہوم کو بیان کیا گیا ہے البتہ اس میں اضافہ یہ ہے کہ سائل نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر کوئی ایک قتل کرے تو وہ دوزخ میں قاتلوں کی مخصوص وادی میں پہنچایا جائے گا۔ اور اگر کوئی شخص ایک سے زیادہ افراد قتل کرے تو اسے کہاں پہنچایا جائے گا۔

آپؑ نے فرمایا کہ وہ ہوگا تو قاتلوں کی وادی میں البتہ اس کے عذاب میں اضافہ کر دیا جائے گا۔

۱۳۸- اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

ایک مومن کو کھانا کھلانا مجھے دس غلام آزاد کرنے اور دس بار حج پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے۔

راوی نے ازراہ تعجب کہا: مولاً! دس غلام آزاد کرنے اور دس بار حج پڑھنے سے بھی بہتر ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نصر! (راوی) اگر تم مومن کو کھانا نہیں کھلاؤ گے تو وہ مرجائے گا یا پھر مجبور ہو کر وہ کسی ناصبی کے دروازے پر روٹی کا سوال کرے گا۔ جب کہ ناصبی کے سامنے سوال کرنے سے اس کے لیے موت کہیں بہتر ہے۔

نصر! جو شخص کسی ایک مومن کو زندگی بخشے تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخشی ہے۔ اگر تم نے اسے کھانا نہ کھلایا تو

گویا تم نے اسے مار دیا ہے اور اگر تم نے اسے کھانا کھلایا تو گویا تم نے اسے زندگی دی ہے۔

۱۳۹- سماع کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا کی آیت پڑھی تو آپؑ نے فرمایا:

جس نے کسی کو گمراہی سے نکالا اور ہدایت بخشی تو گویا اس نے اسے زندگی عطا کی ہے اور جس نے کسی کو ہدایت سے نکالا اور گمراہی میں داخل کیا تو گویا اس نے اسے قتل کر دیا۔

۱۴۰- فضیل بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا کی آیت پڑھی تو آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ جو کوئی کسی کو جلنے یا ڈوبنے سے بچائے تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخشی ہے۔

میں (راوی) نے عرض کیا اور اگر کوئی کسی کو گمراہی سے نکال کر ہدایت کی راہ پر لائے تو اس کا کیا مقام ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ اس آیت کی عظیم تاویل ہے۔

۱۴۱- حمران بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا کا کیا مقصد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کا مقصد یہ ہے کہ جو کوئی کسی کو جلنے یا ڈوبنے سے بچائے تو اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی عطا کی ہے۔ اس کے بعد آپؑ خاموش ہو گئے اور پھر فرمایا: اس کی اعظم تاویل یہ ہے کہ اگر کوئی کسی کے حق میں دعا کرے اور وہ قبول ہو جائے تو اس نے بھی گویا تمام انسانوں کو زندگی عطا کی۔

۱۴۲- من لا یحضرہ الفقیہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

جو شخص کسی کو ایسی جگہ پانی پلائے جہاں پانی موجود ہو تو گویا اس نے ایک غلام آزاد کیا اور جو ایسی جگہ کسی کو پانی پلائے جہاں پانی موجود نہ ہو تو گویا اس نے ایک انسان کو زندگی بخشی ہے اور جو ایک انسان کو زندگی عطا کرے تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخشی۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کا فیصلہ

۱۴۳- الکافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے سامنے لوگ ایک

شخص کو پکڑ کر لائے۔ اس کے ہاتھ میں خون آلود چھری تھی۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ ایک خرابہ میں کھڑا تھا اور اس خرابہ میں ایک شخص ذبح ہوا پڑا تھا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا:

تم اپنی صفائی میں کیا کہنا چاہتے ہو؟

اس نے کہا: میں اپنی صفائی میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ میں نے اس شخص کو قتل کیا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے سپاہیوں سے فرمایا کہ اسے لے جاؤ اور اسے قصاص میں قتل کر دو۔

جب سپاہی اسے سزا دینے کے لیے لے جا رہے تھے تو ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور اس نے کہا کہ اسے کچھ نہ کہو، یہ قاتل نہیں ہے، قاتل میں ہوں۔ سپاہی دونوں افراد کو امیر المومنین علیہ السلام کے پاس لے آئے اور انھوں نے حضرتؑ سے ماجرا بیان کیا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے پہلے شخص سے کہا کہ تم نے پہلے اپنی صفائی پیش کیوں نہیں کی؟

اس شخص نے کہا: مولاؑ! اگر میں صفائی میں بیان بھی دیتا تو بھی میری بات پر کون یقین کرتا؟ کیونکہ ویران مکان میں ایک شخص قتل ہوا پڑا تھا اور میرے ہاتھ میں خون آلود چھری بھی موجود تھی جب کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ میں نے اس ویران مکان کے قریب ایک بکری ذبح کی تھی۔ مجھے پیشاب نے زور کیا تو میں خون آلود چھری سمیت اس ویران مکان میں چلا گیا۔ جب میں پیشاب سے فارغ ہوا تو دیکھا کہ ایک آدمی اپنے خون میں تازہ لت پت پڑا تھا۔ اتنے میں وہاں پر لوگ جمع ہو گئے اور انھوں نے چھری سمیت مجھے پکڑ لیا۔ اب اگر میں انکار بھی کرتا تو میری بات پہ کون کان دھرتا؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ان دونوں کو میرے فرزند حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے پاس لے جاؤ اور وہی اس مقدمہ کا فیصلہ کریں گے۔

سپاہی دونوں افراد کو پکڑ کر امام حسن علیہ السلام کے پاس لے گئے اور ان کا تمام ماجرا بیان کیا۔ پورا بیان سننے کے بعد امام حسن علیہ السلام نے کہا کہ انھیں امیر المومنینؑ کی خدمت میں لے جاؤ اور میری طرف سے یہ گزارش کرو کہ چھری والا ویسے ہی بے گناہ ہے اسے رہائی ملنی چاہیے اور دوسرا شخص اگرچہ مجرم ہے مگر اس نے ایک بے گناہ کی جان بچائی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا جس نے ایک جان کو زندگی دی تو اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی دی۔ لہٰذا اسے بھی رہا کر دینا چاہیے اور مقتول کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے۔

حدودِ حق سے تجاوز کرنے والے

ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِى الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿٣٢﴾

(پھر بھی ان کی اکثریت زیادتی کرنے والوں پر مشتمل ہے۔)

۱۴۴- مجمع البیان میں کلبی سے منقول ہے کہ شرک کر کے حدودِ حق سے تجاوز کرنے والے مُسرف ہیں۔ دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے قتل کرنے والے مراد ہیں۔ اور بہتر یہ ہے کہ اس اسراف کو صرف شرک و قتل تک محدود نہیں سمجھنا چاہیے۔ اس سے ہر وہ شخص مراد ہے جس نے حدودِ حق سے تجاوز کیا ہو۔

اسی لیے امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ "مُسرف" سے وہ لوگ مراد ہیں جو حرام کو حلال سمجھیں اور خون ریزی کریں۔

محاربین کے احکام

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ فِى الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ﴿٣٣﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٤﴾

(جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرنے کے لیے کوشش کرتے ہیں تو ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیئے جائیں یہ تو دنیا میں ان کی ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ البتہ وہ افراد اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جو تمہارے قابو پانے سے پہلے توبہ کر لیں۔ جان لو کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔)

۱۴۵- الکافی میں طلحہ بن زید راوی ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا:

زمانۂ جنگ کے دو حکم ہیں۔ جب جنگ چل رہی ہو اور کفار کی پوری طرح سے سرکوبی نہ ہوئی ہو تو اس حالت میں جو

بھی جنگجو کافر گرفتار ہو تو امام (حاکم) کو اختیار ہے چاہے تو اس کی گردن قلم کر دے اور اگر چاہے تو اس کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے قطع کرائے اور اسے زخمی حالت میں چھوڑ دے یہاں تک کہ وہ تڑپ تڑپ کر مر جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ﴿۳۳﴾

(جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرنے کے لیے کوشش کرتے ہیں تو ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیے جائیں۔ یہ تو دنیا میں ان کی ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔)

امام کو کفر کی بنیاد پر مختلف سزائیں دینے کا اختیار حاصل ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ (یا انھیں جلاوطن کر دیا جائے) کا کیا مقصد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ اس صورت میں ہے کہ مسلمان دستے اس کی تلاش میں جائیں اور وہ بھاگ جائے۔ اگر مسلمان دستہ اسے گرفتار کر لے تو اس کے جرم کی نوعیت کے مطابق مذکورہ احکام میں سے اس پر کوئی بھی حکم نافذ کیا جائے گا۔

حدیث کافی طویل ہے ہم نے بقدر ضرورت اس کا ایک حصّہ یہاں نقل کیا ہے۔

١٤٦- امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ "بنی جبہ" سے تعلّق رکھنے والے کچھ بیمار افراد رسولؐ خدا کے پاس آئے۔ آپؐ نے فرمایا: تم فی الحال میرے پاس قیام کرو اور جب تم تندرست ہو جاؤ گے تو میں تمھیں کسی "سریہ" (جنگ) میں بھیج دوں گا۔

انھوں نے کہا: پھر آپ ہمیں مدینہ سے باہر کہیں منتقل کر دیں۔

آپؐ نے انھیں شہر سے باہر ایک چراگاہ میں بھیج دیا جہاں صدقہ کے اُونٹ چرا کرتے تھے اور آپؐ نے فرمایا کہ تم فی الحال وہاں رہو اور اُونٹنیوں کا دودھ پیو اور ان کا پیشاب پیو (بعض امراض میں اُونٹ کا پیشاب بھی دوا کا کام دیتا ہے)

وہ وہاں رہنے لگے اور کچھ عرصہ بعد جب وہ تندرست ہو گئے اور خوب طاقتور ہو گئے تو انھوں نے وہاں پر موجود تین

افراد کو قتل کر دیا اور خود وہاں سے بھاگ گئے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا۔ حضرت علیؑ ان کے تعاقبؐ میں روانہ ہوئے۔ یمن کی سرحد کے قریب وہ ایک وادی میں سرگردان تھے کہ آپؑ نے انھیں جالیا اور انھیں قید کر کے رسولؐ خدا کے پاس لے آئے۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ
يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخالف سمتوں سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کو پسند کیا۔ چنانچہ آپؐ کے حکم پر ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیے گئے۔

۱۴۷- سورہ بن کلیب کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص گھر سے مسجد کی طرف روانہ ہوتا ہے یا اپنے کسی کام کے لیے کہیں جاتا ہے۔ راستے میں ایک شخص اسے ملتا ہے جو اسے زدوکوب کر کے اس کے کپڑے تک اُتار لیتا ہے۔ اس کے لیے حکمِ شرعی کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تمھارے ہاں کے فقہاء اس کے لیے کیا کہتے ہیں؟

میں (راوی) نے کہا وہ کہتے ہیں کہ یہ صریحاً لوٹ مار کا واقعہ ہے لیکن اس جرم کا مجرم ''محارب'' نہیں ہے۔ محارب کے احکام مشرکین کے علاقہ پر نافذ ہوتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ دارالاسلام کی حرمت زیادہ ہے یا دارِشرک کی؟

میں نے کہا: سیدھی سی بات ہے کہ دارالاسلام کی حرمت زیادہ ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تو سنو جس مجرم کے متعلّق تم نے پوچھا ہے اس کا تعلّق بھی ''محاربین'' سے ہے اور وہ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ...... کی آیت کے ضمن میں شامل ہے۔

۱۴۸- جمیل بن درّاج کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا...... کی آیت مجیدہ میں محاربین کے لیے چار سزاؤں (یعنی قتل، سولی، مخالف سمتوں سے ہاتھ پاؤں کاٹنا یا جلاوطن کرنا) کا اعلان کیا گیا ہے۔ اب آپ فرمائیں کہ محارب کو ان چار میں سے کون سی سزا دی جائے؟

آپؑ نے فرمایا: امام (حاکم) کو اختیار ہے وہ چاہے تو ہاتھ پاؤں کٹوائے، چاہے تو قتل کرائے، چاہے تو سولی پر چڑھائے اور چاہے تو جلاوطن کر دے۔

میں (راوی) نے کہا کہ حاکم کہاں جلاوطن کر کے اسے بھیجے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ اسے ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف جلاوطن کر دے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے زمانۂ حکومت میں دو افراد کو کوفہ سے بصرہ جلاوطن کیا تھا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس کو حاکم جلاوطن کر کے بھیجے تو اس کے ساتھ خرید و فروخت کا معاملہ نہیں کرنا چاہیے، اسے پناہ نہ دی جائے اور اسے زکوٰۃ و صدقات نہ دیئے جائیں۔

۱۴۹- برید بن معاویہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ...... کی آیت پڑھی اور اس کی وضاحت دریافت کی۔

آپؑ نے فرمایا: امام کو ان چاروں سزاؤں میں سے کسی ایک کے انتخاب کا حق حاصل ہے؟

میں (راوی) نے کہا: کیا حاکم کو مکمل طور پر اختیار ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ایسا بھی نہیں ہے، اسے چاہیے کہ جرم کی نوعیت کے مطابق سزا جاری کرے۔

۱۵۰- عبید اللہ مدائنی کا بیان ہے کہ ایک شخص نے امام علی رضا علیہ السلام کے سامنے اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ...... کی آیت مجیدہ پڑھی اور اس نے کہا کہ مذکورہ چار سزائیں کب نافذ کی جائیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

۱- جب کوئی خدا و رسول سے اعلانِ جنگ کرے اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرے اور کسی کو قتل کرے تو اس شخص کو قتل کیا جائے گا۔

۲- اگر کوئی شخص قتل کرے اور مال بھی لوٹ لے تو ایسے شخص کو صلیب پر چڑھایا جائے گا اور اسے قتل بھی کیا جائے گا۔

۳- اور اگر کوئی مال لوٹ لے اور قتل نہ کرے تو اس کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں گے۔

۴- اور اگر کوئی اپنی تلوار بے نیام کرے اور خدا و رسول کے مقابلہ میں اعلانِ جنگ کرے اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرے لیکن اس نے نہ تو کسی کو قتل کیا ہو اور نہ ہی کسی کا مال لوٹا ہو تو اسے جلاوطن کیا جائے گا۔

میں (راوی) نے عرض کیا: اسے کیسے جلاوطن کیا جائے اور جلاوطنی کی حد کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جس شہر میں اس نے جرم کا ارتکاب کیا ہو اسے اس شہر سے نکال کر ایسے شہر روانہ کیا جائے جہاں اس نے جرم نہ کیا ہو اور حاکم کو چاہیے کہ وہ اس شخص کے متعلّق دوسرے شہر کے عامل کو لکھ بھیجے کہ اس شخص کو تمھارے پاس جلاوطن کر کے بھیجا جا رہا ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ نشست و برخاست نہ رکھی جائے۔ اس کے ساتھ خرید و فروخت نہ کی جائے اور اس سے رشتہ داری قائم نہ کی جائے اور اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانے پینے سے اجتناب کیا جائے۔

ایک سال تک اس کے ساتھ یہی رویہ رکھا جائے اور اگر اسے اس دوران دوسرے شہروں میں بھی منتقل کرنے کی ضرورت ہو تو اسے دوسرے شہروں میں بھی بھیجا جا سکتا ہے اور ہر شہر والوں کو اس سے تعلقات قائم کرنے سے منع کیا جائے۔

میں (راوی) نے عرض کیا: اگر وہ شخص سرزمین شرک میں جانے کا ارادہ کرلے تو پھر کیا کیا جائے؟

آپؑ نے فرمایا: اسے وہاں جانے سے پوری قوت سے روکا جائے گا۔ اگرچہ اس کے لیے مشرکین سے جنگ بھی کیوں نہ کرنی پڑے؟

۱۵۰- عبداللہ بن اسحاق کی روایت میں بھی امام علی رضا علیہ السلام سے یہی فرمان منقول ہے' البتہ اس حدیث کے آخر میں یہ الفاظ وارد ہیں:

ایک سال تک اس کے ساتھ یہی سلوک کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ ذلیل ہو کر توبہ کرے۔

میں (راوی) نے عرض کیا: اگر وہ اسلامی سرزمین چھوڑ کر ارض مشرک میں جانے کی کوشش کرے تو اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

آپؑ نے فرمایا: اسے قتل کر دیا جائے۔

۱۵۱- عبداللہ بن طلحہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس سلسلہ کی ایک حدیث نقل کی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ حاکم کو چاہیے کہ وہ جرم کی نوعیت کو دیکھ کر سزا جاری کرے۔

۱۵۲- ابی عبیدہ بن بشر خثعمی کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے رہزن کے متعلّق پوچھا اور میں نے کہا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حاکم کو اختیار ہے کہ وہ محاربین کے لیے مقرر کردہ چار سزاؤں میں سے کوئی بھی سزا جاری کرسکتا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

یہ حاکم کی صوابدید پر موقوف نہیں ہے۔ یہ اس کے جرم کی نوعیت پر موقوف ہے جو رہزنی کر کے کسی کو قتل کرے اور اس کا مال بھی لوٹ لے تو اس کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دیئے جائیں گے اور پھر اسے صلیب پر چڑھایا جائے گا۔ اور جو رہزنی کرتے ہوئے کسی کو قتل کر دے اور مال نہ لوٹے تو اسے قصاص میں قتل کیا جائے گا اور جس سے رہزنی کر کے صرف مال لوٹا ہو اور قتل نہ کیا ہو تو اس کا ہاتھ اور پاؤں کاٹا جائے گا اور جو رہزنی کرے لیکن نہ تو مال لوٹے اور نہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو تو اسے جلاوطن کیا جائے گا۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

جو کسی شہر میں ہتھیار اٹھائے اور کسی کو زخمی کرے تو قصاص میں اسے بھی زخمی کیا جائے گا اور اسے اس شہر سے جلاوطن کر دیا جائے گا اور جو شہر کے علاوہ کسی اور جگہ ہتھیار اٹھائے اور مار پیٹ کر کے کسی کو زخمی کرے اور مال لوٹ لے اور قتل نہ کرے تو وہ ''محارب'' ہے۔ اسے محارب جیسی ہی سزا ملے گی اور یہ حاکم کی صوابدید پر موقوف ہے چاہے تو اسے قتل کرے یا اسے صلیب پر چڑھائے یا اس کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کٹوا دے۔

اور اگر کوئی کسی کو زد و کوب کرے اور قتل کرے اور مال لوٹ لے تو چوری کی وجہ سے حاکم کو چاہیے کہ وہ اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دے۔ پھر اسے مقتول کے ورثاء کے حوالے کرے وہ اس سے اپنا مال وصول کریں گے اس کے بعد وہ اسے اپنے مقتول کے قصاص میں قتل کر دیں گے۔

میں (راوی) نے کہا: خدا آپ کی صلاحیتوں میں اضافہ فرمائے، اگر مقتول کے ورثاء اسے معاف بھی کر دیں تو بھی حاکم پر فرض ہے کہ وہ اسے قتل کر دے کیونکہ اس نے قتل اور ڈاکہ ڈال کر اپنے ''محارب'' ہونے کا ثبوت دیا ہے۔

ابوعبیدہ نے کہا: اگر مقتول کے ورثاء اس سے دیت لے کر مصالحت کرنا چاہیں تو کیا انھیں خون بہا لے کر صلح کرنے کا حق ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: نہیں، انھیں کوئی حق نہیں ہے۔ اسے ہر صورت قتل کیا جائے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

قرآن کریم میں جہاں بھی لفظ ''أوْ'' موجود ہے تو وہاں انسان کو اختیار ہے کہ وہ تجویز کردہ احکام میں سے جس حکم پر بھی چاہے عمل کر سکتا ہے۔

۱۵۳- تفسیر عیاشی میں ہے کہ جس طرح سے قسم کے کفارے میں ہر شخص کو اختیار دیا گیا ہے چاہے تو وہ مساکین کو

روٹی کھلائے، چاہے تو روزے رکھے، اسی طرح سے محارب کے لیے بھی خدا نے چار سزائیں مقرر کی ہیں اور حاکم کو اختیار ہے کہ وہ جس سزا کو مناسب سمجھے جاری کرے۔ اور قرآن کریم میں جہاں بھی لفظ ''آوَ'' ہے تو وہاں انسان کو اختیار ہے کہ تجویز کردہ احکام میں سے جس پر چاہے عمل کرے۔

۱۵۴- الکافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے ایک شاگرد سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ ہمارے ساتھی کہتے ہیں کہ محارب کے متعلّق حاکم کو اختیار رہے وہ اسے چار میں سے جو بھی سزا دینا چاہے دے سکتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: ایسا نہیں ہے تمام سزاؤں کی کوئی نہ کوئی حد ہے۔ اگر کوئی قتل کرے اور مال بھی لوٹ لے تو اسے قتل کیا جائے گا اور صلیب پر چڑھایا جائے گا اور اگر کوئی قتل کرے اور مال نہ لوٹے تو اسے قتل کیا جائے گا اور اگر کوئی مال لوٹ لے اور قتل نہ کرے تو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں گے اور اگر وہ بھاگ جائے اور ہاتھ نہ آئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد پکڑا جائے تو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں گے۔ ہاں اگر کوئی گرفتاری سے قبل توبہ کر لے تو اس کے ہاتھ پاؤں نہیں کٹیں گے۔

۱۵۵- تفسیر علی بن ابراہیم میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

جو خدا سے جنگ کرے اور مال لوٹ لے اور قتل بھی کرے تو اسے قتل کیا جائے اور اسے صلیب پر چڑھایا جائے اور جو محارب بن کر قتل کرے اور مال نہ لوٹے تو اسے قتل کیا جائے گا۔ اور جو صرف مال لوٹے اور قتل نہ کرے تو اس کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹے جائیں گے۔ اور جو محارب بن جائے اور مال نہ لوٹے اور قتل نہ کرے تو اسے جلاوطن کر دیا جائے گا۔ البتہ جو محارب اپنے فعل سے توبہ کر لے بشرطیکہ حکومت کے ہاتھوں ابھی گرفتار نہ ہوا ہو تو وہ اس سزا سے مستثنیٰ ہے۔

۱۵۶- مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ائمہ اہلِ بیتؑ نے فرمایا:

ہر وہ شخص ''محارب'' ہے جو ہتھیار اٹھالے اور راستے میں لوگوں کو ڈرائے دھمکائے خواہ وہ یہ سب کچھ شہر میں کرے یا شہر سے باہر کرے۔

○○○